

دیوانِ غالبِ کامل

نسخہ رضا

تاریخی ترتیب سے

مترقبہ

کالی داس گپتا رضا

ساکار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ، بمبئی ۴۰۰۲۰

MS 56/59/16 ALA 0194

Buttistrace
PK
2198
64
A127
1995

کالی داس گپتا رِضا



بار اول

۱۵ فروری ۱۹۸۸ء

بار دوم

۱۹۹۰ء

رفیقہ حیات

ساوتری گپتا

کے نام

اسی کے ہمہ وقتی تعاون سے
یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ سکا

بار سوم

درباریم و اضافہ کے ساتھ ۱۵ فروری ۱۹۹۵ء

تعداد

پانچ سو

قیمت

پانچ سو روپے

طباعت

پنچ انٹرپرائزز - واشی

نیو بمبئی - ۴۰۰۳

پبلشرز

ساکار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ - ۱۰ جولائی بھون - ۱

۱۰ نیومین لائنز - بمبئی - ۴۰۰۲۰

کتابت

پرویز خاں



فہرست مضامین

۳	انتساب
۵	فہرست مضامین
۹	مقدمے سے پہلے
۱۳	ماخذوں کی تاریخی ترتیب اور علامتیں
۱۵	مقدمہ
۱۷	کلام غالب کی تاریخی ترتیب کیوں
۲۷	تعارف
۳۳	غالب کا اولین اُردو منظوم کلام
۴۱	عمدہ منتخبہ میں ذکرِ غالب

۵۱	حرف نامبر
۶۵	غالب کے بعض غیر منداول اردو اشعار کا زمانہ فکر
۷۱	غالب کے کچھ ہنگامی مصرعے اور شعر
۷۷	دیوانِ غالب - (طبع اول)
	غالب کی زندگی میں دیوانِ غالب کی اشاعت
۸۶	(دیباچہ، تقریظ، خاتمۃ الطبع اور نقاد اشعار)
۱۰۰	توقیتِ غالب
۱۲۹	دیوانِ غالب کا کل (نسخہ ریضا)
۱۳۱	کلام کا پہلا دور تا ۱۸۱۲ء
۱۳۹	دوسرا دور ۱۸۱۳ء تا ۱۸۱۶ء
۲۹۳	تیسرا دور ۱۸۱۷ء تا ۱۸۲۱ء
۳۵۳	چوتھا دور ۱۸۲۲ء تا ۱۸۲۶ء
۳۶۸	پانچواں دور ۱۸۲۷ء تا ۱۸۲۸ء
۳۷۶	چھٹا دور ستمبر ۱۸۲۸ء تا ۱۸۳۳ء
۳۸۵	ساتواں دور ۱۸۳۳ء تا ۱۸۴۷ء
۳۹۴	اٹھواں دور ۱۸۴۸ء تا ۱۸۵۲ء
۴۳۱	نواں دور ۱۸۵۳ء تا ۱۸۵۶ء
۴۶۹	دسواں دور ستمبر ۱۸۵۷ء تا ۱۸۶۲ء
۴۷۹	گیارہواں دور ۱۸۶۳ء تا ۱۸۶۷ء

۴۹۷	فہرستیں
۴۹۸	فہرست اشعار - بلحاظ سال فکر
۵۱۵	فہرست اشعار - بلحاظ حروفِ حقیقی (قافیہ و ردیف)
۵۲۹	اشاریے
۵۳۰	اشخاص
۵۴۸	شہر - ممالک
۵۵۱	کتب
۵۵۷	رسالے
۵۵۸	اخبار
۵۵۹	کتب خانے، لائبریریاں، ادارے
۵۶۰	مضامین
۵۶۱	مطبوع، پریس، پبلشر
۵۶۲	مقام، جگہ وغیرہ (تفرقات)

تصویروں (چاروں تصویروں اور بیچ ذیل مختصر اقتباسات مرقعِ غالب سے ماخوذ ہیں)

۱۔ "تصویر..... کلیاتِ غالب طبعِ دوم میں بھیجی تھی..... ۱۸۶۳ء میں..... مرزا کی زندگی میں....."

۲۔ "موقلم کی یہ رنگین نادر تصویر مرزا غالب نے..... بہادر شاہ ظفر کو پیش کی تھی....."

۳۔ "موقلم کی یہ رنگین سنہری تصویر..... ۱۲۸۲ھ..... کی بنی ہوئی ہے....."

۴۔ بقول نواب سر امیر الدین احمد خان فرخ مرزا یہ "آخر وقت کی تصویر ہے اور مرنے سے کچھ پہلے کی حالت ہے..... میرے روبرو فوٹو لیا گیا تھا۔ مرزا صاحب کو والد صاحب (نواب علا الدین احمد خان علوی) نے مجبور کیا تھا۔"

مقدمے سے پہلے

”دیوان غالب کا کل تاریخی ترتیب سے نسخہ عرضاً“ کا یہ تیسرا ایڈیشن ہے۔ اگرچہ دوسرے ایڈیشن میں بھی رد و بدل کیا گیا تھا مگر وہ کچھ ایسا نمایاں نہ تھا۔ یہ ایڈیشن (تیسرا جو آپ کے ہاتھوں میں ہے) پہلے دو لوگوں ایڈیشنوں سے کافی مختلف ہے۔ اس لیے اب یہ محض ”دیوان غالب کا کل (نسخہ عرضاً)“ کا تیسرا ایڈیشن ہی نہیں بلکہ ایک طرح سے جدید ایڈیشن ہے۔

(۱)

ذیل میں چند اضافوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جو اس ایڈیشن میں روا رکھے گئے ہیں

- ۱۔ اشعار کی ترتیب میں فرق رہ گیا تھا۔ اسے مختلف ماخذوں کی مدد سے روایت کے مطابق کر دیا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب ہر شعر اپنی صحیح جگہ پر درج ہے۔

- ۲۔ بعض اشعار کو غالب کے فکر کردہ تسلیم کرنے میں تامل ہوتا تھا۔ انہیں متن سے خارج کر دیا گیا ہے مگر مقدمے میں الگ باب

کے تحت شامل رکھا گیا ہے تاکہ وہ کلام غالب کی ٹوہ میں رہنے والوں کی نگاہ سے اوچل نہ رہیں۔

۳۔ مزید غور کرنے پر بعض غزلوں اور اشعار کا سال فکر دوبارہ متعین کیا گیا ہے۔

۴۔ نسخہ بھوپال بخط غالب (۱۸۶۶ء) یا کسی بھی اساسی نسخے کے سال کتابت سے جن غزلوں اور اشعار کا سال فکر متعین کیا گیا تھا اُن میں بعد کے کہے ہوئے اشعار بھی شامل ہیں مگر یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ یہ اشعار پہلے پہل کب کہے گئے تھے یا کس ماخذ میں پہلی بار درج ہوئے تھے۔ اب نشاندہی کر دی گئی ہے۔

۵۔ نسخہ قرشی میں درج مفصل اختلاف نسخ کے پیش نظر میں نے اپنے نسخے دیوان غالب کامل نسخہ روضا میں اختلاف نسخ ظاہر کرنے سے گریز کیا تھا مگر قرشی صاحب کے ماخذوں میں نسخہ بھوپال بخط غالب (درج) دیر سے شامل ہوا تھا شاید اسی لیے یہ اختلاف نسخ میں نہیں لیا جاسکا تھا۔ یہ کمی بری طرح کھنگ رہی تھی چنانچہ اب میں نے کلام غالب کے آج تک کے دریافت شدہ اس قدیم ترین نسخے کا مکمل اختلاف نسخ اضافہ کر دیا ہے۔

۶۔ دیوان غالب کامل (نسخہ روضا) کے پہلے ایڈیشنوں میں تمام غزلوں یاد دیگر اصناف پر سال فکر درج کرنے کا التزام تھا مگر اب سال فکر صرف ہر صفحے کے شروع میں لکھ دیا گیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اس صفحے کے تمام اشعار اسی سال فکر کے تحت آتے ہیں۔ اگر کسی صفحے پر کہیں سال فکر تبدیل ہو گیا ہے تو اُسے متعلقہ مقام پر ظاہر کر دیا گیا ہے۔

(ب)

جن مشاہیر اور قارئین نے "دیوان غالب کامل (نسخہ روضا) کی تعریف و توصیف سے میرا دل بڑھایا ان کی تعداد بہت ہے۔ ان سب کا میں احسان مند ہوں۔ اگرچہ فردا فردا شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں تاہم جناب مالک رام مرحوم، جناب جمیل الدین عالی، ڈاکٹر گیان چند، جناب مشفق خواجہ، ڈاکٹر مسعود حسین خان، جناب لطیف الزماں خان، ڈاکٹر مختار الدین احمد، جناب شمس الرحمن فاروقی، جناب رشید حسین خان، ڈاکٹر حنیف نقوی، محبت شین، کاف۔ نظم سام، محبت افتخار امام صدیقی، اور محبت محمد یوسف کھتری کے نام بطور خاص میرے شکریے کے مستحق ہیں۔ ان میں سے بعض نے میری کوتاہیوں کی نشاندہی کر کے اور بعض نے کام کو ترغیب دینے کی غرض سے مجھے قیمتی مشور و نصیحتیں لوائیں۔ میں تمام مشورے و توجہات، سنہیں کر سکا تاہم اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ اس تیسرے ایڈیشن، دیوان غالب کامل جدید (نسخہ روضا) کے بنانے سوار نے میں ان دانشوروں کی پر خلوص دلچسپی شامل ہے۔ اس لیے اُن کا ارباب علم و دوستوں کا تہہ دل سے شکریہ۔

(ج)

میں نے جب بھی غالب پر قلم اٹھایا، غالب، غالب کے پیشرووں، ہم عصروں اور پیروکاروں کو اپنے گرد و پیش موجود پایا۔ میں نے اُن کے کلام تقابلی نظر سے دیکھے، پڑھے، کھنگالے اور پرکھے۔ نتیجے میں غالب کو اُن سب سے الگ پایا۔

پھر غالب کے محققوں، نقادوں، محکمہ چینوں اور مؤیدوں کی۔ جن میں میرے بزرگ اور ہم عصر دونوں شامل ہیں۔ موشگافیوں کا انہماک سے مطالعہ کیا۔ بعض کی تائید کی بعض کی تردید کرنی پڑی۔ میرے کتب خانے کے غالب کلکشن

میں غالب اور غالبیات سے متعلق دو ہزار سے زائد کتابیں اور رسالے ہیں، یہ سارا مواد غالب، غالب کے ہم عصروں، پیروکاروں، محققوں، نقادوں اور مؤیدوں ہی کی دین ہے۔ اس پورے انبار کو پیش نظر رکھتا۔ جی بھر کے پھان پھٹک کی اور خوشہ چینی بھی۔ قوالے ہر جگہ موجود ہیں۔

یہی آج سے اپنی عمر کے سترویں سال میں داخل ہو رہا ہوں۔ اس لیے احتیاطاً یہ تو نہیں کہتا کہ میں غالب پر مزید کام ہی نہیں، کمروں کا مگر تنہا کوئی موقر اور منجیم کام شاید اب مجھ سے بن نہ پڑے۔ اس لیے رخصت۔

کالی داس گپتا رخصتا
بمبئی۔ ۲۵ اگست ۱۹۹۲ء

ماخذوں کی تاریخی ترتیب اور علامتیں

نمبر شمار	نام ماخذ	علامت	تقریبی تاریخ ترتیب یا طباعت
۱۔	نسخہ بھوپال قدیم (بخط غالب)	خ	۱۲۳۱ھ = ۱۸۱۶ء
۲۔	نسخہ بھوپال	ق	۱۲۳۷ھ = ۱۸۲۱ء
۳۔	نسخہ شیرانی	قا	۱۲۴۲ھ = ۱۸۲۶ء

۱۔ یہ فہرست بیشتر نسخہ عرفی اشاعت دوم (مقدمہ ص ۱۵۵) سے اخذ کی گئی ہے اور عرفی صاحب ہی کی علامتوں کو برقرار رکھا گیا ہے تاکہ حوالوں میں یکسانیت رہے۔

ب۔ اصل مخطوط اب دستیاب نہیں۔ تاہم یہ تین عکسی اشاعتیں (۱) از عرفی زادہ (۲) از کمال احمد صدیقی اور (۳) مشمولہ نقوش لاہور میرے پیش نظر رہی ہیں۔

ج۔ اصل مخطوط گم ہو چکا ہے اس لیے نسخہ بھوپال مشمولہ نسخہ حمید کے تین مطبوعہ نسخوں مرتبہ مفتی محمد اذرا الحق اور چوتھے نہایت اہم مطبوعہ نسخہ مرتبہ حمید احمد خاں سے استفادہ کیا گیا ہے۔



شمس حضرت غالب دہلوی

۶ ۱۸۲۸ = ۵ ۱۲۳۲	گل	۳- گل رعنا
۶ ۱۸۳۳ = ۵ ۱۲۲۸	قب	۵- نسخہ رام پور (اول یا قدیم)
۶ ۱۸۳۴ = ۵ ۱۲۵۲	غب	۴- انتخاب غالب
۶ ۱۸۳۸ = ۵ ۱۲۵۴	قبا	۷- نسخہ بدایوں
۶ ۱۸۴۱ = ۵ ۱۲۵۷	م	۸- پہلا مطبوعہ ایڈیشن
۶ ۱۸۴۵ = ۵ ۱۲۶۱	قج	۹- نسخہ دینہ
۶ ۱۸۴۵ = ۵ ۱۲۶۱	قبہ	۱۰- نسخہ کریم الدین (نسخہ کراچی)
۶ ۱۸۴۷ = ۵ ۱۲۶۳	ما	۱۱- دوسرا مطبوعہ ایڈیشن
۶ ۱۸۵۲ = ۵ ۱۲۶۸	تج	۱۲- نسخہ لاہور
۶ ۱۸۵۵ = ۵ ۱۲۷۱	قد	۱۳- نسخہ رام پور ثانی یا جدید
۶ ۱۸۶۱ = ۵ ۱۲۷۸	مب	۱۳- تیسرا مطبوعہ ایڈیشن
۶ ۱۸۶۲ = ۵ ۱۲۷۸	مج	۱۵- چوتھا مطبوعہ ایڈیشن
۶ ۱۸۶۳ = ۵ ۱۲۸۰	مد	۱۶- پانچواں مطبوعہ ایڈیشن
۶ ۱۸۶۶ = ۵ ۱۲۸۳	خ	۱۷- انتخاب غالب

د۔ اس خطوط کو جناب امتیاز علی خاں عرشی مرحوم نے ۱۹۴۲ء میں اپنے روایتی رکھ رکھاؤ کے ساتھ طبع کرا دیا تھا، وہی مطبوعہ نسخہ میرے پیش نظر ہے۔ یہ انتخاب چوتھے مطبوعہ ایڈیشن (۵۱۲۷۸ = ۱۸۶۲ء مطبع نظامی کابنور، پرمیٹی ہے۔

مقدمہ

یہ کتاب
اس کے
مکمل
نسخہ
میں
موجود
ہے۔

کلام غالب کی تاریخی ترتیب کیوں

نصف صدی سے بھی کچھ پہلے کی بات ہے، میں کوئی دس گیارہ سال کا رہا ہوں گا۔
مادری زبان پنجابی بولنے کے باوجود گھر کے کونے کونے میں اردو زبان چھاؤنی چھائے ہوئے
تھے۔ پورے سجاد کام ہی حال تھا۔ میرے والد محترم اردو کے ادیب تو نہ تھے، مگر
انگریزی کے گزرجوڑے ہوتے ہوئے بھی اردو فارسی کے اس حد تک رسپا تھے کہ
انھیں ان زبانوں کا عالم کہنا کچھ زیادہ غلط نہ ہوگا۔ مدینہ سے کے بعد گلستان بوستان
اور انوار سہیلی کے اسباق میں اُنھیں سے لیا کرتا تھا۔

ہمارے یہاں ادبی کتابوں میں اب حیات (آزاد) اور یادگار غالب (حالی)
ساتھ ہی دھری رستی تھیں۔ میں نے انھیں نہایت رغبت سے پڑھا، اب حیات
پوری اور یادگار غالب کا سوانحی حصہ۔ قہقہہ کہانیاں سمجھ کر ان سے بہت حظ اٹھایا۔
اُنھیں ایام میں ایک بیوی سی کتاب یوسف ہندی قید فرنگ میں، نئی نئی آئی تھی۔
پوری چھپے پڑھی۔ مواد ثقیل تھا اور فارسی اشعار بہت تھے۔ کچھ پلے نہ پڑا مگر
میں ہر سال ہمارا خاندانی بھاٹ راجستھان سے آیا کرتا تھا۔ پرانے تاریخی اور فی البدیہہ

کبت بہت اچھے کہا کرتا تھا۔ محرم میں تعزیر اٹھتا تھا۔ نوحہ خوانی ہوتی تھی۔ بعض نوحے دل کو چھو لیتے تھے۔ سب پر مستزاد یہ ادبی کتابیں خاص کر آبِ حیات۔ مجھے شعر کہنے کی چاٹ لگ گئی جس سے آج اٹھاون سال گزر جانے پر بھی سیری نہیں ہوئی۔ ناسخ کیا اچھا کہہ گیا ہے۔

یہ لگی چاٹ مرے زخموں کو سیری نہ ہوئی
ہو گئے کتنے ہی قابل کے نمک داں خالی

جنوری ۱۹۷۰ء میں کینیا مشرقی افریقہ سے ہندوستان کو ٹا اور بمبئی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ شاعری سے والہانہ وابستگی تو تھی ہی، محوِ طاسا رخ تحقیقِ ادب کی طرف بھی پھر گیا اور یہی آخر کو ٹھہرا فن ہمارا۔

اس مشغلے کے لیے ذاتی کتب خانے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ ایک کتابوں کی نئی خرید کے پھر سچ ایک کتاب ”یوسف ہندی قید فرنگ میں“ نکلی آئی محسن بن شبیر کی لکھی ہوئی اور ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ میں حیدرآباد کی چھپی ہوئی۔ یہ وہی ایڈیشن تھا جس کا اٹھاون سال پہلے میں نے مطالعہ کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ اب کے اسے ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالا اور غور کرنے پر معلوم ہوا کہ شاعر کے کسی شعر کو سامنے رکھ کر قصہ گھڑ لینے کی جو کوشش ہمارے پرانے تذکرہ نویسوں اور سوانح نگاروں نے اختیار کر رکھی تھی وہ آج بھی جاری ہے جیسے کہ محسن بن شبیر لکھتے ہیں۔ (ص ۱۵)
”رفع افکار کے لیے ان غالبؔ کو بھی تفریحِ طبع کا کچھ سامان کرنا ضرور تھا۔ دوسری دئےؔ کا استعمال بھی وہ غم غلط کرنے کے لیے کیا کرتے

تھے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔

مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو

اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

یہ شعر نسخہ شیرانی (۱۸۲۶ء) کے متن میں موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ اسی سال یا اس سے کچھ

پہلے کہا گیا ہوگا۔ اس وقت مرزا پوسے شباب پر تھے، کیا بلحاظ عمر ادب کی بہ اعتبار شاعری، لہذا اس شعر سے غم غلط کرنے کا مطلب ہرگز نہیں نکلتا۔ نسخہ شیرانی میں اس غزل کے دس شعر ہیں، ہر شعر سے رنگ تغزل اُٹا پڑتا ہے۔ دور دور تک آلام و افکار کا پتا نہیں یوں بھی یہ مرزا بیدل کے اس شعر کا ترجمہ سا معلوم ہوتا ہے۔

مطلبم از مے پرستی تر دماغی ہا نہ بودم
یک دو سا غرابِ داؤم گر یہ مستانہ را

پھر (ص ۲۰) لکھتے ہیں:

”ایک مرتبہ فرض خواہوں نے ناش کی جواب دہی میں طلب ہوئے۔ مفتی صدر الدین آزدہ کی عدالت تھی۔ جس وقت پیشی میں گئے، یہ شعر پڑھا۔

قرن کی پیتے تھے مے، لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں

رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن“

آزدہ ۱۵ جون ۱۸۲۴ء کو صدر الصدور مقرر ہوئے تھے۔ اس سے پہلے (شاید ۱۸۲۷ء سے) صدر امین تھے۔ صدر امین کو اب امین کہتے ہیں اس کی اپنی عدالت نہیں ہوتی لیکن شعر نسخہ بھوپال (حمیدیہ - ۱۸۲۱ء) کے متن میں موجود ہے۔ اس وقت غالب ۲۲-۲۳ سال سے زیادہ کے نہ تھے۔ واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے جیسے شعر بھری عدالت میں فی البدیہہ پڑھا گیا ہو۔ اس بات کا قوی امکان ہے کہ شعر کو

معلوم ہوتا ہے بیدل نے بھی یہ مضمون خاتم کی رباعی ہی سے اڑایا ہے۔

کے خوردنِ من نہ از برائے طرب است

خواہم کہ بے خودی برآرم نفسے

مفتی صدر الدین آزدہ از پروازِ اصرافی ص ۲۱

سامنے رکھ کر قصہ گھڑ لیا گیا ہے۔ ناش کا واقعہ بھی اس شعر کی تخلیق سے کم از کم ۱۶ سال بعد کا ہے۔ آہنگ غالب میں درج ہے۔

جسٹس غالبؔ میں ڈاکٹر سید رفیع حسین رقم طراز ہیں :

میری قسمت میں غم، گر، اتنا تھا

عرض ہے کہ عادت کا انتقال اپریل ۱۸۵۲ء میں ہوا اور ان کی بیوی کا ان سے تین چار ماہ پہلے، غالب کی بیگم غالب کی وفات کے ایک سال بعد فوت ہوئیں، دلی ۱۸۵۷ء میں اجڑی، بھائی (مرزا یوسف) ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو مرے، جبکہ مندرجہ بالا شعرا ۱۸۴۸ء کے کچھ ہی عرصے بعد کا فکر کردہ ہے۔ یہاں سے اس کا اطلاق ان واقعات پر فہم ہو سکتا ہے ؟ یوں بھی اگر اس غزل کے باقی تین شعر (کل چار شعر ہیں) دیکھے تو ان میں داستانِ غم کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔ یہ میر کے اس شعر کی ترقی یافتہ شکل ہے اور ایسے شعر ہر غزل گو کے سماں مائے حلت ہیں :

۱۔ مطبوعہ ادارہ فروغ اردو پکھنؤ فروری ۱۹۷۱ء ص ۵

”کپڑا اور تمام ضروریات ان کو گھر سے پہنچتی تھیں“

شادم از بند که از بندِ معاش آزادم

یعنی میں اس قید سے خوش ہوں کیونکہ اس نے مجھے قیدِ معاش سے بری کر رکھا ہے۔

”جس دن [غالب] وہاں [قید خانے] سے نکلنے لگے اور لباس تبدیل کرنے

ہاے اس چار گمہ کپڑے کی قیمت غالب

اس اقتباس کا پہلا حصہ بھی درست نہیں ہو سکتا کیوں کہ جیل خانے کے کپڑے واپس

۱۔ آہنگِ غالب (اشاعت دوم)۔ ستمبر ۱۹۷۱ء۔ ص ۸۷

اس ادھوری غزل کا قطع بھی تیر ہی کے یہاں سے اخذ کیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ میر کہتے ہیں :

اس کے ایغلے عہد تک نہ جیے
عمر نے ہم سے بے وفائی کی
مرزا نے اسے یوں کر لیا :

آہی جاتا وہ راہ پر غالب
کوئی دن اور بھی جیے ہوتے
اسی معنوں کا ایک شعر قائم کے یہاں بھی ہے :

بعد خط آنے کے اس کے تھا وفا کا احتمال
لیک واپس تک عمر نے اپنی وفاداری نہ کی

حالی نے یادگار غالب میں 'لطیفے' کے تحت لکھا ہے

” ایک دفعہ مولوی عبدالقادر راہپوری نے جو نہایت ظریف الطبع تھے
اور جن کو چند روز قلعہ دہلی سے تعلق رہا تھا، مرزا سے کسی موقع پر یہ کہا کہ
آپ کا ایک اردو شعر سمجھ میں نہیں آتا اور اسی وقت دو مصرعے خود موزوں
کر کے مرزا کے سامنے پڑھے :

پہلے تو روضہ گل بھینس کے انڈے سے نکال
پھر دوا جتنی ہے گل بھینس کے انڈے سے نکال

مرزا یہ سن کر سخت حیران ہوئے اور کہا : 'جانشا' یہ شعر میرا نہیں ہے۔ مولوی
عبدالقادر نے ازراہ مزاح کہا میں نے خود آپ کے دیوان میں دیکھا ہے اور
دیوان مولوی میں اب دکھا سکتا ہوں، آخر مرزا صاحب کو معلوم ہوا کہ مجھ پر اس پیرائے
میں اعتراض کرتے ہیں اور گویا یہ جانتے ہیں کہ تمہارے دیوان میں اس قسم کے

اشعار ہوتے ہیں..... اس لطیفے سے یہ نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں

(۱) گفتگو مولوی عبدالقادر راہپوری اور غالب کے مابین ہوئی تھی مگر اس کے
راوی کا علم نہیں۔

(۲) مولوی صاحب کو چند روز قلعہ سے تعلق رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ غالب سے
ملاقات اور گفتگو اسی زمانے میں ہوئی ہوگی۔

(۳) غالب کا دیوان چھپ چکا تھا جبھی تو مولوی صاحب نے کہا کہ ”دیوان ہونو
میں اب دکھا سکتا ہوں“

مولوی عبدالقادر راہپوری ۱۸۳۸ء میں ضلع مراد آباد میں صد الصدور تھے۔ اسی سال
ملازمت ترک کر کے دلی آ گئے۔ وہ راہپور میں پیدا ہوئے، راہپور اور مراد آباد میں تعلیم پائی
اور ۱۸۰۹ء میں ضلع مراد آباد میں سرکار کیپنی کے ملازم ہوئے۔ بقول ڈاکٹر محمد ایوب قادری
”..... ۱۸۱۴ء میں بسلسلہ ملازمت دہلی پہنچے اور ۱۸۱۵ء میں واپس آ گئے

اور ۱۸۱۷ء میں دوبارہ گئے اور ۱۸۱۸ء میں ان کا تبادلہ اجیر ہو گیا۔.....“
اجیر، راجستھان، جیلپور، ناگپور میں بڑے بڑے عہدوں پر ملازم رہے۔ اخیر مراد آباد
میں صد الصدور مقرر ہوئے۔

حالی ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے، وہ ۱۸۵۴ء میں بعمر اسیال دلی آئے تھے۔
ظاہر ہے (۱) کہ حالی نے یہ روایت کسی سے سنی ہے خود مولوی صاحب نے انھیں نہیں
بتائی کیونکہ وہ ۱۸۴۹ء میں فوت ہو چکے تھے۔ شاید شیفٹہ اس کے راوی ہوں۔
(۲) دلی آنے کے بعد مولوی صاحب ۴ ماہ شاہ ظفر کے پاس رہے بقول ڈاکٹر محمد ایوب

قادری بہادر شاہ ظفر کے دربار میں مولوی عبدالقادر تقریباً ۱۲۵ھ (۱۸۳۰ء) میں وکیل مقرر ہوئے۔ شیفتہ اور غالب کے تعلقات تو تھے ہی۔ معلوم ہوتا ہے شاہ ظفر کی ملازمت کے بعد بھی مولوی صاحب چندے دلی تھی میں رہے کیونکہ (۳) غالب کا دیوان اردو دیلاڈیشن (۱۸۳۱ء) میں چھپا اور ظاہر ہے یہ بات اٹھی۔ دلوں کی ہوگی ورنہ وہ دیوان دیکھنے کی بات کیوں کرتے۔

یہ روایت تذکرہ کا ملان رام پور میں بھی درج ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ مرزا غالب ”گھر اگر دیوان کو دیکھتے ہیں، پریشان ہو کر ایک ایک سے دریافت کرتے ہیں کہ بھائی یہ شعر پہلے تو روغن گل..... کہاں ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے کہا کہ مولوی صاحب نے آپ کے کلام سے طرافت کی ہے۔“

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حاتی ”یادگار غالب“ میں لکھتے ہیں:

”مرزا نے اس قسم کی نکتہ چینیوں پر اردو فارسی دیوان میں جا بجا اشارہ کیا ہے۔ اردو میں ایک جگہ کہتے ہیں۔

نہ ستائش کی تمنا، نہ صلے کی پروا
گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی، نہ سہی
ایک اور اردو غزل کا مطلع ہے۔

گرفاشی سے فائدہ اٹھائے حال ہے
خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے“

مگر یہ دلوں شعر و نسخہ بھوپال (جمیدہ)، مکتوبہ ۱۸۲۱ء کے متن میں موجود ہیں ظاہر ہے کہ سین و سال کے لحاظ سے ان کا اطلاق ۲۰ سال بعد کے واقعہ پر نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ غالب نے ایسے اشعار اور بھی کہے ہیں۔ جیسے

مشکل ہے زبں کلام میرا اے دل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمایش
سن سن کے اسے سخنورانِ کامل
گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل

نسخہ بھوپال (جمیدہ) ۱۸۲۱ء

آہنگی دام خنیدن جس قدر چاہے بچھے
مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا
۱۸۲۱ء نسخہ جمیدہ (دھاشیہ) ۱۸۲۴ء نسخہ شیرانی (سنہ)
ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنرمیں خاک نہیں
نسخہ شیرانی ۱۸۲۴ء

مگر یہ سب کے سب اسی عہد کے ہیں کوئی ۱۸۲۴ء کے بعد کا نہیں۔ اس لیے انہیں ۱۸۳۱ء کے کسی واقعے سے مربوط کر لینا قطعی نادرست ہے۔ ۱۸۲۴ء کا وہ زمانہ ہے جب غالب طرز تبدیل سے آزاد ہوتے ہیں اور یہی وہ زمانہ ہے جب انھوں نے فارسی میں باقاعدگی سے کہنا شروع کیا مگر چونکہ اس وقت تک وہ تبدیل (اور اسیر و شوکت) کی طلسماتی گرفت سے نکل چکے تھے، اس لیے فارسی کلام پر ان کی چھستانی طرز کا اثر نمایاں نہیں ہے۔ اس عہد کے بعد کا اردو کلام بھی بیشتر اس طرز سخن سے پاک ہے۔ جناب خورشید الاسلام مکتوب غالب بنام علانی سے اقتباس پیش کرتے ہیں:

”پچاس برس کی بات ہے کہ الہی بخش مرحوم نے ایک زمین نکالی، میں نے حسب الحکم غزل لکھی۔ بیت الغزل ہے

پلا دے اوک سے ساقی جو مجھ سے نفرت ہے
پیالہ گر نہیں دیتا، نہ دے شراب تو دے“

پھر لکھتے ہیں ”یہ خط ۱۸۲۲ء کا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ غزل ۱۸۱۲ء میں لکھی گئی تھی۔ اور اس وقت غالب کی عمر محض ۱۵ سال یا اس سے بھی کم تھی۔ اس قسم کی نشوونما کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ آدمی پردہ کے رنگ سے خوش یا مطمئن ہو جانے کے بجائے یہ جستجو کرنے لگتا ہے کہ اس کے پیچھے کیا ہے۔۔۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ غزل پہلے پہل ۱۸۲۱ء کے مخطوطے کے حاشیہ میں ملتی ہے تب غالب کی عمر ۱۵ سال کی نہیں بلکہ ۲۴ سال سے زیادہ کی تھی۔

ظاہر ہے کہ غزل ۱۸۲۱ء اور ۱۸۲۴ء کے درمیان کسی وقت کبھی کبھی تھی ۱۸۱۲ء میں نہیں۔ غالب نے شاہ ظفر کی طرف سے ایک شاعری، شیعیت سے براءت کے مضمون کی ۱۸۵۳/۵۴ء میں کبھی تھی۔ اس پر بڑا ہنگامہ ہوا۔ غالب بھی اس کی زد میں آگئے۔ رنج ہو کر سلطان العلماء مولوی سید محمد کھنوی کو لکھتے ہیں :

”اب وقت آگیا ہے کہ غزل کے پردہ میں اپنے عقیدہ کا اظہار کروں تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ گنجِ ناکامی کے خاکِ نشیں کے دل میں کیا ہے۔“.....“

اب سوال یہ ہے کہ غالب کی، اس "غزل" سے مراد، کون سی غزل ہے جس میں وہ اپنا دل کھول کر رکھ دینا چاہتے تھے۔ حاشیے میں مہاجر صاحب نے "مشغولِ حق ہوں بندگی بُورِ اب میں" کے مقطعے والی غزل کو یہ غزل قرار دیتے ہیں، مگر یہ غزل تو دیوانِ غالب مطبوعہ ۱۸۴۷ء کے متن میں موجود ہے گویا ۱۸۴۷ء یا اس سے پہلے کہی گئی تھی۔ اسے ۱۸۵۳/۵۴ء کی فکر کردہ کیونکر کہا جاسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ غالب کا اشارہ اُس غیر متداول ۲۱ شعرِ سلام کی طرف ہے، جو ۱۸۵۴ء میں کہا گیا تھا اور جس کا مطلع یہ ہے۔

سلام اسے کہ اگر بادشاہ کہیں اُس کو
تو پھر کہیں کہ کچھ اس سے سوا کہیں اُس کو

مندرجہ بالا چند مثالوں سے بخوبی ظاہر ہے کہ جب تک غالب کے تمام کلام کا تاریخی ترتیب سے مطالعہ نہ کیا جائے گا، ہم نتائج اخذ کرنے میں اکثر ٹھوکر کھاتے رہیں گے۔

میں نے اسی مقصد کو رہنما بنا کر اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ تاریخی ترتیب ہی سے غالب کے سوانحی اور فکری ارتقا کا صحیح تجزیہ ہو سکے گا۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ غالب کے اردو کلام کے کئی ایک مخطوطے فراہم ہو چکے ہیں۔ جو ان کے مختلف فکری ادوار کی نشاندہی کرتے ہیں اور پھر مولانا امتیاز علی خاں عرشی مرحوم کا مرتبہ دیوانِ غالب موجود ہے جو کسی نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں۔

تعارف

غالب کی زندگی میں ان کا مجموعہ کلام اردو پانچ بار چھپا۔ اس کا نام انھوں نے دیوانِ غالب رکھا۔ پہلے دوایدیشیوں کے سرورق کی عبارت میں ’دیوان‘ کا لفظ موجود ہے، اگرچہ سرورق پر ’دیوانِ غالب‘ کا عنوان طبع نہیں ہوا ہے، البتہ آخری تین ایڈیشنوں کا عنوان ’دیوانِ غالب‘ ہی ہے جو ان کے سرورق پر نمایاں طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اشاعتوں کی تفصیل یہ ہے۔

پہلا ایڈیشن	مطبع سید الاحیاء، دہلی	اکتوبر ۱۸۴۱ء کل شعر ۱۰۹۶
دوسرا ایڈیشن	مطبع دارالسلام، دہلی	مئی ۱۸۴۷ء " " ۱۱۵۸
تیسرا ایڈیشن	مطبع احمدی، دہلی	۲۹ جولائی ۱۸۶۱ء " " ۱۷۹۶
چوتھا ایڈیشن	مطبع لفظی، کانپور	جون ۱۸۶۲ء " " ۱۸۰۲

برا اس بحث کے لیے دیکھیے دیوانِ غالب (اکتوبر ۱۸۴۱ء) (عکسی) کا پیش لفظ . مطبوعہ ۱۹۸۶ء

۱۹۸۷ء کا پیش لفظ مطبوعہ ۱۹۸۷ء (عکسی) " " " " " " [جون ۱۸۶۲ء]

۱۷ اقتباس از بیخ آہنگ اُردو ترجمہ از مہاجر۔ پاکستان

پانچواں ایڈیشن مطبع مفید غلامی، اگرہ بعد از جون ۱۸۹۲ء کل شعر ۱۷۹۵
جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا، پورے ایڈیشن یعنی مطبع غلامی کے نسخے میں کلام سب ایڈیشنوں
سے زیادہ ہے یعنی اس میں ۱۸۰۲ شعر ہیں۔ اس کے برعکس جو نسخہ اس وقت آپ کے مطالعے
میں ہے اس کے متن میں ایک مصرعے کی کمی کے ساتھ ۱۸۰۱ شعر پیش کیے گئے ہیں۔
ان میں وہ چند شعر شامل ہیں جو غالب کے نہیں مگر جن کو غالب نے تصنیف کر کے اپنا
بنالیا ہے مگر وہ ۷ اشعار اور ۴ مصرعے شامل نہیں جو محض غالب کی شوخی طبع اور
حاضر و غای کے آئینہ دار ہیں اور کسی ادبی حیثیت سے عاری ہیں۔ تاہم ایسے اشعار کو
”غالب کے کچھ ہنگامی مصرعے اور شعر کے عنوان سے مقدمے میں شامل کر لیا گیا ہے تاکہ
یہ مواد بھی قاری کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہے۔ دیوان غالب کامل“..... پہلے دو ایڈیشنوں
کے متن سے میں نے ۳۰ اشعار خارج کر کے الگ سے ایک باب ”حرف نامعتبر“ قائم کر دیا
ہے جو مقدمے میں شامل ہے۔ ان اشعار کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ
غالب ہی کے فکر کردہ ہیں۔ اس طرح اب اس ایڈیشن میں صحیح تعداد اشعار یوں ہوگی:

متن	۱۷۹۵ شعر = ۸۳۵۷ مصرعے
ہنگامی مصرعے	— شعر = ۶ مصرعے
ہنگامی شعر	۱۷ شعر = ۳۲ مصرعے
”حرف نامعتبر“	۳۰ شعر = ۶۰ مصرعے
میزان	۲۲۲۶ شعر = ۸۴۵۷ مصرعے

ضخامت اور تعداد اشعار کے پیش نظر اسے غالب کے اردو کلام کا کلیات کہنا
چاہیے مگر میں نے غالب کے مجموعہ کلام اردو کی روایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کا
نام ”دیوان غالب“ ہی رہنے دیا ہے۔ صرف ایک لفظ ”کامل“ کا اضافہ کر دیا ہے یعنی
”دیوان غالب (کامل)“ ظاہر ہے کہ اس میں غالب کے متداول ۱۸۰۲ اشعار بھی

آگئے ہیں۔

میں نے مندرجہ ذیل درجہ اول کے ۱۹ ماخذوں کی مدد سے غالب کے کلام اردو
کے گیارہ ادوار قائم کیے ہیں جو مع تعداد اشعار یہ ہیں۔ اسی جدول میں یہ بھی دکھا دیا
گیا ہے کہ ہر دور کے جملہ اشعار میں سے کتنے شعر متداول دیوان کے لیے انتخاب کیے گئے۔
درجہ دوم کے ماخذ نظر انداز کر دیئے ہیں۔

ادوار	کل اشعار	دیوان کے لیے منتخب اشعار
..... تا ۱۸۱۲ء	۴۴	۴
۱۸۱۳ء تا ۱۸۱۶ء	۱۷۴۰	۳۰۸
۱۸۱۷ء تا ۱۸۲۱ء	۸۰۱	۴۴۱
۱۸۲۲ء تا ۱۸۲۶ء	۱۷۹	۱۵۲
۱۸۲۷ء تا ۱۸۲۸ء	۱۰۰	۹۵
ستمبر ۱۸۲۸ء تا ۱۸۳۳ء	۸۴	۷۳
۱۸۳۴ء تا ۱۸۳۷ء	۸۹	۸۵
۱۸۳۸ء تا ۱۸۵۲ء	۴۵۲	۳۹۳
۱۸۵۳ء تا ۱۸۵۶ء	۴۲۹	۲۴۵
مئی ۱۸۵۷ء تا ۱۸۶۲ء	۸۶	۶
۱۸۶۳ء تا ۱۸۶۷ء	۱۷۵	-

۱۸۰۲

۱۷۹۵

میزان

ماخذوں کی تفصیل یہ ہے:

(۱) تذکرۂ عیار الشعراء (۲) تذکرۂ عمدۂ منتخبہ مطبوعہ (۳) نسخہ بھوپال بخط غالب۔

تین عکسی اشاعتیں، عرشی زادہ، کمال احمد صدیقی، نقوش لاہور (۴)، نسخہ ریچھ پال
مشورہ نسخہ حمید یہ تین مطبوعہ نسخے مرتبہ مفتی محمد الزار الحق، چوتھا مطبوعہ نسخہ مرتبہ
حمید احمد خاں (۵)، نسخہ شیرانی عکسی اشاعت (۶)، گل رعنا، قلمی اور مطبوعہ
(۷)، نسخہ رام پور اول یا قدیم (۸)، انتخاب غالب (۹)، نسخہ بدایوں (۱۰)۔
دیوان غالب پہلا مطبوعہ ایڈیشن (۱۱)، نسخہ دلیسنہ (۱۲)، نسخہ کریم الدین یا نسخہ
کراچی (۱۳)، دیوان غالب دوسرا مطبوعہ ایڈیشن (۱۴)، نسخہ لاہور (۱۵)، نسخہ رام پور
ثانی یا جدید (۱۶)، قادیانہ غالب، مطبع نظامی کا پورہ ۱۲۹۵ھ، فیض محمدی لکھنؤ
۱۸۹۲ء، مصری لال پرس ہاتھرس ۱۸۹۴ء (۱۷)، دیوان غالب تیسرا مطبوعہ ایڈیشن
(۱۸)، دیوان غالب چوتھا مطبوعہ ایڈیشن (۱۹)، دیوان غالب پانچواں مطبوعہ
ایڈیشن۔

ان میں سے مندرجہ ذیل ۸ ماخذ میں نے نہیں دیکھے۔ اس لیے ان کے لیے کئی طور پر
دیوان غالب مرتبہ عرشی (اشاعت دوم) سے استفادہ کیا گیا ہے۔ باقی تمام ماخذ
میرے کتب خانے کے غالب کلکشن میں موجود ہیں :

- (۱) تذکرۂ عیار الشعرا (۲)، نسخہ رام پور اول یا قدیم (۳)، انتخاب غالب
(۴)، نسخہ بدایوں (۵)، نسخہ دلیسنہ (۶)، نسخہ کریم الدین (۷)، نسخہ لاہور
(۸)، نسخہ رام پور ثانی یا جدید۔

کلام کے زمانہ فکر کے تعین کے لیے یہ قاعدہ اختیار کیا گیا ہے کہ اگر کسی ماخذ
کی غزل کا ایک شعر بھی کسی قدیم تر ماخذ میں پایا گیا ہے تو اس پوری غزل کو قدیم تر ماخذ
میں شامل سمجھا گیا ہے کیونکہ پوری غزل نہ کبھی ٹکٹی ہو تو بھی اس کی اساس اسی
عہد میں رکھی گئی تھی۔ اسی طرح اگر بعد کے عہد میں کوئی شعر اسی زمانہ (قافیہ ردیف
اور وزن) میں پایا گیا ہے جس میں پوری غزل قدیم تر ماخذ میں موجود ہے تو اس
کو بھی قدیم تر عہد میں ہی ہوئی غزل کی توسیع مان کر قدیم تر ماخذ میں شامل کیا گیا

ہے، مگر ایسے اشعار کی تعداد زیادہ نہیں۔

اگرچہ اوقات، اعراب، املا اور روایت اشعار کے لیے نسخہ عرشی پیش نظر رکھنا
ناگزیر تھا تاہم بہت سے مقامات پر اس سے گریز بھی کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس
اختلاف کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا۔

ق (۱۸۲۱ء) اور اس کے بعد کے کلام سے متعلق اختلاف نسخ کہیں واضح نہیں کیا
گیا کیونکہ یہ کام نسخہ عرشی میں احسن طریقے سے انجام دیا گیا ہے۔ البتہ دیوان غالب
زیر مطالعہ کے ۲۱۷۹ اشعار میں سے پہلے ۱۷۸۴ اشعار کا اختلاف نسخ از سر نو تیار
کرنے کے درجہ کر دیا گیا ہے۔ اس کے دو سبب ہیں اول یہ کہ یہ اشعار بیشتر نسخہ
دیوان غالب بخط غالب (درج) مکتوبہ ۱۸۱۴ء سے متعلق ہیں جس کا اختلاف نسخ کسی
وجہ سے دیوان غالب نسخہ عرشی میں باقاعدہ شامل نہ ہو سکا تھا، دوم اس سے یہ واضح
ہو جاتا ہے کہ درج کا کلام نسخہ حمید یہ (ق) مکتوبہ ۱۸۲۱ء سے یقیناً پہلے کا ہے اور جیسا
کہ بعض ناقدوں نے قیاس کیا تھا، جعلی نہیں ہے۔

بہت سے اشعار کے درمیان یا آگے، اور نظموں، قصیدوں، قطعوں وغیرہ کے
عنوانات کے نیچے 'م' کا نشان بنا دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی پہچان ہے کہ یہ کلام
متداول دیوان غالب میں شامل ہے۔ اس نسخے میں خواہی کثرت سے ہیں اور بیشتر
حوالوں کے ساتھ ہیں۔ ان حاشیوں میں اگر کوئی عبارت وادین میں بغیر حوالے کے ہے
تو اسے دیوان غالب نسخہ عرشی سے ماخوذ سمجھا جائے۔

نسخہ زیر نظر میں غالب کا آج تک کا دریافت شدہ پورا اردو شعری کلام تاریخی
ترتیب سے درج ہے یعنی سب سے پہلے وہ اشعار دیے گئے ہیں جو سب سے پہلے تخلیق
ہوئے، اس کے بعد اس کی تخلیقات، ابجد۔ چونکہ یہ ممکن نہ تھا کہ ہر نظم یا غزل کی تاریخ
فکر۔ معلوم ہو سکے۔ اس لیے تاریخی ترتیب کو (جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے) عہد
کے لحاظ سے بانٹ دیا گیا ہے۔ اس بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے مقدمے کے آخر

میں ایک باب ”توقیت غالب“ کے عنوان سے بڑھا دیا گیا ہے، تاکہ اشعار کے زمانہ فک کے ساتھ اگر کوئی صاحب شاعر کی اس عہد کی نجی سرگرمیوں کا بھی موازنہ کرنا چاہیں تو انہیں کوئی دقت نہ ہو۔

غالب کے دیوان اردو کا پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۸۳۱ء میں چھپا لیکن اسے کم از کم ساڑھے آٹھ سال پہلے مرتب کیا جا چکا تھا۔ یہ دیا چے سے ظاہر ہے جو غالب نے ۱۶ اپریل ۱۸۳۲ء کو تمام کیا تھا۔ اس کی تقریباً دو دیوان کے آخر میں شامل ہے نواب ضیا الدین احمد خاں نیر خورشائے ۱۸۳۸ء/۱۸۳۹ء میں لکھی تھی۔ لہذا دیباچہ غالب اور تقریباً نواب ضیا الدین احمد خاں کے درمیان پانچ سالہ وقفے میں پہلے ایڈیشن کے لیے ترتیب دیے ہوئے دیوان میں اضافے ہوتے رہے جنہیں بآسانی دیوان زیر مطالعہ میں اپنے مقام پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ دیوان غالب کے دوسرے ایڈیشنوں میں بھی غالب کا لکھا ہوا دیباچہ اور نواب ضیا الدین احمد خاں کی تقریباً دو دواں شامل ہیں۔ صرف چوتھے ایڈیشن مطبع نظامی میں تقریباً شامل نہیں۔ اعداد و شمار کے علاوہ تقریباً میں معمولی ترمیم ہوئی ہے مگر دیباچہ غالب میں کوئی ترمیم نہیں ہوئی۔ قاری کی دلچسپی کے لیے دیباچہ اور تقریباً پر الگ سے ایک باب قائم کر دیا گیا ہے کیونکہ صرف دیباچہ اور تقریباً درج کر دینے سے بات پوری نہیں ہوتی تھی۔

اگرچہ اب غالب کا مرتب کردہ کلام اردو دیوان غالب (اس نسخے میں نعم ہو کر) کتب و نسخوں میں اپنی علاحدہ حیثیت نہیں رکھتا تاوقتیکہ ہم کے نشان والے کلام کو از سر نو یکجا نہ کیا جائے، پھر بھی امید ہے کہ غالب کی زندگی میں شائع شدہ دیوان غالب کے ایڈیشنوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں غالب کی زندگی میں دیوان غالب کی اشاعت (دیباچہ، تقریباً، خاتمہ الطبع اور تقدیر اشعار) والا باب معاون ثابت ہوگا۔

غالب کا اولین اردو منظوم کلام

۱۸۹۷ء حالی بکھتے ہیں :

”نشی بہاری لال مشتاق کا بیان ہے کہ لالہ کنہیا لال ایک صاحب اگرے کے رہنے والے جو مرزا صاحب کے ہم عصر تھے، ایک بار دلی میں آئے اور جب مرزا سے ملے تو اثنائے کلام میں ان کو یاد دلایا کہ جو مثنوی آپ نے پتنگ بازی کے زمانے میں لکھی تھی، وہ بھی آپ کو یاد ہے؟ انھوں نے انکار کیا۔ لالہ صاحب نے کہا وہ اردو مثنوی میرے پاس موجود ہے۔ چنانچہ انھوں نے وہ مثنوی مرزا کو لا کر دی اور وہ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس کے آخر میں یہ فارسی شعر کسی استاد کا پتنگ کی زبان سے لائق کر دیا تھا ہے

رشتہ در گردنم افگندہ دوست : مے کشد ہر جا کہ خاطر خواہ ادرست

۱۔ یادگار غالب ص ۱۰۷۔ فٹ نوٹ (حالی ۱۸۳۷ء تا یکم جنوری ۱۹۱۵ء)

۲۔ تلمیذ غالب۔ (۱۸۳۵ء تا ستمبر ۱۹۰۸ء)

۳۔ یہ شیونرائن آرام (۱۰ ستمبر ۱۸۳۳ء تا ستمبر ۱۸۹۶ء) شاعر غالب کے دادا کے چھوٹے بھائی تھے

لالہ صاحب کا بیان تھا کہ مرزا صاحب کی عمر جب کہ یہ مشنوی لکھی تھی آٹھ نو برس کی تھی۔

قیاس ہے کہ حالی نے غالب کے انتقال کے بعد شاید اس زمانے سے جب ۱۸۷۵ء میں اینگلو عربک اسکول دہلی میں فارسی اور عربی کے مدرسِ اول مقرر ہوئے۔ ”یادگارِ غالب“ کا ڈول ڈالا ہوگا اور انھی ایام میں بہاری لال مشتاق نے یہ واقعات بھی بتایا ہوگا۔
 مثنوی یا مشتاق کو یاد نہ رہی ہوگی یا حالی بھول گئے ہوں گے اور آخری فارسی شعر یاد رہ گیا ہوگا۔

۱۹۳۱ء میں بالآخر ایڈیٹر سرسہ ماہی اردو اورنگ آباد کے نوٹ کے ساتھ یہ مثنوی شائع ہوئی جس میں درج ہے کہ صفدر مرزا پوری مرحوم نے (یہ مثنوی) بھیجی تھی ”جو کاغذوں میں پڑی رہ گئی اور اب شائع کی جاتی ہے۔۔۔۔۔“ صفدر مرزا پوری مرحوم نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اس مثنوی کو ”ہمارے محترم بزرگ زاہد (سہارنپوری) مدظلہ نے ہماری جدید تالیف ”حسن خیال“ کے لیے نقل فرما کر ”بھیجا۔۔۔ قیاس ہے کہ ”حسن خیال“ ۱۹۳۱ء کے بعد چھپی۔ اسی لیے یہ بیان وہیں سے لے کر یہاں درج کیا جاتا ہے :

مرزا غالب کو بچپن میں پتنگ اڑانے کا بہت شوق تھا۔ اکبر آباد میں ان کی پتنگ بازی کا مشہور تھا۔ اسی زمانے میں مرزا نے پتنگ کے تار سے یوں کسی کے فارسی شعر مندرجہ ذیل پر بطور ترکیب بند شعر لکھ رکھے تھے۔ شعر

رشته در گردنم افکند دوست

می برد و هر چه که خاطر خواه او است

لیکن وہ ترکیب بند کسی نے نقل نہیں کیا۔ نہ غالب کسی کو ملا۔ حضرت زاہد کے

۱۔ مہاسی، اردو، اورنگ آباد۔ شمارہ جولائی ۱۹۳۱ء ص ۵۱۵

۲۔ مطبوعہ گیلانی الیکٹرک پریس بک ڈیولپمنٹ روڈ لاہور (سنہ اشاعت درج نہیں) ص ۱۰۶

جہ مرقوم حاجی و زائر سید اکبر علی صاحب بیخ الوظفہ شاہ آخروہی کے معتمد و وکیل
تھے اور شاہ کی پیش کش کا مقدمہ جو کمپنی سے لڑا اُس میں اول سے آخر تک کیل شاہی
کی حیثیت سے اس زمانے میں برابر اکبر آباد میں عدالتِ عالیہ ہونے کی وجہ سے
گتے جاتے رہتے تھے۔ خود بھی ذی علم اور اچھے شاعر تھے۔ اُن کی بیاض میں یہ
ترکیب بند لکھا ہوا ملا۔ جو دلدادگانِ کلامِ غالب کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ہے،
اگرچہ بچپن کی زبان ہے۔

ترکیب بند

ایک دن مثلِ پتنگ کاغذی
خود بخود کچھ ہم سے کنیا نے لگا
میں کہا اے دل ہواے دلبراں
پیچ میں ان کے نہ آنا زینہار
گوئے بندے پر نہ کر ان کے نظر
اب تو مل جائے گی تیری ان سے ساٹھ
سخت مشکل ہو گا سلجھانا تجھے
یہ جو محفل میں بڑھاتے ہیں تجھے
ایک دن تجھ کو لڑا دیں گے کہیں
دل نے سُن کر کانپ کر کھائیچ و تاب

دشمنه در گردنم افکنده و دست

می برد و هر ج که خاطر خواه اوست

صفدر مرحوم نے زاہد سہارنپوری مرحوم کی ایک شہرہ بھی نقل کی ہے جس میں اسی فاری شعر کو تضمین کیا ہے :

گھر کو چھوڑا، آئے مکے میں حسین

جب بدینے میں نہ آیا کچھ سبھی چین

دھان بھی پہنچے گھات میں ہلِ نفاق
یہ خیال آیا کہ ہو کر قتل عام
الغرض گزے سفر میں پانچ ماہ
یوں رہے کوہ و بیاباں میں رواں
پوچھتا رہتے ہیں زائد جب کوئی
آپ فرماتے تھے جاتا ہوں ادھر
تب کیا قصد آپ نے سوئے عراق
ہو نہ ضائع ہر دم بیت الحرام
بسیتوں میں تھی نہ جنگل میں پناہ
آج اس منزل پر ٹھہرے کل وہاں
ہے کہ صحر کا قصد اسے سدِ نبی
حق تعالیٰ کی منتیت ہے جدھر

”رشتہ در گردنم افگندہ دوست

می برد ہر جب کہ خاطر خواہ اوست“

صفدر مرحوم کے بیان اور دیوان غنی سے معلوم ہوا کہ ملاط بہر غنی کشمیری نے
بھی اس فارسی بیت کو تصنیف کیا ہے :

ہندو سے دیدم کہ مست عشق بود
دربوالم گفت آن زنار دار
گفتش زین جستجویت حبیت سود
نیست دروستم عنان اختیار

”رشتہ در گردنم افگندہ دوست

می برد ہر جب کہ خاطر خواہ اوست“

مندرجہ بالا سے دو باتوں کی تحقیق لازم ہوئی اول یہ کہ مثنوی کا عہد فکریا ہے،
دوم یہ کہ اس فارسی شعر کا جسے تصنیف کیا گیا ہے، خالق کون ہے۔

اول حالی، بہاری لال مشتاق شاگردِ غالب کی زبانی روایت بیان کرتے
ہوئے بتاتے ہیں کہ مثنوی، غالب نے آٹھ نو سال کی عمر میں کہی تھی صفدر
مرزا پوری بتاتے ہیں کہ یہ کلام مرزا کے بچپن میں پتنگ اڑانے کے زمانے کا
ہے اور کہ بچپن کی زبان ہے اور مثنوی کے مطالعے کے بعد یہ تسلیم کیے ہی

ہتی ہے۔ مرزا ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء کو پیدا ہوئے۔ اب اگر آٹھ نو سال کو دس
سال تسلیم کر لیا جائے تو اس کلام کا زمانہ فکر ۱۸۰۷ء ہوا۔ گویا غالب کا اولین
اردو منظوم کلام جو ہم تک پہنچا وہ یہی ہے اور دس سال کی عمر میں یعنی ۱۸۰۷ء
کا کہا ہوا ہے۔ مگر یہ درست نہیں معلوم ہوتا۔ آٹھ، نو یا دس سال کی عمر میں

گورے پنڈے پر نہ کر ان کے نظر

کھینچ لیتے ہیں یہ ڈور سے ڈال کر

کی طرح کے عربی اشعار کرنا ممکن نہیں۔ غالب کی شادی، ارجب ۱۲۲۵ھ
مطابق ۱۹ اگست ۱۸۱۰ء کو ہوئی تھی۔ اس کے بعد بھی وہ دہلی میں مستقل
سکونت اختیار کرنے سے پہلے، اگرے ہی میں رہے تھے۔ شیونرائن آرام کو
بکھتے ہیں (۱۹ اکتوبر ۱۸۵۸ء)

”ایک کڑہ کشمیر والا“ کہلاتا تھا۔ اس کڑے کے ایک کوٹھے پر

میں پتنگ اڑاتا تھا اور راجہ بلوان سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے۔“

راجہ بلوان سنگھ (جس سے پتنگ لڑا کرتے تھے) اپنے والد مبارہا چیت سنگھ
کے گوالیار میں ۲۹ مارچ ۱۸۱۰ء کو فوت ہو جانے کے بعد ہی اگرے آئے تھے۔ اس لیے
اس مثنوی کو، شادی کے بعد ۱۸۱۰ء تا ۱۸۱۲ء کی فکر کردہ کہنا زیادہ قرین قیاس ہوگا۔

دوم سے رشتہ در گردنم افگندہ دوست

می برد ہر جب کہ خاطر خواہ اوست

حالی (۱۸۹۷ء) اور بہاری لال مشتاق (اس سے بھی کئی برس پہلے) اسے کسی
استاد کا شعر بتاتے ہیں۔ صفدر مرزا پوری مرحوم بھی اسے ”کسی کا فارسی شعر“ کہتے

مل ولادت ۱۷۹۹ء خانہ جاوید

مل غالب۔ احوال و آثار۔ ڈاکٹر حفیظ نقوی ص ۱۴

ہیں۔ غلام رسول مہر اور مولانا عرشی مرحوم بھی شعر کے خالق کے بارے میں خاموش ہیں۔

فرہنگ اندراج میں رشتہ کے تحت درج ہے۔

..... ”وآجھ درویشاں برمیاں بندہ و عیاراں بام انگندہ۔ چناچہ کفایت

رشتہ درگردنم انگندہ دوست

می کشد ہر جب کہ خاطر خواہ دوست

فرہنگ اندراج میں یہ حوالہ فرہنگ انجمن آراء نامی سے لیا گیا ہے۔ جو ۱۲۸۸ھ

(۱۸۷۱-۷۲ء) میں تالیف ہوئی تھی۔ ان دونوں میں بھی شعر کے خالق کا ذکر نہیں۔

اس شعر کا قدیم ترین اندراج خواجہ محمد ہجرتی کی ہجرتی نظر سے گزر رہا ہے وہ سی غنی کشمیری کے

کلام میں ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ غنی کشمیری کا انتقال ۱۹۶۹ء میں ہوا تھا۔

کئی برس ہوئے جناب مشفق خواجہ (کراچی پاکستان) نے ازراہ کرم ”ن۔م۔ راشد

ایک مطالعہ مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی، بھوانی۔ اس کے ۲۸۸ برن۔م۔ راشد مرحوم نے

اپنے خط، بنام ڈاکٹر جمیل جالبی، مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۷۵ء میں لکھا ہے۔

”درگویم رشتہ اے انگندہ دوست

می بردہر جب کہ خاطر خواہ دوست

یہ روئی کا شعر ہے۔ آج کل نئے سرے سے مثنوی (مولوی معنوی) پڑھ رہا ہوں۔“

۱۔ ”غالب“ از مہر۔ چوتھا ایڈیشن مطبوعہ دسمبر ۱۹۶۴ء ص ۴۵۰ حاشیہ

۲۔ جلد ۱ ص ۱۹۴ مطبوعہ نوکتور لکھنؤ ۱۸۹۶ء

۳۔ پاپی سرایان کشمیر ص ۳۶، تذکرہ شیعہ انجمن ص ۳۴۰

۴۔ حسانی نے مفرغ ثانی میں یہ برد کی جگہ می کشد لکھا ہے۔ فرہنگ اندراج (انجمن آراء نامی) میں

بھی می کشد ہی ہے۔ مگر مقتدر مرزا پوری مرحوم نے بیوں جگہ می برد لکھا ہے۔ راشد صاحب

کا لکھا ہوا ”درگویم رشتہ اے.....“ کسی اور جگہ دیکھنے میں نہیں آیا

چلیے، یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ تاہم میں نے اپنی تسلی کے لیے مثنوی مولوی معنوی دیکھی

اور اس کے چھپوں دفترِ اوراق رایت چھان مارے مگر یہ شعر کہیں نہ ملا۔ اس قسم کے

قوافی تو بہت سے ملے۔ شعر بھی مثنوی مولانا سے روم ہی کے وزن میں ہے اور اسلوب

سے بھی مثنویت پسکتی ہے مگر شعر عبقا کی طرح غائب پایا۔ غنی کشمیری کے کلام سے واضح

ہے کہ شعر ساڑھے تین سو سال پرانا ضرور ہے۔ تو پھر یہ شعر کس کا ہے؟

مولانا غلام رسول مہر نے اس مثنوی کا ذکر کرتے ہوئے یادگار غالب (ص ۹۷) کا

حوالہ دیا ہے اور پوری مثنوی درج کی ہے جبکہ یادگار غالب میں صرف وہ فارسی شعر

درج ہے جو مثنوی میں تصنیف کیا گیا ہے، مثنوی نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مہر

مرحوم نے یہ مثنوی، یا رسالہ سہ ماہی اردو اورنگ آباد (جولائی ۱۹۳۱ء ص ۵۱۵)

سے لی ہے یا پھر حسن خیال (ص ۱۰۶) سے، مگر حوالہ یادگار غالب کا دے دیا ہے

اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ

”ایک صاحب حاجی سید اکبر بیگ سہارن پوری تھے..... انھوں

نے ایک بیاض یادگار چھوڑی تھی جس میں یہ مثنوی بھی مرقوم تھی۔ میں

اسے تیر گا یہاں نقل کرتا ہوں۔“

یہ عبارت تاثر دیتی ہے کہ وہ بیاض جس میں یہ مثنوی مرقوم تھی، مہر مرحوم نے دیکھی تھی

اور مثنوی وہاں سے لے کر انھوں نے درج کتاب کی ہے مگر یہ سراسر غلط ہے۔ رسالہ

اردو، حسن خیال، اور غالب از مہر کی تحریروں سے بخوبی روشن ہے کہ مثنوی اور اس

کے دستیاب ہونے کے کوالف مہر مرحوم نے رسالہ اردو یا حسن خیال سے نقل کیے ہیں

۱۔ مولانا روم کا انتقال ۱۲۷۳/۷۴ء میں ہوتا تسلیم کیا جاتا ہے

۲۔ ”غالب“ طبع چہارم۔ دسمبر ۱۹۶۴ء ص ۴۹/۵۰ حاشیہ

۳۔ جانے یہ یادگار غالب کے کون سے ایڈیشن کا حوالہ ہے۔ پہلے ایڈیشن میں اسے ص ۷۰ پر دیکھا جاسکتا ہے

ذکر اصل بیاض سے۔ اس کے علاوہ مہر مرحوم نے مندرجہ ذیل تقرقات بھی کیے ہیں جو بغیر حوالے کے ہیں۔

رسالہ اُردو	حسن خیال	غالب از مہر
بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زبان	بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زبان	بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زبان
گوئے پنڈے پر نہ کہ ان کے نظر	ایضاً.....
اے بل جائے گی ان سے تیری سانٹھ
ایک دن تجھ کو لڑاویں گے کہیں	ایضاً.....

جناب عرشی مرحوم نے، مہر مرحوم کی پیروی کرتے ہوئے "بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زبان" کی جگہ "بس کہ تیرے حق میں رکھتی ہے زبان" لکھا ہے۔ میرے خیال میں چونکہ زاہد سہارنپوری مرحوم نے مثنوی اصل بیاض سے نقل کر کے صفدر مرزا پوری کو بھیجی تھی جو سب سے آخر میں صفدر مرزا پوری کی زیر نگرانی ان کی مؤلفہ کتاب حسن خیال میں چھپی، اس لیے تمام مثنویوں پر حسن خیال ہی کے متن کو ترجیح دینی چاہیے۔ میں نے دیوان غالب (کامل) میں اسی متن کو جائز رکھا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ دونوں مثنویوں میں سے اچھا کون سا لگتا ہے تو اس کا حق ہمیں نہیں پہنچتا۔ مثنوی بچپن میں کہی گئی تھی اس لیے اس میں کھوٹا کھرا چھانٹنا عیب ہے۔

عمرہ منتخبہ میں ذکر غالب

تذکرہ شعرا موسوم بہ عمرہ منتخبہ از اعظم الدولہ میر محمد خاں سرتور غالب کی ابتدائی شاعری کا عمدہ متعین کرنے کے لیے اہم ترین مائخذ ہے خصوصاً نسخہ مملوکہ قومی عجائب گھر، کراچی۔ اس کا زمانہ تصنیف ۱۲۱۵ھ، ۱۶-۱۷ تا ۱۲۴۷ھ، (۱۸۳۱-۳۲ء) ہے جس میں متن کے علاوہ حاشیوں پر اضافے بھی شامل ہیں۔ متن میں غالب کا ترجمہ اسد کے تحت ہے اور وہ یہ ہے:

اسد تخلص، میرزا نوشہ۔ اسلش از سمرقند، مولدش مستقر الخلفاء اکبر آبادیہ جو ان کا بل یارباش۔ ہمیشہ بخوشی مہاشی بسر بردہ۔ ذوق ریختہ گوئی در خاطر، متمکن۔ اکثر اشعارش در زمین سنگلاخ بہ مضامین موزوں گشتہ۔ رویہ خیال بندیش از بیش پیش نہاد خاطر دار و از نتایج طبع اوست

برا تفصیل کے لیے دیکھیے جائزہ مخطوطات اُردو۔ جلد اول، ص ۴۵-۱۰۵ تا ۱۰۸ از مشفق خواجہ مطبوعہ فوری ۱۹۷۹ء مرکزی اُردو بورڈ لاہور

ذکر اصل بیاض سے۔ اس کے علاوہ مہر مرحوم نے مندرجہ ذیل تقرنات بھی کیے ہیں جو بغیر حوالے کے ہیں۔

رسالہ اُردو	حُسنِ خیال	غالب از مہر
بس کتیرے حق میں کہتی ہے نہاں	بس کتیرے حق میں کہتی ہے نہاں	بس کتیرے حق میں کہتی ہے نہاں
گوئے بندھے پر نہ کہ ان کے نظر	ایضاً نہ ان کے کر نظر
اے بل جائے گی ان سے تری سانٹھ تری ان سے سانٹھ ان سے تری سانٹھ
ایک نہ تجھ کو لڑا دیں گے کہیں	ایضاً اڑا دیں گے کہیں

جناب عرشی مرحوم نے، مہر مرحوم کی پیروی کرتے ہوئے "بس کتیرے حق میں کہتی ہے نہاں" کی جگہ "بس کتیرے حق میں رکھتی ہے نہاں" لکھا ہے۔ میرے خیال میں چونکہ زاہد سہارنپوری مرحوم نے مثنوی اصل بیاض سے نقل کر کے صفدر مرزا پوری کو بھیجی تھی جو سب سے آخر میں صفدر مرزا پوری کی زیر نگرانی ان کی مؤلفہ کتاب حُسنِ خیال میں چھپی، اس لیے تمام مثنویوں پر حُسنِ خیال ہی کے متن کو ترجیح دینی چاہیے۔ میں نے دیوانِ غالب (کامل) میں اسی متن کو جائز رکھا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ دونوں مثنویوں میں سے اچھا کون سا لگتا ہے تو اس کا حق ہمیں نہیں پہنچتا۔ مثنوی بچپن میں کہی گئی تھی اس لیے اس میں کھوٹا کھرا چھانٹنا عبث ہے۔

عمرہ منتخبہ میں ذکرِ غالب

مذکورہ شعرا موسوم بہ عمرہ منتخبہ از اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور، غالب کی ابتدائی شاعری کا عمدہ متعین کرنے کے لیے اہم ترین ماخذ ہے خصوصاً نسخہ مملوکہ قومی عجائب گھر، کراچی۔ اس کا زمانہ تصنیف ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۰ء تا ۱۲۳۷ھ، ۳۲-۶۱۸۳۱) ہے جس میں متن کے علاوہ حاشیوں پر اضافے بھی شامل ہیں۔ متن میں غالب کا ترجمہ اسد کے تحت ہے اور وہ یہ ہے:

اسد تخلص، میرزا نوشہ۔ اصلش از سمرقند، مولش مستقر الخلافہ اکبر آباد۔ جوانِ نابالغ
یارِ باش۔ ہمیشہ بخوش معاشی بسر بردہ۔ ذوقِ ریخت گوی درخاطر
متن۔ اکثر اشعارش در زمین سنگلاخ بہ مضامین موزوں گشتہ۔ رویہ خیال
بندی بیش از بیش پیش نہاد خاطر دار و از نتائج طبعِ درست۔

برا تفصیل کے لیے دیکھیے جائزہ مخطوطات اُردو۔ جلد اول، ص ۴۵-۵۸ تا ۱۱۰ از مشفق خواجہ مطبوعہ
فروری ۱۹۷۹ء مرکزی اردو بورڈ لاہور

- ۱۔ شمشیر صاف یار جو زہراب دادہ ہو
- ۲۔ وہ خط سبز ہو کہ بہ رخسارِ سادہ ہو
- ۳۔ دیکھتا ہوں اسے، تھی جس کی تمنا مجھ کو
- ۴۔ آج بیداری میں ہے خوابِ زلیخا مجھ کو
- ۵۔ آئے ہیں پارہ ہائے جگر درمیانِ اشک
- ۶۔ لایا ہے نعلِ بیش بہا، کاروانِ اشک
- ۷۔ آنسو کہوں کہ، آہ، سوار ہوا کہوں
- ۸۔ البساتین گیسختہ آیا کہ کیا کہوں
- ۹۔ بنے ہیں دیکھ دیکھ کے سب ناتواں مجھے
- ۱۰۔ یہ رنگِ زرد ہے چن زعفران مجھے
- ۱۱۔ دیکھ وہ برقی بستم، بس کہ دل بے تاب ہے
- ۱۲۔ دیدہ گریاں مرا، فوارہٴ سیماب ہے
- ۱۳۔ کھول کر دروازہٴ میخانہ بولائے فروش
- ۱۴۔ اب شکست تو بے خواروں کو فتحِ الباب ہے
- ۱۵۔ مجلسِ شعلہٴ عذاراں میں جو آجاتا ہوں
- ۱۶۔ شمعِ ساں میں تیرا مان صبا جاتا ہوں
- ۱۷۔ ہووے ہے جادہٴ رہ، رشتہٴ گہر ہر گام
- ۱۸۔ جس گزرگاہ سے میں آبلہ پا جاتا ہوں
- ۱۹۔ سرگراں مجھ سے سبک رو کے نہ رہنے سے رہو
- ۲۰۔ کہ بیک جنبشِ لب مثلِ صدا جاتا ہوں

اس نسخے کی کتابت کی تکمیل ۲۶ رمضان ۱۲۳۵ھ مطابق ۷ جولائی ۱۸۲۰ء کو ہوئی، گویا اس سے پہلے غالب کا ترجمہ لکھا جا چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ جب یہ ترجمہ تحریر ہوا تھا

اس وقت تک سرور، غالب سے ذاتی طور پر واقف نہ تھے گویا غالب دلی میں ابھی نئے ہوں گے۔ وہ ۱۳-۱۸۱۲ء میں آگرہ سے دلی آکر مستقل طور پر سکونت پذیر ہوئے تھے۔ سالِ دو سالِ ادھر ادھر علی ادبی حلقوں میں جان پہچان میں لگ گئے ہوں گے اور اس طرح شاید ۱۸۱۴ء کے آخر میں اس نسخے کی زینت بنے ہوں گے۔ چنانچہ اوپر کے ان دس اشعار کو ۱۸۱۲ء تک کے فکر کردہ اشعار کہا جاسکتا ہے جب کہ غالب کی عمر ۱۵ سال کی تھی۔

یہ دس اشعار سات غزلوں سے لیے گئے ہیں۔ پانچ غزلوں سے ایک ایک شعر، ایک غزل سے دو شعر اور ایک غزل سے تین شعر۔ پانچ غزلوں میں سے، جن کا صرف ایک ایک شعر ہم تک عمدہ منتخبہ کے ذریعے سے پہنچا تھا، دو غزلیں مکمل دستیاب ہو گئی ہیں۔ دواؤں غزلیں نسخہٴ خطِ غالب (رخ) ۱۸۱۶ء، نسخہٴ بھوپال (حمید بہ ق) ۱۸۲۱ء اور نسخہٴ شیرانی (فا) ۱۸۲۶ء میں موجود ہیں۔ ہو سکتا ہے ان کے کچھ اشعار بعد میں فکر کیے گئے ہوں تاہم ان کا اساس ۱۸۱۲ء تک پڑچکی تھی اس لیے غزلوں کی تخلیق کا عہد ہی مانا جائے گا۔ ترجمہ و تیسخ کا عمل فن کار کے یہاں عمر بھر جاری رہ سکتا ہے۔ دواؤں غزلوں کے باقی ماندہ اشعار ملاحظہ کیجیے۔ ایک غزل کے مقطع میں غالب تخلص آیا ہے۔ تب تخلص اسدی تھا۔ غالب تخلص کا استعمال ۱۸۱۶ء میں شروع ہوا ہے

ظاہر کرے ہے جنبشِ شرکاں سے مدعا	طفلانہ ہاتھ کا ہے اشارہٴ زبانِ اشک
میں وادیِ طلب میں ہوا جملہ تنِ عرق	از بس کہ صرف قطرہ زنی تھا، بسانِ اشک
روئے نے طاقت اتنی نہ چھوڑی کہ لیبار	شرکان کو دوں نشانِ پائے امتحانِ اشک
دل خستگان کو ہے طربِ صد چین بہار	باغِ بچوں پیدن و آبِ روانِ اشک
سبلِ بنائے ہستی شبنم ہے آفتاب	چھوٹے نہ چشم میں پیشِ دل نشانِ اشک
ہنگامِ انتظارِ قدومِ بہتِ سال، اسد	بے بر سرِ شہرہٴ نگرار، ویدبانِ اشک

عہد سے مدح ناز کے باہر نہ آسکا
جھلکتے ہیں چشم ہائے کشادہ بسوے دل
میں اور صد ہزار لڑائے جگر خواش
ظالم مرے گناں سے مجھے منفعل چاہ
اقبالِ کلفتِ دل بے مدعا رسا
مصنوعِ وصل ہاتھ نہ آیا مگر اُسے
دزدِ بدنِ دل ستم آمادہ ہے محال
طرزِ آفرینِ نکتہ سرائی طبع ہے
غالب ہے رتبہ فہم تصور سے کچھ پرے
جیسا کہ کہا جا چکا ہے، ۷ جولائی ۱۸۲۰ء کے بعد تذکرے کے حاشیوں میں کثرت سے
انسانے کیے گئے اور یہ عمل ۳۲-۱۸۳۱ء تک جاری رہا۔ اس طرح غالب کے ترجمے اور اشعار
دونوں میں خاصا اضافہ ہوا۔ اس کی وجہ صرف غالب کی شہرت ہی نہیں تھی بلکہ سرور کی ان
سے ذاتی شناسائی بھی تھی۔ ترجمے میں یہ اضافہ ہوا۔

تخلص کے بعد: "اسد اللہ خاں عرف"

"یارِ بکاش" کے بعد: "و دردمند"

"شتمکن" کے بعد: "خو کردہ غم ہائے عشق مجاز، تربیت یافتہ، عزمکد و پندار
دربن سخن سنجی متبع محاورات میرزا عبد الف اور بیدار"

یہ قاضی عبدالودود مرحوم نے نواب الہی بخش معروف کے دیوانِ دوم (ہمز غیر مطبوعہ) سے لے کر
شعر درج کیا ہے۔ "کچھ غزل اک اور بھی معروف اسرور کے لیے

آج اسی پر نکتہ فہمی، نکتہ دانی ختم ہے" دمعیار۔ پٹنہ جولائی

۱۹۳۷ء-۲۵-۱۲۔ ممکن ہے سرور سے معروف کی یہ دوستی بھی غالب کے کام آئی ہو۔

علیہ الرحمہ و ریحتمہ در محاورات فارسی موزوں می کنند
بالمجملہ موجد طرزِ خودست و بار اتم رابطه یک جہتی مستحکم
دارد۔

اشعار میں ۳۲ شعر اور ایک رباعی کا اضافہ ہوا۔ وہ یہ ہیں۔
اک گرم آہ کی تو ہزاروں کے گھر جلے رکھتے ہیں عشق میں یہ اثر ہم جگر جلے
پروانے کا یہ غم ہو تو پھر کس لیے اسد ہرات شمعِ شام سے لے تا سحر جلے
جگر سے لڑی ہوئی ہو گئی سناں پیدا وہان زخم میں آخر ہوئی زباں پیدا
خواب کے جانے کے میں قابل نہیں رہا جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا
نیا ز عشقِ نثرین سوزِ اسبابِ ہوس بہتر جو ہوا ہے غارِ برقِ مشتِ رخس بہتر
یا دایا جو وہ کہنا کہ نہیں واہ غلط کی تصور نے بہ صحرائے ہوس راہ غلط
گلشن میں بندِ بخت بہ منبط و گرفتار آج قمری کا طوقِ حلقہ پیرونِ در ہے آج
اس جفا مشرب پہ عاشق ہوں کہ سمجھے ہے اسد خونِ زاہد کو مباح اور مالِ صوفی کو حلال
کہتا تھا کل وہ نامہ سال سے ہروز دل و درجہ الی اسد اللہ خاں نہ پوچھ

اسد کو پوریے میں دھڑکے پھونکا موج ہستی نے

فقیری میں بھی باقی ہے شرارتِ نوجوانی کی

شکلِ طاؤس گر تار بنایا ہے مجھے

ہوں میں وہ دام کہ سبزے میں چھپا پایا ہے مجھے

ماہِ نوبوں کہ فلکِ عجز سکھاتا ہے مجھے

عمر بھر ایک ہی پہلو پہ سلاتا ہے مجھے

پھر کچھ اس دل کو بے قراری ہے

سینہ جو یا سے زخمِ کاری ہے

[اس کے بدلے غزل کے ۱۲ مزید شعر پھر یہ مقطع]

بے خودی بے سبب نہیں غالب
 کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے
 کب سنے ہے وہ کہانی میری
 اور پھر وہ بھی زبانی میری
 خلش غمزہ خوں ریز نہ پوچھ
 دیکھ تو تباہ نشانی میری
 کیا بیاں کر کے مراد میں گے لوگ
 مگر آشفستہ بیانی میری
 عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
 درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا
 تجھ سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد
 تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا
 اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
 اس تیر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا
 دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال
 ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

تا

۳۳

مشکل ہے زبیں کلام میرا اے دل
 ہوتے ہوں ملول اس کوسن کر جاہل
 آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمایش
 گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل

ان ۳۳ اشعار اور ایک رباعی میں ۳۴ اشعار ایسے ہیں جو سوالے "عمدہ منتخبہ" کے

کسی اور مطبوعہ یا غیر مطبوعہ نسخے میں نہیں پائے جاتے۔ وہ ہیں شعر نمبر (۱) اک گرم آہ
 کی..... (۲) پرولنے کا نہ غم..... (۵) نیازِ عشقِ خرمیں سوز..... (۶) یاد آیا
 جو وہ کہنا..... اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ وہ غزلیں ہیں جو نسخہ بھوپال بخطِ غالب
 (۱۸۱۶ء) مرتب کرتے ہوئے غالب نے خارج کر دیں۔ لہذا ان کا زمانہ فکر بھی ۱۸۱۲ء
 ہی کے آس پاس ہو گا۔

شعر ۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲، نسخہ بھوپال بخطِ غالب (۱۸۱۶ء) کے
 متن میں موجود ہیں اس لیے ان کا زمانہ فکر زیادہ سے زیادہ ۱۸۱۶ء قرار پایا۔
 طع عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا، اس غزل کے چار شعر نسخہ بھوپال (حمید)
 (۱۸۲۱ء) کے حاشیے پر اور نسخہ شیرانی (۱۸۲۶ء) کے متن میں موجود ہیں۔ اس لیے
 بیش از بیش ۱۸۲۲ء تا ۱۸۲۶ء کی کہی ہوئی ہے۔ طع پھر کچھ اک دل کو بے قرار ہے
 اس غزل کے تمام شعر (۱۴) نسخہ حمیدیہ (۱۸۲۱ء) کے آخر میں درج ہیں۔ اس لیے
 اس کا زمانہ فکر بھی ۱۸۲۲ء تا ۱۸۲۶ء ہی ہوا۔ طع کب سنے ہے وہ کہانی میری، یہ مصرع
 جو لہجہ میں طع کب وہ سنتا ہے کہانی میری، میں تبدیل ہو گیا، ایک ایسی غزل سے ہے
 جو نسخہ شیرانی (۱۸۲۶ء) کی لکھنؤ ریکھا کو یا کرتی دکھائی دیتی ہے۔ اس کے کل شعر
 ۹ ہیں جن میں سے ۳ عمدہ منتخبہ میں لیے گئے۔ یہ غزل نسخہ شیرانی (۱۸۲۶ء) کے
 حاشیے پر ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ یہ اگرچہ نسخہ شیرانی کی کتابت کے بعد کی ہے مگر ۱۸۲۶ء
 ہی میں کہی گئی ہوگی کیونکہ میری دانست میں عمدہ منتخبہ میں غالب کے ترجمے کے خواشی
 اور اشعار کے اضافے نومبر ۱۸۲۶ء تک مکمل ہو چکے تھے۔ گو اس بات کا امکان ہے
 کہ تذکرے کے اوراق مزید شاعروں کے تراجم کے اندراج کے لیے چندے اور بھی

لے بہر حال میں نے اس غزل کو نسخہ شیرانی (۱۸۲۶ء) کے حاشیے پر ہونے کی وجہ سے،
 ۱۸۲۶ء تا ۱۸۲۸ء کے دور ہی میں رکھا ہے۔

کھلے رکھے گئے ہوں۔ ۱۸۲۶ء میں غالب کو دی گئی اور مستقل سکونت اختیار کیے ہوئے ۱۳۱۳ء برس ہو گئے تھے۔ اس مدت میں سرور مؤلف تذکرہ سے جیسا کہ ترجمے میں بعد کے اضافے سے ثابت ہے "رابطہ یک جہتی" بھی مستحکم ہو چکا تھا۔ ایسی حالت میں یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ دسمبر ۱۸۲۶ء میں جب غالب کلکتہ کے دور دراز سفر پر روانہ ہوئے تو وہ اپنے ترجمے میں کوئی کورس چھوڑ گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ ۱۸۲۶ء کے بعد تو دوسرے شاعر اپنا کلام انھیں دیتے تھے تاکہ وہ اپنے دوست نواب سرور سے سفارش کر کے ان کا کلام داخل تذکرہ کرا دیں اور یہ بات غالب کے خط بنام شیفٹہ (مطبوعہ پنج آہنگ) سے ظاہر ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ تیام کلکتہ کے دوران مرزا احمد بیگ خاں تیاں نے انھیں اپنا کلام دیا تھا تاکہ جب وہ ولی لوہی اور اعظم الدولہ (نواب سرور مؤلف تذکرہ) ان سے ملنے آئیں تو انھیں وہ تیاں کا کلام تذکرے میں درج کرنے کے لیے دیں۔ ایسی حالت میں، اور غالب کے مزاج کو جانتے ہوئے، یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس وقت (۱۸۲۶ء) تک تذکرہ سرور یعنی عمدہ منتخبہ میں ان کا ترجمہ کسی طرح بھی ادھورا رہا ہو بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آخری تین غزلیں ے

پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے سینہ بویاے زخم کاری ہے
کب سنے ہے وہ کہانی میری اور پھر وہ بھی زبانی میری
عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہونا درد کا حد سے گزرنے کا ہے دوا ہونا

غالب کی بہترین غزلوں میں سے ہیں اور یقیناً خود غالب کی فراہم کردہ ہیں۔

عمدہ منتخبہ کے تعلق سے یہاں تذکرہ عیار الشعراء کا کچھ حال بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ تذکرہ عمدہ منتخبہ سے دو سال پہلے شروع ہوا اور ایک سال بعد تک اس میں مسلسل اضافے ہوتے رہے۔ اس کا زمانہ تصنیف ۱۲۱۳ھ تا ۱۲۲۸ھ ۱۸۲۸ء تا ۱۸۳۳ء

تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر اس کا ذکر عمدہ منتخبہ کے بعد اس لیے کیا جا رہا ہے کہ اس میں غالب کا ترجمہ اسد کے تحت نہیں بلکہ غالب کے تحت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس میں ترجمہ غالب، ۱۸۱۶ء یا اس کے بعد داخل کیا گیا کیونکہ غالب تخلص ۱۸۱۶ء ہی سے استعمال میں آیا۔ ترجمے کے شروع کے الفاظ یہ ہیں۔ "مرزا اسد اللہ عرف مرزا نوشہ المتخلص بہ غالب" کل شعرو کس ہیں جن میں دو شعر ایسے ہیں جو اور کہیں نہیں پائے جاتے۔ حتیٰ کہ نسخہ بھوپال بخط غالب (۱۸۱۶ء) میں بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ شعر غالب کی کسی ابتدائی بیاض کے ہیں جو نسخہ بھوپال بخط غالب میں جگہ نہ پاسکے اور خارج کر دیے گئے۔ لہذا انہیں بھی ۱۸۱۲ء ہی کا فکر کردہ کہنا چاہیئے۔ وہ شعر یہ ہیں

زخمِ دل تم نے دکھایا ہے کہ جی جانے ہے ایسے ہنسنے کو رلایا ہے کہ جی جلنے ہے
صبا، لگا وہ طپانچے پر تے بلبل کی کہ روئے غنچہ گل، سوئے آشیان چھر جائے
مجھے بتایا گیا ہے کہ غیر مطبوعہ تذکرہ طبقات سخن میں لکھا ہے کہ خوب چند ذکاؤں
تذکرہ عیار الشعراء، نواب سرور مؤلف تذکرہ عمدہ منتخبہ کے وہاں منشی گیری پر لازم
تھا اور کہ جو کچھ وہ عمدہ منتخبہ میں درج کرتا تھا وہی گھر جا کر اپنے تذکرے عیار الشعراء
میں شامل کر لیا کرتا تھا۔ یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ :

(۱) تذکرہ عیار الشعراء کی بنیاد عمدہ منتخبہ سے دو سال پہلے پڑ چکی تھی
(ب) دونوں کے یہاں ترجمہ اسد (غالب) میں بہت فرق ہے اور دونوں
ترجموں میں اشعار اور تعداد اشعار بھی ایک سے نہیں
(ج) صاحب تذکرہ عمدہ منتخبہ نے اپنے یہاں ذکا کا ترجمہ دیا ہے اور لکھا ہے
..... جو انے سلیم الطبع، مزاجش بہ صلاحیت راغب کلامش نمکین
مشار الیہ ہم تذکرہ الشعراء تالیف کردہ۔ در علم اخلاص و دوستی راسخ دریافت
گردیدہ (۵۵ شعر)

یعنی خود صاحب تذکرہ (نواب سرور) ذکا کے تذکرے کا ذکر کرتے ہیں اور ذکا کو تحقیق

مولانا نظامی بدایونی مرحوم نے اپنی شرح دیوانِ غالب ص ۲۴۸ میں اس قطعے اور قطعہ نمبر ۲ کے متعلق لکھا ہے کہ سب سے پہلے ان قطعات کا اضافہ طبعِ سوم میں اس ریمارک کے ساتھ ہوا تھا کہ بعض نقادانِ سخن ان قطعات کے طرزِ بیان کو حضرت غالب کے رنگ سے جدا گانہ سمجھتے ہیں۔ اس پر طبعِ سوم کے ناظرین میں سے بعض اہل الرائے حضرت نے شکایت کی کہ ان قطعات کو دیوانِ غالب میں جگہ دینا غالب کے کلام کی توہین کرنا ہے۔ ہم نے نواب عماد الملک (ميجر سید حسن بلگرامی کے بھائی) سے اُن کے متعلق دریافت کیا۔ وہ فرمانے لگے کہ وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ غالب کے مستند ہیں۔ انھوں نے اپنے ایک بزرگ سے سنے تھے جو اُن کو غالب سے منسوب کرتے تھے ممکن ہے کہ یہ غالب کا ابتدائی کلام ہو۔

یعنی (۱) شیدائے ان اشعار کو ميجر سید حسن بلگرامی سے لیا اور سید حسن صاحب کو یہ اُن کے والد صاحب سے پہنچے اور (۲) نظامی بدایونی صاحب کے دریافت کرنے پر سید حسن صاحب کے بھائی نے تصدیق کی کہ انھوں نے اپنے ایک بزرگ سے (اپنے والدِ مرحوم سے نہیں) سنا تھا اور اس لیے وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ غالب کے مصنفہ ہیں۔ یہ روایت خامی ضعیف ہے۔

جناب قاضی عبدالودود نے اپنے مضمون ”کتب خانہ خدابخش اور غالب“ مشورہ اردو سے معنی، دہلی، غالب نمبر حصہ دوم، ص ۷۸ میں لکھا ہے کہ ”دیوانِ غالب اردو کے ان نسخوں میں جو غالب کے دورانِ حیات میں طبع ہو چکے تھے یہاں موجود ہیں: نسخہ مطبع احمدی، مطبع نظامی — مقام الذکر کے یہاں دو نسخے تھے، جن میں سے ایک کا باوجود تلاش اس وقت پتا نہ ملا۔ اس کے آخر میں جناب قاسم حسن خان و برادر زادہ خدابخش خاں منتظم کتب خانہ کے قول کے مطابق غالب کا ایک قطعہ ہے جو محمد بخش خاں پدر خدابخش خاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ قطعہ وہی

ہے جو عماد الملک بلگرامی کی روایت پر غالب سے منسوب کیا گیا ہے۔ نیز مخزن میں اس قطعے کو شائع کرنے والے صاحب کا نام شبید لکھا گیا ہے۔ یہ عبدالحمد خواجہ ہیں۔ جو اُن دنوں کیمبرج میں مقیم تھے۔۔۔۔۔“

۱۶۔ ہم نے معلوم کر لیا ہے کہ قطعہ ۲ ”میدانِ غلب“ کا گو مرزا عبد الصمد بیگ نے لکھا ہے (دیکھو دیوانِ اکبر الہ آبادی ص ۱۳) جو صدیقی ادا نہ ہوئے تو اپنا مذہب ہی ہے غالب ہوں نہ رہ جائے کوئی باقی، گناہ کیجے تو خوب کیجے

رضالا بربری، رام پور کے کسٹم تذرکرہ گلزار سخن مؤلفہ جگن ناتھ فیض کے جو سال ۱۹۰۸ء میں نول کشور پریس میں طبع ہوا ہے، صفحہ ۲۹ پر غالب کا تذکرہ ہے۔ اس صفحے کے زیر حاشیہ میں جتنی لال عاتقی نے مطالعہ کرتے وقت غالب کے تحت یہ شعر لکھا ہے۔

(۱۲) اگر ہوتا تو کب ہوتا، یہ کہیے نہ ہونے پر ہیں یہ باتیں دہن کی

یہ شعر ڈاکٹر نور الحسن شاہی صاحب نے رسالہ اردو سے معنی، دہلی کے غالب نمبر حصہ دوم سال ۱۹۶۷ء میں چھاپا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میرے ایک بزرگ تھے سید عنایت حسین صاحب جو بھوپال میں ملازم تھے۔ نواب حسین خاں سے اُن کے خصوصی تعلقات تھے۔ نواب صاحب کے بھائی سید احمد حسن (متوفی ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۸۶۷ء) غالب کے شاگرد تھے اور عرشی تخلص کرتے تھے۔ سید عنایت حسین خاں نے اپنے منتخب اشعار کی ایک بیاض چھوڑی ہے۔ اس میں پہلے عرشی کا شیعہ لکھا ہے:

کہیں کچھ ہے، دُعا دو گایوں کو
بسال بات یاتوں میں دہن کی

اس کے بعد غالب کا یہ شعر درج کیا ہے اگر ہوتا..... الخ

(۱۵) نسخہ سورشش دل درخو عتاب نہیں
سیر سودا زده ، آتش کدہ تاب نہیں

(۱۶) ہمت و حوصلہ سورشش شبنم معلوم
تسلیزم اشک ، ہم دیدہ خواب نہیں

(۱۷) پُرسش عشق سے ہے اُن کو فراغت مقصود
ہدیہ پارہ دل ، نازش جلاباب نہیں

(۱۸) ہمت و شوق طلب گاری مقصود کہاں
برقِ خرمین زن بے تاب سیماب نہیں

(۱۹) گلشن ہستی عالم ہے دبستان نشاط
نقشِ گل ، رونق بے مشقی طلبا نہیں

اس غزل کا پہلا اور تیسرا شعر سب سے پہلے رسالہ الناظر لکھنؤ بابت مارچ ۱۹۲۹ء میں اس تہذیب کے ساتھ شائع ہوا تھا :

”مولوی عبدالرزاق صاحب ایڈیٹر رسالہ تحفہ حیدرآباد دکن، مؤلف کلیاتِ اقبال نے عرصہ ہوا اندراہ کرم الناظر میں شائع ہونے کے لیے اشعار بالا ارسال فرمائے تھے اور ان کے متعلق اپنے گرامی نامے میں تحریر فرمایا تھا کہ یہ شعر بھوپال کے مطبوعہ نسخے

میں نہیں ہیں اور نہ کہیں چھپے ہیں۔ میرے کتب خانے میں دیوانِ غالب کے مختلف نسخے ہیں ایک نسخہ نول کشور کا مطبوعہ ہے۔ اس کے حاشیے پر اشعار بالا اس تقریب کے ساتھ کسی صاحب نے لکھے ہیں کہ مرزا غالب کے قلمی دیوان سے یہ غزل نقل کی گئی۔ دو شعروں کے علاوہ غزل کے اور شعر بھی ہیں، لیکن بے درد جلد ساز نے حاشیہ کاٹ دیا ہے، جس کے سبب سے بعض مصرعے بالکل کٹ گئے ہیں اور بعض پڑھے نہیں جاتے کہیں اور پتا چلے، تو بقیہ اشعار بھی ارسال کر دوں گا۔

بعد ازاں یہ شعر ’ماہ نو‘ فروری ۱۹۳۳ء میں مع چند اضافوں کے اس تہذیب کے ساتھ چھپے۔ ”پچھلے صفحے پر غالب کی جو مینہ غزل درج ہے، ہمیں جناب ناظر عالم نے حیدرآباد دکن سے ارسال کی ہے۔ موصوف نے اس سلسلے میں ایک خط بھی لکھا ہے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کس حد تک مستند ہے۔ خط میں ناظر عالم صاحب نے اس غزل کی درخت اور ضائع شدہ حصوں کے بارے میں عبدالرزاق راشد صاحب کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ موصوف نے کہا کہ ”میاں داد سیاح شاگرد مرزا غالب کے ایک رشتے دار نظریاب خاں ریاست حیدرآباد کے صیغہ تعمیرات میں ملازم تھے۔ آج سے ۴۰، ۴۲ سال پہلے ’رسالہ ادیب‘ نکالتے تھے۔ خان موصوف کے کتب خانے میں ایک مجلد کتاب ملی، جس کے اندر دیوانِ غالب، اور دیوانِ ذوق کے علاوہ تاسخ، آتش، آباد کا کلام تھا۔ ’دیوانِ غالب‘ کے ایک حاشیے پر غزل غیر مطبوعہ غالب دہلوی، عنوان سے ۹ شعر لکھے تھے مگر کسی بے درد جلد ساز نے جلد بناتے وقت حاشیے کا ایک حصہ اس بُری طرح کتر دیا تھا کہ چار مصرعے کٹ گئے جو اشعار اور مصرعے باقی تھے، اُن کی نقل کر لی گئی۔ اس تحقیق کے لیے کہ یہ کلام میرزا غالب ہی کا ہے، نظریاب خاں ایڈیٹر ادیب سے رجوع کیا گیا، خان صاحب موصوف نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ ’غالب کے سوا ایسے شعر اور کون تصنیف کر سکتا ہے۔۔۔۔۔“

تحقیق کا دوسرا ذریعہ یہ تھا کہ حضرت استاد ذی علامہ نظم طباطبائی شارحِ غالب

جیسے پہلے تین شعر ہیں، اور ایسے نہیں ہیں کہ پانچوں شعر ایک ساتھ کہنے کے بعد غالب کاٹ دیتے اور پہلے تین شعر باقی رکھتے۔ اب نقادانِ غالب فیصلہ کریں۔

اور اس اضافے سے لطف اندوز ہوں۔“

اس کے ایک عرصے کے بعد میں نے بھی مفتون دوسری طرح لکھ کر ”رسالہ نسب رس“ حیدرآباد وکن، بابت مارچ ۱۹۴۲ء میں چھپوایا تھا۔ ”سب رس“ والا مفتون مولوی عبدالمجید صاحب دریا بادی کی نظر سے گذرا، تو انھوں نے مجھے لکھا:

”ان میں سے ایک شعر کوئی تیس سال قبل سنا ہوا، میرے حافظے میں ان الفاظ

میں ہے : تم نہ آؤ گے، تو مر رہنے کی سورتیں ہیں

موت کچھ تم تو نہیں ہو کہ بلا بھی نہ سکوں

ایک یہ بھی اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت یہ شعر میں نے غالب کی جانب منسوب سنا تھا۔ سید غالب دہلوی سے تو آپ واقف ہوں گے۔ 'ہمسم' کھنؤ کے ایڈیٹر حالی کے شاگرد اور اس طرح غالب کے شاگرد در شاگرد۔

”آپ کی اطلاع اور تحقیق مزید کے لیے رکھ رہا ہوں۔۔۔۔۔“

اس کے بعد مجھے مزید تحقیق کا موقع نہیں ملا کہ سید جالب کے کلام میں تلاش کرتا، یا ان کے دوستوں سے پوچھتا۔ اب یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرا شعر بھی جالب ہی کا ہو۔
عبدالماجد صاحب نے ایک سنا، ایک نہ سنا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شعر میں غالب و جالب کو تار و ہو گیا ہو۔ اس لیے یہ قافیہ سوچتے وقت جب ”بلا بھی نہ سکوں“
ذہن میں آئے گا، تو ایسی دومی چیزیں ہیں موت اور دوست، اس لیے یہ مصرع تو بنا
رکھا ہے: ”موت کچھ تم تو نہیں ہو کہ بلا بھی نہ سکوں“ اب پہلے مصرع میں وہی بات کہنے
کی تھی جو دونوں نے کہی لیکن اپنے اپنے الفاظ میں کہی۔ میرے خیال میں غالب کی یہ زبان
نہیں ہے، ”مر رہنے کی سوراہیں ہیں“۔

بہر حال اب آپ جانیں اور عرشی صاحب جانیں۔ میرا سلام کہیے گا۔

مولانا حامد حسن قادری کے اس بیان کے علاوہ ایک اور شہادت بھی ہمارے سامنے ہے۔ اس سے جہاں اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ زیرِ بحث اشعار غالب ہی کے ہیں، وہاں مطلع اور شعر ”ہنس کے بلوائے۔۔“ الخ مزید دریافت ہوئے ہیں۔

کلیاتِ اقبال کے مرتب عبدالرزاق راشد حیدر آبادی مرحوم نے رسالہ ”تحفہ حیدر آباد“ کی جلد ۴ شمارہ ۸، ۹ بابت شعبان، رمضان ۱۳۴۴ھ میں ایک نوٹ کے ساتھ یہ مکمل غزل شائع فرمائی تھی۔ انھوں نے اس کے متعلق جو معلومات ”کلام غالب غیر مطبوعہ“ کے زیرِ عنوان درج کی تھیں، انھیں یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

”میرا غالب کا یہ کلام جسے ہم ذیل میں تبرکاً درج کرتے ہیں ہمیں اُن کے

ایک شاگرد قاضی عزایت حسین مرحوم کی بیاض سے دستیاب ہوا ہے۔ مولانا

حضرت مہمانی اپنے مرتبہ دیوان میں غالب کے شاگردوں کا ذکر کرتے ہیں ،

لیکن قاضی مرحوم کا نام نہیں لیتے۔ شعراء کے تذکروں میں بھی جو ہماری نظر

سے گزرے ہیں اُن کے حالات کا پتہ نہیں چلتا۔ ہم اپنی معلومات کی بنیاد پر چونہ

باتیں یہاں بیان کرتے ہیں۔

خاندان بنی حمید کے ایک بزرگ علی نقی الدین کے بیٹے قاضی عنایت حسین

مرحوم بدایوں کے رہنے والے تھے۔ رشتگی تخلص کرتے تھے۔ اپنے خاصے شعر کہتے

تھے۔ ملازمت کے تعلق سے ہندوستان کے مختلف شہروں میں قیام کیا۔ کچھ

عرصے تک ریاست لٹونک میں ملازم رہے۔ اسی مقام پر مرزا غالب سے تلمذ

اختیار کیا۔ (مرزا صاحب کا سفر ٹونک محل نظر ہے۔ غرضی) جبکہ والی ٹونک

کی خواہش پر ان سے ایک دو دفعہ ملنے گئے تھے۔ ۱۸۸۳ء میں حیدر آباد آئے

اور ۱۹۰۸ء تک یہیں مقیم رہ کر ورسوس کی مشہور طغیانی کے زمانے میں وطن

مالوف چلے گئے، مگر وہاں ان کا بی نہ لگا۔ ۱۹۱۲ء میں پھر عازمِ دکن ہوئے،

دکن پہنچ کر جام باغ کے محلے میں سکونت اختیار کی۔ ۱۹۱۸ء میں قضاان کو

ہندوستان پہنچ لے گئی۔ وہیں بیوندر خاک ہوئے اور ایک اگلے وقتوں کی صورت مٹ گئی۔

اس امر کی نسبت کہ ذیل کے شعر غالب کے ہیں، ہم نے علامہ سید علی حیدر نظم طباطبائی نواب حیدر نواز جنگ سے (جی کی غالب شناسی بہت شہور ہے اور جن کے دیوان غالب کی شرح لکھنے کے بعد غالب پر سے مہل کوئی کا الزام اٹھا، تحقیق چاہی، اور دیگر صاحبان ذوق سے بھی استفسار کیا۔

یہ سب اصحاب علامہ طباطبائی کے اس جواب سے اتفاق کرتے ہیں کہ: ”بیاض رشکی میں سے تین شعر صحیح: چار۔ غرضی، جو مرزا غالب کے نام سے لکھے ہوئے ہیں، یہ مجھے بھی بلاشبہ غالب کا کلام معلوم ہوتا ہے۔“ خود ہماری نظر جہاں تک کام دیتی ہے، ہم اس کو غالب ہی کا کلام سمجھتے ہیں۔ اگر کسی صاحب کو اس میں شک و شبہ ہو تو امید ہے کہ وہ معقول وجوہ و دلائل کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار فرمائیں گے۔

رشکی کی بیاض میں یہ غیر مطبوعہ کلام جس طرح لکھا ہوا ہے ہم اس کو بحسنہ یہاں نقل کرتے ہیں۔“

اس نوٹ کے بعد یہ ایک سطر بھی رسالہ ”تحفہ“ میں غزل سے پہلے درج ہے جو بیاض مذکورہ ہی سے نقل ہوئی ہے کہ:

”یہ غزل مرزا صاحب پوری، دیوان میں طبع نہیں ہوئی ہے۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ ”بیاض میں اندراج کرنے والے کو اس بات کا علم تھا کہ اس غزل کے تین شعر پہلے سے دیوان غالب میں موجود ہیں اور یہ کہ ابھی تک یہ مکمل شکل میں کہیں شائع نہیں ہوئی ہے۔

ان سارے بیانات کے پیش نظر یہ بات قابل تحقیق ہو جاتی ہے کہ نو دریافت شعر بھی غالب ہی کے ہیں اور ان کا انتساب جالب یا کسی دوسرے شخص کی طرف صحیح ہے

یا غلط۔“

(۳۴) وصل میں ہجر کا ڈر یاد آیا
عینِ جنت میں سقر یاد آیا

(۲۵) مزہ تو جہیز ہے کہ اے آہِ نارسا، ہم سے
وہ خود کہے کہ: ”بتا تیری آرزو کیا ہے؟“

(۲۶) حالت ترے عاشق کی یہ اب آن بنی ہے
اعضا شکنی ہو چکی، اب جاں شکنی ہے

(۲۷) گھر سے نکالنا ہے اگر، ہاں نکال لے
ناحق کی جھٹیں نہ مری جاں، نکال لے

(۲۸) لیں بوسہ، یا مصیبتِ ہجران بیاں کریں
اک مُنہ ہے، کون کون سے ارباں نکال لے

(۲۹) جو معشوقِ دلفِ دو تا باندھتے ہیں
مرے سر سے کالی بکلا باندھتے ہیں

قاضی معراج دھولپوری مرحوم کے پاس ”باغِ مہر“ نام کی ایک کتاب محفوظ تھی۔ جسے میر میر علی اکبر آبادی نے، ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۸۶۱ء بروز پنجشنبہ کو تمام کیا تھا۔ اس میں اشعار متفرق کے تحت ”مرزا لاشہ“ کے نام سے بھی شعر درج تھے۔ یہ

شعر (۲۴ تا ۲۹) انھی میں کے ہیں۔ یہ اشعار قاضی صاحب نے تبرکاتِ غالب کے عنوان سے ہماری زبان کے شمارہ ۸ اگست ۱۹۶۱ء میں شائع کرائے تھے۔

(۳۰) نتیجہ اپنی آہوں کا ہے شکلِ مستوی پورا
ہیو لیا صورت کا بوس پھر خوابِ گراں کیوں ہو

غالب کے بعض غیر متداول اردو اشعار کا زمانہ فکر

جناب امتیاز علی خاں عرشی مرحوم نے دیوانِ غالب کچھ اس طرح مدون کیا ہے کہ اب اس کے مطالعے سے غالب کے کلام کا عہد تخلیق بھی، ماخذوں کی مفصّل نشاندہی کے سبب سے، ایک حد تک متعین کیا جاسکتا ہے تاہم بعض اشعار ایسے ہیں جن کا عہد معلوم نہیں ہو سکا۔ میں نے ذیل میں ایسے ہی اشعار کا زمانہ فکر متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ روایتیں بیشتر وہی ہیں جو نسخہ عرشی میں بیان ہوئی ہیں۔ مگر کوشش کی گئی ہے کہ اصل ماخذوں کو مدنظر خود دیکھ لیا جائے اور اگر ہو سکے تو اپنے کتب خانے سے ان کو مزید تقویت پہنچائی جائے تاکہ غلطی کا امکان نہ رہے۔ اس کے بعد نتائج کے لیے میں نے ماخذوں اور اپنے فہم ہی پر بھروسہ کیا ہے۔ پہلے غالب کے اشعار درج کیے گئے ہیں اور بعد میں اشعار کے زمانہ فکر کے تعین کی کوشش میں اپنے معروضات۔

(۱) خوشی جینے کی کیا، مرنے کا غم کیا
ہماری زندگی کیا، اور ہم کیا

یہ شعر فاضل زیدی صاحب نے رسالہ طوفان، نواب شاہ کے شمارہ جولائی ۱۹۵۱ء میں اس تہید کے ساتھ شائع کیا تھا:

”سید احمد حسین میکش شاگردِ غالب جو بعدِ غدر بے جرم و خطا انگریز کے عتاب کا نشانہ بنے، غدر سے قبل کچھ دنوں پانڈوی میں مقیم رہے ہیں میر امتیاز علی، رئیس شاہ پور (پانڈوی) اور ان کے درمیان رشتہ اخلاص و محبت تھا اور انھی کی کشش ان کو پانڈوی کھینچ لائی تھی۔ میکش نے اپنے استاد کی مشہور غزل ”سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں“ اور کسی کو دے کے دل کوئی نواسیخ فغان کیوں ہو“ میر صاحب کو بطور تحفہ نقل کر کے دی تھیں جو ان کے صاحبزادے حکیم حبیب حسین کی ملکیت رہیں اور اب حکیم مرحوم کے نوادین کے پاس ہیں۔ آخر لفظ غزل میں مروجہ غزل سے ایک شعر زائد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے یہ شعر بعد میں غزل سے خارج کر دیا۔ میکش کو یہ اتفاقاً زبانی یاد تھا۔ اس لیے انہوں نے لکھ دیا اور محفوظ رہ گیا۔“

یہ شعر مکتوبات امیر مینائی مرتبہ مولوی احسن اللہ خان ثاقب صفحہ ۲۱ کے حاشیہ سے ماخوذ ہے۔ ثاقب نے نواب یوسف علی خاں بہادر ناظم کے بارے میں متن میں لکھا ہے "نواب ناظم کا پہلا دیوان جو عرصہ ہوا چھپا تھا اور اب کیلک ہے مرزا غالب کا دیکھا ہوا ہے۔"

حاشیہ میں لکھا ہے "خاکسار کو جولائی ۱۹۰۸ء میں خوابیدگانِ نریت گاہِ تقدس کی توجہ اور (رباعی)۔"

فرخندہ جہان بے مثالی مدوحِ ادانی و اعلیٰ
پیرایہ صدق و پایہ فضل شمس العلماء جناب حالی

کا اشتیاق زیارت پانی پت لے گیا۔ میں ایک روز یہ مسودہ اُن کو سنار ہا تھا۔ جب اس مقام پر پہنچا تو مولانا نے فرمایا کہ نواب مصطفیٰ خاں صاحب شیفہ فرماتے تھے کہ ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا۔ میں نے بہت تعریف کی، تو فرمایا کہ بھئی، میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا، مطلع خوشی کیجئے کی... الخ۔ اس کے قطع نظر کہ یہ شعر دیوانِ ناظم (نواب یوسف علی خاں والی رام پور) میں شامل نہیں یہ کوئی ایسی تخلیق نہیں جس پر شیفہ یا غالب سر دھتے۔ نواب رام پور (ناظم) ۱۸۶۵ء میں فوت ہوئے۔ اس لیے شعر یقیناً اس سے پہلے کا ہے۔

دیوانِ ناظم مطبوعہ ۱۲۷۸ھ میں ۲۱۶ پر سلام کے مقطع کا پہلا مصرع دیکھیے

"ہم کیا ہیں ناظم اور ہمارا سلام کیا"

شعر سے اس کا کوئی تعلق نہیں لیکن اس مصرع کا اسلوب ہی ہے جو شعر کے مصرع ثانی کا ہے۔

اے اگرچہ ثاقب مرحوم نے رباعی لکھا ہے تاہم وزن کی رو سے قطع ہے۔

اے دیوانِ حالی مطبوعہ ۱۸۹۳ء کے حصہ مقدمہ کے ص ۱ پر بھی حالی نے اس شعر کو مرزا غالب ہی سے منسوب کیا ہے

(۲) مسلمانوں کے میلوں کا ہوا قتل
سجے ہیں جوگ مایا اور دہی
نشانِ باقی نہیں ہے سلطنت کا
مگر ہاں، نام کو اور رنگِ زہی

دہی سے مراد کالی دیوتا ہے جس کی پوجا ہزاروں برسوں سے ہو رہی ہے۔ دہی میں اس دیوتا کا مندر ۹ میل دور تعلق آباد کی طرف ہے۔ جوگ مایا کا مندر مہرولی میں ہے جہاں ہفتہ وار میلہ لگتا ہے۔ مہرولی ہی میں ساون میں پھول والوں کی سیر کے نام سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر میلہ لگتا تھا اور اب بھی لگتا ہے۔ ظاہر ہے ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد جب مغلیہ سلطنت کا نام و نشان مٹ گیا تو اس میلے کو شاہی سرپرستی حاصل نہ رہی۔ اس لیے یہ میلہ اُس جوش سے جاری نہ رہا مگر اسے ہندوؤں نے سہارا دیا اور خواجہ صاحب کے مزار کے ساتھ انھوں نے اپنی توجہ جوگ مایا کے مندر کی طرف مبذول کر لی چنانچہ سید احمد دہلوی دہکول والوں کی سیر فرہنگِ آصفیہ جلد اول لکھتے ہیں "غدر کے بعد سے اس میلے نے اور بھی ترقی کی یعنی خاصانِ ہند کی طرف سے بدھ کے روز جوگ مایا پر ایسے ہی دھوم دھڑکے سے منکھا پڑھنا شروع ہو گیا۔ سات سات اور نو نو پنکھے آگے پیچھے ہوتے ہیں۔۔۔" یہ قطعہ اسی عہد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لیے اس کا زمانہ فکر ۱۸۵۹ء کے قریب یعنی ۱۸۵۷ء کے بعد سمجھی ہو سکتا ہے۔

(۳) ہم نشین تائے ہیں اور چاند شہابِ لدینِ خاں

بزمِ شادی ہے نلک کاہ کشاں ہے سہرا

ان کو لڑیاں نہ کہو، بحر کی موجیں سمجھو

ہے تو کشتی میں، ولے بحر رواں ہے سہرا

یہ شعر مولانا مہر نے اُس فلمی نسخہ دیوانِ غالب سے نقل کیے ہیں، جو یکم مزار شیع الدین

احمد خاں تاناہاں دہلوی کی ملکیت میں تھا۔ مالک رام صاحب نے لکھا ہے کہ انھوں نے بیان میں غلطی بھی اٹھائی ہے۔ بہ ظاہر یہ اس پورے سہرے کے دو شعر ہیں جو بہرزا شہاب الدین احمد خاں ثاقب شاگرد غالب (۱۸۴۶ء تا ۱۸۶۹ء) کی شادی پر کہا گیا۔ ثاقب کے سب سے بڑے صاحبزادے مرزا شجاع الدین احمد خاں تاناہاں ۲۳ دسمبر ۱۸۶۱ء کو پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے شادی مارچ ۱۸۶۱ء میں یا اس سے پہلے ہوئی ہوگی۔ غالب کے ایک خط مورخہ دو شنبہ ۸ فروری ۱۸۵۸ء بنام شہاب الدین ثاقب کے اس جملہ ”اپنے گھر میں اور اپنے بچوں کو میرے اور میرے گھر کی طرف سے دعا کہہ دینا اور تم کو بھی تمہاری استغاثہ دعا کہتی ہیں“ سے شبہ ہوتا ہے کہ ثاقب کی شادی ۸ فروری ۱۸۵۸ء سے پہلے ہو چکی تھی۔ ”اپنے بچوں“ سے مراد البتہ غلامی وغیرہ کے بچے ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو سہرے کا زمانہ فکر بھی خط کی تاریخ ۸ فروری ۱۸۵۸ء کے پیش نظر ہی طے کرنا پڑے گا۔ شادی لواہ شمس الدین احمد خاں والی فرزند پورچھرا کا لڑا اسی سکندر جہاں بیگم سے ہوئی تھی۔

(۴) آپ نے ”مسنی القصر“ کہا ہے تو سہی
یہ سہی، یا حضرت ابوب گلاب سے تو سہی
رج طاقت سے سوا ہو، تو نہ بیٹوں کیونکر؟
ذہن میں خوبی تسلیم و رضا ہے تو سہی
ہے غنیمت کہ ہامید گزر جائے گی عمر
نہ ملے داد، مگر روز جزا ہے تو سہی
دوست گر کوئی نہیں ہے جو کرے چارہ گوی
نہ سہی ایک تمنائے دوا ہے تو سہی
غیر سے دیکھیے، کیا خوب نہا ہی اُس نے
نہ سہی ہم سے پراس بت میں دنا ہے تو سہی

نقل کرتا ہوں اسے نامہ اعمال میں، میں
کچھ نہ کچھ روز ازل تم نے لکھا ہے تو سہی
بمبھی آجائے گی، کیوں کرتے ہو جلدی غالب
شہرہ تیزی شمشیر قضا ہے تو سہی

یہ غزل مولانا مہر نے ”غالب“ ص ۳۰۴ (طبع اول) میں دیوان غالب کے خطوط
بیگم تاناہاں (حاشیہ ص ۱۰۷) سے نقل کی ہے۔ نیز یہ رسالہ ”آجکل“ دہلی بابت ۵ جون
۱۹۴۳ء میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

بقول مولانا مہر مرحوم، غزل، خطوط بیگم تاناہاں کے حاشیے پر درج تھی اور خطوط
بیگم تاناہاں ”بہ ظاہر رام پور والے قلمی نسخہ کی نقل معلوم ہوتا تھا۔“ نسخہ رام پور ۱۸۵۵ء
میں لکھا گیا تھا، لہذا خطوط بیگم تاناہاں اُس کے بعد کتابت ہوا اور یہ غزل اُس کے
بھی بعد حاشیے میں افادہ کی گئی۔ ”ارمغان غالب“ میں اسے ۱۸۵۶ء تا ۱۸۶۹ء کی تصنیف
کہا گیا ہے۔ مقطع سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ غزل ۱۸۵۷ء کے فوراً بعد لکھی گئی ہوگی۔

(۵) بتو! توبہ کرو، تم کیا ہو؟ جب ادب آتا ہے
تو یوسف ساجیں بکنے سیر بازار آتا ہے

یہ شعر مولوی احتشام الدین صاحب دہلوی کے مضمون (ماہ نو فروری ۱۹۵۰ء) سے
نقل کیا گیا ہے۔ یہ مطلع انھیں ایک صاحب وجہہ الدین خاں کی مملوکہ بیاض میں ملا
تھا، اس بیاض میں مرزا صاحب کی غزل ”کہا ہے تو سہی“ رہا ہے تو سہی“ بھی درج
تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”اس کے ساتھ کوئی دوسرا شعر نہیں ہے۔ وجہہ الدین خاں نے
غزل نہ کوڑھ کے ہاتھ آنے کی حکایت یہ بیان کی ہے کہ ان کے والد ماجد مرحوم نے
مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے کلام کی اپنی بیاض میں لکھنے کے لیے
استدعا کی۔ مرزا نے فرمایا کہ یہ غزل دیوان میں طبع ہونے سے رہ گئی ہے تم لے جاؤ۔
غالب اسی کے ساتھ یہ مطلع بھی عنایت ہوا ہوگا کیونکہ اس بیاض میں غالب کے نام سے

درج ہے، کسی مطبوعہ دیوان میں نہیں پایا جاتا۔

میں نے کہا ہے تو سہی، والی غزل کو بعد از ۱۸۵۷ء قیاس کیا ہے۔ لہذا غالب کے عنایت کردہ ایک ہی بیاض میں کچھ ہوئے اشعار کو اسی عہد میں شمار کرنا چاہیے۔ مگر میرا خیال ہے کہ غالب کم از کم اس بڑھاپے میں یعنی ۱۸۵۷ء کے بعد تو ”میر بازار پر“ فروخت آتا ہے ”یا“ ”میر بازار پر“ کے لیے آتا ہے، ”کو“ پکے ”میر بازار پر“ ہے نہ کہتے۔ مطلع یقیناً ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے کا ہے۔ اسے ابتدائی کلام یعنی ۱۸۱۶ء سے بھی پہلے قرار دینا چاہیے۔

غالب کے کچھ ہنگامی مصرعے اور شعر

کافی نہیں شمر کی بیگم، تن ناہایا ہو
دودھ میں پکے تھے شلغم، تن ناہایا ہو

مولوی احتشام الدین مرحوم نے اپنے مضمون ’غالب کے بعض غیر مطبوعہ اشعار اور لطیفے‘ (ماہ نو۔ فروری ۱۹۵۰ء) میں لکھا ہے کہ یہ ”مطلع“ مرزا کی ایک مہمل غزل کا ہے جو بچوں کے جھولے میں گانے کے لیے موزوں فرمائی تھی۔ اندازہ ہے کہ شعر ۱۸۶۵ء کے ابتدائی مہینوں میں کہا گیا ہو گا دیکھیے خط نمبر ۱۱۲ بنام ہرگوپال تفتہ آخر مئی ۱۸۶۵ء)

تم سلامت رہو قیامت تک

دولت و عز و جاہ، روز افزوں

اس شعر کا پہلا مصرع مرزا نے نواب یوسف علی خاں ناظم کے نام کے

خط مورخہ ۱۵ فروری ۱۸۵۷ء میں اورپور اشرفیہ کے نام کے خط مورخہ ۱۴ اگست ۱۸۶۳ء میں لکھا ہے۔

۳ ے درم و دام اپنے پاس کہاں
چیل کے گھولنے میں ماس کہاں

اب حیات میں درج ہے کہ حسین علی خاں (عارف کا چھوٹا لڑکا) ایک دن کھیلتا کھیلتا آیا کہ دادا جان (غالب) مٹھائی منگا دو۔ آپ نے فرمایا کہ پیسے نہیں۔ وہ صندوق کھول کر ادھر ادھر ٹوٹنے لگا اور آپ نے یہ شعر فرمایا۔

حسین علی خاں (شادان) کا سال ولادت ۱۸۵۰ء ہے۔ اندازہ ہے اس واقعے کے وقت (آغاز ۱۸۵۷ء) وہ سات آٹھ برس کا ہوگا۔

۴ ے سات جلدوں کا پارسل پہنچا
واہ کیا خوب بر محل پہنچا

یہ شعر میرزا حاتم علی بہر کے نام کے خط مورخہ ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ء میں درج ہے۔

۵ ے یہ خط نہیں تو اور کیا ہے

”برہان قاطع کا وہ نسخہ جس کے حاشیوں پر ابتداً مرزا صاحب نے اپنے اختلافی نوٹ لکھے اور جو بعد کو قاطع برہان کے نام سے مرتب ہو کر چھپے۔۔۔۔۔ لفظ ’نسک‘ پر حاشیہ لکھتے ہوئے یہ مصرع بھی مرزا صاحب کے قلم سے نکل گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ۱۸۵۸ء ہی میں لکھا گیا ہوگا۔

۶ ے روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے

غالب نے یہ شعر اپنے خط بنام مجروح مورخہ ۲ فروری ۱۸۵۹ء میں لکھا ہے۔

۷ ے دیکھیے کیا جواب آتا ہے

مندرجہ خط بنام مجروح ۱۳ دسمبر ۱۸۵۹ء۔ یہ پورے جیلے کا ایک ٹکڑا ہے جو

از خود موزوں ہو گیا ہے: ”میں نے اس کا اپیل لفٹ گورنر کے یہاں کیا ہے دیکھیے
کیا جواب آتا ہے۔“

۸ ے خدا سے یں بھی چاہوں از رہ ہر
”فروش میرزا حاتم علی بہر“

مندرجہ خط بنام بہر۔ اپریل ۱۸۵۹ء۔ اس شعر کا دوسرا مصرع خود بہر کا ہے
جوان کی شہسواری شمع بہر میں درج ہے۔

۹ ے پیرو مرشد معاف کیجئے گا
میں نے جتنا کا کچھ نہ لکھا حال

مندرجہ خط بنام قواب الزوال الدولہ بہادر شفق۔ ۱۹ جولائی ۱۸۶۰ء۔ خود بہر
میں یہ اسی طرح درج ہے مگر اردو سے معنی میں اسے نشر کی شکل دے دی گئی ہے اگرچہ
اسے منظوم بھی پڑھا جاسکتا ہے

پیرو مرشد معاف کیجئے گا میں نے جتنا کا حال کچھ نہ لکھا

۱۰ ے خدا کے بعد نبی اور نبی کے بعد امام
بہی ہے مذہب حق، والسلام والا کرام

مندرجہ خط بنام مجروح۔ مئی ۱۸۶۱ء

۱۱ ے تھا تو خط پر نہ تھا جواب طلب
کوئی اس کا جواب کیا لکھتا

یہ شعر جو دھری عبدالغفور سرور کے نام کے خط میں لکھا ہے۔ خط پر تاریخ
درج نہیں مگر قرآن سے پتا چلتا ہے کہ ۱۸۶۲ء کا لکھا ہوا ہے تفصیل کے لیے
دیکھیے ’غالب کے خطوط‘ جلد دوم ص ۶۱۱۔

۱۲ ے یں بھولا نہیں تجھ کو اے میری جاں
کروں کیا، کہ یاں گھر رہے ہیں مکاں

۱۸۶۶ء کے لگ بھگ ہوگا۔

۲۲ ے سین عمر کے ستر ہوئے شمار برس

بہت جیوں تو جیوں اور تین چار برس

غالب کا سال ولادت ۱۷۹۷ء ہے۔ اس طرح یہ شعر ۱۸۶۷ء میں کہا گیا ہوگا۔

ہجری حساب سے ستر برس ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵-۶۶) میں پڑیں گے۔

۲۳ ے آج یک شنبہ کا دن ہے آؤ گے ؟

یا فقط رستا ہمیں بتاؤ گے

خجائے جاوید جلد اول ص ۸۱ میں لالہ سری رام نے لکھا ہے کہ پیارے لال اشوب

دہلی میں ہوتے تھے تو کوئی ہفتہ مرزا صاحب کی ملاقات سے خالی نہ جاتا تھا۔ دیر ہو جاتی

تو مرزا ایک نہ ایک شعر کہہ کر اشوب کے پاس بھیج دیتے "جس کا مضمون حسن طلب ہوتا۔"

ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔ غالب نے دسمبر ۱۸۶۷ء کو زالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر

کیا تھا اس مقدمے میں پیارے لال اشوب (جو ابھی ۳۶ سال کے بھی نہ تھے) کو اس

میں سے ایک تھے۔ شاید یہ شعر اُنھی دنوں کا ہو۔

مندرجہ بالا اشعار کی کوئی ادبی حیثیت نہیں۔ یہ غالب کی شوقی طبع اور زانفرانی

کے آئینہ دار ہیں۔ ان کی قدر و قیمت اس پر منحصر ہے کہ یہ غالب کے کہے ہوئے ہیں۔

اور یہ کسی نہ کسی واقعے کی نشان دہی میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

دیوانِ غالب

طبعِ اول

غالب، میجر جان جا کو ب بہادر (جان جیکب) کو، مطبع سید الاخبار کے بارے میں کچھ اطلاعات بہم پہنچاتے ہوئے، ایک خط میں لکھتے ہیں :

..... دیوانِ ریختہ کہ در نا تمای تمام است، عجب نیست کہ

ہم دریں ماہ بہ تمای و آنکھ بنظر گاہ رسد.....

(ترجمہ : میرا) دیوانِ اردو بھی جو باوجود ادھورا ہونے کے، مکمل ہے،

عجب نہیں اسی مہینے میں (اسی مطبع سے) تمام ہو کر آپ کی نگاہِ عالی سے

گزرے.....

اس خط سے دو باتیں سامنے آتی ہیں : اول یہ کہ دیوان چھپ رہا ہے۔ دوم یہ کہ

دیوان اگرچہ ادھورا ہے تاہم مکمل ہے یعنی منتخب ہے۔ سرورق کے مطابق، بالآخر دیوان

شعبان ۱۲۵۷ھ مطابق اکتوبر ۱۸۴۳ء میں چھپ گیا۔ دیوان کے ص ۱۰۴ پر ایک رباعی درج

۱۸۶۶ء کے لگ بھگ ہوگا۔

۲۲ ے سین عمر کے ستر ہوئے شمار برس

بہت جیوں تو جیوں اور تین چار برس

غالب کا سال ولادت ۱۷۹۷ء ہے۔ اس طرح یہ شعر ۱۸۶۷ء میں کہا گیا ہوگا۔

ہجری حساب سے ستر برس ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵-۶۶) میں پڑیں گے۔

۲۳ ے آج یک شنبہ کا دن ہے آؤ گے ۹

یا فقط رستا ہمیں بتاؤ گے

خفا نہ جاوید جلد اول ص ۸۱ میں لالہ سری رام نے لکھا ہے کہ پیارے لال آشوب

دہلی میں ہوتے تھے تو کوئی ہفتہ مرزا صاحب کی ملاقات سے خالی نہ جاتا تھا۔ دیر ہوجاتی

تو مرزا یک نہ ایک شعر کہہ کر آشوب کے پاس بھیج دیتے "جس کا مضمون حسن طلب ہوتا"

ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔ غالب نے دسمبر ۱۸۶۷ء کو ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر

کیا تھا اس مقدمے میں پیارے لال آشوب (جو ابھی ۳۶ سال کے تھے) نے لکھا کہ

میں سے ایک تھے۔ شاید یہ شعر اُنھی دنوں کا ہو۔

مندرجہ بالا اشعار کی کوئی ادبی حیثیت نہیں۔ یہ غالب کی شوخی طبع اور جانزداری

کے آئینہ دار ہیں۔ ان کی قدر و قیمت اس پر منحصر ہے کہ یہ غالب کے کہے ہوئے ہیں۔

اور یہ کسی نہ کسی واقعے کی نشان دہی میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

دیوان غالب

طبع اول

غالب، میجر جان جا کو ب بہادر (جان جیکب) کو، مطبع سید الاخبار کے بارے میں کچھ اطلاعات بہم پہنچاتے ہوئے، ایک خط میں لکھتے ہیں:

..... دیوان ریختہ کہ درنا تمامی تمام است، عجب نیست کہ

ہم دریں ماہ بہ تمامی و آنکاہ بنظر گاہ ساری رسد.....

(ترجمہ: (میرا) دیوان اُردو بھی جو باوجود ادھر اُدھر ہونے کے، مکمل ہے،

عجب نہیں اسی مہینے میں (اسی مطبع سے) تمام ہو کر آپ کی نگاہ عالی سے

گزرے.....

اس خط سے دو باتیں سامنے آتی ہیں: اول یہ کہ دیوان چھپ رہا ہے۔ دوم یہ کہ

دیوان اگرچہ ادھر اُدھر ہے تاہم مکمل ہے یعنی منتخب ہے۔ سرورق کے مطابق، بالآخر دیوان

شعبان ۱۲۵۷ھ مطابق اکتوبر ۱۸۴۱ء میں چھپ گیا۔ دیوان کے ص ۱۰۴ پر ایک رباعی درج

ہے

ہیں شہ میں صفات ذوالجلالی باہم آثارِ جلالی و جمالی باہم
ہوں شاد نہ کیوں اسفل و عالی باہم ہے اب کے شقیہ و دوآلی باہم
عرشی صاحب مرحوم اس رباعی کے پیش نظر لکھتے ہیں :

”..... شعبان ۱۲۵۷ھ (اکتوبر ۱۸۷۱ء) میں میرزا صاحب کا دیوان
اس مطبع (سیدالاجار) میں چھپنا شروع ہوا، اور ۲۷ رمضان (۱۲ نومبر)
تک زیر طبع رہا۔ تاریخ آغاز سرورق پر مذکور ہے اور ۲۷ رمضان تک
اختتام نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں یہ رباعی بھی شامل ہے : ہے اب کے
شب قدر و دوآلی باہم۔ اور از روئے حساب دوآلی اور شب قدر کا
اجتماع اسی تاریخ کو ہوا تھا۔“

مگر یہ دو وزن و دلیل ضعیف ہیں۔ دیوان کے سرورق پر یہ کہیں نہیں لکھا گیا کہ
اکتوبر ۱۸۷۱ء طبعیت دیوان کی تاریخ آغاز ہے۔ اگر تاریخ آغاز کی نشاندہی منظور ہوتی
تو دن کا ذکر بھی ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح رباعی سے یہ کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ شب قدر اور
دیوالی کے اجتماع کی تاریخ گزر چکی ہے۔ اس میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ چھوٹے بڑے
آپس میں اس لیے خوشی ہو کر گلے مل رہے ہیں کہ اب کے شب قدر اور دیوالی
بھی ایک ہی تاریخ کو باہم بدل گئے ہونے والی ہیں۔ رباعی یقیناً ۲۷ رمضان (۱۲ نومبر)
سے پہلے کہی گئی ہوگی۔ ایسا ہونا اگر ناممکن نہیں تو دور از قیاس ضرور ہے کہ طبعیت
سے مہینوں پہلے مسودے کی کتابت کرائی گئی ہو اور طبعیت کے دوران میں
بیکایک ایک رباعی کا اضافہ کر دیا گیا ہو۔ چھپے ہوئے دیوان میں یہ رباعی جس مقام
پر ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ تمام مسودہ ایک ہی قلم سے سلسلہ وار لکھا گیا تھا۔

دیوانِ غالب نسخہ عرشی اشاعت دوم مقدمہ ص ۱۲۷

دیوان میں درج شعروں کی تفصیل یہ ہے :

۹۹۸	غزلیات کے اشعار
۱	۲ مصرعے جو غزل میں چھپنے سے رہ گئے مگر غلط نامہ میں موجود ہیں
۹۹۹	میزان (اشعار غزلیات)
۹۷	قصیدوں، قطعوں، رباعیوں کے اشعار
۱۰۹۶	میزان

ص ۵۹ پر چھپے ہوئے ۳ شعر حقیقت میں قطعہ کے ہیں جو ص ۱۰۰ پر درج ہیں اور اس
میں شامل ہیں۔ اس طرح مجموعی تعداد اشعار ۱۰۹۳ رہ جاتی ہے۔ اب اگر معلوم ہو کہ
یہ ۱۰۹۳ اشعار کم از کم، ۲۹۷۵ اشعار سے منتخب کیے گئے ہیں تو سمجھ میں آجاتا ہے
کہ غالب نے اپنے ”دیوانِ ریختہ“ کو ”درتاری“ تمام ”کیوں کہا۔ ان کی مراد یہ ہے کہ
دیوان صرف چھاپنے کی حد تک مکمل ہے حقیقت میں مکمل نہیں کیونکہ منتخب ہے۔
غالب کے دیوانِ ریختہ کے پانچوں ایڈیشنوں میں ان کا فارسی میں لکھا ہوا دیباچہ
شامل ہے مگر اس پر تاریخ تحریر درج نہیں ہے۔ دیوانِ غالب (نظامی بدایونی طبع ثانی)

۱۔ دیوانِ غالب طبع اول ص ۱۹ غزل کا پہلا مصرعہ یہ ہے ”یک ذرہ زمیں نہیں بے کار باغ کا“
۲۔ ”گلشن کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشین“ معلوم ہوتا ہے اس شعر کو قطعے سے الگ کر کے، باقی تین شعروں کو
غالب نے عمداً غزلوں میں درج کیا تھا بعد میں مکمل قطعہ بھی شامل کر لیا۔ مگر غزلوں سے تین شعر خارج
کرنا بھول گئے۔ بعد کے ایڈیشنوں میں یہ غلطی درست کر لی گئی ہے

۳۔ دیکھیے ۱۸۱۲ء سے ۱۸۳۳ء تک کے اشعار = ۲۹۴۸ + ۱۸۳۴ء سے ۱۸۴۱ء تک کے اشعار = ۲۷۷۵ = ۵۷۲۳
۴۔ اردو دیوانِ غالب مع شرح نظامی۔ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں۔ ۱۹۲۳ء ص ۵۷ اور متن
دیوانِ غالب سے ایک صفحہ پہلے

اس کے علاوہ تقریظ مشمولہ دیوان مطبوعہ میں لفظی تغیر و تبدل بھی ہوا اور مختلف اشاعتوں میں سینیں اور تعداد اشعار میں ترامیم بھی ہوئیں۔

۱۸۳۳ء کے بعد جن ۲۵ اشعار کا اضافہ ہوا وہ یہ ہیں

دیوان غالب ص ۵۳	دی سادگی سے جان پڑوں کو کہن کے پاتو	۹ شعر نسخہ بدایوں ۱۸۳۸ء
۵۸ "	تاہم کوشکایت کی بھی باقی نہ رہے جا	۲ شعر حاشیہ ایضاً بعد از ۱۸۳۸ء
۶۵ "	زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب	۱ شعر کشن بے غار
۸۴ "	ہم شک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے	۳ شعر اپریل ۱۸۳۵ء
		نسخہ بدایوں - حاشیہ
		بعد از ۱۸۳۸ء
۸۹ "	لاغر آنا ہوں کہ تو نیم میں جاوے مجھے	۴ شعر - ایضاً
۱۰۰ "	گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری	۲ شعر - ایضاً
۱۰۴ "	جیجی ہے جو مجھ کو شاہ جہاں نے وال	۲ شعر - ایضاً
۱۰۴ "	میں نشہ میں صفات ذوالجسمالی باہم	۲ شعر شہر و دوالی باہم
		۲۵ شعر ۱۸۴۱ء

مندرجہ بالا سے یہ نتائج برآمد ہوتے ہیں

۱۔ ایک شعری ترمیم دلچسپ ہے تقریظ میں شامل مثنوی کا تیسرا شعر آثار النفاذ میں اس طرح ہے
میں فرزند و نہ آباے علوی بہیں شاگرد روح القدس عالی
اس کے مصرعہ ثانی کو دیوان غالب (طبع اول) میں یوں کر لیا ہے ۵ دم روح القدس در کشف معنی پھر بعد کی
اشاعتوں میں یہ شکل دے دی ہے ۵ بہیں شاگرد عقل گل عالی
۲۔ بے جاہ کتنی دور سے آیا ہے شیخ جی کہے میں کیوں دہائیں نہ ہم بڑوں کے پاتو
۳۔ شعر بدایوں دیوان غالب سے خارج کر دیا گیا تھا۔ اس طرح اب متداول دیوان میں اس غزل
کے ۹ کے بجائے ۸ شعر شامل ہیں

۱۔ دیوان غالب اُلٹیں طاعت کے لیے لگ بھگ ۱۸۳۳ء کے پہلے سہ ماہ تک مکمل ہو چکا تھا
۲۔ اس میں ۱۰۷۱ اشعار تھے

اے اگرچہ دل میں جو تفاوت میں دی جا چکی ہے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ ۱۸۳۳ء تک متداول دیوان کے لیے
منتخب اشعار کی تعداد ۱۰۷۱ نہیں بلکہ ۱۰۷۳ ہے۔ تاہم دیوان غالب کے پہلے ایڈیشن (۱۸۴۱ء) میں
۱۸۳۳ء تک ۱۰۷۱ اشعار ہی شامل کیے گئے تھے۔ یہ کیوں کر ہوا۔ اس کیلئے "نگاہ" میں پورا جمع
خروج کرکھنا پڑے گا۔ ملاحظہ کیجیے:

۱۸۳۳ء تک دیوان کے لیے منتخب اشعار کی تعداد ۱۰۷۳
متداول دیوان میں قصیدہ "یک زرقہ..." کے ۲۸ شعر
ہیں مگر پہلے ایڈیشن (ص ۹۶۹) میں صرف ۲۵ شعر درج ہیں۔ اس طرح
اشعار کم ہوئے

پہلا ایڈیشن ص ۳۷۹ غزل "میرے بعد" کے ۸ شعر ہیں۔ متداول
دیوان میں بدازاں یہ شعر اضافہ ہوا ہے
خوں ہے دل خاک میں احوال تباں پریشانی
اُن کے ناخن ہوئے محتاج حنا میرے بعد

یعنی یہ شعر پہلے ایڈیشن میں نہیں
۲۔ شعر بھی پہلے ایڈیشن میں نہیں تھے
سیاہی جیسے گر جاوے دم تحریر کا غزب
مری قسمت میں یوں تصور ہے شہاے بحر ال کی
معا کیا ہے ۹ میں صامن، اور صر دیکھ

شہیدان نگہ کا خون بہا کیا
یہ شعر پہلے ایڈیشن (ص ۱۲۲) میں ہے مگر بعد میں حذف کر دیا گیا
۳۔ ہو کر شہید عشق میں پاسے ہزار زخم
ہر موج گرد راہ امرے سر کو دوش ہے

قطعے کے شعر جو پہلے ایڈیشن میں ص ۵۹ اور ص ۱۰۰ پر دوبار چھپ گئے
۴۔ فلک نے کا جو ذکر کیا...

پہلے ایڈیشن میں ۱۸۳۳ء تک کے کل منتخب اشعار

$$\frac{3}{1070}$$

$$\frac{1}{1079}$$

$$\frac{2}{1077}$$

$$\frac{1}{1078}$$

$$\frac{3}{1081}$$

(ب) دیباچہ غالب جو دیوان غالب طبع اول میں چھپا ہے، یہ ہے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

دیباچہ

شامِ شمیمِ آشنایاں راضیاً، و نہادِ انجمنِ نشیناں را مژدہ کہ لختی از سامانِ مجمرہ
گردانی آمادہ، و دامنِ از خودِ مہری دست بہم دادہ است۔ نہ چوبِ ہای سنگِ نرسپ
خوردہ بہ ہنجارِ طبیعی شکستہ، بی اندامِ تراشیدہ، بلکہ بہ ترشگفتہ، بکارِ دریزِ ریز
کردہ، بہ سوبانِ تراشیدہ۔

ایدون نفسِ گدانتگی شوق بہ جستجوی آتشِ پاری است۔ نہ آتشی کہ در گلخنِ ہای
ہنرا مژدہ و خاموشی، و از کفِ خاکسترِ مرگِ خودِ سپیدِ پوشِ بینی۔ چہ بروئی مسلمِ (است)؟
از ناپاکیِ باستخوانِ مروتہ ماہرِ شکستن، و از دیوانگیِ برشتہ شمعِ مزارِ کشتہ آویختنِ ہر اینہ بدل
گدانتنِ نیرزد، و بزمِ افروختنِ را نشاید۔ رخِ آتشِ بہ صبحِ ہر افروزندہ، و آتشِ پرست
را بیا دافراہ ہم و آتشِ سوزندہ نیک میدانکہ پڑ و مہندہ در ہوا بی آن رخشندہ آدرنعل
در آتشِ است کہ بچشمِ روشنی ہوشنگ از سنگِ برون تافتہ، و در دیوانِ لہرِ آتشِ نمایانہ،
خسِ افروختنِ دلالہ را رنگِ و منِ را چشم، و کدہ را چراغِ بخشیدہ یزدانِ و گردنِ بسجی ہر فروز
را سپاسم کہ شراری از آن آتشِ تابانکہ خاکسترِ خویشِ یانہ، بکا و کا و سینہ شتافتہ ام،
و از نفسِ و مہ بران بر نہادہ۔ گوکہ در اندک مایہ روزگارِ آن مایہ فراہم تواند آمد کہ مجمرہ
را فروز شنائی چراغِ و را مژدہ را بالِ شناسائی و ماغ تواند بخشید۔

ہمانا نگارندہ این نامہ را آن در سراسر است کہ پس از انتخابِ دیوانِ و تاختہ برگرد آوردنِ
سرمایہ دیوانِ فارسی بر خیزد، و با استفادہ کمالِ این فرلورن پس از اوزنِ خویشن نشیند۔
امید کہ سخنِ سرایانِ سخنورستای، بر آگندہ ایباتے را کہ خارج از این اوراقِ یابستہ،

غالب کی زندگی میں دیوان غالب کی اشاعت (دیباچہ تقریظ، خاتمۃ الطبع اور تعداد اشعار)

(ا) غالب نے اپنے آرو و دیوان کے پہلے ایڈیشن کا دیباچہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۳۸ھ (۱۶ اپریل
۱۸۳۳ء) کو تمام کیا۔ تقریظ چھ سال بعد ذاب ضیا الدین احمد خاں نے ۱۲۵۴ھ (۳۹-۱۸۳۸ء)
میں لکھی۔ دیوان اکتوبر ۱۸۴۱ء میں اس سرورق کے ساتھ چھپا۔

دیوان اسد اللہ خان صاحب غالب خلتی
مرزا نوشہ صاحب مشہور کا دہلی میں سید محمد خاں بہادر کے چھاپہ خانے کے
لیتھو گرافک پریس میں شہر شعبان
۱۲۵۷ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۸۴۱ء عیسوی کو سید عبدالغفور کے
اہتمام میں چھاپا ہوا

لے یہ تاریخ سب سے پہلے مولانا نظامی بدایونی نے ملشی احمد علی شوق قدوائی کے ملوکہ نسخے سے اخذ کر کے
اپنے شائع کردہ دیوان کے دوسرے ایڈیشن میں درج کی تھی

از آثار تراش رگ ملک این نامہ سیاه نشناسند و چاہم کرد اور در ستایش و کوشش
آن اشعار ممنون و مأخوذ بنسب کنند۔

یاد رہے کہ اس بوی ہستی ناشیدہ پیشینی از نیستی آید پیدائی نارسیدہ یعنی نقش آید تعمیر آمدہ
نقش کہ بہ اسد اللہ خاں موسوم و بہ میرزا زین العابدین معروف و بہ غالب متخلص است، چنانکہ
اکبر آبادی مولود دہلوی مسکن است فرجام کار بخشی مدفن نیز باد۔
(ج) نواب ضیاء الدین احمد خاں کی تقریظ یہ ہے۔

تقریظ

” بنام این دو سہی بالانا طورہ ایست از قدسی خاوندہ فکر برزودہ گرم جلہ گری دلآبالی خرم
محبوبہ ایست مقنعہ از رخ برواشدہ دامن بہ بجزردہ، در انداز پرودہ درکی۔ بوسفغانی است
خورا نژادان معانی دروئی دوش بدوش۔ عہد زاریست جلہ گاہ حیرتیاں باختہ ہوش۔
پہنا و پرند نیست، ماندر پہر نواب، گوہر آگین۔ خورشید رونق شار سانیست، کارنامہ صمد

یہ تقریظ وہ ہے جو دیوان غالب طبع اول کے آخر میں شائع ہوئی تھی۔ بعد کی اشاعتوں میں
سال تصنیف تقریظ اور تذکرہ اشعار کے علاوہ معمولی سا رد بدل ہوا ہے۔ جیسے محبوب کی جگہ محبوبہ بدوش
کی جگہ بدوش، کارنامہ کی جگہ بارنامہ، برگزینہ چشمان سخن کی جگہ صرف برگزینہ چشمان سخن، ہزار کی جگہ
ارزنگ، ہم بغیر ہم کی جگہ ہم بجز ہمت ہم، بہ سخته کی جگہ نسختہ، ہمدستان کی جگہ ہمدستان
اشعار سے پہلے لفظ مثنوی کا اضافہ، مصرع دوم روح القدس و کشف معنی کی جگہ ہمیں شاگرد
عقل کل عالی، فرخندہ کش کی جگہ فرو پیدا کش، المتخلص بغالب کی جگہ غالب پوزش آئین
کی جگہ پوزش آئین بنیاد کسرت، محمد ضیاء الدین کی جگہ ضیاء الدین نیز، قطعہ و رباعی کی جگہ قطعہ و مثنوی
و رباعی، ازما کی جگہ ازمن، بردیگران کی جگہ برائے دیگران وغیرہ۔

نگار خانہ چین۔ فردوسی پڑا نیست پری پروانہ۔ سماوی ہیکلی ست حریر بازو سے فرزانہ۔
گوئی میکایل لڑال موکلی فرخ سماوی ہنارہ است و برگزینہ چشمان سخن را کمالی عام درودہ۔
بیت اللہ تقدس جب نیست کہ کلیدش بدست فہم درست دادہ اند، و درش براہم بدان مژدہ
دل کشادہ یوسف نیست یک صفتان ز ناز بندان خیال دروئی جبین سای۔ از تنگست ہمائش
نقشہای بدیع پشت دست مائی و بہر زاد بر زمین سای۔ ہر فتح ازین اوراق بہر نیست
بید خزان۔ ہر ورق ازین کتاب موبدی است استادان۔ آئینہ خانہ ایست گیتی نما۔
صفو تکدہ ایست مقفا۔ پرو گیانہ جملہ نشیں سراق مریم کرداری۔ شوخ چشمان پرودہ
در تراز شادان بازاری۔ ہی دستاں تو انگور دل آزاد گاند باور گل۔ عشاق طینتاں
بخوشش مائل۔ سادہ بیکرانہ نگارین دل۔ باروت پیشگانہ زہرہ فن۔ بر زمین گوہر اند
ایل مسکن۔ سمندانہ قلزم کش۔ ہنگانہ سینہ پراکش۔ برشتگانہ بختہ مغز۔ ہم بجز وہم
پیوست لغز۔ بادہ آسمانہ سیدہ مست۔ از خود رفتگانہ یا یکدگر ہمدست۔ ہندی
ضمانہ پاری گرد۔ دلی نژادانہ صفایان پرورد۔

ہاں وہاں، ترسم کہ آنچہ سرورم نسخہ باقی ہمانا، منتخب دیوان اردو زبان است ریختہ
ملک سہی فرناہ خدام قسطاس دانش۔ اسطرلاب بینش، جوہر آئینہ آفرینش۔ میا نقد
گرا نایگی، معراج سلیم بند پایگی، قہرمان قلمر و معنی پروری، فرماں فرمای گہمان سخنوری،
گیتی خدایگان نو آئین نگاری، جہاں سالار تازہ گفتاری، روان بخش کالبد سخن گستری،
بنیاد افرازی چشم دیدہ وری، فرزندہ لوی شوکت خامہ، فروزندہ چراغ درودہ آمہ،
آیہ ناسخ شہرت ہمدستانان، سرخیل انجمن نکتہ دانان

سخن را از خیالش آید ہندی	معانی را ز فکرش سر بلندی
مردم خامہ اش بس دلپذیر است	بہشتی غنایان را صغیر است
ہمیں فرزندہ آبای عسوی	دوم روح القدس و کشف معنی
جہاں را بیدریغ آموزگار است	گزین معنی شناس روزگار است

سرود دفتر شیوا بیانان درین فن، انتخاب ہمنامان
 بجوانگاہ معنی یکہ تازے فلاطون فطرتی حکمت طرازے
 زکھکش ریزش گنج معانی جو ابر آوری، در درشتانی
 ز صہبائی سخن سرشار گشتہ ورق، از فکر اد، گلزار گشتہ
 موج کیش صافی منتسبتودہ خوی و فرخندہ کیش، بزرگ نہاد پاکیزہ گوہر،
 فرشتہ سرشت آذر مگستر اکین گوار مہر برد، خوشترتید فروغ کیوان فر، نکوش نگوہ
 ستایش ستای۔ کشور معنی راوہ خدای، سترتا سر و فادفتوت، ویدہ تادل حیا و مروت
 درک مصور، روح مجسم عالم جان، و جان عالم
 والا حسب عالی نسب سنی و مہتی واپسین و خوشور آواش حضرت چارمیں و ستوراعنی
 استادی، مرشدی، مولائی، انی، میرزا اسد اللہ خان بہادر المتخلص بہ غالب۔ اللہم
 کَمِلِ الْکَلَامَ بِدَیْمُومَةٍ لِّقَابِهِ، وَحَصِّلِ الْمَرَامَ بِحَبِیْثُوثِهِ لِقَائِهِ!
 پوش آئین محمد ضیاء الدین، از دیوباز و لالی اندیشہ نیست در آن اندیشندے و گرائی قدر
 سبک اندران سنجیدے، کہ این گرائی برادر زادہ ہار، کہ یگان یگان خلف الصدق دوام خمیر
 بل البوالاباے مضامین دلپذیر است، بتعلیم نو آموزان نیکو از بد نشناس برا بکیر، و این ارزندہ
 جواہر پارہ ہار، کہ ہر ایک ازان سیمین ساعد شخص خرد یارہ، و نازنین بیکم ہوش را گوشوارہ
 است، بر شمس پیش طاق ششاساے برآویزد۔
 بارے، کار ساز ایزد بزرگ را ہزاران سپاس کہ درین زمان کہ سنہ مقدسہ
 ہجریہ نبویہ، علی صلاحتہا افضل التَّحِیَّاتِ وَاکْمَلُ الصَّلَوَاتِ۔
 بیک نیکو و دوست و بچہ و چہار رسیدہ، آن دیرین بسیج و دل نشین آرزوئے مسافت
 روزگار راست ہجارت و شلا و زری بخت بیدار خوشتر ازان کہ میخواستہم، روائی
 گرفت۔ شاد کانی در دل جاگزید و اندوہ گردآوری بدر وقت۔
 چوں بہ احصای افراد این ہمایون صحیفہ شتافتہم، ہمگی اشعار شعری شعرا غزل و

قصیدہ و قطعہ و رباعی ہزار و نود و ہشت و اند یافتہ۔
 الا، یا تو انا ہوشان، ہوشے! دشنا گوشان، گوشے! بر شاہراہ شناخت فراوانی نیکو
 معانی باید رفت، نہ در پیغولہ پیغارہ زنی خوردہ بر تلبت ابیات گرفت چنانکہ خود آن والا
 آموزگار در گزارش این ہنجار، بہاری نامہ خویشتن در پردہ سازان گفتار خودی سراید۔
 آرے، راست میفرماید۔ بیت:

نگویم، تا نمانشد لغز، غالب چہ غم، گر ہست اشعاریں اندک؟
 از مایہ دگارے و بر دیگران تذکارے باد! فقط تم تم
 دیوان کے آخری صفحہ ۱۰۹ پر غلط نامہ ہے۔
 (د) دیوان میں کل اشعار ۱۰۹ ہیں۔ ستر و دو بار چھپ گئے ہیں۔ اس طرح مواد کے
 لحاظ سے تعداد اشعار ۱۰۹ تسلیم کرنی چاہیے۔

(۲)

(ا) یہ ایڈیشن (دوسرا) مطبع دارالسلام دہلی واقع محلہ حوض قاضی سے مئی ۱۸۴۷ء میں
 چھپا تھا۔ دیباچہ پہلے ایڈیشن کے مطابق ہے۔
 (ب) تقریظ میں تاریخ تصنیف تقریظ ۱۲۵۳ھ دی گئی ہے۔ مگر تعداد اشعار "غزل
 و قصیدہ و قطعہ و رباعی یک ہزار و یک صد و اند" بتائی گئی ہے۔ عموماً اند (یعنی
 چند) سے مراد ۱۰، ۲۰، ۳۰ سے ۹ تک ہے جیسے انوری ۷، ہیچو تاریخ تہجد و چل و اند۔
 تاہم دیوان کے کل اشعار ۱۱۵۸ ہیں۔
 تقریظ کا لفظ ہٹا کر اس کی جگہ نشر رکھ دیا گیا ہے اور اس کے بعد بطور عنوان
 یہ عبارت (معلوم ہوتا ہے غالب کی طرف سے) بڑھادی گئی ہے۔

”مدینِ سپیدہ سحر از تیرہ شب سوادِ اوراق، بفر فرغ گستری
عبارتِ تقریظ کہ پیدائی آن اثر نیست از آثارِ خرامِ خامہ دلبرِ ابرار
بدلِ نزدیک، بجانِ برابر، عالی و دودمانِ والا گھر
نواب ضیا الدین احمد خان بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ !

(ج) خاتمہ الطبع کے طور پر یہ جملہ ہے ”تمت تمام شد۔“

(د) جنابِ عرشی مرحوم دیوانِ غالب اُردو (پہلی بار ۱۹۵۸ء ص ۹۷ دیباچہ) میں دوسرے ایڈیشن (۱۸۴۷ء) کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”تیر کی تقریظ میں تاریخ ۱۲۵۲ھ ہی ہے مگر اشعار کی تعداد ایک ہزار دیک
صد و اندہ بنا دی گئی ہے گویا چھ برس کے اندر میرزا صاحب نے اُردو کے کل چودہ
شعر کہے تھے جو اس نسخے میں بڑھا دیے گئے۔ دونوں ایڈیشنوں (پہلے اور
دوسرے) کے مقابلے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نواب تھیں حسین خاں کی مدد
غزل کا اضافہ ہوا ہے جس کے ۱۲ اشعار ہیں۔“

اس سے پہلے ص ۹۶ پر عرشی صاحب کہہ چکے ہیں کہ پہلے ایڈیشن میں کل ۹۸ یا ۱۰۳ شعر جو
دوبار چھپ گئے ہیں کم کر کے ۹۵ اشعار ہیں۔ اسی طرح دوسرے ایڈیشن میں (۱۲۴+۹۸) یا
۱۱۱۲ یا (۱۲۴+۹۵) ۱۱۰۹ ہوئے۔

پھر اسی دیوان کی اشاعت دوم (۱۹۸۲ء ص ۱۳۲ مقدمہ) میں وہی بات دہراتے
ہیں۔ صرف یہ ترتیم کرتے ہیں کہ ”چودہ شعر“ کی جگہ ”سولہ شعر“ بنا دیتے ہیں جس کا سبب
بیسی روٹی والا دود شعر کا قطعہ ہے جو پہلے ان سے گنتی میں چھوٹ گیا تھا۔ پہلے ایڈیشن
کے اشعار کے شمار میں جو سہ سو گویا تھا وہ بھی دیباچے کے ص ۱۳۱ پر درست کر لیا گیا
ہے۔ اب شعر ۹۶ یا (۳ شعر کم کر کے) ۱۰۳ دیے گئے ہیں جو قطعی درست
ہے۔ مگر عرشی صاحب کی اس ترتیم کے باوجود دوسرے ایڈیشن میں اب بھی تعداد
اشعار وہی رہی یعنی (۱۲۴+۹۶) یا ۱۱۱۲ یا (۱۲۴+۹۳) ۱۱۰۹ اشعار۔

جناب مالک رام بھی دیوانِ غالب (تاریخ اشاعت فروری ۱۹۶۹ء) کے ص ۷
پر ’تعارف‘ میں دوسرے ایڈیشن کی تعداد اشعار ۱۱۱۱ بتاتے ہیں۔ پھر دیوانِ غالب صدی
ایڈیشن (جو ظاہر ہے ۱۹۶۹ء ہی کی تالیف ہے) کے ص ۱۹ پر رقم طراز ہیں۔

”اس نسخے میں (۱۱۱۱) شعر ہیں، یعنی طبعِ اول سے ۱۶ زیادہ : ایک تو وہی

بیسی روٹی والا دود شعر کا قطعہ ہے۔ دوسری ”جاں کے لیے“ کی زمین کی آخری

غزل، جس میں نواب تھیں حسین خاں کی مدد کا قطعہ ہوتا ہے۔ اس میں چودہ شعر

ہیں۔“

اس سے پہلے ص ۱۶ پر جناب مالک رام بھی پہلے ایڈیشن میں (۱۰۹۸-۳) ۱۰۹۵ اشعار ہی
بتاتے ہیں۔ اس طرح اس تعداد میں ۱۶ اشعار کا اضافہ کر کے میزان (۱۱۱۱) ہو جاتی ہے۔
۱۹۸۵ء میں بھی جناب مالک رام ”گفتارِ غالب“ (ص ۱۶ اور ص ۱۶۹) میں یہی بات
دہراتے ہیں۔

عرشی صاحب نے دیوانِ غالب کی دونوں اشاعتوں میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ دیوانِ
غالب کے ۱۸۴۱ء اور ۱۸۴۷ء کے ایڈیشنوں کے مقابلے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ
دوسرے ایڈیشن (۱۸۴۷ء) کی تعداد اشعار ۱۱۱۲ یا ۱۱۰۹ ہے۔ یعنی پہلے ایڈیشن کے تمام
کے تمام ۱۰۹۶ یا ۱۱۰۳ اشعار اور ۶ مزید اشعار مل کر دوسرے ایڈیشن کا کل اثنا دہنتے
ہیں۔ وہ حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ ”چھ برس کے اندر میرزا صاحب نے اُردو کے کل
سولہ شعر کہے تھے۔“

عرشی صاحب معتبر ترین محققوں میں شمار کیے جاتے ہیں اس لیے جناب مالک رام
نے عرشی صاحب کے دعوے کو من و عن تسلیم کر لیا مگر حیرت اس بات پر ہے کہ عرشی
صاحب دونوں ایڈیشنوں کا مقابلہ کرنے میں اتنی بڑی چوک کیونکر کر گئے۔
اب حقیقتِ حال ملاحظہ فرمائیے۔

پہلے ایڈیشن کے کل شعر

۱۰۹۶

$$\frac{۳-}{۱۰۹۳}$$

کلکتہ کا تذکرہ... والے قطعے کے شعر جو سہواً دوبار چھپ گئے

یہ شعر پہلے ایڈیشن میں ہیں مگر دوسرے میں نہیں

۳۔ دل میں ہے یار کی صفت مرگاں سے روکشی

حال آنکہ طاقت غلش خار بھی نہیں (ص ۴۹)

۴۔ بے چارہ کتنی دور سے آیا ہے شیخ جی

کعبے میں کیوں دبائیں نہ ہم برہمن کے پالو (ص ۵۳)

گویا دوسرے ایڈیشن میں پہلے ایڈیشن کے ۱۰۹۶ نہیں بلکہ ۱۰۹۱ اشعار ضم ہوئے۔

اب دیکھا چاہیے کہ دوسرے ایڈیشن میں نئے شعر کتنے لیے گئے۔

۲

۱۔ قطعہ ۳ نہ پوچھ اس کی حقیقت... بیسن کی روغنی روٹی

۱۴

۲۔ غزل ۳ دیدار من ہے بیدار دوست جاں کے لیے

۹

۳۔ " ۳ کی وفا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں

۱۲

۴۔ " ۳ ہم پر جفا سے ترک وفا کا گماں نہیں

۱۳

۵۔ " ۳ ملتی ہے توے یار سے نار التہاب میں

۱۱

۶۔ " ۳ کل کے لیے کرا آج نہ خست شراب میں

۷۔ پہلا ایڈیشن ص ۲۵۔ غزل میں ایک شعر کا اضافہ ہوا

۸۔ " ۳ مجاہد کیا ہے میں ضامن ادھر دیکھ

۱

۹۔ " ۳ شہیدانِ ننگہ کا خوں بہا کیسا

۱۰۔ پہلا ایڈیشن ص ۲۹۔ غزل میں ایک شعر کا اضافہ

۱۱۔ " ۳ خوں ہے دل خاک میں احوالِ بتاں پر یعنی

۱

۱۲۔ " ۳ ان کے ناخن ہوئے محتاجِ ضایرے بعد

۱۳۔ یہ شعر دیوان میں بڑھایا گیا ہے

سیاہی جیسے گرجا ہے دم تحریر کا غنڈہ پر

مری قسمت میں یوں تصویر ہے شہناہ ہجران کی

(دوسرے ایڈیشن میں سہواً ہجران کی جگہ بیاں چھپ گیا ہے)

۱۔ پہلا ایڈیشن ص ۹۵۔ " منتخب قصیدہ منقبت علی مرتضیٰ

علیہ السلام " اس سے ۳ شعر حذف کر دیئے گئے تھے اب وہ

دوسرے ایڈیشن میں بحال کر دیئے گئے ہیں۔ محذوف اشعار

کے شروع کے لفظ یہ ہیں (۱) ادہ شہنشاہ (۲) ملک العرش (۳) سبزوہ جن

$$\frac{۳-}{۴۷}$$

۴۷

میزان اشعار نو جو داخل دیوان ہوئے

میزان اشعار (پہلا ایڈیشن)

۱۰۹۱

۱۱۵۸

دیوان غالب (دوسرا ایڈیشن) کے کل اشعار

(۳)

(ا) یہ ایڈیشن (تیسرا) "در مطبع احمدی باہتمام اموجان طبع" ہوا تھا۔ دیباچے میں کوئی ترمیم نہیں۔

(ب) تقریباً ۱۲۷۱ھ کو دیا گیا ہے اور تعداد اشعار ۱۶۹۵ لکھی گئی ہے حالانکہ صحیح تعداد ۱۷۹۶ ہے تفصیل آگے آئے گی۔

(ج) تقریباً ۱۷۹۶ھ کے بعد نواب ضیا الدین احمد خاں (جنہیں اس دیوان میں کم از کم دوبار نواب محمد ضیا الدین خاں لکھا ہے) کا "قطعہ تاریخ الطبائع دیوان" ہے۔

ہوا ہے حضرت غالب کا مطلق دیوان صلائے فیق بگویندگانِ ریختہ ہے

بہی کتاب ہے جس میں کہ داستاوانہ بیانِ ریختہ ہے اور زبانِ ریختہ ہے

بنائے ریختہ استاد ہی نے ڈالی ہے اسی سے قایم اساسِ جہانِ ریختہ ہے

زمین شعریں اترا ہے لشکرِ ابیات
سو یہ رسالہ نامی نشانِ ریختہ ہے
نہیں ریختہ ایک اور دوسری تاریخ
نہیں نیز درخشاں بیانِ ریختہ ہے

ایک اور قطعہ تاریخ درج ہے جو مرزا یوسف علی خاں عزیز شاگردِ غالب کا
طبع زاد ہے

سرورِ یمن فضل محمد حسین خاں
کہتے ہیں شعرِ خوب سمجھتے ہیں شعرِ خوب
چھاپا اُنھوں نے حضرت غالب کی کتابت
غالب کا میرزا اسد اللہ خاں ہے نام
نکھی عزیزِ خستہ نے تاریخِ انطباع
ہیں رونق بہارِ گلستانِ ریختہ
تختِ تخلص اور زبانِ دانِ ریختہ
وہ کلیات جس سے بڑھے شانِ ریختہ
ہے واقعی وہ شیرِ نستانِ ریختہ
حاصل کے سر کو کاٹ کے دیوانِ ریختہ

عبارتِ خاتمہ دیوان : ”واو کا طالب غالب گوارش کرتا ہے کہ یہ دیوانِ اردو
تیسری بار چھاپا گیا ہے۔ مخلص و داد آئین میر تقی الدین کی کارفرمائی اور خان صاحب الطاف
نشان محمد حسین خاں کی دانائی مقتضی اس کی ہوئی کہ دس جزو کا رسالہ ساڑھے پانچ جزو
میں منطبق ہوا۔ اگرچہ یہ الطباع میری خواہش سے نہیں، لیکن ہر کاپی میری نظر سے گزرتی رہی
ہے اور اغلاط کی تصحیح ہوتی رہی ہے۔ یقین ہے کہ کسی جگہ حرفِ غلط نہ رہا ہو۔ مگر ہاں
ایک لفظ میری منطق کے خلاف نہ ایک جگہ بلکہ سو جگہ چھاپا گیا ہے۔ کہاں تک بدلتا ؟
”اچار جا بجا یونہی چھوڑ دیا۔ یعنی ”کسو“ بکات مکسور حسین منعم و داد معروف۔ میں یہ
نہیں کہتا کہ یہ لفظ صحیح نہیں۔ البتہ فصیح نہیں۔ قافیہ کی رعایت سے اگر لکھا جائے تو غیب
نہیں، ورنہ فصیح بلکہ افصح کسی ہے۔ واو کی جگہ اے تختانی۔ میرے دیوان میں ایک جگہ
قافیہ ”کسو“ بہ واو سے اور سب جگہ ”کسی“ پر یا اے تختانی ہے۔ اس کا اظہار ضرور تھا۔ کوئی
یہ نہ کہے کہ یہ کیا آشفقتہ بیانی ہے ؟ اللہ بس ماسوائے ہوس۔“

اگے یہ عبارت درج ہے۔
”مطبع احمدی میں واقع دہسای اموجان کے اہتمام سے بیسویں

محرم الحرام ۱۲۷۸ ہجری کو مطبوع ہوا۔“

(د) معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۳-۵۴ء) میں جب غالب نے اپنے دیوان کے
تیسرے ایڈیشن کے لیے سوڈہ تیار کیا تو جیسا کہ تقریظ میں لکھا گیا، مندرجہ اشعار کی
تعداد ۱۶۹۰ اور چند تھی۔ پھر جب اُنھوں نے ۱۲۷۱ھ (۲۴ ستمبر ۱۸۵۴ء) ۱۳ ستمبر
۱۸۵۵ء) میں یا اُس کے کچھ عرصے بعد اپنا دیوان نواب یوسف علی خاں ناظم دلی
رام پور کو تحفے میں بھیجا تو اس میں ۱۷۹۵ اشعار درج کیے گویا ۱۱۰ اشعار کا اضافہ
کیا۔ (کیونکہ قرآن سے پتا چلتا ہے کہ ۱۱۶۹۰ اور چند سے مراد ۱۱۶۹۱ اشعار تھی)۔
جب اسی دیوان کی نقل لے کر اور اس میں ذیل کا شعر

مقطع سلسلہ شوق نہیں ہے یہ شہر

عزیز سیرِ بخت و طوفِ حرم ہے ہم کو

اضافہ کر کے اسے آخر جولائی ۱۸۶۱ء کو مطبع احمدی دہلی سے چھپوایا تو اس میں تعدادِ اشعار
۱۷۹۶ ہو گئی۔ یہ تمام اشعار ۱۸۵۷ء سے پہلے کے کہے ہوئے ہیں اور جو اشعار ۱۶۹۰
اور چند کی تعداد کی تحت میں آتے ہیں وہ تقریباً ۱۸۵۴ء کے وسط تک کہے جا چکے تھے۔
لہذا اضافہ (جو میری دانست میں، مندرجہ بالا ایک شعر کے علاوہ ۱۱۰ اشعار کا ہے) ذیل
کے کلام پر مبنی ہے جو تمام کا تمام ۱۸۵۵ء کا کہا ہوا ہے :

قطرہ	لے شہنشاہِ آسمان	۳۰ شعر
”	نصرت الملک بہادر	”
”	ہے چار شبنہ	”
”	سہل تھا سہل	”
”	سہل گیم ہوں	”
”	”	”

قطرہ	گو ایک بادشاہ	۲ شعر
مثنوی	ہاں، دل درو مند	۳۳
رباعی	ان سیم کے بیچوں	۲
غزل	اعتقاد نہیں (تانیہ ردیف)	۴
"	کشت کو (" ")	۴
"	ہزار آئی (" ")	۴
"	شہر پار کی (" ")	۳

میزان ۱۰۳ شعر

تقریباً بیس سال تقریباً ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ء) کر دیا ہے مگر تعداد اشعار وہی "یکم تراد شش و ولود و پنج و اند" (پنج، اضافہ کاتب ہے) لکھی نہ گئی جو حقیقت میں ۱۷۹۵ = ۱ + ۱۷۹۵ ہے۔ (۲)

- (۱) یہ ایڈیشن (چوتھا) "مطبع نظامی واقع کانپور" میں چھپا۔ دیباچے میں کوئی ترمیم نہیں۔
 (ب) اس میں نواب ضیا الدین احمد خاں کی لکھی ہوئی تقریظ شامل نہیں۔
 (ج) خاتمہ الطبع کی عبارت یہ ہے۔

"بخدمت ارباب سخن عزیز کرتا ہے۔ امیدوار رحمت و غفران محمد عبدالرحمن بن حاجی محمد روشن خان طیب اللہ شاہ کہ اس سے پہلے دیوان بلاغت نشان جناب نواب اسد اللہ خاں غالب کا دہلی میں چھپا لیکن بسبب سہو و تسلیان کے بعض مقام میں تغیر و تبدل ہوا۔ اس لیے جناب مجمع لطیف بیکراں محمد حسین خاں صاحب دہلوی نے بعد نظر ثانی اور تصحیح جناب مصنف کی ایک نسخہ میرے پاس بھیجا۔ میں نے بافضال ایز دی مطابق اس نسخہ کے شہر ذی حجہ ۱۲۷۸ھ ہجری مطبع نظامی واقع شہر کانپور میں صحت تمام اور درست کمال سے چھاپا امید کہ جب ناظرین اس کے مطالعہ سے

حلاوت سخن کی پائیں مہتمم کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ فقط " پھر خواجہ طالب حسین طالب کے قطعہ تاریخ اور مالکان مطبع کے دستخط اور مہر دیوان ختم ہوتا ہے۔ قطعہ تاریخ یہ ہے۔

کیا ہی دیوان چھپا غالب کا دیکھ کر سب نے کہا خوب ہے یہ بس کہ ہر ایک کو مرغوب ہوا ٹھہری تاریخ کہ مرغوب ہے یہ

۱۲۷۸ھ

(د) اس ایڈیشن میں سب ایڈیشنوں سے زیادہ شعر ہیں یعنی ۱۸۰۲ اشعار۔ میں نے ابھی ۱۹۸۷ء میں اس کا عکسی ایڈیشن ایک دنا حتی پیش لفظ کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ (۵)

(۱) اس ایڈیشن (پانچویں) کے سرورق کی عبارت یہ ہے۔

المسلم قوۃ

دیوان غالب

مطبع مفید خلافت اگرہ میں اہتمام سے منشی شیونارائن کے چھپا

(ب) دیباچہ مثل سابق ہے

(ج) تقریباً بیس کوئی دو تبدل نہیں۔ تعداد اشعار "یک ہزار و مئید و ولود و اند بتائی گئی ہے۔ سال تصنیف تقریباً ۱۲۷۱ھ ہے۔

(د) خاتمہ الطبع نثارو۔

(۵) صحیح تعداد اشعار ۱۷۹۵ ہے۔

غالب کی زندگی میں شائع ہونے والے یہ پانچویں ایڈیشن میرے کتب خانے میں موجود ہیں۔ ان کی حالت اطمینان بخش ہے مگر بعض مقامات و یک چاٹ گئی ہے اور بعض اوراق کے کچھ حصے خالص ہو چکے ہیں۔ اس لیے گزارش ہے کہ اگر کوئی صاحب میری دی ہوئی معلومات پورے طور پر مطمئن نہ ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مطلوبہ معلومات میری دسترس سے باہر ہیں۔

ہوئے۔ بعد ازیں ۱۷۷۱ء عرب شاہ عالم نے دہلی کی طرف کوچ کیا تو نجف خاں کو بھی الہ آباد سے فوج کا سردار بنا کر اپنے ساتھ لے کر لیا۔ یہیں سے عہد نجف خانی شروع ہوتا ہے اور انھی دنوں میں قوتان بیگ خاں نے نجف خاں کی ملازمت قبول کی۔ بعد میں مستعفی ہو کر مہاراجہ جے پور کے یہاں نوکری۔ اگرے میں قیام

۵۹-۱۷۵۸ء قتل کی ولادت شاہجہان آباد میں

۱۷۹۳ء (قیاساً) غالب کے دادا میرزا قوتان بیگ خاں کی شادی

۱۷۶۵ء (قیاساً) غالب کے والد عبداللہ بیگ خاں کی دہلی میں ولادت

۱۷۶۷ء غالب کے چچا نصر اللہ بیگ خاں، دادا چچاؤں (نام نامعلوم) اور تین بھوپھیوں کی ولادت، اندازہ ہے کہ انھی بارہ تیرہ سالوں میں ہوئی ہوگی۔ ۱۷۸۰ء

۱۷۸۲ء (۶ اپریل) ذوالفقار الدولہ نجف خاں کا انتقال ۵۴ سال کی عمر میں

۱۷۸۸ء میرزا قوتان بیگ خاں کا انتقال (قبل از ۲ جولائی)

۱۷۹۳ء (تقریباً) عبداللہ بیگ خاں (غالب کے والد) کی شادی

توقیت غالب

۱۷۳۰ء غالب کے دادا میرزا قوتان بیگ خاں کی سمرقند میں ولادت (قیاساً)

۱۷۳۶ء غالب کی وادی کی ولادت۔ مقام ولادت نامعلوم

۵۳-۱۷۵۲ء میرزا قوتان بیگ خاں، غالب کے دادا، کی سمرقند سے ہندوستان میں آمد، احمد شاہ ابدالی کے تیسرے حملے (دسمبر ۱۷۵۱ء تا مارچ ۱۷۵۲ء) کے بعد اور معین الملک کی وفات ۳ نومبر ۱۷۵۳ء سے پہلے۔ وسط ۱۷۵۵ء تک لاہور میں رہے۔ عالمگیر ثانی کے عہد میں، جو ۲ جون ۱۷۵۴ء سے شروع ہوتا ہے، دہلی پہنچے۔ چندے تلاشِ معاش میں سرگرداں رہے۔ پھر شاہ عالم کی شہزادگی کے عہد میں جو ۲۲ اپریل ۱۷۵۶ء سے شروع ہوتا ہے، شاہی ملازم

۱۷۹۵ء (تقریباً)

غالب کی بہن چھوٹی خانم کی ولادت

۱۷۹۷ء (۲۷ دسمبر)

(محمد) اسد اللہ بیگ (بیگ) خان (غالب) کی آگرے میں ولادت
(توقان بیگ خان کے بڑے بیٹے عبداللہ بیگ خان کا
نکاح آگرے کے ایک امیر فوجی افسر خواجہ غلام حسین خان کی
بیٹی عزت النساء بیگم سے ہوا۔ عبداللہ بیگ خان اور
عزت النساء بیگم، محمد اسد اللہ بیگ خان (غالب) کے
والدین تھے)

۱۷۹۹ء اواخر

یوسف علی بیگ خان (یعنی مرزا یوسف، غالب کے چھوٹے
بھائی) کی ولادت (۱۲۱۳ھ، ۵ جون ۱۷۹۹ء سے شروع
ہوتا ہے)

۱۸۰۲ء

سال ولادت لاڈویگم زوجہ مرزا یوسف

۱۸۰۲ء

میرزا عبداللہ بیگ خان (غالب کے والد) کا ریاست اور
کی ملازمت میں انتقال ہے

کافی بود مشاہدہ، شاہ ضرورت نیست

در خاک راج گرھ پدرم راجو مزار (غالب)

اسد اللہ بیگ خان (غالب) اور ان کے خاندان کا نصر اللہ
بیگ خان (عبداللہ بیگ خان کے برادرِ خرد) کی سرپرستی میں
آنا (نصر اللہ بیگ خان مرہٹوں کی طرف سے آگرے کے قلعہ دار
تھے۔ ۱۸۰۳ء میں انہوں نے قلعہ لارڈ لیک کے حوالے کر دیا۔

اس پر وہ انگریزی فوج میں سترہ سو روپے ماہوار شاہرے
پر چار سو سواروں کے رسالدار مقرر ہو گئے)

۱۸۰۳ء (۱۸ اکتوبر)

آگرے پر انگریزوں کا قبضہ

۱۸۰۴ء (۹ اپریل)

نصر اللہ بیگ خان کا ہاتھی سے گر کر زخمی ہونا اور انتقال
(ذواب احمد بخش خان، والی فیروز پور بھر کا ولہارو کی ہمیشہ
نصر اللہ بیگ خان کے عقد نکاح میں تھی)

۱۸۰۴ء (۴ مئی)

احمد بخش خان کی سفارش پر انگریزوں کی طرف سے نصر اللہ
بیگ خان کے پس ماندگان کا وظیفہ دس ہزار روپیہ (پہلا شقہ)
(اس وظیفے میں نصر اللہ بیگ خان کی والدہ، تین بہنیں
اسد اللہ بیگ خان یعنی غالب اور ان کے چھوٹے بھائی
یوسف علی بیگ خان حصہ دار تھے)

۱۸۰۴ء (۷ جون)

وظیفہ کی رقم دس ہزار سے گھٹا کر پانچ ہزار سالانہ کر دی گئی۔
(دوسرا شقہ) غالب کا حصہ ساڑھے سات سو روپے سالانہ
(اس شقہ کی رو سے ایک شخص خواجہ حاجی بھی اس وظیفے میں
دو ہزار سالانہ کا حصہ دار قرار دیا گیا تھا)

۱۸۰۴ء (۲۸ نومبر)

جلال الدین شاہ عالم ثانی کا انتقال،
معین الدین اکبر شاہ ثانی کی تخت نشینی

غالب کی دادی کا انتقال

۱۸۰۶ء

(غالب کے عمری دعوے سے پتا چلتا ہے کہ ۱۸۰۶ء میں ان کی دادی زندہ تھی اور جب ۱۸۲۵ء میں خواجہ حاجی فوت ہوئے تو اس سے پہلے ان کی دادی کا انتقال ہو چکا تھا۔ غالباً ۱۸۲۵ء سے بہت پہلے)

شعر گوئی کا آغاز۔ اسد تخلص

۱۸۰۷-۱۸۰۸ء

چونکہ لوگ ایک اور شاعر میرا نامی اسد تخلص کا نام غالب (اسد) سے منسوب کرنے لگے تھے اس لیے اسد تخلص ترک کر کے (دلگ بھگ ۱۸۱۶ء میں) غالب تخلص رکھ لیا گیا۔ تاہم کبھی کبھی اسد تخلص بھی روارکھا

۱۸۱۰ء

قلندر بخش برات کی لکھنؤ میں وفات (۱۲۲۵ھ، ۶ فروری ۱۸۱۰ء سے شروع ہوتا ہے اور ۲۵ جنوری ۱۸۱۱ء کو ختم ہوتا ہے)

۱۸۱۰ء (تقریباً)

اسد اللہ بیگ خان (غالب) کی مولوی محمد معظم کے مکتب (ڈاگن) میں تعلیم۔ بحوالہ عیار الشعر از خوب چند ذکا، گلستان بے خزاں از قطب الدین باطن۔ بعد میں حالی وغیرہ

۱۸۱۰ء (۱۹ اگست)

الہی بخش خان معروف کی چھوٹی بیٹی امراؤ بیگم سے دلی میں نکاح ۷ رجب ۱۲۲۵ھ تاریخ نکاح حقیقت میں ۱۷ رجب ۱۲۲۵ء ہے الہی بخش خان، نواب احمد بخش خان کے چھوٹے بھائی تھے۔ نکاح

کے وقت غالب کی عمر تیرہ سال کی تھی اور امراؤ بیگم کی گیارہ سال کی۔ معروف کا نام مکمل دیوان چھپ چکا ہے۔ دیوان مطبوعہ کے علاوہ ایک مخطوطہ مکتوبہ ۱۲۴۶ھ بھی میرے کتب خانے میں ہے

میر تقی میر کی لکھنؤ میں وفات

۱۸۱۰ء (۲۰ ستمبر)

غالب کی دلی میں آمد اور مستقل سکونت

۱۸۱۲-۱۳ء

کسی بھی سال میں مرزا یوسف کی شادی

۱۸۱۲ء (۱۹ اگست تا

(یقینی دن، تاریخ اور مہینہ۔ دو شنبہ (دس شنبہ ۹) ۲۲ شعبان)

۱۸۱۷ء (۸ جولائی)

غالب کی پہلی مہر (۱۲۳۱ھ) غالب کی عمر ۱۸-۱۹ برس کی تھی یعنی ان کے عیش و نشاط کا زمانہ تھا۔

اسد اللہ خان عرف مرزا نوشہ
۱۲۳۱ھ

۱۸۱۵-۱۶ء

غالب کی دوسری مہر

دیہ دولوں مہر ایک ہی سال میں

بنوائی گئیں)

اسد اللہ الغالب
۱۲۳۱ھ

اس مہر کی بنا حضرت علی کا لقب ہے اور یہ بطور سبب ہے۔ شاید تبدیل تخلص کے وقت یہی سبب کام آیا اور اسی سال اسد کی جگہ غالب تخلص قرار پایا۔ (۱۲۳۱ھ، ۳ دسمبر ۱۸۱۵ء سے شروع ہوتا ہے)

غالب تخلص کا باقاعدہ استعمال ۱۸۱۶ء

۱۸۱۶ء (۱۱ جون) دیوان اردو بخط غالب کی کتابت کی تاریخ (۱۴ رجب
سہ شنبہ ۱۲۳۱ھ) ۹

۱۸۱۷ء (۱۹ مئی) انشاء کی لکھنؤ میں وفات

محمد اسد اللہ خاں

۵۱۲۳۸

۱۸۲۲-۲۳ غالب کی تیسری مہر

۱۸۲۳ء (۳ مئی) نواب احمد بخش خاں پر قاتلانہ حملہ

۱۸۲۴-۲۵ مصطفیٰ کی لکھنؤ میں وفات (۱۲ مہ ۲۴ اگست ۱۸۲۴ء سے
شروع ہوتا ہے)

۱۸۲۵ء خواجہ حاجی کا انتقال (انتقال شاید ۱۸۲۵ء کے شروع میں ہوا
ہوگا۔ ۲۸ اپریل ۱۸۲۸ء کی پنشن کی درخواست میں غالب نے
لکھا ہے کہ خواجہ حاجی کا انتقال تین برس ہوئے جذام کے
مرض سے ہوا)

۱۸۲۵ء (تقریباً جون) فیروز پور جھڑکا کا سفر۔ نواب احمد بخش خاں کی خدمت میں بسلسلہ
حق پنشن۔ یہ بات جنرل اختر لونی کے انتقال (۵ جولائی ۱۸۲۵ء)
سے کچھ پہلے کی ہے۔ ناکام واپس پلٹے

۱۸۲۵ء (شاید اکتوبر) میرزا یوسف (علی بیگ خان) کی شدید بیماری، دیوانگی کا آغاز

۱۸۲۵ء (۲۸ نومبر) نواب احمد بخش خاں کی معیت میں سرچارلس میککاف اور ان
کی فوجوں کے ساتھ بھرت پور کا سفر (اسے سفر کلکتہ کا آغاز کہہ سکتے
ہیں کیوں کہ اب کے بددلی سے نکلے تو پھر ۲۹ نومبر ۱۸۲۹ء ہی کو
سفر کلکتہ ختم کر کے واپس آ سکے۔ مقصد سرچارلس میککاف
سے ملنا تھا)

۱۸۲۵ء (بہار ۱۲۰۷) واپسی پر ایک لمبے عرصے تک فیروز پور جھڑکا میں نواب احمد
بخش خاں کے ساتھ قیام

۱۸۲۶ء فیروز پور ہی میں رُکے رہے کیوں کہ احمد بخش خاں یا الوریس
یا اپنے بیٹے شمس الدین خاں کی جانشینی وغیرہ کے معاملات میں
بیشتر فیروز پور سے باہری رہے۔ غالب باؤس ہو گئے

۱۸۲۶ء (اول اکتوبر) غالب کی فرسخ آباد کے راستے کان پور کو روانگی۔ قرض خواہوں
کے ڈر سے دہلی نہ گئے اس لیے فیروز پور ہی سے کلکتہ کے سفر
پر نکل کھڑے ہوئے

۱۸۲۶ء الہی بخش خاں معروف (غالب کے خسر) کا انتقال (انتقال ۱۲۳۲ھ
میں ہوا تھا جو ۶ اگست ۱۸۲۶ء سے شروع ہوتا ہے۔ گویا ۶ اگست
۱۸۲۶ء اور ۳ دسمبر ۱۸۲۶ء کے درمیان کسی وقت)

۱۸۳۶ء (۱۳ اکتوبر) نواب احمد بخش خان کی فیروز پور بھر کا اور لوہارو کی حکومت سے دستبرداری (احمد بخش خاں کے اس خیال کی ایک وجہ شاید اپنے چھوٹے بھائی معروف کی وفات بھی ہو) نواب شمس الدین احمد خان والی ریاست

۱۸۳۶-۲۷ء فارسی میں شہر کوئی کا باقاعدہ آغاز اس سے پہلے کا سرمایہ شعر فارسی ناقابل اعتناء اور مقدار میں بہت کم ہے۔ کل رعنا میں شامل فارسی انتخاب اس پر شاید ہے کہ ۱۸۲۸ء (۱۲۲۴ھ) تک ان کے پاس ۲۷ غزلوں سے زیادہ فارسی کلام نہ تھا اور وہ بھی اسی سفر کلکتہ کے دوران کہا گیا تھا۔ غالب کے قدیم ترین خط نسخے میں بھی اردو کا تو مکمل مرقوم دیوان ہے مگر فارسی کی صرف ۱۳ رباعیاں ہیں ۷

۱۸۳۷ء نواب احمد بخش خان کا انتقال۔ غالب کو یہ خبر سفر کلکتہ کے دوران میں مرشد آباد میں ملی (۲۳ ستمبر تا ۲۷ اکتوبر)

۱۸۳۸ء کلکتہ میں درود۔ اسی روز شملہ بازار (متصل چیت بازار) میں گروتالاب کے نزدیک مرزا علی سوداگر کی جہلی میں رہنے کو مکان مل گیا۔ غالب نے سہ شنبہ چارم شعبان (۱۲۴۳ھ) لکھا ہے۔ سہ شنبہ کو ۲ شعبان تھا جو ۱۹ فروری کے مطابق ہے۔ ۴ شعبان کو پنج شنبہ تھا جو مطابق ہے ۲۱ فروری کے ۷

۱۸۲۸ء (۲۸ اپریل) پنشن کے مقدمے کا آغاز

پنشن کی درخواست میں مذکور ہے کہ "میرا نام محمد اسد اللہ خاں ہے۔ اس کے سامنے وہ خط بنام تفتہ بھی دیکھے جس میں غالب نے لکھا ہے کہ وہ اب 'محمد' کا لفظ مبارک اپنے نام کے ساتھ اس لیے نہیں لگاتے کہ لوگوں نے لکھنا ترک کر دیا تھا۔ لہذا انھوں نے بھی موقوف کیا" ایضاً

غالب نے درخواست میں لکھا کہ آج ان پر بیس ہزار روپیہ قرض ہے ایضاً

۱۱ ستمبر) گل رعنا کی ترتیب و تدوین مکمل۔ اردو اور فارسی کلام کا یہ انتخاب انھوں نے اپنے کلکتہ کے ایک دست مولوی سراج الدین احمد کی فرمائش پر خود اپنے قلم سے کیا تھا

۱۸۳۹ء (۱۶ فروری) گورنر جنرل کے دربار میں شمولیت۔ نواب کبر علی خاں کے ساتھ دسویں نشست

۱۸۳۹ء (یکم اگست) پھر گورنر جنرل کے دربار میں شمولیت۔ معلوم ہوا کہ گورنر جنرل ہندوستان کے دورے پر نکلیں گے۔ غالب نے بھی واپس دہلی آنے کا ارادہ کر لیا

۱۸۲۹ء (۲۹ نومبر) چارپرس کی غیر حاضری کے بعد دلی واپس۔ سفر کلکتہ ختم

۱۸۳۰ء (۱۴ اگست) نظیر اکبر آبادی کی وفات

۱۸۳۰ء (۱۹ نومبر) راجارام موہن رائے کا سفر انگلستان۔ کپنی کے البیون (ALBION) نامی، بحری جہاز سے

۱۸۳۱ء (۲۴ جنوری) مقدمہ پنشن خارج

اس کے بعد وہ اپیل کرتے رہے۔ جس کا سلسلہ ۱۸۴۲ء تک رہا۔ لیکن ابتدائی فیصلہ قائم رہا۔

۱۸۳۲ء (تقریباً) شیفتہ کی غالب سے پہلے پہل جان پہچان

۱۸۳۳ء (۱۴ اپریل) دیوان متداول (اردو) کی تاریخ ترتیب

۱۸۳۳ء (۱۸ اکتوبر) شمس الدین خان کے داروغہ شکار کریم خاں کی اتیا میواتی کے ساتھ انگریزوں کے ایجنٹ ولیم فریزر کے قتل کے لیے دہلی میں آمد، تین مہینے دہلی میں رہا مگر ناکام لوٹا۔ پھر دہلی واپس آیا

۱۸۳۵ء (۲۲ مارچ) ولیم فریزر کا قتل۔ نواب شمس الدین احمد خاں کے داروغہ شکار کریم خاں کی گرفتاری

۱۸۳۵ء (۱۸ اپریل) نواب شمس الدین احمد خاں کی الزام قتل میں گرفتاری

۱۸۳۵ء (۲۹ اپریل) دیوان غالب فارسی، "مینجائے آرزو سر انجام" کے نام سے مرتب۔ یہ ترتیب ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۸۳۴ء تا ۲۹ اپریل ۱۸۳۵ء میں مکمل ہوئی

۱۸۳۵ء (۲۴ اگست) کریم خان کو بکرم قتل پھانسی کی سزا

۱۸۳۵ء (۸ اکتوبر) نواب شمس الدین احمد خاں کو بالزلام اعانت مجرمانہ پھانسی (اس پرفیروز پور جھڑکا علاقہ انگریزوں نے واپس لے لیا۔ اس کے بعد غالب کی پنشن، ساڑھے سات سو روپے سالانہ، ریاست لوہاروی جگہ انگریزی خزانے سے ادا ہونے لگی۔)

۱۸۳۵ء (۲۰ مارچ) تمام سرچارس مشکاف، ایکٹنگ گورنر جنرل

۱۸۳۴ء (۴ مارچ)

۱۸۳۷ء (مئی) جام جہاں نما کلکتہ بابت، جون ۱۸۳۷ء میں درج ہے کہ میرزا اسد اللہ خاں، یوسف خاں کی ملاقات کو جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں عدالت کے چیر اسی نے دو سو پچاس روپے کی ناش کی بابت جو میکفرسن صاحب نے کی تھی، انھیں گرفتار کر کے ناظر کے مکان میں قید کر دیا۔ چنانچہ نواب امین الدین خاں نے چار سو روپیہ مع اصل وصول کر کے رہا کر دیا۔ میکفرسن مشہور شراب فروش انگریز تھے

۱۸۳۷ء (۲۸ ستمبر) معین الدین اکبر شاہ ثانی کا انتقال

(۶ بجے شام)

۱۸۳۷ء (۲۹ ستمبر) سراج الدین بہادر شاہ ظفر کی تخت نشینی

(علی الصبح تین بجے)

۱۸۳۷ء (۲۰ نومبر) راج دربار سے فارسی زبان خارج کرنے کا حکم

۱۸۳۸ء (۱۵ اگست) تاج محل کھنڈ میں انتقال

۱۸۳۸ء شاہ نصیر کا حیدر آباد میں انتقال (۲۵ شعبان ۱۲۵۲ھ)

(۲۳ نومبر) ولادت ۱۱۷۲ھ مطابق ۱۷۶۹ء

۱۸۳۹ء (۲۷ جون) مہاراجہ رنجیت سنگھ کا انتقال

۱۸۴۰ء (۹) غالب کی والدہ کی علالت اور انتقال

(ایک فارسی تحریر کے پیش نظر وہ ۳۰ جنوری ۱۸۴۰ء تک زندہ تھیں)

ایضاً دلی کالج میں مدرس فارسی کے عہدے کی پیشکش اور غالب کا انکار

۱۸۴۰ء فروری حکیم احسن اللہ خاں کو خلعت چھ پارچہ کا، تین رقم جواہر معہ

خطاب عمدۃ الحکماء معتمد الملک حاذق الزمان حکیم احسن اللہ خاں بہادر ثابت جنگ مرحمت ہوا۔ حکیم مذکور بجائے حکیم

شرف الدین کے ۔۔۔۔۔ سرفراز ہوئے۔ (دہلی اردو اخبار

۲۳ فروری ۱۸۴۰ء)

۱۸۴۱ء غالب کی، گھر پر جوا خانے کے قیام میں، گرفتاری

(قبل از ۱۵ اگست) عدالت نے سو روپیہ جرمانہ کیا، عدم ادائی جرمانہ کی صورت

میں چار مہینہ قید۔ جرمانہ ادا کر دیا گیا)

۱۸۴۱ء (اکتوبر) دیوان اردو کا پہلا ایڈیشن (مطبع سید الاخبار، دہلی۔ اگرچہ

دیوان ۱۸۳۳ء میں مرتب ہو چکا تھا)

۱۸۴۲ء بہمدار ذالین براگورنر جنرل، غالب کو خلعت ہفت پارچہ اور

سہ رقم جواہر اعزاز

۱۸۴۲ء میر نظام الدین منون کا دہلی میں انتقال

۱۸۴۵ء دیوان (کلیات نظم) فارسی کا پہلا ایڈیشن (مطبع دار السلام دلی)

دیوان ۱۸۳۵ء میں مرتب ہو چکا تھا

۱۸۴۷ء زین العابدین خان عارف کے بڑے بیٹے، باقر علی خاں کا

سال ولادت

۱۸۴۷ء (۱۳ جنوری) آتش کاکھنڈ میں انتقال

۱۸۴۷ء (مئی) دیوان اردو کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت (مطبع دارالسلام دہلی)

۱۸۴۷ء (۲۵ مئی) گھر پر جو خانہ قائم کرنے کے الزام میں غالب کی دوبارہ گرفتاری فیصلے میں چھ ماہ قید یا مشقت اور دوسروں پر جبرانے کی سزا ہوئی۔ مشقت غالب پچاس روپے ادا کر کے معاف ہو گئی۔ صرف تین مہینے قید میں رہنے کے بعد رہا۔

۱۸۴۸ء (۹ مارچ) غالب کا پہلا اردو خط (بنام بنی بخش حقیر۔ اب ایک خط بنام لغتہ کو غالب کا پہلا اردو خط تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اس خط پر تاریخ درج نہیں مگر قیاس ہے کہ خط ۱۸۴۷ء کا لکھا ہوا ہے)

۱۸۴۹ء (۴ اگست) پنج آہنگ (فارسی) کا پہلا ایڈیشن (مطبع سلطانی، لال قلعہ دہلی)

۱۸۵۰ء زین العابدین خان عارف کے چھوٹے بیٹے، حسین علی خان کا سال ولادت

۱۸۵۰ء (۴ جولائی) تیموری خاندان کی تاریخ (مہر نمروز) لکھنے پر مقرر چھ پارچے اور تین رقم جواہر کا خلعت اور خطاب نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ عطا ہوا (تاریخ نویسی کی تنخواہ چھ سو روپیہ سالانہ مقرر ہوئی)

۱۸۵۰ء-۵۱ حافظ عبد الرحمن خان (حافظ جیو) احسان دہلوی کا دہلی میں انتقال۔ (۱۲۶۷ھ، ۶ نومبر ۱۸۵۰ء سے شروع ہوتا ہے)

۱۸۵۰ء-۵۱

غالب کی چوتھی مہر
خطاب بہادر شاہ ظفر نے
۲ جولائی ۱۸۵۰ء کو دیا،
جو ۲۳ شعبان ۱۲۶۷ھ

نجم الدولہ دبیر الملک احسان دہلوی
بہادر نظام جنگ
۱۲۶۷ھ

کے مطابق ہے۔ مہر ۱۲۶۷ھ میں بنوائی گئی، جو ۶ نومبر ۱۸۵۰ء سے شروع ہوتا ہے)

۱۸۵۲ء (اپریل) زین العابدین خان عارف (امراؤ بیگم کے بھائی) کی وفات (عارف اور پھر عارف کی والدہ بنیادی بیگم کی وفات کے بعد عارف کے دونوں لڑکوں کو امراؤ بیگم نے پالا، قبر مزار غالب کے قریب کونے میں ہے)

۱۸۵۲ء (۴ مئی) موتیں کا دہلی میں انتقال

۱۸۵۲ء (اگست) منشی شان بوت و ولایت کی اشاعت مولوی محمد سالم کی شکر کا غالب کا کیا ہوا منظوم ترجمہ بہادر شاہ ظفر کے حکم سے (جو ۱۲۶۸ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۸۵۲ء کو دیا گیا تھا) مطبع سلطانی سے چھپا تھا۔ اس کے کل صفحے ۱۱ ہیں۔ پہلے اس میں ۱۰ اشعار تھے جب اسے کلیات غالب (فارسی) میں شامل

کیا گیا تو اس کے آخری تین شعر نکال کر ۳۰ مزید شعروں کا
اضافہ کر دیا گیا۔ اس طرح اب اس کے ۱۲۸ شعر ہیں

۱۸۵۲-۵۳

غالب کی پانچویں مہر
(غالب حضرت علی کو
مشکل کشا مانتے تھے

یا اسد اللہ غالب
۱۲۶۹ھ

شاید یہ مہر ان کے سقیم حالات کی نشاندہی کرتی ہے۔ ۱۲۶۹ھ
۱۵ اکتوبر ۱۸۵۲ء سے شروع ہوتا ہے)

۱۸۵۳ء (اپریل)

بینچ آہنگ کا دوسرا ایڈیشن (مطبع دارالسلام، دہلی)

۱۸۵۳ء (۲۰ دسمبر)

غالب کی بڑی اور آخری پھوپھی کا انتقال
و اس پھوپھی کی وفات کے ساتھ، قرقان بیگ خاں کی
مقبلی اولاد (بیٹے، بیٹیوں) کا خاتمہ ہو گیا

۱۸۵۴ء

حالی پہلی مرتبہ دہلی آئے۔ بھر ۱۸-۱۷ برس۔
ڈیرٹھ برس کے بعد اواخر ۱۸۵۵ء میں واپس پانی پت۔
سال بھر حصار میں ملازمت کی

۱۸۵۴ء (اکتوبر)

غلام حسین خاں مسرور (زین العابدین خان عارف
کے والد اور غالب کے ہم زلف) کا انتقال

۱۸۵۴ء (۱۵ اکتوبر) شیخ محمد ابراہیم ذوق (استاد ظفر) کا انتقال
(بعد از انتقال ذوق، غالب استاد ظفر مقرر ہوئے)

۱۸۵۴-۵۵

مہر نیروز کی طباعت و اشاعت (فخر المطابع، دہلی)۔ ۱۲۷۱ھ
۲۴ ستمبر ۱۸۵۴ء سے شروع ہوتا ہے
(یہ اسی سال میں کم از کم تین بار چھپی۔ یہ سب ایڈیشن جو پہلا
ایڈیشن ہی کہلاتے ہیں۔ میرے کتب خانے میں موجود ہیں)

۱۸۵۵ء (۴ جون) بنیادی بیگم (امراؤ بیگم کی بڑی بہن اور والدہ عارف) کا انتقال

۱۸۵۶ء

قادر نامہ کی اشاعت اول (مطبع سلطان، مال قلعہ دہلی)۔ ۱۲۷۲ھ
(ازم اسبختا ۳۱ دسمبر)
(یہ نظم غالب نے عارف کے دونوں بچوں کو فارسی اور اردو
پڑھانے کے لیے کہی تھی)

۱۸۵۶ء (۷ فروری) الحاقی اودھ (۳ مارچ ۱۸۵۶ء کو واجد علی شاہ کھنوسے
کلکتہ چلے گئے)

۱۸۵۶ء (۱۰ جولائی) غلام فخر الدین عرف مرزا فخر (ولی عہد بہادر شاہ ظفر)
کا انتقال

۱۸۵۷ء (۲۸ جنوری) غالب نے مولانا فضل حق خیر آبادی کی تحریک پر والی رام پور
نواب محمد یوسف علی خاں کی خدمت میں قصیدہ بھیجا

۱۸۵۷ء (۵ فروری) غالب کا تقریر بطور استادِ لڑا ب یوسف علی خان ناظمِ دلی رام پور

۱۸۵۷ء (مارچ، اپریل) غالب کے رازدارانہ خطوط بنام دلی رام پور
(قوی گمان ہے کہ یہ سیاسی امور پر مشتمل تھے۔ اس لیے
غالب کی ہدایت پر یہ خطوط ضائع کر دیے گئے)

۱۸۵۷ء (۱۰ مئی) سنہ اٹھارہ سو ستاون کے ہنگامے (غدر کا میرٹھ سے آغاز

۱۸۵۷ء (۱۱ مئی) دیسی فوج (تلنگوں) کا دہلی میں داخلہ: انگریزی تسلط کا
خاتمہ، دیسی اقتدار کا قیام: غالب کی قلعہ کی تنخواہ اور
انگریزی پنشن بند

۱۸۵۷ء (۲۰ ستمبر) انگریزوں کی فتح اور دہلی پر دوبارہ قبضہ

۱۸۵۷ء (ستمبر) غدر کے بعد دہلی پر دوبارہ انگریزی قبضے کے دوران میں امام
بخش صہبائی انگریزوں کی گولی کا نشانہ بنے

۱۸۵۷ء (۱۹-۱۸ اکتوبر) میرزا یوسف (علی بیگ خان برادرِ غالب) کی وفات (وہ
انگریزی فوج کی گولی کا نشانہ بنے تھے، اگرچہ غالب نے مصلحتاً
لکھا ہے کہ وفات بخار سے ہوئی)

۱۸۵۸ء (نومبر) دستبنو کی اشاعتِ اول (مطبع مفیدِ خلائق، آگرہ)

۱۸۵۹ء ۱۸۵۹ء (۱۸ جون) سکے کا الزام۔ خط بنام حسین مرزا۔ نوشتہ ۱۸ جون ۱۸۵۹ء

دگوری شنکر مخبر نے سکے کی رپورٹ منسوب بہ غالب
۱۹ جولائی ۱۸۵۷ء ہی کو انگریزوں کو پہنچادی تھی)

۱۸۵۹ء (۱۰ جولائی) دلی رام پور سے مستقل وظیفے کی درخواست اور اسی مہینے سے
سورپے ہا سوار بطورِ وظیفہ مقرر

۱۸۶۰ء (جنوری) گورنر جنرل یکم جنوری ۱۸۶۰ء کو دہلی آئے تھے۔ کچھ دنوں بعد

ای غالب ان سے ملنے ان کی قیام گاہ پر گئے ہوں گے۔
جواب ملا کہ "فرصت نہیں" اور کہ تم "باغیوں سے اخلاص رکھتے
تھے" یہ سلوک سکے کے الزام کی وجہ سے تھا۔ درحقیقت یہ سکے
حافظ ویران شاگردِ ذوق کا کہا ہوا تھا جو صادق الاخبار کے
۱۳ ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ (مطابق ۴ جولائی ۱۸۵۷ء) کے شمارے
میں شائع ہوا تھا۔ گوری شنکر مخبر کو ویران کی جگہ غالب کا
نام یاد رہ گیا

۱۸۶۰ء (۱۹ جنوری) رام پور کا پہلا سفر (۲۷ جنوری کو رام پور پہنچے)

۱۸۶۰ء (۲۴ مارچ) رام پور سے واپسی (۱۷ مارچ کو رام پور سے روانہ ہوئے تھے)

۱۸۶۰ء (مئی) انگریزی پنشن کا دوبارہ اجراء
دین برس کا بقایا ساڑھے سات سو سالانہ کے حساب سے

۲۲۵۰ روپے وصول ہوا

۱۸۹۱ء (۲۹ جولائی) دیوان اردو کاتیسرا ایڈیشن (مطبع احمدی، دہلی)

۱۸۹۱ء (۱۹ اگست) مولانا فضل حق خیر آبادی کا جزیرہ انڈیان میں انتقال

۱۸۹۱-۹۲ء

غالب کی چھٹی مہر

(یہاں سے غالب کی زندگی کا انتہائی شہرت کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ یہ مختصر علم ان کی آٹا کا نقطہ عروج ہے۔ سات سال بعد ان کا انتقال ہوا۔ یہ ان کی آخری مہر تھی گویا ان کی آٹا کا مظاہرہ ان کے انتقال تک پوری آب و تاب کے ساتھ جاری رہا۔

(۱۲۷۸ھ، ۱۰ جولائی ۱۸۹۱ء سے شروع ہوتا ہے)

قانع برہان کی طبع اول (مطبع نذکشتور، لکھنؤ)

۱۸۹۲ء

۱۸۹۲ء (۲ مارچ) انگریزی درباروں میں کرسی نشینی اور خلعت کے اعزاز کا دوبارہ اجراء

۱۸۹۲ء (جون) دیوان اردو کا چوتھا ایڈیشن (مطبع نظامی، کان پور)

۱۸۹۲ء (دیکم اکتوبر) لاڈو بیگم بیوہ مرزا یوسف کی حکومت سے درخواست گزارے کے لیے

۱۸۹۳ء (مئی جون) دیوان فارسی دکیات نظم فارسی کا دوسرا ایڈیشن (مطبع نذکشتور، لکھنؤ)

۱۸۹۳ء (بعد از جون) دیوان اردو کی پانچویں اور آخری اشاعت (مطبع مفید خلائق، آگرہ)

۱۸۹۳ء (جولائی) یکم اکتوبر ۱۸۹۲ء سے ۲۰ روپے مہینہ، خیراتی پنشن بنام لاڈو بیگم زوجہ مرزا یوسف مرحوم، جاری

۱۸۹۴ء مثنوی ابرگہر بار کی اشاعت (اکمل المطابع، دلی) دین مثنوی کلیات نظم میں شامل تھی، لیکن اب الگ سے شائع ہوئی

۱۸۹۴ء قانع برہان کے جواب میں محرق قانع برہان مصنفہ سید سعادت علی کی اشاعت (مطبع احمدی، دلی)

۱۸۹۴ء قائد نامہ کی دوسری اشاعت (مبیس پریس، دلی)

۱۸۹۴ء سر جان لارنس، گورنر جنرل

۱۸۹۴ء لطائف غیبی (الکرچہ نام میاں داد خان سیاح کا ہے مگر اس کے اصل مصنف غالب ہی ہیں)

۱۸۹۴ء انتخاب غالب کی ترتیب (مزید کوائف ۱۸۹۴ء کے تحت دیکھیے)

سوالا عبد الحکیم از عبد الحکیم کی اشاعت - اکل المطابع، دہلی۔
(دوسرے کے نام سے شائع ہوئی لیکن یہ بھی غالب کی اپنی تصنیف ہے)

۶۱۸۴۵

دافع بزیان مصنفہ سید محمد نجف علی جھجھری کی اشاعت

۶۱۸۴۵

سایع برہان از مرزا رحیم بیگ رحیم میٹھی کی اشاعت

۶۱۸۴۵

غالب نے حکومت سے تین مطالبے کیے کہ انھیں شاعر دربار مقرر کیا جائے، پہلے سے اونچی جگہ ملے اور دستبنو حکومت اپنے توجہ پر شائع کرے۔ حکم ہوا کہ تحقیقات کی جائے کہ غدر میں غالب کا رویہ کیا تھا۔ رپورٹ ہوئی کہ ان سے سکتہ منسوب ہے۔ سب درخواستیں رد ہو گئیں۔ غالب پر سکتہ کا الزام ان کی زندگی میں غلط ثابت نہ ہو سکا۔

۶۱۸۴۵

لذاب یوسف علی خان والی رام پور کا انتقال، لوزاب کلب علی خان کی جانشینی

۶۱۸۴۵ (۲۱ اپریل)

غالب کے رسالے نامہ غالب بجواب سایع برہان کی اشاعت (مطبوعہ محمدی، دہلی)

۱۸۴۵ (اگست)

مرزا غالب کا رام پور کا دوسرا سفر - ۱۲ اکتوبر کو رام پور پہنچے

۶۱۸۴۵ (۷ اکتوبر)

دستبنو کا دوسرا ایڈیشن (مطبوعہ لٹریچر سوسائٹی روڈ کھنڈ، بریلی)

۶۱۸۴۵

قاطع برہان کی طباعت ثانی بعنوان درفش کا دیانی (اکل المطابع، دہلی)

۶۱۸۴۵ (دسمبر)

رام پور کے دوسرے سفر سے واپسی - (۲۸ دسمبر کو رام پور سے روانہ ہوئے اور ۸ جنوری ۱۸۴۶ء کو دہلی پہنچے)

۶۱۸۴۵ (دسمبر)

قاطع برہان کے جواب میں مؤید برہان مصنفہ مولوی احمد علی احمد جہانگیر نگر کی اشاعت (مطبوعہ مظہر العجائب، کلکتہ)

۶۱۸۴۶

قاطع برہان کے جواب میں قاطع القاطع مصنفہ امین الدین امین دہلوی کی اشاعت (مطبوعہ مصطفائی، دہلی)

۶۱۸۴۶

انتخاب غالب کی اشاعت - پہلے حصے میں دو دیباچے، ۱۲ خط، ۱۲ نقلیں اور ایک لطیفہ ہے۔ دوسرے حصے میں اردو کے ۱۳ منتخب شعر ہیں۔ مولوی ضیاء الدین خاں نے اس کے خطوط معمولی رد و بدل کے بعد اپنی مرتبہ انشائے اردو (حصہ دوم) میں شامل کر کے ۱۸۴۶ء میں مطبع فیض احمدی سے شائع کر دیے تھے۔

۶۱۸۴۶

نہیں معلوم کہ یہ مکمل انتخاب غالب کی زندگی میں کبھی شائع ہوا تھا کہ نہیں۔ مگر بیسویں صدی میں یہ انتخاب پہلے تین بار ناقص چھپ چکا ہے۔ میں نے اسے اب (۱۹۹۲ء) میں اصل خطوط کے عکس اور

تعارفی پیش لفظ کے ساتھ انتخابِ رقعات و اشعارِ غالب کے نام سے شائع کر دیا ہے ۲

۱۸۹۷ء (۹)

دعائے صباح۔ فارسی منظوم ترجمہ (مطبع نو لکھنؤ)
(اس کا آج تک ایک ہی مطبوعہ نسخہ دریافت ہوا ہے جو میرے کتب خانے میں ہے۔ اس کا ایک ہوہواڈیشن میں نے ۱۹۷۷ء میں اپنے مبسوط مقدمے کے ساتھ شائع کر دیا تھا)

۱۸۹۷ء

تبع تیر کی اشاعت (اکمل المطابع، دہلی)
(غالب نے یہ مختصر رسالہ مؤید برہان کے جواب میں لکھا تھا)

۱۸۹۷ء (دفروری)

نکاتِ غالب و رقعاتِ غالب کی اشاعت مطبعِ سراجی، دہلی
(پنجاب کے محکمہ تعلیم کے ڈائریکٹر میجر فیلڈ نے رائے بہادر ماسٹر پیالے لال کو حکم دیا کہ غالب سے فارسی قواعد سے متعلق کتاب لکھوائی جائے۔ ماسٹر صاحب موصوف کے کہنے پر میرزا نے یہ دو مختصر رسالے قلمبند کیے)

ہنگامہ دل آشوب (۱) کی اشاعت۔ مطبع منشی سنت پرشاد، آرہ (قلم برہان کے مناقشے کے سلسلے کی منظومات)

۱۸۹۷ء (اگست) سبدچین کی اشاعت (مطبع محمدی، دہلی)

۱۸۹۷ء (۲۵ ستمبر) ہنگامہ دل آشوب (۲) کی اشاعت۔ مطبع منشی سنت پرشاد، آرہ

۱۸۹۷ء (۲ دسمبر) مولوی امین الدین دہلوی مصنف قاطع الرقاع کے خلاف مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی

۱۸۹۸ء (جنوری) کلیاتِ نثر فارسی (غالب) کی اشاعت (مطبع نو لکھنؤ)
داس میں فارسی نثر کی تین کتابیں پنج آہنگ، مہرِ نمرود، و ستنبو شامل ہیں)

۱۸۹۸ء (۲۳ مارچ) مولوی امین الدین دہلوی کے مقدمے سے دست برداری، راضی نامہ

۱۸۹۸ء (۱۶ جولائی) مفتی محمد صدر الدین آزرہ کا دہلی میں انتقال

۱۸۹۸ء (۲۷ اکتوبر) عودِ ہندی مجموعہ مکاتیبِ غالب کی پہلی اشاعت (مطبع مجتبیٰ، میرٹھ)

۱۸۹۹ء (۱۵ فروری) غالب کی وفات (بستی نظام الدین، خاندانِ لویا لوی کی ہڑواڑ میں تدفین۔ اگرچہ بہت دنوں سے مختلف امراض کا شکار تھے، لیکن موت سے چند دن پہلے غشی کے دورے پڑنے لگے تھے۔ ۱۴ فروری دوپہر کو بے ہوش ہو گئے۔ تشخیص ہوئی کہ دماغ پر فاج گرا ہے۔ اسی حالت میں اگلے دن دوپہر ڈھلے انتقال کیا۔ آخری وظیفہ بابت جنوری ۱۸۹۹ء منجانبِ نواب رام پور غالب

کی وفات سے صرف ایک گھنٹہ پہلے موصول ہوا تھا)

۱۸۶۹ء (۴ مارچ) اردو سے معنی (مجموعہ مکاتیب اردو) کی پہلی اشاعت
واکمل المطابع، دہلی،

۱۸۶۹ء (ستمبر، اکتوبر) نواب مصطفیٰ خان شیفۃ کا انتقال

۱۸۶۹ء شمشیر تیز تراز مولوی احمد علی احمد چنانگیر نگر کی اشاعت۔
(مطبع نبوی، کلکتہ)

یہ قاطع برہان کے سلسلے کی آخری کتاب غالب کی تصنیف۔
”نیغ تیز“ کے جواب میں ہے جو سرزادی وفات کے بعد شائع ہوئی،
اگرچہ اس کی طباعت ان کی زندگی میں شروع ہو چکی تھی۔ اس
پر تاریخ طباعت ۱۸۶۸ء چھپی ہے مگر اس میں چھپے امداد علی
مضطر کے قطعہ تاریخ سے ۱۲۸۶ھ برآمد ہوتا ہے جس سے معلوم
ہوا کہ یہ غالب کی وفات کے بعد شائع ہوئی تھی۔ مادہ ہے
”ترکی وادہ جواب ترکی“

۱۸۷۰ء (۴ فروری) غالب کی اہلیہ امراؤ بیگم کا انتقال
(مزار غالب کی مشرقی دیوار کے باہر کی طرف مدفون ہیں)

۱۸۷۴ء (۲۶ جون) حکم آغا جان عیش کا دہلی میں انتقال

۱۸۷۴ء (۲۵ مئی) باقر علی خاں (فرزند اکبر زین العابدین خاں عارف) کا انتقال
(فارسی میں تخلص باقر تھا اور اردو میں کامل۔ مدفون سلطان جی
میں حضرت محبوب الہی کی پائنتی قاسم جانیوں کی ہڑوا میں ہے)

۱۸۸۸ء (۷ ستمبر) حسین علی خاں، زین العابدین خاں عارف کے چھوٹے
بیٹے کا انتقال، اردو میں شادان تخلص کرتے تھے، فارسی
میں خیتالی

۱۸۸۴ء (۳۱ اکتوبر) علائی، نواب علاء الدین احمد خاں (خلیفہ و جانشین غالب۔
ولادت ۲۵ اپریل ۱۸۳۳ء) کی وفات دہلی میں ۷
علائی چوہر جاعے غالب نشست
ورق بردرید و قلم در شکست (علائی)



۱۹۳۷ء (۱۹ جنوری) فرخ مرزا، نواب امیر الدین احمد خاں فرحتی (ابن علائی۔ ولادت۔
۲۶ جنوری ۱۸۶۰ء) کی وفات۔ لوہارویں دفن ہوئے
”میاں تمہارے واوا، امین الدین خاں بہادر ہیں۔ میں تمہارا
’دلدادہ ہوں‘۔ غالب

۱۹۴۵ء (۱۰ مئی) معظم زمانی بیگم عرف بیگم زوجہ باقر علی خاں کامل (فرزند
اکبر زین العابدین خاں عارف) کا انتقال
’بیگم بیگم ۱۲ سال کی عمر میں کامل کی دہن بن کر مرزا غالب کے گھر
میں آئیں۔ ۲۴ سال کی عمر میں بیوہ ہوئیں اور ۶۹ سال بیوگی کے

عالم میں گزار کر پندرہ سال فوت ہوئیں۔ فخر الدین علی احمد مرحوم
سابق صدر جمہوریہ ہند ان کے نواسے تھے۔

۱۹۵۴ء (۲۹ مارچ) محمد سلطان بیگم عرف جندو بیگم کی وفات (یہ عارف کے بیٹے
باقر علی خاں کامل اور بیگم بیگم کی دوسری بیٹی تھیں ۱۲۸۱ھ مطابق
۱۸۶۴-۶۵ء میں پیدا ہوئی تھیں۔ نواب ضیاء الدین احمد خاں
کے پوتے اور میرزا شہاب الدین احمد خاں کے بیٹے میرزا
شجاع الدین احمد خاں تباہاں سے بیاہ گئی تھیں۔ کوئی اولاد
نہیں ہوئی۔ مرزا غالب، انھیں پیار سے مرزا جیون بیگ
کہتے تھے)۔





دیوان غالب کامل

(نسخہ عرض)

تاریخی ترتیب سے



..... تا ۱۸۱۲ ۶

متفرقه

عمده منتخبه

(تذکره سرور)

۱ - ۱۸۰۰ تا ۳۲ - ۱۸۳۱

عیار الشعراء

(تذکره خوب چند ذکا)

۹۹ - ۱۷۹۸ تا ۳۳ - ۱۸۳۲

مشوی

ایک دن، مثلِ پتنگِ کاغذی لے کے، دل، سررشتہ آزادی
خود بخود کچھ ہم سے کیا نے لگا اس قدر بگڑا کے سرکھانے لگا
میں کہا "اے دل! ہولے دلبراں بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے نباں
یہ نہیں ہیں گے کسو کے یارِ غار کھینچ لیتے ہیں یہ دورے ڈال کر
اب تو مل جائے گی تیری ان سے ساٹھ لیکن آخر کو پڑے گی ایسی گانٹھ
سخت مشکل ہوگا سلجھانا تجھے قہر ہے، دل ان سے الجھانا تجھے
یہ جو محفل میں بڑھاتے ہیں تجھے بھول مت اس پر اڑاتے ہیں تجھے
ایک دن تجھ کو لڑا دیں گے کہیں مفت میں ناحق کٹا دیں گے کہیں
دل نے سن کر کانپ کر کھا بیچ و تاب غوطے میں جا کر دیا کٹ کر جواب

”رشتہ در گردنم انگدہ دوست
ی برد ہر جا کہ خاطر خواہ دوست“

تفصیل کے لیے دیکھیے غالب کا اولیں منظوم کلام، ص ۳۳

غزلیات

نیازِ عشق، خرمن سوزِ اسبابِ ہوس بہتر
جو، ہو جاوے نثارِ برقِ بُمشتِ خارِ خوش بہتر
یاد آیا جو وہ کہتا کہ، بہنیں، واہ غلط،
کی، تصویر نے بہ صحرے ہو سس راہ، غلط

آئے ہیں پارہ ہاے جگر درمیانِ اشک
لایا ہے لعلِ بیش بہا، کاروانِ اشک
ظاہر کرے ہے جنبشِ مشرکان سے مدعا
طفلاں ہاتھ کا ہے اشارہ، زبانِ اشک
میں وادیِ طلب میں ہوا جملہ تن غرق
اڑ بس کہ صرف قطرہ زنی تھا بساں اشک

غزل کے مطلع مندرجہ عمدہ منتخبہ کے ساتھ اس نشان کے والے تمام اشار
پہلی بار متن میں درج ہوئے

۳۲-۲ تفصیل کے لیے دیکھیے عمدہ منتخبہ میں ذکرِ غالب، ص ۴۱
۳۲-۲ = ہر چند

روئے نے طاقت اتنی نہ چھوڑی کہ ایک بار
 مژگاں کو دوں فشار، پئے امتحانِ اشک
 دل خستگان کو ہے طرب صد جن بہار
 باغِ بخولِ تپیدن، و آبِ روانِ اشک
 شیلِ بنائے ہستی شبنم ہے، آفتاب
 چھوڑے نہ چشم میں تپشِ دل، نشانِ اشک
 ہنگامِ انتظارِ قدومِ بتاں، استبداد
 ہے بر سرِ مرزہ نگراں، دیدبانِ اشک

آنسو کہوں کہ، آہ، سوار ہوا کہوں؟
 ایسا عیناں گیسختہ آیا کہ کیا کہوں؟
 اقبالِ کلفتِ دلِ بے مدعا رسا
 اختر کو داغِ سایہ بالِ ہما کہوں

۱۔ رخ = سے گل کرے ہے

۲۔ در حال

۳۔ تفصیل کے لیے دیکھیے "عمدہ" منتخبہ میں ذکرِ غالب، ص ۱۸

یہ اشعار پہلی بار حاشیہ میں درج ہوئے گئے
 غزل کے مطلع مندرجہ "عمدہ" منتخبہ کے ساتھ اس نشان والے تمام اشعار پہلی
 بار متن میں درج ہوئے۔

مضمون وصل ہاتھ نہ آیا، مگر اُسے
 اب طائرِ پریدہ رنگِ جفا کہوں
 عہدے سے مدحِ نازکے باہر نہ آسکا م
 گر ایک ادا ہو، تو اُسے اپنی قضا کہوں
 حلقے ہیں، چشمِ ہاے کشادہ بسوے دل م
 ہر تارِ زلف کو، نگہِ سرمہ سا کہوں
 ظالم! مرے گماں سے مجھے منفعل نہ چاہ م
 ہے ہے! خدا نہ کر وہ تجھے بے وفا کہوں
 دزدینِ دلِ ستم آمادہ ہے محال
 مژگاں کہوں کہ جوہرِ تیغِ قضا کہوں
 طرزِ آفرینِ نکستہ سرائیِ طبع ہے
 آئینہ خیال کو طوطی ہنس کہوں
 میں اور صد ہزار نوازے جگرِ تراش م
 تو اور ایک وہ نشیدن کہ کیا کہوں

۱۔ رخ = خیال کے

۲۔ مرتع فرا پریدہ

۳۔ غزل کے مطلع مندرجہ "عمدہ" منتخبہ کے ساتھ اس نشان والے تمام اشعار
 پہلی بار متن میں درج ہوئے گئے
 یہ اشعار پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

غالب! ہے رتبہ فہم تصور سے کچھ پرے
ہے عجزِ بتِ دگی، کہ علی کو خدا کہوں

مجلسِ شعلہ عذراں میں جو آجاتا ہوں شمعِ سان میں تہِ دامنِ صبا جاتا ہوں
ہوئے ہے جادہ رہ، ہشتاد گویہ سرگام جس گزرگاہ سے میں آبلہ پا جاتا ہوں
سرگراں مجھ سے بیک لڑکے نہ رہنے سے رہو کہ بیک جنبشِ لب، مثلِ صدا، جاتا ہوں

دیکھتا ہوں اُسے، تھی جس کی تمنا مجھ کو
آج بیداری میں ہے خوابِ زلیخا مجھ کو

شمسیرِ صافِ یار، جو زہرابِ دادہ ہو
وہ غلطِ سبز ہے کہ بہ رخسارِ سادہ ہو

منستے ہیں، دیکھ دیکھ کے، سب نا توں مجھ
یہ رنگِ زرد، ہے چمنِ زعفران مجھ

۱- رخ جو منستے ہیں، دیکھ دیکھ کے، سب نا توں مجھ
۲- تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدہ منتخبہ میں ذکرِ غالب' ص ۲۲
۳- یہ شعر پہلی بار شمسیر میں درج ہوا

دیکھ وہ برقِ تبسم، بس کہ، دل بیتاب ہے
دیدہ گریاں مرا، فوارۂ سیماب ہے
کھول کر دروازہ میخانہ، بولائے فروش
اب شکستِ توبہ میخواروں کو فتحِ الباب ہے

اک گرم آہ کی، تو ہزاروں کے گھر جلے
رکھتے ہیں عشق میں یہ اثر، ہم جگر جلے
پروانے کا نہ غم ہو، تو پھر کس لیے، اسد
ہر رات، شمع، شام سے لے تا سحر جلے

زخمِ دل تم نے دکھایا ہے کہ جی جانے ہے
ایسے ہنستے کو رلایا ہے کہ جی جانے ہے

۲۰۱- تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدہ منتخبہ میں ذکرِ غالب' ص ۴۱

۳- ص ۴۹ یہ ایک شعر

تذکرۂ عیار الشعراء۔ خوب چند ذکا کے سولے کسی مطبوعہ/ غیر مطبوعہ دیوان

یاسین میں نہیں پایا جاتا

صبا، لگا وہ طپانچے طرف سے ببل کی
کہ روئے غنچہ گل سوئے آشیاں پھر جائے

بتو! توبہ کرو، تم کیا ہو؟ جب ادب آتا ہے
تو یوسفِ ساحیں بکنے میرا زار آتا ہے

طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا
اسد اللہ خاں قیامت ہے

- ۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدہ منتخبہ میں ذکرِ غالب' ص ۴۹ یہ ایک شعر تذکرۃ عیال الشعراء۔ خوب چند ذکا کے سوائے کسی مطبوعہ/غیر مطبوعہ دیوان یا بیاض میں نہیں پایا جاتا
- ۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'غالب کے غیر متداول اشعار کا زمانہ فکر' ص ۴۵
- ۳۔ خود غالب نے اس شعر کا زمانہ "ابتداءً منکر سخن" لکھا ہے۔ دیکھیے مکتوب بنام عبد الرزاق شاکر۔ خود ہندی ص ۱۵۹۔ میرا دیا ہوا عہد محض قیاس ہے



۶۱۸۱۳

۳

۶۱۸۱۴

نسخہ بھوپال
(مخطوط غالب)

۶۱۸۱۴



صبا، لگا وہ طپانچے طرف سے ٹبل کی
کہ روئے غنچہ گل سوئے آشیاں پھر جائے

بتو! توبہ کرو، تم کیا ہو؟ جب ادب آتا ہے
تو یوسفِ ساحین بکنے سر باز آتا ہے

طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا
اسد اللہ خاں قیامت ہے

- ۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدہ منتخبہ میں ذکرِ غالب' ص ۴۹ یہ ایک شعر تذکرۃ عیار الشعراء۔ خوب چنڈ کا کے سوائے کسی مطبوعہ/غیر مطبوعہ دیوان یا بیاض میں نہیں پایا جاتا
- ۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'غالب کے غیر متداول اشعار کا زمانہ فکر' ص ۴۵
- ۳۔ خود غالب نے اس شعر کا زمانہ "ابتدائے سنکسن" لکھا ہے۔ دیکھیے مکتوب بنام عبد الرزاق شاہ کر۔ خود ہندی ص ۱۵۹۔ میرا دیا ہوا عہد محض قیاس ہے



۱۸۱۳ء

۳

۱۸۱۴ء

نسخہ بھوپال
(مخطوط غالب)

۱۸۱۴ء



نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا؟ م کاغذی ہے پیر بن ہر سپیکر تصویر کا
کا دکا و سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ م صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوے شیر کا
جذبہ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے م سینہ شمشیر سے باہر ہے، دم شمشیر کا
آگہی، دام شنیدن جس قدر چاہئے کھائے م مدعا عفتا ہے اپنے عالم تغیر کا
شوخی نیز نگ صید و حشت طاؤس ہے دام، بزمی میں ہے، پرواز چمن تغیر کا
لذت ایجاد ناز، افسون غرض ذوق قتل نعل، آتش میں ہے تیغ یار سے، نجیر کا
خشت پشت ست عجز و قالب غوش و داغ پر ہوا ہے یل سے، پیمانہ کس تعمیر کا؟
و حشت خوابِ عدم، شور تماشا ہے اسد جزیرہ جوہر نہیں آئینہ تعمیر کا
بے کہ ہوں غالب امیری میں بھی آتش زیر پا م موئے آتش دیدہ ہے، حلقہ می زنجیر کا

جنوں گرم انتظار و نالہ بیتابی کند آیا سوز، تالاب، زنجیری دود سپند آیا
مہ اختر فشاں کی، بہر استقبال، آنکھوں تماشا کشور آئینہ میں آئینہ بند آیا
تغافل، بدگمانی، بلکہ میری سخت جانی سے نگاہ بے حجاب ناز کو بیم گزند آیا

- ۱- غ = نعل و آتش
۲- = آتشیں پا ہوں گداز و حشت زنداں نہ پوچھ / ہر حلقہ میاں زنجیر کا
۳- = بہ استقبال، تماشا، اختر فشاں شوخی
۴- = تغافل، بدگمانی، نظر بر سخت جانی
۵- = یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

فضائے خندہ گل تنگ و ذوق عیش بے پروا فراغت گاہ آغوش و داغ دل، پسند آیا
عدم ہے خیر خواہ جلوہ کو زندان بیتابی نثارم ناز، برق خرم سخی سپند آیا
جراحت تھک، الماس ارضان داغ جگر دہ م مبارک باد! اسد، غم غار جان درد مند آیا

شمار سجہ، مرغوب بہت مشکل پسند آیا م تماشا سے بیک کف بردن مدد پسند آیا
یہ فیض بیدلی، نویدی جاوید آساں ہے م کشایش کو، ہمارا عقدہ مشکل، پسند آیا
ہولے سیر گل، آئینہ بے مہر و قتل م کانداز بخوں غلتیدن بسمل پسند آیا
سواد چشم بسمل، انتخاب نقطہ آرائی م خرام ناز بے پروائی قتل پسند آیا
روان ہائے موج خون بسمل سے ٹپکتا ہے م کہ لطف بے تماشا رفتن قاتل پسند آیا
ہوئی جس کو بہار فرصت سستی سے آگاہی م برنگ لالہ، جام بادہ پر محل پسند آیا
اسد ہر جاسخی نے طرح باغ تازہ ڈالی ہے مجھے رنگ بہار ایجادی بیدل پسند آیا

خود آرا و حشت چشم پری سے شب بدخو تھا کرم، آئینہ تماشا کو تعویذ بازو تھا
بشیر بنی خواب آلودہ مژگاں، نشتر زنبور خود آرائی سے آئینہ، طلسم موم جادو تھا

- ۱- غ = نادیدنی دعوت
۲- غ = تر
۳- غ = حجاب
۴- غ = غلطیدن
۵- + یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

○ ۱۸۱۶ء

نہیں ہے باز گشتِ سبیلِ غیر از جانبِ ریا
رہا نظارہ وقت بے نقابی آپ پر لڑاں
غمِ مجنوں، عزادارانِ لیلی کا پرستش گر
رکھا غفلت نے دور افتادہ ذوقِ فنا و نثر
اسد! خاکِ دیرِ پیمانہ اب سر پر اُڑاتا ہوں

دویدن کے کسبِ جوں ریشہ زیر زمین پایا
اُگی اک پنبہ روزن سے ہی چشمِ سفید اُتر
یہ حسرت گاہِ نازِ کشتہ جاں بخشی خواباں
پریشانی سے مغزِ سر ہوا ہے پنبہ بالمش
نفسِ حیرت پرست طرزِ ناگیرائیِ مژگاں
اسد کو بیچ تابِ طبع برق آہنگ مسکن سے

نزاکت ہے فسوںِ دعویٰ طاقتِ شکستن ہا
شرارِ رنگ، اندازِ چراغِ از چشمِ جستن ہا

۱- غ = سبیل یا بجز
۲- غ = بے نقابی یا بخود
۳- غ = سیاہ یا حلقہ ہا
۴- غ = اسد! خاکِ دیر سے خانہ تابِ برق یا شدن
خوشا روزے کہ آب از ساغرِ بے تابہ زانو تھا
۵- غ = دستے بہ
۶- غ = ہے

○ ۱۸۱۶ء

رسمِ سی چشمِ شوخ سے ہیں، جو ہر مژگاں
ہوا لے ابر سے کی موسمِ گل میں نمد بانی
دلِ از اضطرابِ آسودہ طاعت گاہِ داغ آیا
تکلفِ عاقبت میں ہے دلا، بندِ قبا و اگر
اسد! ہر اشک ہے یک حلقہ بر زنجیرِ افزون

لسانِ جوہرِ آئینہ، از ویرانیِ دل ہا
نگہ کی ہم نے پیدا، رشتہ ربطِ علائق سے
نہیں ہے باوجودِ ضعفِ میرے خودی کساں
غریبی بہر تسکینِ ہوس درکار ہے ورنہ
تماشا کر دینی ہے، انتظارِ آبا و حیرانی
اسد! تا نفس ہے ناگزیرِ عرقِ پیرانی

بے شعلِ انتظارِ مہوشاں و خلوتِ شب ہا
کمرے گر فکرِ تعمیرِ خرابی ہاے دل، گردون

۱- غ = بیرون ز

○ ۶۱۸۱۶

عبادت باطن آلودیاریاں زہرِ قاتل ہے
کمرے ہے حسنِ خواباں پر دے میں تشنگی اپنی
فنا کو عشق ہے بے مقصدانِ حیرت پر ستاراں
اسد کو بت پرستی سے غرض دردِ آشنائی ہے

رفے زخم کرتی ہے بے نوکِ شیشِ عقرب با
کہ ہے تیر بندِ خطا، سبزہ خط درتہ لب با
نہیں رفتارِ عمر تیز رو پا بندِ مطلب با
نہاں ہیں نالہ ناکوس میں در پردہ یارب با

بہرینِ شرم ہے، با وصفِ شوخیِ اہتمام اُس کا
سرور کارِ تواضع، تاخیمِ گیسوِ رسانِ دن
مسی آلودہ ہے مہرِ نوازشِ نامہ ظاہر ہے
لڑاؤے گروہِ نرمے کشی میں قہر و شفقت کو
بہ امیدِ نگاہِ خاص ہوں محملِ کشِ حسرت
اسد، سوداے سرسبزی سے ہے تسلیمِ رنگیں تر

لگیں ہیں جوں شرارتِ رنگِ پایدا ہے نام اُس کا
لسانِ شانہ زینتِ لیز ہے حسرتِ لام اُس کا
کہ داغِ آرزوے بومرِ دیتا ہے پیام اُس کا
بھرے پیماۂ صد زندگانی، ایک عالم اُس کا
مبادا! ہو عہدِ غیرِ تغافلِ لطفِ عالم اُس کا
کہ کشتِ خشک اُس کا، ابر بے پروا خرام اُس کا

یادِ روزے کہ نفسِ سلسلہ یارب تھا
بہ تحیرِ کدۂ فرصتِ آرایشِ وصل

نالہ دل، بہ کمرِ دامنِ قطعِ شب تھا
دلِ شبِ آئینہ دارِ تپشِ کوکب تھا

۱- بخ = نہیں در پردہ حسن از کوششِ مشاغلکی غافل
۲- بخ = حسرت
۳- بخ = عالم
۴- بخ = پیلا
۵- بخ = میں

○ ۶۱۸۱۶

بہ تمت کدۂ حسرتِ ذوقِ دیدار
جو ہر فکر، پیر افشانیِ نیرنگِ خیال
پردہ درِ دل، آئینہ صد رنگِ نشاط
نالہ با حاصلِ اندیشہ کہ جوں کشتِ سپند
عشق میں ہم نے ہی ابرام سے پرہیز کیا
آخر کار گرفتارِ سرِ زلفِ ہوا
شوقِ سامان، فضولی ہے و گردِ غالب
اسد! افسردگی آوارہ کفر و دیں ہے

دیدہ گوخوں ہو، تماشاے چمنِ مطلب تھا
حسنِ آئینہ و آئینہ چمنِ مشرب تھا
بجیہ زخمِ جگر، خندہ زہر لب تھا
دلِ ماسوختہ، آتش کدۂ صدمت تھا
در نہ جو چاہیے، اسبابِ تمنا سب تھا
دلِ دیوانہ کہ دارِ ستہ ہر مذہب تھا
ہم میں سرمایہ ایجادِ تمت کب تھا
یادِ روزے کہ نفسِ در گردِ یارب تھا

شب کہ دل زخمی عرضِ دو جہاں تیر آیا
وسعتِ جیبِ جنونِ تپشِ دل مت پوچھ
ہے گرفتاریِ نیرنگِ تماشا، سستی
دیدِ حیرت کش، و خورشیدِ چراغانِ خیال
عشقِ ترسا پچہ و نازِ شہادت مت پوچھ
اے خوشا! ذوقِ تمناے شہادت کہ اسد

نالہ، بر خود غلطِ شوخیِ تاثیر آیا
محملِ دشت بہ دوشِ رمِ نخیر آیا
پُر طائوس سے دل، پائے بہ نخیر آیا
عرضِ شبنم سے چمن، آئینہ تمیر آیا
کہ کدۂ گوشہ، بہ پروازِ پر تیر آیا
بے تکلف بہ سجودِ خمِ شمشیر آیا

۱- بخ = بال
۲- بخ = شوقِ سبک تاز
۳- بخ = یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

○..... ۱۸۱۹ء

سیراں سوئے تماشا ہے طلب گاروں کا
سرخِ بید ہوا، نامہ گتہ گاروں کا
فردائینہ میں بخشیں شکنِ خندہ گل
دادخواہ تپش و مہرِ خموشی بر لب
وحشتِ نالہ بہ واماہرگی وحشت ہے
چمورہ سوئے چمن آتا ہے خدا خیر کرے !
جلوہ مایوس نہیں دل، نگہانی غافل
اسد لے ہرزہ دل، نالہ بہ غوغا تا چند

طاؤس در رکاب ہے، ہرزہ آہ کا
عزیزت گزینِ بزم ہیں، واما ندگانِ دید
ہر گام، آبلے سے ہے، دل، درتہ قدم
جیبِ نیازِ عشق، نشانِ دارِ نالہ ہے
غافل بہ وہم ناز، خود آرا ہے، درنیاں م
بزمِ قدح سے عیشِ تمنانہ رکھ کہ رنگ م
رحمت اگر قبول کرے، کیا بعید ہے م
شیرِ زندگی سے غدر نہ کرنا گتہ کا

* یہ شعر پہلے پہل متن ق میں اضافہ کیے گئے + یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○..... ۱۸۱۹ء

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہے م
پُرگل، خیالِ زخم سے دامنِ نگاہ کا
جاں، درہولے یک نگہ گرم ہے اسد م
پروانہ، ہے وکیل ترے دادخواہ کا

یک ذرہ زمیں نہیں بے کار باغ کا م
یاں جادہ بھی، فیتلہ ہے لالے کے داغ کا
بے نئے، کسے ہے طاقتِ آشوبِ گہی؟ م
کھینچا ہے عجزِ حوصلہ نے خطِ آیات کا
بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل م
کہتے ہیں جس کو عشق، خلل ہے دماغ کا
تازہ نہیں ہے، نشہ فکِ سخن مجھے م
تربیا کی قدیم ہوں، دودِ چراغ کا
شوبارِ بندِ عشق سے آزاد ہم ہوئے م
پر کیا کریں؟ کہ دل ہی قدو ہے فراغ کا
بے خون دل ہے چشم میں موجِ نگہ، غبار م
یہ میکہ، خراب ہے مے کے سُرخ کا
باغِ شگفتہ، تیرا بساطِ نشاطِ دل م
ابر بہار، خمکدہ کس کے دماغ کا
بوشِ بہار، کلفتِ نظار ہے اسد م
ہے، ابر، پنہ روزِ دیوارِ باغ کا

نہ بھولا اضطرابِ دم شکاری، انتظار اپنا
کہ آخر شیشہٴ ساعت کے کام آیا غبار اپنا
زلی آتش نے فصلِ رنگ میں رنگِ دگر پایا
چرخِ گل سے ڈھونڈھے بے چمن میں شمعِ خار اپنا
ایسرِ بیاں ہوں کاشکے! صیادِ بے پروا
یلام جوہر آئینہ، ہو جاوے شکار اپنا

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے
۱- خ = چشمِ بھجڑ میں نگہ غبار
۲- خ = ہوا ہے
۳- = اسیر ہے زبانی ہوں مگر

مگر ہوا بے دامن کشی، ذوق خود آرائی ہوا ہے نقش بند آئنے، سنگ مزار اپنا
 دریغ! اے ناتوانی، ورنہ ہم ضبط آشنایاں نے طلسم رنگ میں باندھا تھا ہمد استوار اپنا
 اگر آسودگی ہے مدعاے رنج بیتابی نیاز گردش پیمانہ سے روزگار اپنا
 اسد ہم وہ جنوں جولان کدے بے مریاں م کہ ہے سر بجز مژگان ابو، پشت خارا اپنا

بس کہ جوش گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا چاک موج سیل، تا پیراہن دیوانہ تھا
 داغ ہر ضبط بے جا، مستی سعی سپند دود بجز لالہ ساں، درد تیر پیمانہ تھا
 وصل میں بخت سید نے سنبستان گل کیا رنگ شب تہ بندی دود چراغ خانہ تھا
 شب تری تاثیر سحر شعلہ آواز سے تار شمع، آہنگ مضرب پر پروانہ تھا
 موسم گل میں نئے گلگوں حلال سے کشاں عقد وصل دخت رز، انگور کا ہر دانہ تھا
 انتظار جلوہ کاکل میں ہر شمشاد باغ صورت مژگان عاشق، مریض رض شائما تھا
 حیرت اپنے نالہ بیدار سے غفلت بنی راہ خوابیدہ کو خوفائے جبریں افسانہ تھا
 کو بوقت قتل حق آشنائی، اے نگاہ! خنجر زہراب دادہ، سبزہ بیگانہ تھا
 جوش بے کیفیت ہے اضطراب آرا، اسد در نہ بسمل کا تڑپنا، لغزش مستانہ تھا

۱۔ غ = کوشش یا
 ۲۔ غ = انتظار و رقت میں تمشاد ہم دست چزار
 ۳۔ غ = نقش بند شکل مژگان، از نمود و نشانہ تھا
 ۴۔ غ = اندیش ۵۔ غ = طپیدن

رات دل گرم خیال جلوہ جانا نہ تھا رنک روعے شمع، برق خرمین پروانہ تھا
 شب کہ تھی کیفیت محفل بیاد روعے یار ہر نظر میں داغ نئے خال لب پیمانہ تھا
 شب کہ باندھا خواب میں آنے کا، قاتل بے جناح وہ فسون وعدہ میرے واسطے افسانہ تھا
 دود کو آج اس کے ماتم میں سید پوشی ہوئی وہ دل سوزاں کہ کل تک شمع ماتم خانہ تھا
 ساتھ جنبش کے یک برخاستن طے ہو گیا تو کہے، صحر غبار دامن دیوانہ تھا
 دیکھ اس کے ساعد سیمین و دست پر نگار شاخ گل جلتی تھی مثل شمع، گل پروانہ تھا
 شگوہ یاراں غبار دل میں پنہاں کر دیا غالب ایسے گنج کو شایاں ہی ویرانہ تھا
 اے اسد! دیا جو دشت غم میں یں حیرت زدہ آئینہ خانہ زسیل اشک ہر ویرانہ تھا

پے نذر گرم، تحفہ ہے شرم نارسائی کا م یہ خوں غلیظہ صدر رنگ دعویٰ پارسائی کا
 جہاں مٹ جائے سعی دید خضر آباد آسایش یہ جیب ہر نگہ پنہاں ہے حاصل پنہائی کا
 یہ عجز آباد ہم مدعا تسلیم شوخی ہے تغافل کو نہ کہ مغرور تمکیں آزمائی کا
 زکوۃ حسن دے، اے جلوہ بیتش کہ ہر آسا م چراغ خانہ درویش ہو، کاسہ گدائی کا

۱۔ غ = شب کہ باندھا یار نے پیمان در خواب آمدن
 ۲۔ غ = وہ فسون وعدہ مجھ کو شوخی افسانہ تھا
 ۳۔ غ = دیکھ اس کے ساعد و دست حنا آلود کو
 ۴۔ غ = یہ شعر پہلے پہل گل میں درج ہوا
 ۵۔ غ = غلطیہ
 ۶۔ غ = زکوات

○ ۱۸۱۶ء

دہارا جان کر بے جرم، غافل، تیری گردن پر م رہا، مانند خونِ یے گنہ، حق آشنائی کا
 وہاں ہر بہت پیغام جو، زنجیر رسوائی م عدم تک، بی وفا، چرچا ہے تیری بیوفائی کا
 وہی اک بات ہے جو ان نفسِ دل نہکت گل ہے م جن کا جلوہ باعث ہے، مری رنگیں فوائی کا
 نہ کئے نئے کو اتنا طول، غالب، ہنجر لکھ دے م کہ حسرت سچ ہوں، عرض ستم ہاے جدائی کا

دہو جس تماشا دوست، رسوا بے وفائی کا م بہرہ صد نظر ثابت ہے، دعویٰ پارسائی کا
 ہوں گستاخی آئینہ، تکلیفِ نظر بازی یہ جیب آرزو پنہاں ہے، حال دل بانی کا
 نظر بازی، طلسم وحشت آباد پرستاں ہے رہا ہے گانہ تانیہ، افسوں آشنائی کا
 نہ پایا درد مند دوری یا ران یک دل نے سوا و خط پیشانی سے، نسخہ مومیائی کا
 تہنائے زباں، محو سپاس بے زبانی ہے م مٹا جس سے، تقاضا شکوہ بے دست پائی کا
 اسد، یہ عجز و بے سامانی فرعون تو ام ہے جسے تو بندگی کہتا ہے، دعوایے خدائی کا

کرے گریختِ نظارہ، طوفانِ نکتہ گوئی کا جہاں چشمہ آئینہ ہو دے، بیضہ طوطی کا
 بڑے قیس، دستِ شرم، ہے مژگانِ آہو سے مگر روزِ عروسی گم ہوا تھا شانہ لیلیٰ کا

۱- غ = اسد کا قصہ طولانی ہے لیکن مختصر ہے
 کہ حسرت کش رہا عرض ستم ہاے جدائی کا
 ۲- = گیا + یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ۱۸۱۶ء

فان تیغِ نازک قاتلاں، سنگِ جراحت ہے دل گرم تپش، قاصد ہے پیغام تسلی کا
 نہیں گردابِ جز سرتنگی ہاے طلب ہرگز جابِ کھرکے ہے، آبلوں میں خار ہاے کا
 نیازِ جلوہ ریزی، طاقتِ بالیں شکستن ہا تکلف کو خیال آیا ہو گریہا پرسی کا
 نگہی فرصت یک شبنمستاں جلوہ نور نے تصور نے کیا سماں ہزار آئینہ بندی کا
 اسد، تاثیرِ صافی ہاے حیرت، جلوہ پڑ رہو گراں چشمہ آئینہ دھو دے عکس رنگی کا

زبیں خوں گشتِ رشکِ وفا تھا و ستم بسمل کا چلایا زخم ہاے دل نے پانی تیغِ قاتل کا
 نگاہِ چشمِ حاسدِ لم لے، اے ذوقِ خود بینی تماشا ہی ہوں، وحدتِ خاند آئینہ دل کا
 شرفِ فرصت نگہ، سامانِ یک عالم چراغاں ہے یہ قدر رنگ یاں گردش میں ہے پیمانہ محفل کا
 سراسر تاتاق کو کششِ جہت یک عرصہ جولاں تھا ہوا، دماندگی سے ہر رواں کی، فرق منزل کا
 سراپا ہر عشقِ دنا گزیرِ الفتِ ہستی م عبادتِ برق کی کرتا ہوں اور افسوں حاصل کا
 بہ قدر ظرف ہے ساقی، خمارِ تشنہ کا ی بھی م جو تو دریائے ہے تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا
 بجھے لہ سخن میں خوفِ گمراہی نہیں غالب عصلے خضر صحرائے سخن ہے، خامہ تیرل کا

۱- غ = جوشی (یعنی طلب جوشی)
 ۲- = نہ دی غور شنیدنے فرصت بقدر شبنمستانی
 ۳- = ذوق
 ۴- = غ = ہا
 ۵- = میں ہوں خمیازہ
 ۶- = (اسد) افسوں دور و ناشناسی ہاے گمراہاں

فرو چھیدی ہے فرش بزم عیش گستر کا
خطِ نوخیز کی آئینے میں دی کس نے آرائش؟
کیا ہونا مہر واد سے برنگِ باختر آیا
شکستِ گوشت گیران ہے فلک کو حاصلِ گردش
فروں ہوتا ہے ہر دم خوشِ خوبناری تماشا ہے
خیالِ شربتِ عسی، گدازِ تریجینی ہے

دریغا اگر شوشِ آموزِ فلک ہے دور ساغر کا
کہ ہے تہ بندی پر ہائے طوطی رنگِ جوہر کا
خطوطِ رے قایلین نقش ہے پشتِ بوتر کا
صدتِ آسیائے آب میں ہے دانہ گوہر کا
نفس کرتا ہے رگ ہائے خمرہ پر کامِ شتر کا
اسد، ہوں مست دریا بخشی ساقی کوثر کا

کیا کس شوخ نے ناز از سر تکلیں شستن کا؟
نہاں ہے ہر دمک میں شوقِ رخسارِ فروزاں سے
گدازِ دل کو کرتی ہے، کشودِ چشم، شبِ پیما
نفسِ درینہ ہائے ہم دگر رہتا ہے پیوستہ
ہونے ابر سے کی، موسمِ گل میں، نمد بانی
تکلفِ عافیت میں ہے، دلا بندِ قبا واکر
ہر اشکِ چشم سے یک حلقہٴ زنجیر بڑھتا ہے
عیادت سے اسد، میں بیشتر بیمار ہوتا ہوں

کہ شمعِ گل کا خم، انداز ہے بالیں شکستن کا
سپندِ شعلہٴ نادیدہ صفتِ اندازِ جستن کا
نمک ہے شمع میں جوں مومِ جادو خوابِ بستن کا
نہیں ہے رشتہٴ الفت کو اندیشہٴ گستن کا
کہ تھا آئینہٴ خور پر تصورِ رنگِ بستن کا
نفسِ بوز وصالِ دستِ تاواں گستن کا
یہ بندِ گریہ ہے نقشِ بر آب، اندیشہٴ رستن کا
سبب ہے ناخنِ دخلِ عزیزانِ سینہٴ جستن کا

عیادت سے اسد، میں بیشتر بیمار ہوتا ہوں
کہ شمعِ گل کا خم، انداز ہے بالیں شکستن کا
سپندِ شعلہٴ نادیدہ صفتِ اندازِ جستن کا
نمک ہے شمع میں جوں مومِ جادو خوابِ بستن کا
نہیں ہے رشتہٴ الفت کو اندیشہٴ گستن کا
کہ تھا آئینہٴ خور پر تصورِ رنگِ بستن کا
نفسِ بوز وصالِ دستِ تاواں گستن کا
یہ بندِ گریہ ہے نقشِ بر آب، اندیشہٴ رستن کا
سبب ہے ناخنِ دخلِ عزیزانِ سینہٴ جستن کا

نظر آتا ہے موعے شیشہٴ رشتہٴ شمعِ بالیں کا
پے بخیرِ یاران ہوں جاںِ خوابِ سنگیں کا
کہ صرفِ بخیرِ دامن ہوا ہے خندہٴ گلچیں کا
چنے ہے ہکشاںِ خرمین سے کے خوشہٴ پرویں کا
کہ فصلِ گل میں رشک ہے بیتِ غلچیں کا
رکھا اسپند نے مجھ میں پسندِ گرمِ تنگیں کا
سخن کا بندہ ہوں لیکن نہیں مشاقِ تحسین کا

بہارِ رنگِ خونِ گل ہے ساماںِ اشکباری کا
برائے حلِ مشکل ہوں زبا افتادہٴ حسرت
بر وقتِ نرگوں ہے، تصورِ انتظارِ ستاں
لطافتِ بے کثافتِ جلوہ پیدا کر نہیں سکتی م
تزیینِ جوشِ دریا نہیں خود داریِ ساحل م
اسد، ساغرِ شمسِ تسلیم ہو گردش سے گردوں کی

جنوں برقِ نشتر ہے رگِ ابر بہاری کا
بندھا ہے عقداۃٴ خاطر سے پیاں خاکساری کا
نگہ کو آبلوں سے شغل ہے اخترِ شماری کا
چمنِ رنگار ہے آئینہٴ باہرِ بہاری کا
جہاں ساقی ہو تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا
کہ نگِ فہمِ مستان ہے گلہٴ بدروزگاری کا

۱- بخ = از خرمین

۲- = طبع

۳- = اسد طرزِ آشنایاںِ قدردانِ نکستہٴ سنجی ہیں

+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہٴ ق میں اضافہ کیے گئے

○ ۶۱۸۱۶

دردِ اسمِ حق سے دیدارِ صنم حاصل ہوا
رشتہ تسبیح تارِ جادہ منزل ہوا
محبت سے تنگ ہے اڑس کہ کارے کشاں
رزمیں جوا نکور نکلا، عقدہ مشکل ہوا
قیس نے اڑس کی سیرِ گریبانِ نفس
یک دو چیں دامنِ صحرا، پردہ محمل ہوا
وقتِ شب اُس شمعِ رو کے شعلہ آواز پر
گوشِ نسیمِ عارضوں، پروانہ محفل ہوا
خاکِ عاشق، بس کہ ہے فرودہ پروازِ شوق
جادہ ہر دشت تارِ دامنِ قاتل ہوا
عیب کا دریافت کرنا ہے ہنرمندیِ اسد
نقص پر اپنے ہوا جو مطلع، کامل ہوا

قطرے، بس کہ حیرت سے نفس پرور ہوا
خطِ جام نے، سراسر رشتہ گم ہوا
اعتبارِ عشق کی خسانہ خرابی دیکھنا
غیرنے کی آہ، لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا
گرمیِ دولت ہوئی آتشِ زنِ نامِ نکو
خانہ ماتم میں، یا قوتِ نکمیں، انکھر ہوا
نشے میں گم کردہ رہ آیا، وہ مستِ فتنہ خو
آج رنگِ رفتہ، دورِ گردشِ ساغر ہوا
درد سے در پردہ دی مڑگاں سپاہِ شکست
ریزہ ریزہ استخوان کا، پوست میں نشتر ہوا
نہ، گردین ہے گردِ خانہ ہائے مُنعمان
داند تسبیح سے ہیں مہرہ در ششدر ہوا
اے بیضِ طہالِ خوفا کر دگاں، جوشِ جنوں
نشہ عے ہے، اگر یک پردہ نازک ہوا

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں درج ہوا
۱۔ غ = بادہ بکسر

۲۔ غ = راہ

۳۔ " = نا افسردگاں

۴۔ " = ریز

○ ۶۱۸۱۶

اس چمن میں ریشہ داری جس نے سر کھینچا اسد
تر زبانِ شکرِ لطفِ ساقی کو تر ہوا
دُشی بن صیاد نے ہم رم خوردوں کو کیا
رشتہ چاکِ جیبِ بیدہ، صرف قماشِ دام کیا
عکسِ رخِ افروختہ تھا تصویرِ بہشتِ آئینہ
شوخ نے وقتِ حسن طرازی نکمیں آرام کیا
ساقی نے اڑہر گریباں چاکِ موجِ بادہ ناب
تارِ نگاہِ سوزنِ مینا، رشتہ خطِ جام کیا
مُہرِ بجائے نامہ لکائی پر لبِ بیکِ نامہ ساں
قاتلِ نکمیں سنج نے یوں خاموشی کا بیجام کیا
شامِ فراقِ یار میں جوشِ خیرہ مری سے ہم نے اسد
ماہ کو دیشیح کو اکب بجائے نشینِ امام کیا

گردِ اندہ شبِ فرقت بیاں ہو جائے گا
بے تکلف دلاغم، مہرِ وہاں ہو جائے گا
زہرہ، گر ایسا ہی شامِ بحر میں ہوتا ہے آب
پر تو مہتابِ سیلِ خانماں ہو جائے گا
لے تولوں سوتے میں اس کے پانچ کابوسہ مگر
ایسی باتوں سے وہ کافرِ دگاں ہو جائے گا
دل کو ہم صرف وفا سمجھے تھے، کیا معلوم تھا
یعنی یہ پہلے ہی نذرِ امتحان ہو جائے گا
سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا
مجھ پہ گویا، اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا

۱۔ غ = لطفِ عام
۲۔ غ = بادہ دسہوا
۳۔ غ = احوال
* یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا مصرعِ اول میں "پالو کابوسہ کی جگہ" بوسہ ہائے پا" تحریر ہے
+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں درج ہوا
۱۔ عین ممکن ہے کہ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ یا متن ق میں درج ہوا ہو مگر قاکے بعض صفحات کے نقصان کے باعث یہ غزل نسخے میں دستیاب نہیں۔ تاہم گلی میں موجود ہے

گر نگاہ گرم فرمائی رہی تسلیم منبسط م شعلہ خس میں جیسے فوں گ میں نہاں ہو جاے گا
 باغ میں مجھ کو نہ لے جا، در نہ میرے حال پر م ہر گل تر، ایک چشم فوں نشان ہو جاے گا
 دل سے اگر میرا ترا انصاف محشر میں نہ ہو م اب تک تو یہ توقع ہے کہ وہاں ہو جاے گا
 گر وہ مست ناز دیوے کا صلاے عرض حال خار گل بہر دہان گل زباں ہو جاے گا
 گر شہادت آرد وہ ہے نقشے میں گستاخ ہو بال شیشے کا، رگ سنگ فساں ہو جاے گا
 نازک کیا ہو، آخر تو بھی دان ہے اسد م دوستی ناداں کی ہے جی کاریاں ہو جاے گا

تنگ ظرفوں کا رتبہ حمد سے برتر نہیں ہوتا حباب کے بعد بالیدنی سا غریب نہیں ہوتا
 عجب ہے آنکھ پلکان مہرے نظر بازی کہ تار جادہ رہ رشتہ گوہر نہیں ہوتا
 خوشامعز کے عاشق جلی بکھے ہوں شعلہ فانی م کہ کم از مر مر اس کا مشت خاکستر نہیں ہوتا
 تماشے گل و گلشن ہے بہت سرسبزی ہا یہ از چاک گریباں گلستان کا دور نہیں ہوتا
 در کچھ مہول لطف محبت ہے ہر گھٹ لیب خشک صدف آب گہر سے بر نہیں ہوتا
 نہ دیکھا کوئی ہم نے آشیان بلبل کا گلشن میں کہ جس کے در پہ فنجہ شکل قفل زہر نہیں ہوتا

۱۔ شعلہ خس میں مثل فوں در رگ نہاں ہو جاے گا
 ۲۔ گر وہ مست ناز دیوے کے صلاے عرض حال
 ۳۔ خار گل بہر دہان گل زباں ہو جاے گا
 ۴۔ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ فی میں درج ہوئے۔

صفا کج جمع ہو سکتی ہے غیر از گوشہ گیری ہا صدف بن قطرہ نینساں اسد گوہر نہیں ہوتا

لب خشک در تنگی مردگان کا م زیارت کردہ ہوں دل آزدگان کا
 ہمہ نا امیدی، ہمہ بدگانی م میں دل ہوں فریب وفا خوردگان کا
 شگفتن کیں کاہ تقریب ہوئی تصور ہوں بے موجب آزدگان کا
 غریب ستم دیدہ بازگشت سخن ہوں سخن بربل آزدگان کا
 سر پایک آئینہ دار شکستن ارادہ ہوں یک عالم افسردگان کا
 بہ صورت تکلف، یہ معنی تاسف اسد میں تبسم ہوں پژمردگان کا

ہے تنگ زو داماندہ شدہ حوصلہ پا جواشک گرا خاک میں ہے آبلہ پا
 منزل ہستی سے ہے مہرے طلب در جو خط ہے کف پا پہ سو ہے سلسلہ پا
 دیدار طلب ہے دل و داماندہ کہ آخر نوزک سر مژگان سے رقم ہو گلہ پا
 آیا نہ بیا بان طلب کام زباں تک متبخی الہ لب ہو نہ سکا آبلہ پا
 فریاد سے پیدا ہے اسد، گری و غشت تبخی الہ لب ہے بحر س آبلہ پا

۱۔ رخ = دار
 ۲۔ رخ = غریب بدر جستہ
 ۳۔ = ہے چہ ظاہر چہ باطن تکلف تاسف
 ۴۔ = بیان (دھواں)

○ ۶۱۸۱۶

وہ فلک رتبہ کہ بر تو نسج چالاک چڑھا
ماہ پر ہالہ صفت، حلقہ فترک چڑھا
نشہ مے کے اتر جلتے کے غم سے انگور
صورتِ اشک بزمِ گانِ رگ تاک چڑھا
بوسہ لب سے ملی طبع کو کیفیتِ حال
مے کشیدن سے مجھے نشہ تریاک چڑھا
میں جو گردوں کو بہ میزانِ طبیعت تو لا
تھایہ کم وزن کہ ہم سنگ کھٹ خاک چڑھا
اے استاد، وا شدن عقدہ غم گر چاہے
حضرت زلف میں ہوں شاد دل چاک چڑھا

شب کہ ذوقِ گفتگو سے تیری دل بیتاب تھا
شوخی و وحشت سے افسانہ فسونِ خواب تھا
شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرِ آبِ برباب تھا
شعلہ بوالہ، ہر یک حلقہ گرواب تھا
واں کرم کو غنیمتِ بارش تھا غناں گیر خیرام
گرہے سے یاں پنبہ بالش کھٹ سیلاب تھا
لے زمیں سے آسمان تک فرشِ تھیں بے تابیاں
شوخی بارش سے، مہ، فوارہ سیماب تھا
واں ہجومِ نغمہ ہائے سازِ عشرت تھا، استاد
ناخنِ غم، یاں سرِ تارِ نفس، مغرب تھا
واں خود آرائی کو تھا موتی پر نے کا خیال
یاں ہجومِ اشک میں تارِ نگہ نایاب تھا
جلوہ گل نے کیا تھا واں چراغاں، آبجو
یاں رواں بزمِ گانِ چشم تر سے خونِ ناب تھا

- ۱- رخ = خال (دھوکہ بات ۹)
۲- = گرمی برقِ تھیں سے
۳- = جو شکر یادِ نغمہ و سازِ مطرب سے (استاد)
۴- =
۵- =
+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ۶۱۸۱۶

یاں سر پر شور بے خوابی سے تھا، دیوار جو م
واں وہ فرقِ ناز، محبوبا لشِ کخواب تھا
یاں نفس کرتا تھا روشن شمعِ بزمِ بے خودی م
جلوہ گل، واں بساطِ صحبتِ احباب تھا
فرش سے ناعش، واں طوفان تھا موجِ رنگ کا م
یاں زمیں سے آسمان تک، سوختن کا باب تھا
ناگہاں اس رنگ سے خونا بہ ٹپکانے لگا م
دل کہ ذوقِ کاوشِ ناخن سے لذتِ یاب تھا

نالہ دل میں شبِ اندازِ اثرِ نایاب تھا م
تھا پسندِ بزمِ وصلِ غیر، گوبے تاب تھا
دیکھتے تھے ہم بچشمِ خود وہ طوفانِ بلا
آسمانِ سفلہ جس میں یک کھٹ سیلاب تھا
موج سے پیدا ہوئے، پیراہنِ دریا میں خار
گریہ و وحشت بے قرارِ جلوہ مہتاب تھا
بوشلِ تکلیفِ تماشا، محشرِ ستانِ نگاہ
فتنہ خوابیدہ کو آئینہ مشتِ آب تھا
بے خبر مت کہہ ہمیں بے درخوئی پوچھ
تکڑم ذوقِ نظریں آئینہ پایاب تھا
بے دلی ہائے استاد، افسردگی آہنگ تر
یادِ اے کہ ذوقِ صحبتِ احباب تھا
مقدمِ سیلاب سے، دل کیا نشاطِ آہنگ ہے م
خانہ عاشق، مگر سازِ مدائے آب تھا
نازشِ ایامِ خاکستر نشینی کی کہوں؟ م
پہلوے اندیشہ، وقفِ بسترِ سنجاب تھا

- + یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے
+ یہ شعر گل تک کسی خطوط میں نہیں ہے۔ متن میں ہے گویا ۱۸۶۹ء تا
۱۸۷۰ء کسی وقت کہا گیا ہو گا۔
۱- رخ = آباد

کچھ نہ کی اپنی جنونِ نارسا نے، ورنہ یاں م ذرہ ذرہ، روشِ خورشیدِ عالم تاب تھا
 آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیرن کی تجھ؟ م کل تلک تیرا بھی دل، مہر و وفا کا باب تھا
 یاد کروہ دن کہ ہر یک حلقہ تیرے دام کا م انتظارِ صید میں اک دیدہ بے خواب تھا
 میں نے وکاراتِ غالب کو وگرنہ دیکھتے م اس کی سیلِ گریہ میں گردوں کو سیلاب تھا

شب کہ وہ مجلسِ فروزِ خلوتِ ناموس تھا م رشتہ ہر شمع، خارِ کسوتِ فانوس تھا
 بت پرستی ہے، بہارِ نقشِ بزدلی ہاے دہر ہر صریرِ خامی میں، یک نالہِ ناقوس تھا
 مشہدِ عاشق سے کوسوں تک جواگتی ہے حنا م کس قدر یاربِ ہلاکِ حسرتِ پالیس تھا
 حاصلِ الفت نہ دیکھا جز شکتِ آرزو م دل بہ دل پیوستہ، گویا، یک لبِ افسوس تھا
 گیا کہوں بیماریِ غم کی فراغت کا بیاں؟ م جو کہ کھایا خونِ دل بے منتِ کیموس تھا
 طبع کی واہد نے رنگِ یک گلستاں گل کیا یہ دلِ وابستہ، گویا، بیضہ طائوس تھا
 کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشہ غم خانہ میں دست بر سر، سر بہ زانو سے دلِ مایوس تھا

۱- غ = شمع سے یک خار و در پیراہن

۲- = نقشِ بندِ بی جاں

۳- = غنچہ خاطر نے رنگِ صد

۴- = گردہ تصویرِ بگشتن

۵- = یاد آئے کہ دردِ سینہ ریشی سے اسد

۶- = دل

* یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا

+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

○ یہ شعر پہلے پہل ق میں درج ہوا

شبِ اخترِ قدحِ عیش نے حمل باندھا باریک تافلہ آبلہ منزل باندھا
 سجہ و اماندگی شوق و تماشا منظور جادہ پر زلیوہ صد آئنتہ منزل باندھا
 ضبطِ گریہ، گہرِ آبلہ لایا آخر پائے صد موج، بہ طوفاں کدہ دل باندھا
 حیف! اے تنگِ تنہا، کہ پئے عرضِ حیا یک عرقِ آئنتہ، بر جہنم سائل باندھا
 حسنِ آشفتنکی جملہ ہے عرضِ اعجاز دستِ موسیٰ بہ سر دعویٰ باطل باندھا
 پیشِ آئنتہ، پروازِ تمت لائی نامہ شوق، بہ بالِ پرِ بمل باندھا
 دیدہ نادل ہے یک آئینہ چرخاں کس نے خلوتِ ناز پہ پیرایہ محفل باندھا؟
 ناانیدی نے، بہ تقریبِ مضامینِ خمار کو چہ موج کو خمیازہ ساحل باندھا
 مطربِ دل نے مرے تارِ نفس سے غالب ساز پر رشتہ، پئے نغمہ بیدل باندھا

عرضِ نیازِ عشق کے وابل نہیں رہا م جس دل پہ ناز تھا مجھے، وہ دل نہیں رہا
 جاتا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے م ہوں شمعِ کشتہ، درخوردِ محفل نہیں رہا
 مرنے کی، اے دل، اور ہی تدبیر کر کہ میں م ثایانِ دست و بازو سے قاتل نہیں رہا

۱- غ = آبلہ ہاے تب خال

۲- = داغِ اے حاجتِ بے درد کہ در عرضِ حیا

۳- = معلوم

۴- = کہ نفس ہوں کہ اسد مطربِ دل نے مجھ سے

+ یہ اشعار سب سے پہلے حاشیہ ق میں اضافہ کیے گئے

بڑے شش جہت در آئینہ باز ہے م یاں امتیاز ناقص و کامل نہیں رہا
 واکر دیے ہیں شوق نے بند نقاب حسن م غیر از نگاہ، اب کوئی حائل نہیں رہا
 گوئیں رہا رہیں سنم ہاے روزگار م لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا
 دل سے ہواے کشتِ دفا مٹ گئی کہ واں م حاصل سوائے حسرت حاصل نہیں رہا
 جان دادگاں کا حوصلہ فرصت گداز ہے یاں عرصہ پیدن بسل نہیں رہا
 ہوں قطرہ زن بحرِ حلاہ یاس روز و شب جز تارِ اشک جاوہ منزل نہیں رہا
 اے آہ، میری خاطر وابستہ کے سوا دنیا میں کوئی عقدہ مشکل نہیں رہا
 ہر چند میں ہوں طوطی شیریں سخن و لے آئینہ آہ! میرے مقابل نہیں رہا
 بیکراو عشق سے نہیں ڈرتا، مگر اسد م جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

خلوتِ آبلہ پایں ہے، جولاں میرا نون ہے دل تنگی و حشرت بیاباں میرا
 ذوقِ سرشار سے بے پردہ ہے طوفان میرا مونِ خمیازہ ہے، ہر زخم نمایاں میرا
 عیشِ بازی کردہ حسرتِ جاوید رسا خونِ آدینہ سے رنگیں ہے، دبستان میرا

۱- خ = تر
 ۲- خ = بوا دی حسرت مشابہ روز
 ۳- = انداز ناکہ یاد ہیں سب مجھ کو پر اسد
 ۴- = کس
 ۵- = یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

حسرتِ نشہ و حشرت نہ بے سہی دل ہے عرضِ خمیازہ مجنوں ہے، گریباں میرا
 عالم بے سرو سامانی فرصت مت پوچھ لنگرِ وحشت مجنوں ہے، بیاباں میرا
 بے دماغِ تپشِ رشک ہوں اے جلوہ حسن تشنہ بخونِ دل دیدہ ہے پیمیاں میرا
 فہمِ زنجیری بے ربطی دل ہے، یارب! کس زباں میں ہے لقبِ خوابِ بیدار میرا
 تیرے ہوس، دردِ سراپا سلامت تاجندہ؟ مشکلِ عشق ہوں، مطلب نہیں ساں میرا
 سر نہ وقتِ نظر ہوں، مری قیمت یہ ہے م کہ ہے چشمِ خسریاں پر احساں میرا
 رخصتِ نالہ مجھے دے کہ مبادا! ظالم م تیرے چہرے سے ہوتا ہر غم پہناں میرا
 بوسے یوسف مجھے گلزار سے آتی تھی، اسد فے نے برباد کیا پیر ہنستاں میرا

بے مہر نامہ جو بوسہ گلِ پیام رہا ہمارا کام ہوا، اور تمہارا نام رہا
 ہوا نہ مجھ سے بجز درد، حاصلِ صیاد لبانِ اشک، گرفتارِ چشمِ دام رہا
 دل و جگر ترقہ فرقت سے جل کے خاک ہوئے دے ہنوز غیبِ ال وصال خام رہا
 شکستِ رنگ کی لائی سحر شبِ سنبل پہ زلفِ یار کا افسانہ ناتمام رہا

۱- خ = بساط
 ۲- خ = ہوس
 ۳- = کس
 ۴- = برباد

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

دہان تنگ مجھے کس کا یاد آیا تھا؟ کہ شب خیال میں بوسوں کا ازدحام رہا
نہ کچھ حال شب و روز ہجر کا، غالب خیال زلف و رخ دوست صبح و شام رہا

خط جو رخ پر جالشین ہالہ نہ ہو گیا ہالہ دودِ شعلہ بوالہ نہ ہو گیا
حلقہ گیسو کھٹلا دورِ خطِ رخسار پر ہالہ دیگر بہ گردِ ہالہ نہ ہو گیا
شب کہ مست دیدن ہناتب تھا وہ جاوید پارہ چاک کتاں، پر کاہ نہ ہو گیا
شب کہ وہ گل باغ میں تھا جلوہ فرمائے اسد داغ نہ جوش چین سے لالہ نہ ہو گیا

بس کہ عاجز نارسائی سے کبوتر ہو گیا صفحہ نامہ، غلافِ بالشی پر ہو گیا
صورتِ دیبا تش سے میری غرقِ توں ہے آج خارِ پیراہن، رگِ بستر کو نشتر ہو گیا
بس کہ آئینے نے پایا گرمیِ رخ سے گداز دامنِ تبتال، مثلِ برگِ گل، تر ہو گیا
شعلہ رخسار! تجھ سے تری رفتار کے خارِ شمع آئندہ، آتش میں جوہر ہو گیا
بس کہ وقتِ گریہ نکلا تیرہ کاری کا غبار دامنِ آلودہ عصیاں گراں تر ہو گیا

حیرتِ اندازِ رہبر ہے عنانِ گیرائے اسد

نقشِ پائے خضرِ یاس، سدِ سکندر ہو گیا

۱۔ رخ = اسد نہ کچھ شب و روز ہجر کا احوال
۲۔ = برگِ گل صفت

یک گام بخودی سے لٹیں بہارِ صحرَا آغوشِ نقشِ پامیں کیجئے فشارِ صحرَا
وحشت اگر رسا ہے بے حاصلیِ اداس ہے پیمانہ ہوا ہے، مشیتِ غبارِ صحرَا
اے آبلے! کرم کمریاں رنجِ یک قدم کر لے نورِ چشمِ وحشت لے یادگارِ صحرَا
دل در رکابِ صحرَا، خانہ خرابِ صحرَا موجِ سرابِ صحرَا، عرضِ خسارِ صحرَا
ہرقہ یک دل پاک آئینہ خانہ بے خاک تبتالِ شوق بے باک، صد جادو چارِ صحرَا
دیوانگی اسد کی حسرت کشِ طرب ہے سر میں ہوائے گلشنِ دل میں غبارِ صحرَا

دل بیتاب کہ سینے میں دمِ چند رہا بہ دمِ چند گرفتارِ غمِ چند رہا
زندگی کے ہوئے ناگہ نفسِ چند تمام کوچہ یار جو مجھ سے قدمِ چند رہا
لکھ سکامیں نہ اُسے شکوہ پیمانِ شکنی لاجرم، توڑ کے، عاجز، قلمِ چند رہا
الفِ ز رہمہ نقضاں ہے کہ آخر قاروں زہر بارِ غمِ دام و دیرمِ چند رہا
عمرِ بحرِ بوشِ نیک جا ہوئے میرے کہ اسد میں پرستندہ رومے صنمِ چند رہا

۱۔ رخ = آبلہ

۲۔ = مجنوں

۳۔ = آئینہ خانہ خاک

۴۔ = دوسرے ہوائے گلشن، در دلِ غبارِ صحرَا

○ ۱۸۱۶ء

جگر سے لٹٹی ہوئی ہوگئی سناں پیدا دہانِ زخم میں، آخر ہوئی زباں پیدا
لسانِ بسزہ رگِ خواب ہے زباںِ ایجاد کرے ہے خامشی احوالِ بخوداں پیدا
صفا و شوقی و اندازِ حسنِ پایہ رکاب خطِ سیاہ سے ہے گردِ کارواں پیدا
نہیں ہے آہ کو ایماے تیرے بالیدن و گرد ہے خمِ تسلیم سے کہاں پیدا
نصیبِ تیرہ، بلا گردشِ آفریں ہے اسد زمیں سے ہوتے ہیں، صدرا من آسماں پیدا

دلِ مرسوزِ نہاں سے بے محابا جل گیا آتشِ خاموش کے ماند گویا جل گیا
دل میں ذوقِ دل و یادِ یار تک باقی نہیں آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جوتھا جل گیا
میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافلِ بار میری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا
عرض کیجے جو ہر اندیشہ کی گرمی کہاں؟ کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ بحرِ جل گیا
دل نہیں تجھ کو دکھاتا، ورنہ داغوں کی بہاں اس پرغاں کا، کروں کیا کا فرما جل گیا
دو دیرِ سنبلاستان سے کرے ہے ہم سہری بس کہ ذوقِ آتشِ گل سے سراپا جل گیا
شمعِ روکیوں کی سرانگشتِ جنائی دیکھ کر غنچہ گل، پر فشاں پروانہ آسا جل گیا
خانمانِ عاشقانِ دکانِ آتش باز ہے شعلہ رُوجب ہو گئے گرم تماشا جل گیا

۱۔ غ = اُٹ نہ کی گوسوز دل سے ---

۲۔ = شمعِ رویاں

۳۔ = یاں جب ہوئے

+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

○ ۱۸۱۶ء

تاکجا افسوس گرمی ہائے صحبت؟ اے خیال دل، بہ سوزِ آتشِ داغِ تہمتا جل گیا
میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

نہاں کیفیتِ ے میں ہے سامانِ حجابِ اُس کا بنا ہے پندہِ سینا سے ساقی نے نقابِ اُس کا
اگر اُس شعلہ رو کو دلوں پیامِ مجلسِ افزوی زبانِ شمعِ خلوتِ خانہ دیتی ہے جوابِ اُس کا
عیاں کیفیتِ میخانہ ہے جوئے گلستاں میں کہ نے عکسِ شفق ہے اور ساعرِ حجابِ اُس کا
اُٹھائے ہیں جو میں اتحاد کی میں متصل صدے کروں گا اشکِ ہائے دلچکیدہ حسابِ اُس کا

اسد کے واسطے رنگے بروے کار ہو پیدا

غبارِ آواہِ سرگشتہ ہے یا لوتِ راتِ اُس کا

زبیں ہے نازِ پروازِ غرورِ نشہ صہبا رگِ بالیدہ گردن ہے موجِ بادہِ دیمینا
در آبِ آئندہ از جوشِ عکسِ گیسوئے مشکیں بہارِ سنبلاستان جلوہ گر ہے آں سوے دریا
کہاں ہے دیدہ روشن کہ دیکھے بے حجابانہ نقابِ یار ہے از پردہ ہائے چشمِ نابینا

۱۔ غ = دل ز آتشِ خیزی ---

۲۔ = ہے اسد بیگانہ کو افسردگی، کو بے کسی

دل ز گرمی تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

نہ دیکھے پاس ضبطِ آبرو، وقتِ شکستِ بھی
تخلِ پیشہ تمکین رہے آئندہ آسا
اسد، طبعِ متین سے گرنکالوں شعرِ برجستہ
شرار ہو قطرہ خونِ فسردہ درِ رگِ خارا

گرفتاری میں فرمانِ خطِ تقدیر ہے پیدا
کہ طوقِ قہری از ہر حلقہ زنجیر ہے پیدا
زمین کو صفحہ گلشن بنا یا خوئی کا نی نے
چمن بالیدنی ہا، از ہم نچیر ہے پیدا
مگر وہ شوق ہے طوفاں طرازِ شوقِ تو زری
کہ درِ بحرِ کماں بالیدہ موجِ تیر ہے پیدا
نہیں ہے کفِ لبِ نازک پہ قطرہ لاشعہ سے
لطفِ ہا ہے جوشِ حسن کا سرشیر ہے پیدا
عروجِ ناامیدی چشمِ زخمِ جراح کیا جائے؟
بہارِ بے خوان، از آفتابِ تاثیر ہے پیدا
اسد جس شوق سے فرتے تیشِ فرساہوں زین میں
خبرِ ہا ہے دل سے ہو ہر شمشیر ہے پیدا

سحرِ گہ باغ میں وہ حیرتِ گلزار ہو پیدا
اڑے رنگِ گل اور آئینہ دیوار ہو پیدا
بتاں! زہرِ لبِ شہادتِ دوپیکانِ ناک کو
کہ خطِ سبزِ تاپشتِ لبِ سوار ہو پیدا
لگے گرسنگ سر پر یار کے دستِ نگارین سے
بجائے زخمِ گلِ برگوشہ دستار ہو پیدا

۱۔ = نہیں کفِ بر لبِ نازک، و فور نشہ سے
۲۔ = بر

کوں گر عرضِ سنگینی کہسار اپنی بیتابی
رگِ ہر سنگ سے نبضِ دلِ بیمار ہو پیدا
ہر سنگِ شیشہ توڑوں سا قیامِ پیمانہ پیمان
اگر ابرِ سیدِ مست از سوئے کہسار ہو پیدا
اسد، مایوس مت ہو، گرچہ رونے میں انوکھ ہے
کہ غالب ہے کہ بعد از زاری بسیار ہو پیدا

بس کہ ہے میخانہ دیران، جوں بیابانِ خراب
عکسِ چشمِ آہوئے ہم خوردہ ہے داغِ شراب
تیرگیِ ظاہری ہے طبعِ آگہ کا نشان
غافلانِ عکسِ سوادِ صفحہ ہے گردِ کتاب
یک نگاہِ صاف صد آئینہ تاثیر ہے
ہے رگِ یا قوت، عکسِ خطِ جامِ آفتاب
ہے عرقِ افشاں مشی سے ادمِ مشکین یار
وقتِ شب اختر گئے ہے چشمِ بیدارِ کباب
ہے شفق، سوزِ جگر کی آگ کی بالیدگی
ہر یک اختر ہے فلکِ پر قطرہ اشکِ کباب
بس کہ شرمِ عارضِ رنگین سے حیرتِ جلو ہے
ہے شکستِ رنگِ گل آئینہ پروازِ نقاب

شب کہ تھانظرِ رگی روئے بتاں کا لے اسد
گر گیا با ہم فلک سے صبح، طشتِ ماہتاب

۱۔ رخ = نہ ہو مایوس غالب

۲۔ = تو ہے

۳۔ = موزوں

۴۔ = شمر

۵۔ = ہے ہے شفق از سوزِ دل ہا، آتشِ افروختہ

۶۔ = نظر نہ کر

○ ۱۸۱۶ء

ہے بہاراں میں خزاں حاصل خیالِ عنلیب رنگِ گلِ آتش کہ ہے زیرِ بالِ عنلیب
عشق کو سرِ رنگِ شانِ حسن ہے مدِ نظر مصرعِ سرودِ جن ہے حسبِ حالِ عنلیب
حیرتِ جنِ چمن پیرا سے تیرے، رنگِ گل بسملِ ذوقِ پریدن ہے بہ بالِ عنلیب
عمرِ میری ہو گئی صرف بہارِ حسنِ یار گردشِ رنگِ جن ہے ماہِ وصالِ عنلیب
منعِ مت کر حسن کی، ہم کو پرستش سے کہ ہے بادۂ نظارۂ گلشن، حلالِ عنلیب

ہے مگر موقوف بروقتِ دگر، کارِ اسد
اے شبِ پروانہ و روزِ وصالِ عنلیب

آمدِ خط سے ہوا ہے سرودِ بازارِ دوست دودِ شمعِ کشتہ تھا شاید خطِ خسارِ دوست
لے دلِ ناعاقبت اندیش! ضبطِ شوق کر کون لاسکتا ہے تابِ جلوۂ دیدارِ دوست
خاندویراں سازیِ حیرت تماشا کیجیے صورتِ نقشِ قدم ہوں رفتہ رفتارِ دوست
عشق میں بیدارِ رشکِ غیر نے مارا مجھے کشتہ دشمن ہوں آفرِ گرچہ تھا بیارِ دوست

۱۔ رخ = پروانہ
۲۔ = رنگِ گلِ از حیرتِ گلشن فروزی ہاے دوست

۳۔ = آنکھ
۴۔ = ہے نیمِ رنگی جلوہ ہے بزمِ تجلی زارِ دوست
۵۔ = ہے اے عدوئے مصلحتِ جند سے بہ ضبطِ افشردہ رہ
کردنی ہے جمعِ تابِ شوقی دیدارِ دوست

* یہ شعر پہلے پہل متن قی میں درج ہوا
○ یہ اشعار پہلے پہل متن قایم درج ہوئے

○ ۱۸۱۶ء

چشمِ مارِ روشن! کہ اُس بیدِ دکا دلِ شاہے م دیدہ پیرنوں ہمارا، ساغرِ شرابِ دوست
غیرِ لویں کرنا ہے میری پرش اُس کے ہمیں م تے بکھلے دوست ہو جیسے کوئی غنوارِ دوست
تا کہ میں جانوں کہ ہے اُس کی سائی وں تک م مجھ کو دیتا ہے پیامِ وعدۂ دیدارِ دوست
جب کہ میں کرنا ہوں اپنا شکوۂ ضعفِ دماغ م سرِ کمرے ہے وہ حدیثِ زلفِ غنبرِ بارِ دوست
چلے چکے مجھ کو روئے دیکھ پاتا ہے اگر م ہنس کے کرنا ہے بیانِ شوخیِ گفتارِ دوست
مہربانی ہاے دشمن کی شکایت کیجیے م یابیاں کیجے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست
یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آتی ہے آپ م ہے دلیفِ شعریں غالبِ زبسِ نکارِ دوست
چشمِ بندِ خلق، غیر از نقشِ خود بینی نہیں آئندہ ہے قالبِ خشتِ درو دیارِ دوست
برقِ زمیں زارِ گوہر ہے نگاہِ تیریاں اشکِ ہو جاتے ہیں خشکِ انگریزِ قارِ دوست
ہے سوائیزے پہ، اس کے قامتِ نوخیز سے آفتابِ روزِ محشر ہے گلِ دستارِ دوست
غرضِ مستانِ وجوشِ تماشا ہے، اسد آتشِ نئے شے بہارِ گرمیِ بازارِ دوست

جاتا ہوں جدھر سب کی اٹھے ہے اُھر انگشت یک دست جہاں مجھ سے بھرا ہے، مگر انگشت

○ یہ اشعار پہلے پہل متن قایم درج ہوئے

۱۔ رخ = پردہ جزِ مثال
۲۔ = ہے بقدرِ نیازِ ازالاے وافرِ خستہ تماشا
۳۔ = صبح
۵۔ = ہے

○ ۶۱۸۱۶

میں الفتِ مژگاں میں جوا انگشت نما ہوں لگتی ہے مجھے تیر کے مانند ہر انگشت
ہر غمچہ نگل، صورتِ یک قطرہ خوں ہے دیکھا ہے کس کا جو حنا بستہ، سر انگشت
گرمی ہے زبان کی، سببِ سوختن جاں ہر شمع، شہادت کو ہے یاں سر بسر انگشت
خون دل میں جو میرے نہیں باقی، تو بھڑاس کی جوں ماہی بے آب، تڑپتی ہے ہر انگشت
شوخی تری کہہ دیتی ہے احوال ہمارا راز دلِ صدا پارہ کی ہے پردہ در انگشت
بس رتبے میں باریکی و نرمی ہے کہ جوں گل آتی نہیں بچے میں بس اس کے نظر انگشت
افسوس! کہ دناں کا کیا رزق فلک نے م جن لوگوں کی، تھی در خورِ عقدِ گہرا، انگشت
کافی ہے نشانی تری، چھلے کا نہ دینا م خالی مجھے دکھلا کے، بوقتِ سفر انگشت
لکھتا ہوں، اسد، سوزشِ دل سے سخن گرم م تاکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پر انگشت

دودِ شمع کٹتہ گل، بزمِ سامانی عبث یک شبہ آشفۃ نازِ سنبھلتانی عبث
ہے، ہوس، محلِ بدوشِ شوخی ساقیِ مرمت نشہء کے تصور میں نگہبانی عبث
باز ماہن ہائے مژگاں ہے یک غوشِ دواع عید و حیرت سوارِ چشمِ قربانی عبث

۱۔ غ = مژگاں کی محبت میں

۲۔ = خوں کا جو دیکھا ہے

۳۔ = گرمی زبان ہے

۴۔ = شمع شہادت کے لینے

+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ کیے گئے

○ ۶۱۸۱۶

جز غبارِ کردہ سیر، آہنگی پرواز کو؟ بلبلِ تصویر و دعوایِ پرافشانی عبث
سرِ نوشتِ خلق، ہے طفرائے عجزِ اختیار آرزو باخارِ خارِ چینِ پیشانی عبث
جب کہ نقشِ مدعا ہوئے نہ جز موجِ سراب وادیِ حسرت میں پھر آشفۃ جولانی عبث
دستِ برہم سودہ ہے، مژگانِ خوابیدہ اسد
اے دل از کف دادہ غفلتِ پیشانی عبث

نازِ لطفِ عشق، با وصفِ توانائی، عبث رنگ ہے سنگِ محک دعوئے مینائی عبث
ناخنِ دخلِ عزیزان، یک قلم ہے نقیبِ زن پاسبانیِ طلسمِ کُنجِ تنہائی عبث
محلِ پیمانہٴ فرصت ہے بزوشِ جناب دعویٰ دریا کُشی و نشہٴ پیمائی عبث
جانِ عاشقِ حاملِ صد غلبہٴ تاثیر ہے دل کوئے بیدارِ خو، تعلیمِ خارا ئی عبث
یک نگاہِ گرم ہے، جوں شمع، سترِ پاکِ گداز بہر از خودِ مژگاں، رنجِ خود آرائی عبث
قیس بھاگا شہرے شرمندہ ہو کر سوئے دشت بن گیا تقلید سے میری، یہ ستوائی عبث

اے اسد بے جا ہے نازِ سجدہٴ عرضِ نیاز
عالمِ تسلیم میں یہ دعویٰ آرائی عبث

۱۔ غ = چونکہ

۲۔ = طبعِ نالان

۳۔ = عاشق کشاں

۴۔ = دعویٰ مرزائی

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ کیا گیا

○ ۱۸۱۶ء

گلشن میں بند نیست بہ نگاہِ دگر ہے آج م قمری کا طوق حلقہ بیرونِ در ہے آج
 آتا ہے ایک پارہٴ دل ہر فغاں کے ساتھ م تارِ نفس، کمندِ شکارِ اثر ہے آج
 اے عافیت! کنارہ کرائے انتظام، چل م سیلابِ گریہ، درپے دیوارِ در ہے آج
 معزولی تپش ہوئی، افراطِ انتظار م چشمِ کشودہ، حلقہ بیرونِ در ہے آج
 حیرتِ فروغِ صد لگرائی ہے، اضطراب م ہر رشتہ چاکِ حجب کا، تارِ نظر ہے آج
 ہوں داغِ نیم رنگی شامِ وصالِ یار م نورِ چراغِ بزم سے جوشِ سحر ہے آج
 کرتی ہے عاجزی، سفرِ سوختن، تمام م پیراہنِ خشک میں غبارِ شر ہے آج
 تاصبح ہے بہ منزلِ مقصدِ سیدی م دو درِ چراغِ خفا، غبارِ سفر ہے آج
 دورِ اوقاتہٴ چمنِ فکری ہے، اسد م مرغِ خیال، بلبلِ بے بالِ و پر ہے آج

جنش ہر برگ ہے گل کے لب کو اختلاج م حبِ نیم سے صبا ہر صبح کرتی ہے علاج
 شاخِ گل جنش میں ہے گہوارہٴ آسا، نفس م طفلِ خویشِ غنچہ گل بس کہ ہے وحشی مزاج
 سیرِ ملکِ حسن کمر، میخانہٴ ہاندرِ خسار م چشمِ مستِ یار سے ہے گردنِ مینا پہ باج

۱۔ غ = یہ ضبط
 ۲۔ غ = کشادہ
 ۳۔ غ = بے تابی نے کیا
 ۴۔ غ = بے لب گل کو زوا جنیدنِ برگ اختلاج
 ۵۔ غ = وحشت
 + یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ کیا گیا
 * یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا

○ ۱۸۱۶ء

گریہ ہائے میدلاں، گنجِ شرورِ آستین م قہرمانِ عشق میں حسرت سے لیتے ہیں قہراج
 رنگِ زخمِ جسم و جاں نے از خمستانِ عدم م خرقہٴ ہستی نکالا ہے برنگِ احتیاج
 ہے سوادِ چشمِ قربانی میں یک عالمِ مقیم م حسرتِ فرصت جہاں تی ہے حیرت کو رواج
 اے اسد، ہے مستعدِ شاد گیسو شدن
 پنچہٴ میزگان، بخود بالیدنی رکھتا ہے آج

بیدار نہ نازِ وحشتِ حجبِ دریدہ کھینچ م بول بولے غنچہ، یک نفسِ آرمیدہ کھینچ
 یک مشتِ خوں ہے، پر تو خور سے، تمامِ وحشت م درِ طلبِ بہ آبلہٴ نادمیدہ کھینچ
 پیچیدگی، ہے حاملِ طوارِ انتظار م پائے نظریہ دامنِ شوقِ دویدہ کھینچ
 برقِ بہار سے ہوں میں پادِ رونا ہنوز م لے خارِ وحشت دامنِ شوقِ رمیدہ کھینچ
 بخود بہ لطفِ چشمکِ عبرت ہے، شتمِ صید م یک داغِ حسرتِ نفسِ ناکشیدہ کھینچ
 بزمِ نظر میں بیضہٴ طائوسِ خلوتان م فرشِ طرب بہ گلشنِ نا آفریدہ کھینچ

دریا، بساطِ دعوتِ سیلاب ہے، اسد
 ساغر بہ بارِ گاہِ دماغِ رسیدہ کھینچ

۱۔ غ = یک جہاں ہے در سوادِ چشمِ قربانی مقیم
 ۲۔ غ = حسرتِ فرصت نے بخفا بس کر حیرت کو رواج
 ۳۔ غ = شاد گشتن بہر زلف
 ۴۔ غ = گذر

○ ۱۸۱۶ء

قطع سفر ہستی و آرام فتا، بیچ رفتار نہیں بیشتر از لغزش پای بیچ
حیرت ہمہ اسرار، پہ مجبور خموشی ہستی نہیں جز بسن پیمان و فای بیچ
تمثال گذار آئینہ، ہے عبرت بینش نظارہ تجر، چمنستان بقا، بیچ
گلزار دیدن، شریستان میدان فرصت تیش و حوصلہ نشو و نما، بیچ
آہنگ عدم نالہ یہ کہسار گرد ہے ہستی میں نہیں شوخی ایجاد صدای بیچ
کس بات پہ مغرور ہے، اے عجز تمنا؟ سامان دعا و حشت و تاثیر دعا، بیچ
آہنگ اسد میں نہیں جز نغمہ بیدل
"عالم ہمہ افسانہ مادر دوما، بیچ"

دعوی عشق بتاں سے بہ گلستاں گل صبح ہیں رقیبانہ ہم دست و گریبان گل صبح
ساقی گل رنگ سے، اور آئینہ زانو سے جامہ نہ یوں کے سدا ہیں تیر داماں گل صبح
وصل آئینہ رخواں، ہم نفس یک دیگر ہیں دعا ہائے سحر گاہ سے خواہاں گل صبح
آئینہ خانہ ہے صحن چمنستان یکسر بس کدیں بے خود و وارفتہ حیران گل صبح
زندگانی نہیں بیش از نفس چنہ اسد غفلت آرامی یاراں پہیں خدای گل صبح

۱۔ غ = جنوں
۲۔ غ = و خط
۳۔ = جامہ زیبایاں
۴۔ = یک دست

○ ۱۸۱۶ء

بس کہ وہ پاکویاں در پردہ و حشر ہیں یاد ہے غلاف دُچخہ خورشید، ہر یک گرد باد
طرف موزونی ہے صرف جنگ جوی ہائے یاد ہے سر صراع صاف تیغ، خنجر مستزاد
* اٹھ آیا زخم تیغ یار سا پہلو نشیں کیوں نہ ہوئے آج کے دن بیکسی کی لوح شاد
کچھ آہوئے ختن کو خضر صحرائے طلب مشک ہے سنبلستان زلف ہیں، گرد و سواد
ہم نے سوز خم جگر پر بھی زباں پیدائے کی گل ہوا ہے ایک خم سینہ پر خواہاں داد
بس کہ ہیں در پردہ معروف سیہ کاری تماا آستر ہے خرقہ زباؤ کا، صوف برداد
تیغ در کھفت کف بلب آتا ہے قائل اس طرف
مژدہ یاد، اے آرزو سے مرگ غالب مژدہ باد

تو پست فطرت اور خیال بسا بلند اے طفل خود معاملہ، قد سے عصا، بلند
دیرانے سے، جز آمد و رفت نفس نہیں ہے کوچہ ہائے نئے میں، غبار صدا، بلند
رکھتا ہے انتظار تماشا سے حسن دوست مژگان باز ماندہ سے، دست دعا، بلند
موقوف کیجیے یہ تکلف نگاریاں ہوتا ہے، ورنہ، شعلہ رنگ حنا، بلند
قربان اوج ریزی چشم حیا پرست یک آسماں ہے، مرتبہ پشت پا، بلند

۱۔ غ = غنچہ کا دل خوں ہوا لیکن
۲۔ = اسد
۳۔ = وا کشادہ
* یہ اشعار پہلے پہل متن ق میں درج ہوئے

ہے، دلیری، کیس گرا، یکا، دیک نگاہ کار بہانہ جوئی چشم حیا، بلند
بالیدگی نیاز قد جہ انفراد
در ہر نفس بقدر نفس ہے، قبا، بلند

حسرت دست گہ وپاے تحمل تا چند؟ رگ گردن، خط پیمانہ بے گل تا چند؟
ہے کلیم سید بخت پریشاں کا گل موئنہ بافتن ریشہ سنبھل تا چند؟
کو کب بخت، بجز روزن پرو و نہیں عینک چشم جنوں، حلقہ کا گل تا چند؟
چشم بے خون دل، و دل تہی از جوش نگاہ بہ زبان عرض فسون ہوس گل تا چند؟
بزم داغ طرب و باغ کشادہ پر رنگ شمع و گل تاکے پروانہ و بلبل تا چند؟
نالہ و ام ہوس و درد اسیری معلوم شرح بر خود غلطی ہاے تحمل تا چند؟
جو ہر آئینہ منکر سخن ہوئے دماغ عرض حسرت پس زانے تامل تا چند؟
سادگی ہے قدم قدرت ایجاد غنا ناکسی، آئینہ ناز تو گل تا چند؟

اسد خستہ گرفتار دو عالم اوہام

مشکل آساں کن یک خلق، توافل تا چند؟

بہ کام دل کریں کس طرح گمراہ فریاد؟ ہوئی ہے لغزش پا بکھت زبان فریاد!

۲۔ غ = رنگ

۱۔ غ = بالیدن

کمال بندگی گل ہے راہن آزادی ز دست مشت پرو خارا شیاں فریاد
لوازش نفس آشنا کہاں؟ ورنہ برنگ نے ہے نہاں در ہر استخوان فریاد
تخافل، آئینہ دار خوشی دل ہے ہوئی ہے محو بہ تقریب امتحان فریاد
ہلاک بے خبری، نغمہ وجود و عدم جہان و اہل جہاں سے جہاں جہاں فریاد
جواب سنگ دل ہاے دشمنان ہمت ز دست شیشہ دلی ہاے دوستاں فریاد

ہزار آفت و یک جان بے نوالے اسد

خدا کے واسطے، اے شاہ بیگمساں! فریاد

شیشہ آتشیں، رخ پر نور عرق از خط چکیدہ، روغن مور
بس کہ ہوں بعد مرگ بھی نگران مردک سے ہے خال برب گور
بار لائی ہے دانہ ہاے سرشک مرزہ، ہے ریشہ رز انکور
ظلم کرنا گداے عاشق پر نہیں شاہان حسن کا دستور
دوستو، بچھ ستم رسیدہ سے دشمنی ہے، وصال کا مذکور
زندگانی پہ اعتماد غلط ہے کہاں قیصر اور کہاں فقور؟
کیجے، جوں اشک اور قطرہ زنی اے اسد، ہے ہنوز دلی دور

۲۔ غ = نیاز

۳۔ غ = مستند

۱۔ غ = فدا ہے
۲۔ غ = شیشہ کی طبع
۳۔ غ = دانہ ہاے سرشک لاتی ہے

○..... ۱۸۱۶ء

بس کہ مائل ہے وہ رشکِ بہتاب آئینے پر
باز گشتِ جادہ پیمائے روحِ حیرت کہاں؟
بدگماں کرتی ہے عاشق کو خود آرائی تری
نازِ خود بینی کے باعث مجرمِ صد بے گناہ
ہے نفسِ تارِ شعاعِ آفتاب آئینے پر
غافلانِ غش جان کر پھر کے یہ آب آئینے پر
بے دلوں کو ہے براتِ اضطراب آئینے پر
جو ہر شمشیر کو ہے تیجِ تاب آئینے پر
مفتِ واگسردنی ہے فرشِ نوبل آئینے پر
ہے تماشا، زشت رویوں کا عقاب آئینے پر
گر کرے یوں امرِ نہی بوتراب آئینے پر
دل کو توڑا جو ششِ بیتابی سے غالب کیا کیا؟
رکھ دیا پہلو بوقتِ اضطراب آئینے پر؟

دندان کا خیال، چشم تر، کمر
آتی مہینیں نیند، اے شبِ تار
اے دل، یہ خیالِ عارضِ یار
ہر چہند اُمیدِ دُور تر ہو
ہر دانہ اشک کو گہر کر
افسانہ زُلفِ یار سر کر
یہ شامِ غمِ آپ پر سحر کر
اے حوصلے! سعیِ بیشتر کر

۱۔ غ = ہونکا و گلِ رُخاں کو سدا سکندر اسد
۲۔ غافل
+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ ہوا

○..... ۱۸۱۶ء

میں آپ سے جا چکا ہوں اب بھی اے بے خبری، اُسے خبر کر
افسانہ، اسد، بایں درازی
اے عنبرِ زہد! قصہ مختصر کر

بینشِ بے سعی ضبطِ جنوں، نوبہار تر
قالِ بے غمِ ناز و دل از زخمِ درگداز
بے کسوتِ عروجِ تغافل، کمالِ حُسن
سعیِ خرام، کاوشِ اِحسادِ جاوہ ہے
دل، درگدازِ نالہ، نگہِ آبِ بار تر
شمشیرِ آبدار و نگہِ آبِ دار تر
چشمِ سیہ بہرِ گنگ، سوگوار تر
جوشِ چکیدنِ عرق، آئینہ کار تر
بمجنونِ دشتِ عشق، تحیرِ شکار تر
لیکن بنائے عہدِ وفا استوار تر
جنا کہ نا اُمید تر، اُمید دار تر
سیماب بے قرار و اسد بے قرار تر

فُسونِ یک لہ ہے لذتِ بیدار و دشمن پر
تکلفِ خارِ خارِ التماسِ بے قراری ہے
کہ وجہِ برقِ جوں پُر زہ بالِ افشاں ہے خزن پر
کہ رشتہ باندہ تھا ہے پیرِ بنِ انگشتِ نون پر

○ یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

○ ۱۸۱۹ء

یہ کیا وحشت ہے؟ اے لیوانے! پیش از مرگ دیلا رکھی بے جا بنائے خائے زنجیر شیون پر
 جنوں کی سنگیری کس سے ہو، گر ہو نہ عریانی؟ م گریباں چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر
 برنگ کاغذ آتش زدہ، نیرنگ بیتابی م ہزار آئینہ دل باندھے ہے بال یک پتین پر
 فلک سے ہم کو عیشِ رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے! م متاعِ بڑہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرضِ رہزن پر
 ہم اور وہ بے سببِ نج، آشنا دشمن کر رکھا ہے م شعاعِ مہر، تہمت نگہ کی چشمِ روزن پر
 فنا کو سوینا گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا م فروغِ طالعِ خاشاک ہے موقوفِ کفن پر
 اس بے سمل ہے کس انداز کا؟ قاتل سے کہتا ہے م کہ "مشتقِ ناز کو خونِ دو عالم میری گردن پر"

صفائے حیرت آئینہ، ہے سامانِ رنگِ آخر م تغیر آبِ برجاماندہ کا، چلتا ہے رنگِ آخر
 نہ کی سامانِ عیش و جاہ نے تدبیرِ وحشت کی م ہوا جامِ نہرِ دجی، مجھے، داغِ پلنگِ آخر
 خطِ لوزخیز، نیلِ چشمِ زخمِ صافی عارض لیا آئینے نے تہریرِ بر طوطیِ پچنگِ آخر
 ہلالِ آساہی رہ، اگر کشادہ ہائے دل چاہے ہوا، کہ کثرتِ سراپہ اندوزی سے تنگِ آخر
 تڑپ کر کر گیا وہ صیدِ بالِ افشاں کہ مضطر تھا ہوا نا سو چشمِ تعزیت، زخمِ خدنگ، آخر

○ ۱۸۱۹ء

لکھی یاروں کی بدستی نے میخانے کی پامالی ہوئی قطرہ فشانِ ہائے بارانِ سنگِ آخر
 اسد، پیری میں بھی آہنگِ فوقِ یاقائم ہے
 نہیں ہے نغمے سے خالی، خمیدن ہائے چنگِ آخر

دیبا یاروں نے بے ہوشی میں درماں کا فریبِ آخر ہو اسکتے نے میں آئینہ دستِ طیب، آخر
 رگِ گل، جادہ تارِ نگہ سے حدِ موافق ہے ملیں گے منزلِ الفت میں ہم اور عندلیبِ آخر
 غورِ ضبط، وقتِ نزعِ ٹوٹا بے قراری سے نیازِ پرفشانی ہو گیا صبر و مشکبِ آخر
 ستم کشِ مصلحت سے ہوں کہ خوابِ تجھ پر عاشق ہیں م ممکنِ بر طوطی، مل جائے گا تجھ سارِ قیبِ آخر
 اسد کی طرح میری بھی، بغیر از صبحِ رخساراں
 ہوئی شامِ جوانی، اے دلِ حسرتِ نصیبِ آخر

حسنِ خود آرا کو ہے مشتقِ تغافلِ ہنوز ہے کفِ مشاطہ میں آئینہ گلِ ہنوز
 سادگیِ یک خیال، شوخیِ مدنگِ نقش حیرتِ آئینہ ہے جیبِ تاملِ ہنوز
 سادہ و پرکار تر، غافل و ہشیار تر مانگے ہے شمشاد سے شانہِ سبیلِ ہنوز

۱۔ رخ = سے زیدِ مستی سے لوزخاں ہوا ویرانہ میخانہ
 ۲۔ = سے قرارانہ
 ۳۔ = بالِ افشانی ہوا
 ۴۔ = مائل

۱۔ رخ = طبعین
 ۲۔ = میں
 ۳۔ = تمنا
 + یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے
 ○ یہ شعر پہلی بار مشق ق میں درج ہوا

ساقی و تعلیم رنج، محفل و تمکین گراں سبکی استاد ہے ساغرِ بے مل ہنوز
 شغلِ ہوس در نظر، لیک حیا ہے خبر شاخِ گلِ نغمہ ہے، نالہ بلبس ہنوز
 دل کی صدا ہے شکست ساڑ طرب، اسد
 شیشہ بے بادہ سے چاہے ہے قفلِ ہنوز

چاکِ گریباں کو ہے ربطِ تامل ہنوز غنچے میں دل تنگ ہے، حوصلہ گل ہنوز
 دل میں ہے، سوئے زلفِ مستِ تغافل ہنوز ہے مژدہ خوابِ ناک ریشہ سنبیل ہنوز
 پرورشِ نالہ ہے وحشتِ پرواز سے ہے تر بالِ پری بیضہ و بلبیل ہنوز
 عشقِ کمین گاہِ درد و وحشتِ دل دور گرد دامِ تیر سبزہ ہے، حلقہ کاکل ہنوز
 لذتِ تقریرِ عشق، پردگیِ گوشِ دل جوہرِ افسانہ ہے عرضِ تجمل ہنوز
 آئینہ امتحان، نذرِ تغافل اسد
 شش جہت اسباب ہے وہم توکل ہنوز

بے گمانہ وفا ہے ہولے چمن ہنوز وہ سبزہ سنگ پر نہ اگا، کوہکن! ہنوز
 فارغ مجھے نہ جان کہ ماندِ صبح و مہر م ہے داغِ عشق زینتِ حجبِ کفن ہنوز

۱۔ غ = ۲۔ غ = رنج
 + یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

ہے نازِ مفلساں نذرِ از دست رفتہ پر م ہوں گل فروشِ شوخی داغِ کہن ہنوز
 تھے خانہ جگر میں یہاں خاک بھی نہیں م خمیازہ کھینچے ہے بت بے دامن ہنوز
 یارب! یہ درد مند ہے کس کی نگاہ کا؟ ہے ربطِ مشک و داغِ سوادِ ختن ہنوز
 جوں جادہ، سر بہ کوئے تنائے بیدلی زنجیرِ پا ہے رشتہ حب الوطن ہنوز
 میں دور گردِ قرب بساطِ نگاہ تھا بیرونِ دل نہ تھی تپشِ انجن ہنوز

تھا مجھ کو خارِ خارِ جنونِ وفا اسد
 سوزن میں تھا، ہفتہ گلِ پیرہن ہنوز

میں ہوں سرابِ یک تپشِ آموختن ہنوز زخمِ جگر ہے تشنہ لب و دختن ہنوز
 اے شعلہ، فرصت کہ سوید اے دل سے ہوں کشتِ پندِ صد جگر اند و ختن ہنوز
 فانوسِ شمع ہے کفنِ کشتِ نگانِ شوق در پردہ ہے معاملہ سوختن ہنوز
 مجنوں، فسونِ شعلہ ترائیِ فسانہ ہے ہے شمعِ جادہ، داغِ یفر و ختن ہنوز
 گو یک شرر کہ سازِ چراغاں کروں اسد بزمِ طرب ہے پردگیِ سوختن ہنوز

داغِ اطفال ہے دیوانہ بہ کسار ہنوز خلوتِ سنگ میں ہے نالہ طلبکار ہنوز

۱۔ غ = ۲۔ غ = ضبط مرکب
 + یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ۶۱۸۱۹

خانہ ہے سبیل سے، نو کردہ دیدار ہنوز دور میں در زدہ ہے رخت دیوار ہنوز
 آئی یک عمر سے معذور تماشا نرگس چشم شبنم میں نہ ٹوٹا مژہ خار ہنوز
 کیوں ہوا تھا طرفِ آبلہ پا، یارب؟ جاہ ہے دانشدہ پیش طومار ہنوز
 وسعت سخی کرم دیکھ، کہ ستر تاسر خاک م گزرتے ہے آبلہ پا، ابر نگہ بار ہنوز
 یک قلم کاغذِ آتش زدہ ہے صفحہ دشت م نقشِ پاپس ہے تب گری رفتار ہنوز
 ہوں خموشی چمنِ حسرت دیدارِ اسد
 مژہ ہے شانہ کشِ طرہ گفتار ہنوز

نہ بندھا تھا بدم نقشِ دلِ مور ہنوز تب سے ہے یاں دہنِ پار کا مذکور ہنوز
 سبزہ ہے لوکِ زبانِ دہنِ گور ہنوز حسرتِ عرقِ تمنا میں ہوں رنجور ہنوز
 صد تجلی کدہ ہے صرفِ جبینِ غربت پیرہن میں ہے غبارِ شہرِ طرہ ہنوز
 زخمِ دل میں ہے نہاں غنجہِ بیکانِ نگار جلوۂ باغ ہے در پردہ ناسور ہنوز
 پاپرا ز آبلہ راہِ طلبِ مے میں ہوا ہاتھ آیا نہیں یک دائۂ انور ہنوز
 گل کھلے، غنچہ چکنے لگے اور صبح ہوئی سرخوشِ خواب ہے وہ نرگسِ مخمور ہنوز
 اے اسد، تیرگیِ بختِ سیدہ ظاہر ہے نظرِ آتی نہیں صبحِ شبِ دیکھو ہنوز

۱۔ غ = دشت
 ۲۔ غ = یک دید
 ۳۔ = یک ناصیرِ غربت میں

○ ۶۱۸۱۹

گو بیابانِ تمت و کجا جولانِ عجز؟ آبلے پاکے ہیں یاں رفتار کو دندانِ عجز
 ہو قبولِ کم نگاہی، تحفہ اہل نیاز اے دل وائے جانِ ناز اے دین وائے ایمانِ عجز
 بوسہ پا، انتخابِ بدگمانی ہاے حسن یاں، ہجومِ عجز سے تاسیہ ہے جولانِ عجز
 حسن کو غنچوں سے ہے پوشیدہ چشی ہاے ناز عشق نے واک ہے ہر یک خار سے خرکانِ عجز
 اضطرابِ نار سائی، مائیہ شرمندگی ہے عرقِ ریزیِ جملتِ جوششِ طوفانِ عجز
 وہ جہاں مسند نشینِ بارگاہِ ناز ہو قامتِ فواہاں، ہو محرابِ نیازستانِ عجز
 بس کہ بے پایاں ہے محلے محبت اے اسد
 گردِ باد اس راہ کا، ہے عقدہ پیمانِ عجز

حاصلِ دبستگی ہے عمر کو تہ اور بس وقفِ عرضِ عقدہ ہاے متصل تارِ نفس
 کیوں نہ طوطیِ طبیعتِ نغمہ پرائی کرے باندھتا ہے رنگِ گلِ آئینہ تاجِ کافس
 اے ادا فہماں، صد ہے تنگیِ فرصتِ نوں ہے بحرِ بحرِ تجرِ چشمِ قربانی، بزمِ بس
 تیز تر ہوتا ہے ششمِ تند فواہاںِ عجز سے ہے رگِ سنگِ فسانِ تیغِ شعاعِ خارِ بس

۱۔ غ = ہو پزیراے تکلف
 ۲۔ = ہو پزیراے تکلف
 ۳۔ = کوئی عمر و بس
 ۴۔ = ہو پزیراے تکلف

○ ۱۸۱۶ء

سختی راہِ محبت، منعِ خصلِ غیر ہے بیچِ تابِ جادہ ہے یاں جو مرتعِ عس
اے اسد، ہم خود اسیرِ رنگِ دلوے باغ ہیں
ظاہر، حیثیاتِ ناداں ہے گرفتارِ ہو کس

دشتِ الفت ہیں خاکِ کشتگانِ مجوں بس بیچِ تابِ جادہ ہے خطِ کفِ افسوس و بس
نیمِ رنگی ہاے شمعِ محفلِ خواباں سے ہے پیچکِ مہِ صوفِ چاکِ پردہِ ناز و بس
ہے تصویر میں نہاں سرمایہٴ ہمدستان کاسۂ زانو ہے مجھ کو بیضہٴ طاؤس و بس
کفر ہے، غیر از دُور شوق، رہِ بڑھو نہ دھتا راہِ مجراے حرم میں ہے جوں ناؤں و بس
یک جہاں گل، تختہٴ مشقِ شگفتن ہے اسد
غنجہٴ خاطر رہا افسردگیِ مانوس و بس

کرتا ہے، بیادِ بتِ رنگیں دلِ مایوس رنگِ زلفِ رفتہ، حنلے کفِ افسوس
تھا خواب میں کیا جلوہ پرستارِ زلیخا؟ ہے بالِشِ دلِ سوختگان میں پرِ طاؤس

۱- رخ = حکم
۲- = جادہ
۳- = خواست
۴- = اے اسد گل، تختہٴ مشقِ شگفتن ہو گئے
۵- = نظرِ جوش

○ ۱۸۱۶ء

حیرت سے ترے جلوے کی از بس کہ ہیں بے کار نورِ قطرہٴ شبنم میں ہے جوں شمعِ بہ ناز و بس
دریا فتقِ صحبتِ اغیارِ غرض ہے اے نامہٴ ساں! نامہٴ ساں چاہیے جاسوں
ہے مشق، اسد، دستگیرِ وصل کی منظور
ہوں خاکِ نشیں از پئے ادراکِ قدمِ بوس

ہوئی ہے بس کہ صرفِ مشقِ تمکین بہارِ آتش بر اندازِ جنا ہے رونقِ دستِ چنارِ آتش
شر ہے رنگِ بولِ اظہارِ تابِ جلوہٴ تمکین کرے ہے سنگِ برِ ترشیدِ آبِ روئے کارِ آتش
گلِ زوم ہے افسونِ ربطِ پیکرِ آرائی نکالے کب، نہالِ شمع، بے تخمِ شرارِ آتش
نہ بوسے گزشتہ جوہرِ طراوت، سبزہٴ خط سے م لگاؤے خاندہٴ آئینہ میں روئے نگارِ آتش
فروغِ حسن سے ہوتی ہے حلِ مشکلِ عاشق م نہ نکالے شمع کے پاسے نکالے گردِ خارا آتش
خیالِ دودِ دھما، سرِ جوشِ سوداے غلط فہمی اگر رکھتی نہ خاکِ سترِ نشینی کا غبارِ آتش
ہواے پریشانی، برقیِ خرمین ہاے خاطر ہے بربالِ شعلہٴ بے تاب ہے پروانہٴ زارِ آتش

۱- رخ = رخِ دوست
۲- = ۲- رخ = سے
۳- = ۳- = زبوشِ اعتدالِ فصل و تمکین بہارِ آتش
۴- = ۴- = نہ پاوے بے گلِ زوم ربطِ پیکرِ آرائی
۵- = ۵- = ہے
۶- = ۶- = از
۷- = ۷- = ۷- رخ = عشق
۸- = ۸- = نکالے ہے زپاسے شمع، برجامانہٴ خارا آتش
۹- = ۹- = ز

○ ۶۱۸۱۶

نہیں برق و شرر جزو حشت و ضبط ہیں ہا
 بلا گردان بے پروا، خرابی ہاے یار آتش
 دھوئیں سے آگ کے، اک لہے دریا بار ہو پیدا
 اسد حیدر پرستوں سے اگر ہوئے دوچار آتش

با تعلیم سخن ہے جلوہ گرد سواد آتش کہے دودھ چراغاں سے ہو لایے ملا آتش
 اگر مضمون خاکستر کرے دیباچہ آرائی نہ ماندھے شعلہ تجوالہ غیر از گرد باد آتش
 کرے ہے لطف انداز برہنہ گوئی خوبان بے قریب نگارش ہاے سطر شعلہ باد آتش
 دیا داغ جگر کو آہ نے سامان گفتن کا نہ ہو بالیدہ، غیر از جنبش دامن باد آتش
 اسد قدرت سے تندر کی ہوئی ہر گز و ترسا کو
 شرار سنگ بت پہر بنائے اعتقاد آتش

- ۱۔ غ = طبعین
 ۲۔ = اسد از دود آتش ابر دریا بار ہو پیدا
 اگر ناگاہ ہو حیدر پرستوں سے دوچار آتش
 ۳۔ = گرد افروز سواد آتش ۴۔ غ = خاکستر شدن دیباچہ آرا ہو
 ۵۔ = ذوالبالین مضمون
 ۶۔ = دیا داغ جگر کو آہ نے رنگ گفتن ہا
 ہوئی بالیدہ تر از جنبش دامن باد آتش
 ۷۔ = پڑی ہے جگر و ترسا کے
 ۸۔ = سے در

○ ۶۱۸۱۶

جانہ خود کو وقت شام ہے نار شمع م چرخ واکرتا ہے ماہ نو سے آفوش و دواع
 شمع سے ہے بزم، انگشت تجر و درہن شعلہ آواز خواباں پر بہن گام سماع
 جوں پر طائوس جوہر تختہ مشق رنگ ہے بس کہ ہے وہ قبلہ آئینہ محو اختراع
 رنجش حیرت مرشتان سید صافی پیشکش جوہر آئینہ ہے یاں، گرد میدان نزاع
 چار سوے دہریں با از غفلت گرم ہے عقل کے نقصان سے اٹھتا ہے خیال ارتفاع
 آشنا، غالب نہیں ہیں درد دل کے آشنا درد کس کو میرے افسانے کی تاب استماع ؟

رخ نگار سے ہے سوزِ حب و دانی شمع م ہوئی ہے آتش گل، آب زندگانی شمع
 زبان اہل زباں میں ہے مرگ خاموشی م یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانی شمع
 کرے ہے صرف بایمائے شعلہ قصہ تمام م بظرائل فنا ہے، فسانہ خوانی شمع
 غم اس کو حسرت پروانہ کا ہے اے شعلے م ترے لہرنے سے ظاہر ہے ناتوانی شمع
 ترے خیال سے روح استرازا کرتی ہے م بجلوہ ریزی بادو پہر فشانی شمع
 نشاط داغ غم عشق کی بہار نہ پوچھ م گفتگی ہے شہید گلِ نزاری شمع
 جلے ہے دیکھ کے بالین یار پر مجھ کو م نہ کیوں ہو دل پر مرے داغ بدگانی شمع

- ۱۔ غ = رنگیں
 ۲۔ غ = غفلت کا باز اگر گرم
 ۳۔ = درد نقصان تصور
 ۴۔ = لے اسد میں آشنا بیگانہ سوز و گداز
 ۵۔ = طائوس جوہر شمع
 ۶۔ = اسد ہے
 * یہ اشعار پہلے پہل متن ق میں درج ہوئے

○ ۶۱۸۱۹

عشاق، اشک چشم سے دھو دیں ہزار داغ دیتا ہے اور جوں گل و شبنم بہار داغ
جوں چشم، باز ماندہ ہے ہر یک سوزِ دل دکھتا ہے داغ تازہ کا یاں انتظار داغ
بے لالہ عارضائیں مجھے گلگشتِ باغ میں دیتی ہے، گری گل و ٹیکل، ہزار داغ
جوں اعتماد نامہ و خط کا ہو مہر سے یوں عاشقوں میں ہے سبب اعتبار داغ
ہوتے ہیں محو جلوتہ غور سے، ستارگان دیکھ اُس کو دل سے مٹ گئے بے اختیار داغ

وقتِ خیالِ جلوتہ حسنِ بتاں اُسد
دکھلائے ہے مجھے دیوہاں لالہ زار داغ

بلبلوں کو دور سے کرتا ہے منع بارِ باغ ہے زبانِ پاسباں، خارِ سرِ دیارِ باغ
کون آیا جو چین بے تاب استقبال ہے؟ جنبشِ موجِ صبا ہے شوخیِ رفتارِ باغ
میں ہمہ حیرت جنوں بے تابِ دورانِ خارِ مروجِ چشم تماشا، نقطہء پیکارِ باغ
آتشِ رنگِ رخِ ہر گل کو بخشنے ہے فروغ ہے دمِ سرِ صبا سے، گری بازِ باغ

۱۔ رخ = ہے جوں چشم، واکشادہ ہے ہر ایک ظاہر

دکھتا ہے اور داغ کا یاں انتظار داغ

۲۔ = بے لالہ عارضائیں چین و باغ میں مجھے

۳۔ = درحالتِ تصورِ روئے

۴۔ = چین

* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

○ ۶۱۸۱۹

کون گل سے ضعفِ خاموشی بُلبل کہہ سکے؟ نے زبانِ غنچہ گویا، نے زبانِ خارِ باغ
جوشِ گل، کرتا ہے استقبالِ تحریرِ اسد
زیرِ مشقِ شعر ہے نقش از پئے احضارِ باغ

نامہ بھی لکھتے ہو، تو بخطِ غبارِ حیف! رکھتے ہو مجھ سے اتنی کدورت ہزار حیف!
بیش از نفسِ بتاں کے کرم نے وفانہ کی تھا محلِ نگاہ بدوشِ شرارِ حیف!
تھی میرے ہی جلانے کو، اے آہِ شعلہ ریز گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرارِ حیف!
گل، چہرہ ہے کسو خفقا فی مزاج کا گھبرا رہی ہے بیمِ خزاں سے بہارِ حیف!
بیمِ رقیب نہیں کرتے دُعا ہوش م مجھو ریاں تلک ہوئے اے اختیارِ حیف!
جلتا ہے دل کہ کیوں نہ ہم اک باہل گئے م اے ناتما می نفسِ شعلہ بارِ حیف!
میں میری مشتِ خاک اس کو کدورتیں پائی جگہ بھی دل میں تو ہو کر غبارِ حیف!

بنتا، اسد، میں سرمدِ چشمِ رکابِ یار

آیا نہ میری خاک پہ وہ شرِ سوارِ حیف!

عیسیٰ مہرباں ہے شفا ریزِ یک طرف درد آفریں ہے طبعِ الم خیزِ یک طرف

۱۔ رخ = نہ (جو سہو ہے)

+ یہ اشار پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ کیے گئے

○ ۶۱۸۱۶

سجیدہ ہے ایک طرف رخ کو کہن
خواب گراں خسرو پرویز یک طرف
نغمہ بباد دادہ دعویٰ ہو ہو ہو
ہم ایک طرف ہیں برق شریز یک طرف
مفت دل و جگر خلش غمزہ ہائے ناز
کاوش فروشی مژدہ تیز یک طرف
ہر مو بدن پہ بشہیر پرواز ہے مجھے
بے تابی دل تپش انگیز یک طرف
یک جانب اے اسد شبِ فرقت کا ہم ہے

دام ہوس ہے زلفِ دلاویز، یک طرف

گر تجھ کو یقینِ اجابت، دعا نہ مانگ
یعنی، بغیر یک دل بے مدعا نہ مانگ
اے آرزو! شہید وفا! خون بہا نہ مانگ
جو بہر دست و بازو سے قابلِ دعا نہ مانگ
گستاخی وصال، ہے مشاطہ نیاز
یعنی، دعا بجز خم زلفِ دو تانہ مانگ
برہم ہے بزمِ فحجہ، بیک جنبشِ نشاط
کاشا نہ لیس کہ تنگ ہے غافل ہوانہ مانگ
علیٰ علیسم حسنِ تغافل ہے، زینہار
جز پشتِ چشم، نسجہ عرضِ دوانہ مانگ
میں دور گردِ عرضِ رسومِ نیاز ہوں
دشمن سمجھ، ولے نگہ آشنا نہ مانگ
نظارہ دیگر دِلِ خویشِ نفسِ دگر
آئینہ دیکھ، جو ہر برگِ چنانہ مانگ

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ کیا گیا

○ ۶۱۸۱۶

آتا ہے، داغِ حسرتِ دل کا شمار یار م
مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ
یک تختِ اوج، نذرِ سبک باری، اسد
سر پر، و بالِ سایہ بالِ ہما نہ مانگ

بدر، ہے آئینہ طاقِ ہلال
غافلان، نقصاں سے پیدا ہے کمال
ہے بیا د زلفِ مشکیں سالِ و ماہ
روزِ روشن، شامِ آں سوئے خیال
بس کہ ہے اصلِ دمیدن ہا، غبار
ہے نہالِ شکوہ، ریحانِ سِقال
صافی رخ سے ترے ہنگام شب
عکس داغِ مدہ ہوا عارض پہ خال
نور سے تیرے ہے اس کی روشنی
ورنہ تھا ترشید یک دستِ سوال
شورِ حشر اُس فتنہ قامت کے حضور
سایہ آسا ہو گیا ہے پایمال

ہو جو بلبیل پیر و فکرا اسد

غنجہ منقارِ گل ہو زیرِ بال

ہوں، بہ وحشت، انتظارِ آواہ وشتِ خیال
اک سفیدی مارتی ہے دور سے چشمِ غزال

۱- رخ = حساب بے گنہی
۲- = مشکیں بستان
۳- = رخسار سے
۴- = نورِ خواباں سے یدِ بیضا ہے آج

○ ۶۱۸۱۶

ہے نفس پروردہ، گلشن کس ہوائے بام کا ؟ طوقِ قمری میں ہے سرو باغ، ریحانِ بقال
ہم غلط سمجھے تھے، لیکن زخمِ دل پر رحم کر آخر اس پردے میں تو ہنستی تھی اے صبحِ حال
بیکسی افسرہ ہوں اے ناتوانی، کیا کروں ؟ جلوہ ترشید سے ہے گرم پہلوئے ہلال
شکوہ درودِ دروغ، اے بے وفا، مغرور کہ خوں بہاے یک جہاں اُمید ہے تیرا خیال
عرضِ دروہ بے وفائی، وحشتِ اندیشہ ہے خوں ہولِ تا بگڑ یاربِ زبانِ شکوہ لال
اُس جفا مشرب پہ عاشق ہوں کہ سمجھے ہے اسد
مالِ سستی کو مباح اور خونِ صوفی کو حلال

ہر عضو، غم سے ہے شکن آسا شکستہ دل جوں زلفِ یاد ہوں میں سرِ لاشکستہ دل
ہے سرِ لاشکستہ میں رقمِ و اشکستگی ہوں جوں خطِ شکستہ، بہر جا شکستہ دل
امواج کی جو یہ شکنیں آشکار ہیں ہے چشمِ اشکِ یز سے دریا، شکستہ دل
ناسازیِ نصیب، درشتی غم سے ہے اُمید و نا اُمید و تمتِ شکستہ دل
ہے سنگِ ظلمِ برج سے میخانے میں اسد
صہبافتادہ خاطر و مینا شکستہ دل

۱۔ نخ = نفس
۲۔ " = علاج
۳۔ " = خونِ صوفی کو مباح اور مالِ سستی کو حلال
۴۔ " = ہمہ

○ ۶۱۸۱۶

بہرِ عرضِ حالِ شبنم سے رقمِ ایجابِ گلِ ظاہر ہے اس جہن میں لالِ مادرِ زاد، گل
گھر گھرے انجام کو آغاز ہی میں یاد، گل غنچے سے منقارِ بلسل وار ہو فریاد، گل
گرمِ بزمِ باغ، کھینچے نقشِ روئے یار کو شمعِ سماں ہو جائے قُطِ حاتمہ بہرِ زاد، گل
دستِ رنگیں سے جو رخِ پروا کرے زلفِ رسا شاخِ گل میں ہونہاں ہوں شانہ در شادا، گل
سچی عاشق ہے فرغِ افزائے آبِ رُسے کار ہے شرارِ تیشہ، بہرِ تربتِ فریاد، گل
ہے تصورِ صافی قطعِ نظر از غیرِ یار لختِ دل سے لافے ہے شمعِ خیالِ آباد، گل
گلشنِ آبادِ دلِ مجروح میں ہو جائے ہے غنچہ پیکانِ شاخِ ناوکِ صیاد، گل
برقی سامانِ نظر ہے، جلوہ بے باکِ حسن شمعِ خلوتِ خانہ کیجے ہر جہہ بادِ آباد، گل

خاک ہے عرضِ بہارِ صد نگارستان، اسد
خسرتیں کرتی ہے، میری خاطرِ آزاد، گل

۱۔ نخ = گھر گھرے پڑمردہ انجامی کو دلِ یاد گل
۲۔ " = کھینچا چاہے نقشِ روئے یار
۳۔ " = رنگ
۴۔ " = یاں شرارِ تیشہ ہے بر تربتِ فریاد گل
۵۔ " = جسم و جہاں
۶۔ " = ہے بر سر
۷۔ " = ہو گیا در گلشنِ آباد جراحاتِ ہلے دل
۸۔ " = برقی زارِ جلوہ سے از خود رلودن ہائے حسن
۹۔ " = کیجے شمعِ بزمِ خلوت، ہر جہہ بادِ آباد، گل
از دیوس کرتے ہیں از خاطرِ آزاد گل

○.....۶۱۸۱۶

گرچہ ہے یک بیضہ طاعون آسانگ دل ہے چن ہر مایہ بالیہ کن صد رنگ دل
بے دلوں سے ہے تیش جوں خواہش آئے مراب ہے شرر موم، اگر کھتا ہوئے سنگ دل
رشتہ ہمید مسک ہے یہ بند کوہی عقدہ ساں ہے کیستہ ز پر خیال تنگ دل
ہوں زیبا افتادہ انداز یا د حسن سبز کس قدر ہے نشہ فرسائے خار بنگ دل
شوق بے پروا کے ہاتھوں مثل ساز دست کھینچتا ہے آج نالے خارج از آہنگ دل

اے اسد، خاموش ہے طوطی شکر گفتار طبع
ظاہر رکھتا ہے آئینہ اسیر رنگ دل

انگیزی فریاد نارسا معلوم غبارِ نالہ، کہیں گاہِ مدعا معلوم
بقدر وصلہ عشق جلوہ ریزی ہے وگرنہ خانہ آئینہ کی فصلا معلوم
بہارِ ویرگر و فنجہ شہرِ بولاں ہے طلسم ناز، بجز تنگی قبا معلوم
بنالہ، حاصلِ لبستکی فراہم کر م متاعِ خانہ ذخیرہ جود صد معلوم

○.....۶۱۸۱۶

طلسم خاک، کہیں گاہ یک جہاں سودا بے مرگ، تکیہ آسایشِ فنا معلوم
تمکلف آئینہ دو جہاں مدار ہے سرخ یک نگہ قہر آشتنا معلوم
اسد فریفتہ انتخابِ طرزِ جفا
وگرنہ دلبری وعدہ وفا معلوم

ازاں جا کہ حسرت کش یار ہیں ہم رقیبِ تمنا سے دیدار ہیں ہم
رمین، گلِ باغِ و اماندگی ہے عبتِ محملِ آراے رفتار ہیں ہم
نفسِ ہونہ معزولِ شعلہ درودن کہ ضبطِ تیش سے شرکدار ہیں ہم
تغافل، کہیں گاہ، وحشت شناسی نگہبانِ دل ہاے اغیار ہیں ہم
تماشاے گلشن، تمنا سے چیدن بہارِ آفرینا، گنہ گار ہیں ہم
نہ ذوقِ گریبان نہ پرواے داناں نگہ آشنائے گل و خار ہیں ہم
اسد، شکوہ کفر و دغا ناسپاسی
ہجومِ تمنا سے لاچار ہیں ہم

یاں اشکِ جدا گرم ہے، اور آہِ جدا گرم حسرتِ کدہ عشق کی ہے آب و ہوا گرم
اُس شعلے نے نگلوں کو جو گلشن میں کیا گرم پھولوں کو ہوائِ بادِ بہاری، وہ ہوا گرم
واکر سکے یاں کون بجز کاوشِ شوخی جوں برق ہے پچیدگیِ بندِ قبا گرم

- ۱۔ بے دلاں =
۲۔ بے خفہ شر طوفانِ باطل گرنہ رکھتا سنگدل =
۳۔ بے گرہ بر گیسو دریم =
۴۔ بے یہ خواب سبزہ آرزو خوش =
۵۔ یاں آئینہ زیر رنگ دل =
۶۔ جلوہ سازی =
* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

○ ۱۸۱۶ء

گر ہے سرِ دیو زگیِ جلاوۂ دیدار ہوں پچھہ خورشیدِ مو اے دستِ دعا، گرم
یہ آتشِ ہمسایہ کہیں گھر نہ جلاوے کی ہے دلِ سوزاں نے مرے پہلوں جاگرم
غیروں سے اُسے گرم سخن دیکھ کے، غالب
میں رشک سے، ہوں آتشِ خاموش، رہا گرم

بس کہ ہیں بدستِ لشکنِ لشکنِ مینا نہ ہم موعے نیشہ کو سمجھتے ہیں خطِ پیمانہ ہم
بس کہ ہر ایک موعے لطفِ اشاں سے ہے تاشعاع پچھہ خورشید کو سمجھے ہیں دستِ شانہ ہم
ہے فروغِ ماہ سے ہر موج، اک تصویرِ چاک سیل سے فرشِ کتاں کرتے ہیں تادیرانہ ہم
مشقِ از خودِ فتہی سے ہیں بگلاؤں خیال آشنا تعبیرِ خوابِ سبزہ بے گاہہ ہم
فرطِ یے خوابی سے ہیں شبِ ہائے ہجرِ یار میں ہوں زبانِ شمع، داغِ گرمیِ افسانہ ہم
جانتے ہیں بوششِ سوداے زلفِ یار میں سنبُلِ بالیدہ کو موعے سرِ دیوانہ ہم
بس کہ وہ چشمِ و چراغِ محفلِ اغیار ہے چپکے چپکے جلتے ہیں، ہوں شمعِ خلوتِ غایت ہم
شامِ غم میں، سوزِ عشقِ آتشِ رخسار سے پریشانِ سوختن ہیں، صورتِ پروانہ ہم

- ۱۔ غ = سے آگاتے
۲۔ = پچھہ خورشید سمجھتے ہیں زیر
۳۔ = نقشِ بندِ چاک ہے موجِ از فروغِ مہتاب
۴۔ = در
۵۔ = آشفٹہ
۶۔ = شمعِ رویاں سے اسد

○ ۱۸۱۶ء

غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش ازیک نفس م برق سے کرتے ہیں روشن شمعِ ماتم خانہ ہم
غفلیں برہم کرے ہے، گنجفہ باز خیال م ہیں ورقِ گردانیِ نیرنگِ یک مہتاب خانہ ہم
* باوجودیک جہاں ہنگامہ پیدائی نہیں م ہیں چراغانِ شبستانِ دلِ پروانہ ہم
ضعف سے ہے نہ قناعت، یہ ترکِ جستجو م ہیں وہاں تکیہ گاہِ ہمتِ مردانہ ہم
دامِ الحبس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسد
جانتے ہیں سینہ پر خوں کو زنداںِ خانہ ہم

جس دم کہ جادہ دار ہوتا نفسِ تمام پیما ییشِ زمین رہِ عمر بس تمام
کی دے صدا کہ گفتِ گم گشتگاں، آہ ہے سمرہ، گردہ، بے گلوے ہوس تمام
ڈرتا ہوں کوچہ گردی بازارِ عشق ہے ہیں، خارِ راہ، جو ہر تیغِ عس تمام
اے بالِ اضطراب! کہاں تک فسرگی؟ یک پرزدنِ تپش میں ہے کارِ نفس تمام
گزاراؤ اشیاء کا تصورِ بوقتِ بند مژگانِ چشمِ دام ہوئے خارِ خس تمام
کرنے نہ پائے ضعف سے شورِ جنوں، اسد
اب کے بہار کا یہ نہیں گزرا برکس تمام

- ۱۔ غ = ترساں ہوں
۲۔ = یہ شعر پہلی بار مشرقی میں درج ہوا
۳۔ * = یہ شعر پہلی بار مشرقی میں درج ہوا
۴۔ = یہ اشعار پہلی بار مشرقی میں درج ہوئے

○ ۱۸۱۶ء

خوش و خوشی کہ عرض جنون فنا کروں جوں گردِ راہ، جامہ ہستی قبا کروں
 گریہ مرگ و حشتِ دل کا گلا کروں موجِ غبار سے پر یک دشت واکروں
 آ، اے بہارِ نازا کہ تیرے خرام سے دستار گردِ شاخِ گلِ نقشِ پاکروں
 خوش و افتادگی! کہ بہ صحرائے انتظار جوں جادہ، گردِ رہ سے نگہِ سرِ سا کروں
 صبر اور یہ ادا کہ دل آدے اسیرِ چاک درد اور یہ کہیں کہ رہِ نالہ واکروں
 وہ بے دماغِ منتِ اقبال ہوں کہیں وحشتِ بدِ دلِ سایہِ بالِ ہما کروں
 وہ التماسِ لذتِ بیدار ہوں کہ میں تیغِ ستم کو پشتِ خمِ التجا کروں
 وہ رازِ نالہ ہوں کہ بشرحِ نگاہِ عجز افشاں، غبارِ سرِ رہ سے فردِ صدا کروں

لوں دامِ بختِ خفتہ سے، یک خوابِ خوش دے
 غالبؔ! یہ خوف ہے کہ کہاں سے ادا کروں

جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں م خیاباںِ خیاباںِ ابرم دیکھتے ہیں
 کسو کو زِ خود رستہ کم دیکھتے ہیں کہ آہو کو پا پندِ رم دیکھتے ہیں

- ۱۔ غ = عرض جنون ہوا
 ۲۔ غ = خوش خرام
 ۳۔ غ = استسمن
 ۴۔ غ = بسن
 ۵۔ غ = پیچ

○ ۱۸۱۶ء

خطِ لختِ دل یک قلم دیکھتے ہیں منزہ کو جواہر رقم دیکھتے ہیں
 دلِ آشفنگاں خالِ کجِ دہن کے م سویدا میں سیرِ عدم دیکھتے ہیں
 ترے سروِ قامت سے یک قد آدم م قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں
 تماشا کہ، اے حوِ آئینہ داری! م تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں
 مُرغِ قفِ نالہ لے داغِ دل سے م کہ شبِ رو کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
 سرابِ یقیں ہیں پریشاں نگاہاں اسد کو گرا زِ چشم کم دیکھتے ہیں
 کہ ہم بیضہ طوطی بہت، غافل ترِ بالِ شمعِ حرم دیکھتے ہیں
 * بنا کر فقیرِ دل کا ہم بھیس، غالب

تماشاے اہلِ کرم دیکھتے ہیں م

مَتِ مَرُومِک دیدہ میں سمجھو نہ نگاہیں م ہن جمع، سویداے دلِ چشم میں، آہیں
 جوں مَرُومِکِ چشم میں ہوں جمع، نگاہیں خوابیہ بہیرت کدہ داغ ہیں آہیں
 پھر حلقہ کاکل میں پڑیں دید کی راہیں جوں دود، فراہم ہوئیں روزن میں نگاہیں

- ۱۔ غ = رعنا
 ۲۔ غ = باز
 ۳۔ غ = خوابیہ بہیرت کدہ
 * یہ شعر پہلی بار متن قیاس درج ہوا
 = شہد ہوتا ہے کہ یہ مطلع اس غزل کے آخری شعر مطلع بہ حیرت کش یک....
 ہی کی ترقی یافتہ شکل ہے لیکن یہ بات قابلِ غور ہے کہ م میں اشاعت کے لیے صرف یہی مطلع انتخاب ہوا۔

پایا سر ہر ذرہ، جس گر گوشہ و حشرت
ہیں داغ سے معمور، شقایق کی کلاہیں
کس دل پہ ہے غم صفِ مژگانِ خود آرا؟
آئینے کے پایا ہے اتری ہیں سپاہیں
دیو و حرم، آئینہ تکرارِ تمنا
واماندگی شوق تراشے ہے پناہیں
یہ مطلع، اسد، جو ہر افسونِ سخن ہو
گر عرقِ تپاکِ نفس سوختہ جاہیں
حسرت کش یک جلوہ معنی میں لگا ہیں
کھینچوں ہوں سویدارے دلِ چشم سے آہیں

جس جا کہ پائے سبیلِ بلادِ میاں نہیں
دیوانگماں کو واں ہوسِ خانماں نہیں
کس جہرم سے ہے چشم تجھے حسرتِ قبول
برگِ جنا مگر مژہ خوں فشاں نہیں
ہر رنگ گردش، آئینہ ایجادِ درد ہے
اشکِ سحاب، جز بوداعِ نزاں نہیں
جز عجز کیا کروں بہ تمنائے بے خودی
طاقتِ تریفِ سختی خوابِ گراں نہیں
عبرت سے پوچھ درد پریشانی نگاہ
یہ گرد و ہم جز بسیر امتحان نہیں
گل، غنچگی میں غرقہ دریاے رنگ ہے
اے آگہی، فریبِ تماشا کہاں نہیں
برقِ بجانِ حوصلہ آتشِ فگن، اسد
اے دلِ فسرہ طاقتِ ضبطِ فغان نہیں

- ۱- غ = لبریز
۲- " = جائے کہ
۳- " = دیوانگانِ غم کو سر
۴- " = اے

مرگ شیریں ہوئی تھی کوہکن کی فکر میں
تھا، حریرِ سنگ سے قطعِ کفن کی فکر میں
فرصتِ یک چشمِ حیرت، شش جہتِ آفتاب
ہوں سپندِ آسا، وداعِ انجن کی فکر میں
وہ غریبِ وحشت آبادِ تسلی ہوں جسے
کوہِ دے ہے خمِ دل، صبحِ وطن کی فکر میں
سایہ گلِ داغ و جوشِ نہکتِ گلِ موجِ دود
رنگ کی گرمی ہے تاراجِ چمن کی فکر میں
فالِ ہستی، خارِ خارِ وحشتِ اندیشہ ہے
شوقِ سوزن ہے سامانِ پیرن کی فکر میں
غفلتِ دیوانہ، جز تمہیدِ آگاہی نہیں
مغزِ سرِ خوابِ پریشاں، سخن کی فکر میں

مجھ میں اور مجھوں میں وحشت سازِ دعا ہے، اسد
برگِ برگِ بید ہے ناخنِ زدن کی فکر میں

ہے ترجمِ آفریں، آرایشِ بیدار، یاں
اشکِ چشمِ دام ہے ہر واہِ صیاد، یاں
ہے، گدازِ موم، اندازِ چکیدن ہائے خوں
نیشِ زبورِ عسل ہے نشترِ فضا، یاں
ناگوارا ہے ہمیں احسانِ صاحبِ دولتوں
ہے، زگرِ گل بھی، نظریں جو سرِ فولاد، یاں
جنشِ دل سے ہوئے ہیں عقدہ ہائے کار، وا
کمتریں مزدورِ سنگیں دست سے، فرادیاں
دلِ لگا کر لگ گیا ان کو بھی تنہا بیٹھنا م
بارے اپنی بیکسی کی ہم نے پائی دادیاں

- ۱- غ = حسرت
۲- غ = تعبیر
۳- " = در نظر
۴- + یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں اضافہ کیا گیا

○ ۱۸۱۶ء

ہیں زوالِ آمادہ، اجڑا آفرینش کے تمام م مہر گردوں، ہے چرخِ رگزارِ باد، یاں
قطرہ ہائے خونِ بسملِ زیبِ داناں ہیں، اسد
ہے تماشا کردنی گلِ چینی جلدایاں

اے لؤاسازِ تماشا، سرکھٹ جلتا ہوں میں یک طرف جلتا ہوں اور یک طرف جلتا ہوں میں
شمع ہوں، لیکن پیادِ رفتہ خارِ جستجو مدعا گم کردہ ہر سو ہر طرف جلتا ہوں میں
ہے، ہمسایہ دستِ افسوسِ آتشِ لکڑ پش بے تکلف آپ پیدا کر کے لٹ جلتا ہوں میں
ہے تماشا گاہِ سوزِ تازہ، ہر یکِ عضو تن ہوں چراغانِ دود آئی، صفِ بھٹ جلتا ہوں میں
شمع ہوں، تو بزم میں جا پاؤں غالب کی طرح
بے محل، اے مجلسِ آراءِ نجفِ اجلتا ہوں میں

فتادگی میں قدمِ استوار رکھتے ہیں نہ رنگِ جادہ، سر کو بے یار رکھتے ہیں
برہنہ مستی صبحِ بہار رکھتے ہیں جنونِ حسرتِ یک جامہ دار رکھتے ہیں
طلسمِ مستی دلِ آں سوئے ہجومِ سرِ رشک ہم ایک میکہ دیا کے پار رکھتے ہیں
ہمیں ہمیرِ شرِ بابتِ سنگِ خلعت ہے یہ ایک پیرِ بن زرنگار رکھتے ہیں
نگاہِ دیدہ نقشِ قدم ہے جادہ راہ گزشتہ گاہ اثرِ انتظار رکھتے ہیں

* یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں درج کیا گیا

○ ۱۸۱۶ء

ہوا ہے گریہ بے باک، ضبط سے تسبیح ہزار دل پہ ہم ایک اختیار رکھتے ہیں
بساطِ بیچ کسی میں برنگِ یکِ دلاں ہزار دل بہ وداعِ قرار رکھتے ہیں
برنگِ سایہ سروکارِ انتظار نہ پوچھ سرخِ خلوتِ شب ہائے تار رکھتے ہیں
جنونِ فرقتِ یارانِ رفتہ ہے، غالب
بُٹانِ دشت، دلِ پر غبار رکھتے ہیں

تن بہ بندِ ہوس در ندادہ رکھتے ہیں دلِ زکارِ جہاں افتادہ رکھتے ہیں
تمیزِ رشتی و نیکی میں لاکھ باتیں ہیں بے عکسِ آئینہ، یک فردِ سادہ رکھتے ہیں
بہ رنگِ سایہ ہمیں بندگی میں ہے تسلیم کہ دلِ غلجِ دل بہ جبینِ کشادہ رکھتے ہیں
بزاہاں، رگ گردن، ہے رشتہ زُتار سر پہاے بے ناہنہ رکھتے ہیں
معافِ بہیدہ گوئی ہیں ناصحانِ عزیز دلِ بدستِ نگار سے ندادہ رکھتے ہیں
بہ رنگِ سبزہ، عزیزانِ بگد زبان یک دست ہزار تیغ بہ زہر آب دادہ رکھتے ہیں
ادب نے سوچی، ہمیں سرمہ سائی حیرت زبانِ بستہ و چشمِ کشادہ رکھتے ہیں
زمانہ سخت کم آزا ہے بجانِ اسد م و گرنہ ہم تو توقعِ زیادہ رکھتے ہیں

۱۔ غ = سرشار
۲۔ غ = برنگ
۳۔ = چرخِ جستجو رشتی و نیکی پر حروف
۴۔ = بیچ

بغفلت عطر گل ہم آگهی مخمور ملتے ہیں چرخان تماشا چشم صد ناسور ملتے ہیں
 رہا کس ہرم سے میں بقرار داغ ہم طرحی ؟ سمنہ کو پر پروانہ سے کافر ملتے ہیں
 جن نامحرم آکا ہی دیدارِ خوباں ہے سحر گل ہائے نرگس چند چشم کو ملتے ہیں
 کجا بوہرہ چہ عکس خطہ و تباہ وقت آرائی دل آئینہ زیر پاے خیل مور ملتے ہیں
 تماشا ہے بہار آئینہ پر دارِ تسلی ہے کف گل برگ سے پاے دل بخود ملتے ہیں
 گراں جانی رنگ سار و تماشا ہے داغ آیا کف افسوس فرصت رنگ کو ملتے ہیں
 اسد حسرت کش یک داغ مشک اندوہ ہے یارب
 لباس شمع پر عطر شب و بخور ملتے ہیں

برنگ آشفہ سر تھا قطرہ زن شرکال سجائے میں ہے یاں شوخی رفتار سے پاستانے میں
 ہجوم مژدہ دیدار و پرواز تماشا ہا گل اقبال خس ہے چشم بلب، آشیانے میں
 ہوئی یہ بخودی چشم و زباں کو تیرے جلوے سے کہ طوطی قفل زنگ آلودہ ہے آئینہ خانے میں
 تھے کوچے میں ہے مشاطہ و اماں زنگی قاصد پر پرواز زلف ناز ہے ہدہ کے شانے میں
 کجا معزولی آئینہ کو ترک خود آرائی ؟ نمد و تاب ہے اے سادہ چکار اس پہانے میں

۱۔ رخ = آئینہ پرواز تسکین
 ۲۔ = مجیب گل کف پاے
 ۳۔ = آلودہ

بچم عجز، ابرو سے میرے توہرت ایما ہے کہیاں گم کو حسین سجدہ فرسا آستانے میں
 قیامت ہے کہ سن لیلی کا دشت قیس میں آنا م تجھے وہ بولا "یوں بھی ہوتا ہے زمانے میں؟"
 * دل نازک پارس کے گرم آتا ہے مجھے غالب م نہ کر گرم اس کافر کی الفت آزانے میں
 فزوں کی دستوں نے ترس قاتل ذوق کشتن میں ہوئے ہیں پنجہ ہائے زخم جو ہر تیغ دشمن میں
 ہمیں چہ زخم کوئی بچھے کے زخموں سے تن میں م ہوتے تاراشک باں رشتہ چشم سوزن میں
 تماشا کر دنی ہے لطف زخم انتظار اے دل سودا داغ مرہم، مرد مک ہے چشم سوزن میں
 طردین و فرو تاراج نازِ جلوہ پیرائی ہوا ہے جوہر آئینہ، خیل مور مرمن میں
 نکوش مانع بے ربطی شور جنوں آئی م ہو گئے خذہ اجاب، بچہ حریف دامن میں
 ہوئی ہے مانع ذوق تماشا، خستہ ویرانی م کف سیلاب باقی ہے رنگِ نبرد و زن میں
 دولت خانہ بیداد کا دشتا ہے مژگاں ہوں م لیکن نام شاہد ہے مرے ہر قطرہ خون تن میں
 میاں کس ہو غلط گسری میرے شہستان کی ؟ م شب ہو، جو رکھ دیں پندہ دیواروں کے زن میں
 جو گئے اس مہر و ش کے جلوہ تمناں کے آگے م پرافشاں جوہر آئینے میں، مثل ذرہ روغن میں

۱۔ رخ = اسد آں
 ۲۔ رخ = انتظار دل
 ۳۔ = دلو انکی ہائے حزن
 ۴۔ = ہوئی قریب منع شوق دیدن خانہ ویرانی
 ۵۔ = یہ اشعار گل میں نہیں مگر میں موجود ہیں۔ شاید ۱۸۶۸ء تا ۱۸۷۰ء کسی وقت فکر کیے گئے ہوں گے
 + یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ ہوا
 * یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا

○ ۶۱۸۱۹

نہ جانوں نیک ہوں یا بد ہوں پر صحبتِ خالفت ہے م جوکل ہوں تو ہوں گنجن میں جو کس تو ہوں گلشن میں
ہزاروں دل دیے جوشِ جنونِ عشق نے مجھ کو م یہ ہو کر سویدا ہو گیا، ہر قطرہ خون، تن میں
اسد، زندانیِ تاثیرِ الفت ہے خواباں ہوں م خمِ دستِ نوازش ہو گیا ہے طوقِ گردن میں

خون در جگر نہفتہ، بہ زردی رسیدہ ہوں خود آشتیانِ طائرِ رنگِ پریدہ ہوں
ہے دستِ ردیہ سیرِ جہاں، بستنِ نظر پائے ہوں بدامنِ مژگاں کشیدہ ہوں
میں چشمِ واکشادہ و گلشنِ نظر فریب لیکن بجٹ کہ شبنمِ فرشتہ دیدہ ہوں
تسلیم سے یہ نالہ موزوں ہوا حصول اسے بے خبر، میں نعمتِ چنگِ خمیدہ ہوں
پیدا نہیں ہے اصلِ تگ و تازِ جستجو مانندِ موجِ آب، زبانِ بریدہ ہوں
سر پر سرے و بالِ ہزار آرزو رہا یارب میں کس غریب کا بختِ میدہ ہوں
میں بے ہنر کہ جوہرِ آئینہ تھا، عبت پائے نگاہِ خلق میں خارِ خلیدہ ہوں

میرا نیاز و عجز ہے مفتِ بتاں اسد
یعنی کہ بندہ بہ درم ناخیرہ ہوں

ہو دے عشق سے دمِ سر کشیدہ ہوں شامِ خیالِ زلف سے صبحِ دیدہ ہوں
دورانِ سر سے گردشِ ساغر ہے مقصّل نچھائے جنوں میں دماغِ رسیدہ ہوں

عہ یہ اشعار پہلی بار گل میں درج ہوئے

○ ۶۱۸۱۹

کی مقصّل ستارہ شماری میں عمر صرف تسبیحِ اشک ہائے زمِ مژگاں چمکیدہ ہوں
ظاہر ہیں میری شکل سے افسوس کے نشان خارِ الم سے، پشتِ بدنِ گزیدہ ہوں
ہوں گرمیِ نشاطِ تصور سے نغمہِ سنج میں عنایبِ گلشنِ نا آفریدہ ہوں
دیتا ہوں کشتگاں کو سخن سے سرتپش مضرابِ تار ہائے گلوے بریدہ ہوں
ہے جنبشِ زباں بدینِ سختِ ناگوار خونابِ ہلاہلِ حسرتِ چشیدہ ہوں
جوں بوسے گل، ہوں گرچہ گراں بارِ شستِ زرد
لیکن، اسد، بوقتِ گزشتنِ جریدہ ہوں

ہوتی ہیں آب، شرمِ کوششِ بجائے تدبیریں عرقِ یرقش ہیں، موج کے مانندِ زنجیریں
خیالِ سادگی ہائے تصور، نقشِ حیرت ہے پرِ عقابِ رنگِ فتنہ سے کھینچی ہیں تصویریں
زبیں ہر شمع یاں آئینہ حیرت پرستی ہے کرے ہیں غنچہ منقارِ طوطی نقشِ گل گیریں
پسندِ آسنگی ہستی و سعیِ نالہ فرسائی غبارِ کودہ ہیں، جوں دردِ شمعِ کشتہ تقریریں
بجوئے سادہ لوحی، پنبہ گوشِ حریفان ہے و گردِ خواب کی مضمحل ہیں افسانے تبیریں

- ۱۔ خ = مانندِ شاد، دستِ بدنِ
۲۔ = کھینچے ہے
۳۔ = طاری
۴۔ = درشتیِ تامل ہے فسونِ پنبہ درگوشی

○.....۱۸۱۶ء

بتانِ شوخ کی تمکین بعد از قتل کی حیرت بیاض دیدہ پنچیر پر کھینچے ہے تصویریں
اسد، طرزِ عروجِ اضطرابِ دل کو کیا کہیے
سمجھتا ہوں تپش کو الفتِ قاتل کی تاثیریں

بے دماغی، حیلہ جوئے ترک تنہائی نہیں در نہ کیا موجِ نفسِ زنجیرِ سوائی نہیں؟
وحشی تو کردہ نظارہ ہے، حیرتِ جسے حلقہ زنجیر، جو چشمِ تماشائی نہیں
قطرے کو جوشِ عرق کرتا ہے دریا و سنگا جرمیا، پرکارِ سعی بے سروپائی نہیں
چشمِ درگس میں نمکِ جھرق ہے شبنم سے بہا فرصتِ نشوونما، سازِ شکیبائی نہیں
کس کو دوں یا ربِ حسابِ ناکِ ہائے دل؟ آدھرتِ نفسِ بزمِ شعلہ پیمائی نہیں
مت رکھو لے انجامِ غافل! سازِ مستی پر غور چوٹی کے پر، سروِ برگِ خود آرائی نہیں
سایہ افتادگی بالین و بستر ہوں اسد
جوں صنوبر، دل سراپا قامت آرائی نہیں

ظاہر اسر پنچہ افتادگان گیر نہیں در نہ کیا حسرت کش دامنِ نقشِ پائیں

- ۱۔ رخ = رسل آہنگاں
۲۔ رخ = سمجھتے ہیں
۳۔ " = بوقی
۴۔ " = سوز کے پریں
۵۔ " = دامن کی حسرت

○.....۱۸۱۶ء

آنکھیں پھرائی ہیں، نامحسوس ہے تارِ نگاہ ہے زیں از بس کہ سنگین جادہ بھی پیدا نہیں
ہو چکے ہم جادہ ساں صدا با قطع، اور پھر ہنوز
ہو سکے ہے پردہ جو شیدنِ خونِ جگر
ہو سکے کب کلفتِ دل مانعِ سیلانِ شک؟
ہے طلسمِ دہریس، حدِ حشر یا داسِ غل
آگئی غافل کہ ایک امرو بے فردا نہیں

بیشمل اس تیغِ دوستی کا نہیں پختا، اسد
عاقبتِ پیرار، فوقِ کعبتین اچھا نہیں

صنط سے مطلب، بحر وارِ سنگی، دیگر نہیں دامنِ تبتال، آبِ آئہ سے تر نہیں
ہے وطن سے باہر ازل دل کی قد و منزلت عزتِ آبادِ صدف میں قیمتِ گوہر نہیں
باعثِ ایذا ہے، بزمِ خور دن بزمِ سرور لختِ لختِ شیشہ لبکستہ، جو نشتر نہیں
دلِ سیاہی مردک ہے، اوریاں دلغِ شراب مہِ حریفِ نازشیں، ہم چشتی ساغر نہیں
ہے فلک بالانشینِ فیضِ خمِ گردیدنی عاجزی سے ظاہر اربہ کوئی برتر نہیں

- ۱۔ رخ = دانا ہونڈ
۲۔ رخ = کم
۳۔ " = اے اسد ہے
۴۔ " = ہوتے ہیں بے قدر و رنجِ وطن صاحبِ دلاں
۵۔ " = شیشہ ریزہ غیر عرضِ شوخی نشتر نہیں
۶۔ " = دامنِ سیاہی ہے سوا مردک یاں داغ ہے
۷۔ " = یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

دل کو اظہارِ سخن، اندازِ فتحِ الباب ہے یاں صریحاً غمِ غیر از اصطکاکِ در نہیں
ہوگئی ہے غیر کی شیریں بیانی، کارگرِ م عشق کا، اس کو گماں ہم نے بالوں پر نہیں
کب تلک پھیرے اس لب ہائے فتنہ پر زباں؟
تابِ عرضِ تشنگی، اے ساقی کوثر، نہیں

ضمانِ جادہ رویا ندن ہے خطِ جامِ مے نوشاں
نہیں ہے ضبطِ ہزمتِ شاہکی ہائے غمِ آرائی
یہ نگاہِ تصورِ ساغرِ زلف سے پیتا ہوں
نشانِ رشقی دل نہاں ہے تیرو بختوں کا
پریشانی، اس درپردہ ہے سامانِ جمعیت
کہ ہے آبادیِ صحرا، ہجومِ خسانہ بردوشاں

نہیں ہے بے سبب قطرے کو، کھل کو ہر افروزن
مہ نو سے ہے رہن وارانِ نعلِ داڑگوں باندھا
خمارِ ضبط سے بھی نشہ اظہار پیدا ہے
نرابِ آبادِ غربت میں جت افسوسِ دیرانی
گرہ ہے حسرتِ آبے بروے کار آمدن
نہیں ممکن بکلاں ہائے گردوںِ دخلِ پے بدن
تراوشِ شیرہ انگور کی ہے مفتِ افشردن
گل از شاخِ دورِ افتادہ ہے نزدیکِ پیردن

فغانِ واہ سے حاصلِ بحرِ دردِ سرِ یاراں خوشا! اے غفلتِ گاہاں نفسِ زردینِ وزن
درینا! بستانِ رختِ سفر سے ہو کے میں غافل رہا پامالِ حسرتِ ہائے فرسشِ بزمِ گسردن
اسد ہے طبعِ مجبورِ تمتِ آفرینی ہا
فغان! بے اختیاری و فریبِ آرزو خوردن

دیکھتے مت چشمِ کم سے سوئے ضبطِ افروزگاں
گرہِ تکلیفِ دلِ رنجیدہ ہے از بس کہ چرخ
رنجشِ دلِ یک جہاں دیراں کمرے گئے فلک
ہاتھ پر ہوا تھ، تو درسِ تاسف ہی سہی
جوں صدفِ پردہ میں دندانِ جگرِ افشردگاں
قرصِ کافوری ہے مہر، از ہر سرا خور دگاں
دشتِ سماں ہے عبارِ خراطِ آرزو دگاں
شوقِ مفتِ زندگی ہے اے بے غفلتِ مردگاں
خار سے گلِ سینہ افکارِ حفا ہے اے اسد
برگِ ریزی ہے پرافشانی، نازکِ خوردگاں

سازشِ صلحِ بتاں میں ہے نہاں جنگیدن
لغم و جنگ میں جوں تیر و کماں خمیدن
بس کہ شرمندہ بوئے خوشِ گلِ ریاں ہے
نہکت گل کو ہے غنچے میں نفسِ دزدیدن
ہے فروغِ رخِ افروختہ و خواباں سے
شعلہ شمع، پرافشان، بخود لرزیدن

گلشنِ زخم کھلاتا ہے جگر میں، پیکانِ گرو غنچہ ہے، سامانِ چمن بالبدن
چمن دہریں ہوں سبزہ بیگانہ، اسد
وایے! اے بے خودی و تہمتِ آرا میدان

صاف ہے ازبس کہ عکسِ گل سے، گلزارِ چمن جانشینِ جوہرِ آئینہ ہے، خارِ چمن
ہے نزاکت بس کہ فصلِ گل میں مہمارِ چمن قالبِ گل میں ڈھلی ہے خشتِ دیوارِ چمن
بڑشکالِ گریہ عاشق ہے، دیکھا چاہیے م کھل گئی، مانندِ گل سو جائے دیوارِ چمن
الفتِ گل سے غلط ہے، دعویٰ و دستگی م مرفیہ، بادِ صفِ آزادی، گرفتِ زچمن
تیری آرائش کا استقبال کرتی ہے بہار جوہرِ آئینہ ہے یاں نقشِ احضارِ چمن
بس کہ پائی یار کی رنگیں ادائی سے شکست ہے، کلاہِ نازِ گل، بوطاقِ دیوارِ چمن
وقت ہے، گزبلِ مسکینِ زلیخائی کرے یوسفِ گل جلوہ فرما ہے بہ بازارِ چمن
دشتِ افزا گریہ ہا موقوفِ فصلِ گل، اسد
چشمِ دریا بار ہے میرا بس سحرِ کارِ چمن

منقار سے رکھتا ہوں، بہم چاکِ قفس کو تاگلِ زجگر زخم میں ہے راہِ نفس کو

۱۔ غ = اس موسم
۲۔ غ = دریا ریز
+ یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

بیباک ہوں ازبس کہ بہ بازارِ محبت سمجھا ہوں زہرِ جوہرِ شمشیرِ عشق کو
رہنے دو گرفتار بہ زندانِ خموشی پھیڑونہ مجھ افسردہ دزدیدہ نفس کو
پیدا ہوئے ہیں ہم الم آباد جہاں میں فرسودنِ پاپے طلبِ دستِ ہوس کو
نالائ ہو، اسد، تو بھی سیرِ راہ گزر پر
کہتے ہیں کہ تاثیر ہے فریادِ ہوس کو

اگر وہ آفتِ نظارہ جلوہ گستر ہو ہلال، ناخنک دیدہ ہاے اختر ہو
بہ یادِ قامت، اگر ہو بلند آتشِ غم ہر ایک داغِ جگر، آفتابِ محشر ہو
شتم کشی کا، کیا دل نے، حوصلہ پیدا اب اس سے ربط کروں جو بہت تکر ہو
عجب نہیں پئے تحریرِ حالِ گریہ چشم بروے آبِ جواہر موجِ نقشِ مسطر ہو
امید دار ہوں، تاثیرِ تلخِ کامی سے کہ قندِ بوسہ شیریں لبوں مکر ہو
صدف کی، ہے ترے نقشِ قدم میں کیفیت
سرسرشتِ چشمِ اسد، کیوں نہ اس میں گوہر ہو

۱۔ غ = کہ سطحِ آب پر
۲۔ غ = اسد یہ گوشتِ چشمِ عنایت لے آقا
کہ یہ سرشتِ چشمِ اوفتادہ گوہر ہو
* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

○ ۱۸۱۹ء

بے درد، سر پہ سجدہ الفت فرو نہ ہو
جوں شمع، غوطہ داغ میں کھا، گرد فرو نہ ہو
دل دے کفِ تغافلِ ابرو سے یار میں
آئینہ ایسے طاق پہ گم کر کہ تو نہ ہو
زُلفِ خیالِ نازک و اظہار بے قرار
یارب، بیانِ شانہ کش گفتگو نہ ہو
تمثالِ ناز، جلوہ نیزنگ اعتبار
ہستی عدم ہے، آئینہ گرد فرو نہ ہو
مشرکانِ خلیہ رگِ ابر بہار ہے
نشر، بہ مغز، پنبہ مینا فرو نہ ہو
عرضِ نشاطِ دید ہے، مشرکانِ انتظار
یارب کہ خسارِ پیرہنِ آرزو نہ ہو

داں پر فشانِ دامِ نظر ہوں جہاں، اسد
صبح بہار بھی، نفسِ رنگِ دیونہ ہو

حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو م
کہ چشمِ تنگ شاید کثرتِ نظار سے داہو
ہم بالبدنِ سنگِ گلِ صحرا پہ چاہے ہے
کہ تارِ جادہ بھی کسار کو زنا میں ہو
حریفِ محنتِ نازِ نسیمِ عشق جب آؤں
کہ مثلِ غنچہ سازِ نگِ گلستانِ دل ہوتا ہو

- ۱- غ = درد
۲- غ = سوچ
۳- " = کہ شوق
۴- " = جلوه گر نقش اعتبار
۵- " = حسد بمان ہے دل، عالمِ آبِ تماشا ہو
۶- " = کیفیت
۷- " = ہا
۸- ح = ح

○ ۱۸۱۹ء

بجائے دانِ خرمینِ یک بیاباں بیفتہ قمری
مرا حاصل وہ ختم ہے کہ جس سے خاک پیدا ہو
کسے کیا سا پیش وہ شہیدِ دردِ آگاہی؟
جسے موعے مارغ بے خودی، خوابِ زلیخا ہو
بقدرِ حسرتِ دل چاہیے ذوقِ معاصی بھی م
بھروں یک گوشہ دامنِ گر آبِ بہفتِ کیا ہو
وہ دل، جوں شمع، بہرِ عروتِ نظارِ لاجس سے
نکہ لبرِ زلفِ سینہ معمورِ تہمتا ہو
اگر وہ سرو قد، گرم خرامِ ناز آ جاوے م
کفِ ہر خاکِ گلشنِ شہلِ قمری نالہ فرسا ہو
نہ دیکھیں روئے یک دل سرو غیر از شمعِ کافوری
خدا یا، اس قدر بزمِ اسد گرم تماشا ہو

مبادا! بے تکلفِ فصلِ کا برگ و لڑا کم ہو
مگر طوفانِ مے میں پیمیشِ موجِ صبا کم ہو
سببِ وارِ شکارِ کوننگِ بہمت، خداوند
اتر مے سے اور لبِ عاشق سے صدا کم ہو
نہیں بنزورِ تسکینِ کوششِ ہائے میدرواں
کہ موجِ گریہ میں صد خندہ دُعاں نما کم ہو
ہوئی ہے ناتوانی، بے مارغِ شوخیِ مطلب
فرو ہوتا ہے سر سجدہ میں اے ستِ عالم کم ہو

- ۱- غ = مجھے
۲- " = تماشا رخِ آگاہی
۳- " = جنونِ عیش ہے یارب سروشاںِ آزادی
۴- " = کروں یک گوشہ دامنِ تر گر آبِ بہفت دیا ہو
۵- " = یعنی
۶- " = اگر وہ سرو جہاں بخشِ خرامِ اتر از آوے
۷- " = خدا یا! بزمِ غالبِ اس قدر گرم تماشا ہو
۸- " = جیسے میں در لباسِ سجدہ لے

تجھے ہم مفت دیوں یک جاں چین چین لیکن مباداے بیچتاب طبع نقش مدعا گم ہو
 بلاگردان تمکین بتاں، صد موجہ گوہر عرق بھی جن کے عارض پر بہ تکلیف جیا گم ہو
 اٹھاوے کہ جان شرم تہمت قتل عاشق کی کہ جس کے ہاتھ میں ماند ترخوں، رنگِ خاکم ہو
 کریں خوباں جو سیر حسن، اسد یک پردہ نازک تر
 دم صبح قیامت، در گریبان قبا گم ہو

خشکی کے تلے تلے کی سے کدے کی آبرو کاسرہ دریوزہ ہے، پیمانہ دست سبزو
 بہر جاں پروردن یعقوب بال چاک سے وام لیتے ہیں، پر پرواز، پیرا ہن کی بو
 گرد ساحل ہے نرم شرم جبین آشنا گمر نہ باندھے قلم الفیت میں سر جالے کدو
 گرمی شوق طلب ہے عین تاپاکِصال غافلاں، آئینہ داں ہے، نقش پایے جستجو
 رہن خاموشی میں ہے آرایشِ بزم وصال ہے پر پرواز رنگِ رشتہ خوں، گفتگو
 ہے تماشا حیرت آباد تغافل ہائے شوق یک رگ خواب و سر سرخوش خون آرزو

خوے شرم سر و بازی، ہے سبیل خانماں
 ہے، اسد نقصان میں مفت اوصحابِ مراد تو

۱۔ رخ = سے کاسرہ دریوزگی ہے جام ہر دست سبزو

۲۔ = لیتی ہے

اشک چکیدہ، رنگ پریدہ ہر طرح ہوں میں از خود رسیدہ
 گو، یاد مجھ کو کرتے ہیں خوباں لیکن لسانِ درد کشیدہ
 ہے رشتہ جاں فطرت کشش سے مانند نبضِ دستِ بریدہ
 لڑتا ہے، افسوس! موئے خم زلف ہے شانہ بیکسر دستِ گزیدہ
 خالِ سیاہ رنگیں رُخاں سے ہے داغِ لالہ درخوں طہیدہ
 جوشِ جنوں سے جوں کسوتِ گل مترابہ پاہوں، جیبِ دریدہ

یارو، اسد کا نام و نشان کیا؟

بیدل، فقیر آفت رسیدہ

خوشا! طوطی و گنجِ آشیانہ نہاں در زیر بالِ آئینہ خانہ
 سرشکِ بر زمیں اُفتادہ آسا اٹھایاں سے نہ میرا آب و دانہ
 حریفِ عرضِ سوزِ دل نہیں ہے زباں ہر چند ہو جسا دے زبانہ
 دلِ نالاں سے ہے بے پردہ پیدا نولے بر ربط و چنگ و چغانہ
 کرے کیا دعویٰ آزادیِ عشق گرفتارِ الم ہائے زمانہ

اسد، اندیشہ ششدر شدن ہے

نہ پھرے مہرہ ساں خانہ بجانہ

○ ۶۱۸۱۶

رفتار سے شیرازہ اجڑاے قدم باندھ
ایک کاری تسلیم، بہر رنگِ حمن ہے
اے جاکے، بسرِ رشتہ یک ریشہ ویدن
حیرت، عہدِ اقلیم تنہا ہے پری ہے
پامردیک انداز نہیں قامتِ ہستی
دیباچہء وحشت ہے، اسدِ شکوہ خواں
خوں کردلِ اندیشہ و مضمونِ ستم باندھ

خلق ہے صفحہء عبرت سے سبق ناخواندہ
دیکھ کر بادہ پرستوں کی دل افسروگیاں
خواہشِ دل ہے زباں کو سببِ گفتِ بیان
کوئی آگاہ نہیں باطنِ ہم دیگر سے
حیف! بے حاصلی اہلِ ریا پر، غالب
ورنہ ہے چرخِ وز میں، ایک ورقِ گردانہ
موج نے، مثلِ خطِ جام، ہے برجامانہ
ہے، سخن، گردِ زوالمِانِ صنمیر افشانہ
ہے، ہر اک فرد، جہاں میں ورقِ ناخواندہ
یعنی ہیں ماندہ ازاں سودا زیں سورانہ

- ۱۔ رخ = آبلہ
۲۔ " = حادہ
۳۔ " = تائید
۴۔ " = رے گدے میں زول افسردگی بادہ کشاں
۵۔ " = اے اسدِ ولے یہ بے حاصلی تو اہلِ ہوساں
۶۔ " = ہرزہ

○ ۶۱۸۱۶

بس کہ مے پیتے ہیں، اربابِ فنا پور شدہ
یہ غرورِ طرح قامت و رعنائی سرو
کی ہے و اہلِ جہاں نے بہکستانِ جہاں
اے دریغا! کہ نہیں طبعِ نزاکتِ سماں
یاسِ آئینہ پیدائی استغنا ہے
واسطے فکرِ مضامینِ متین کے، غالب
چاہیے خاطر جمع و دلِ آرامیدہ

از بہر تباہِ ذرہ دل و دل ہے آئینہ
حیرت، ہجومِ لذتِ غلطانی تپش
غفلت، یہ بالِ جوہرِ شمشیرِ پر فشاں
حیرت نگاہِ برق، تماشا بہارِ شوخ
یاں رہ گئے ہیں ناخنِ تدبیرِ ٹوٹ کر
از مٹی کو، شش جہت سے، مقابل ہے آئینہ
سیمابِ بالش و کمرِ دل ہے آئینہ
یاں پشتِ چشمِ شوخیِ قابل ہے آئینہ
در پردہ ہوا پر بسمل ہے آئینہ
جوہرِ طلسمِ عقدہ مشکل ہے آئینہ

- ۱۔ رخ = بس کہ مے پینے لگے بادہ کشاں پور شدہ
۲۔ " = اے اسدِ بہرِ رم آموختنی ہاں سے تپش
۳۔ " = در کسوت
* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

ہم زانوے تامل و ہم جلوہ گاہِ گلِ آئینہ بندِ خلوت و محفل ہے آئینہ
دل کار گاہِ فکر و استدبے نوائے دل
یاں سنگِ آستانہ بیدل ہے آئینہ

بوشِ دل ہے مجھ سے حسرتِ بیدل نہ پوچھ
قطرے سے میخانہ دریا ہے بے ساحل نہ پوچھ
پہن گشتن ہلے دل، بزمِ نشاطِ گردباد
لذتِ عرضِ کشادہ عقدہ مشکل نہ پوچھ
آبلہ، پیمائے اندازہ تشویشِ تھا
ایسے دماغِ نارسا! خم خانہ منزل نہ پوچھ
نئے صبا بالِ پری، نئے شعلہ سامانِ جنوں
شیع سے جز عرضِ افسونِ گدازِ دل نہ پوچھ
یک مژہ بزمِ زونِ حشر و دو عالم فتنہ ہے
یاں سراغِ عافیت، تہذیبِ بے لعل نہ پوچھ
بزم ہے یک پنہ مینا، گدازِ ربط سے
عیشِ کمرِ غافل، حجابِ نشہِ محفل نہ پوچھ
تا تخلصِ جامہ مشنگرفی ارزانی، اسد
شاعری بزمِ سازِ درویشی نہیں حاصل نہ پوچھ

چیزِ دل سراغِ درد بدلِ خفگیں نہ پوچھ
آئینہ عرضِ کر، خط و حالِ بیاں نہ پوچھ
پروازِ یک تبِ غمِ تسخیرِ نالہ ہے
گر مٹیِ نبضِ خار و خسِ آشیان نہ پوچھ

۲۔ غ = قطرہ

۱۔ غ = نشہ ہائے
۳۔ غ = ترز عافیت

ہے سبزہ زار، مہر و دیوارِ غم کدہ م
جس کی بہار یہ ہو، پھر اس کی خزان نہ پوچھ
ہندوستان سایہ گلِ پائے تخت تھا
جاہ و جلالِ عہد وصالِ بتاں نہ پوچھ
تو مشقِ ناز کر، دل پروانہ ہے بہار
بے تابی تجلیِ آتشِ بجاں نہ پوچھ
غفلت متاعِ کفہ و میزانِ عدل ہوں
یارب، حسابِ سختی خوابِ گراں نہ پوچھ
ہر داغِ تازہ یک دلِ داغِ انتظار ہے
عرضِ فضاے سیدہ دردِ امتحاں نہ پوچھ
تا چارہ بیکسی کی بھی حسرت اٹھائیے م
دشواری رہ و ستم ہر ماں نہ پوچھ
کہتا تھا کل وہ محرمِ راز اپنے سے کہ آہ
دردِ جدائی اسد الشداخاں نہ پوچھ

ضبط سے جوں مروک اپنہ اقامت گیر ہے
مجرمِ بزمِ فسردن، دیدہ پنچیر ہے
آشیان بند بہارِ عیش ہوں ہنگامِ قتل
یاں پر پروازِ رنگِ رفتہ، بالِ تیر ہے
ہے جہاں فکرِ کشیدن ہائے نقشِ کوسے بار
ماہتابِ ہالہ پیرا، گردہ تصویر ہے
وقتِ حسنِ افزوی زینتِ طرازاں جلے گل
ہر نہالِ شمع میں اک غنچہ گل گیر ہے

۱۔ غ = تاز بہار رفتہ ۲۔ غ = عرض ۳۔ غ = ہیں
۲۔ غ = کہتا تھا کل وہ نامہ رساں سے بسوزِ دل
۳۔ غ = ضبط سے اپنہ جوں مردم اقامت گیر ہے
۴۔ غ = از نہالِ شمع پیدا غنچہ
۵۔ غ = یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں اضافہ کیا گیا
۶۔ غ = یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

○ ۱۸۱۶ء

ہم زلفے تاقی و ہم جلوہ گاہِ گلِ آئینہ بندِ خلوت و محفل ہے آئینہ
دل کار گاہِ فکر و اسد بے لوائے دل
یاں سنگِ آستانہ بیدل ہے آئینہ

بوشِ دل ہے کجھ حسنِ فطرتِ بیدل نہ پوچھ
پہن گشتن ہلے دل، بزمِ نشاطِ گردباد
آبلہ، پیمانہ اندازہ تشویش تھا
نئے صبا بالِ پری، نئے شعلہ سامانِ جنوں
یک مژہ بزمِ زونِ حشر و دو عالم فتنہ ہے
بزم ہے یک پنہ مینا، گداڑ ربط سے
تا تخلص جائے شکرِ فی ارزانی، اسد
شاعری جز سازِ درویشی نہیں، حاصل نہ پوچھ

جز دل سراغِ درد بدلِ خفتگان نہ پوچھ
پروازِ یک تبِ غمِ تسخیرِ نالہ ہے
آئینہ عرض کر، خط و خالِ بیاں نہ پوچھ
گر جی نبضِ خار و خسِ آشیاں نہ پوچھ

۲۔ غ = قطرہ

۱۔ غ = نشہ ہائے
۳۔ غ = ترز عافیت

○ ۱۸۱۶ء

ٹپے سبزہ زار، سہرورد و دیوارِ غم کدہ م
ہندوستان سایہ گلِ پائے تخت تھا
تو مشقِ ناز کر، دل پروانہ ہے بہار
غفلت متاعِ کفہِ میزانِ عدل ہوں
ہر داغِ تازہ یک دلِ داغِ انتظار ہے
ناچار سیکھی کی بھی حسرت اٹھائیے م
کھتا تھا کل وہ محرمِ راز اپنے سے کہ آہ
دردِ جدائی اسد الشدخاں نہ پوچھ

ضبط سے جوں مروک اپنہ اقامت گیر ہے
آشیاں بند بہارِ عیش ہوں ہنگامِ قتل
ہے جہاں فکرِ کشیدن ہائے نقشِ گویے یار
وقتِ حسنِ افروزی زینتِ طرازاں چلے گل
محرمِ بزمِ فسرون، دیدہ پنچیر ہے
یاں پر پروازِ رنگِ رفتہ، بالِ تیر ہے
ماں تابِ ہالہ پیرا، گردہ تصویر ہے
ہر نہالِ شمع میں اک غنچہ گلِ گیر ہے

۱۔ غ = ناز بہارِ رفتہ ۲۔ غ = عین
۲۔ غ = کھتا تھا کل وہ نامہ رساں سے بسوز دل
۳۔ غ = ضبط سے اپنہ جوں مردم اقامت گیر ہے
۴۔ غ = از نہالِ شمع پیدا غنچہ
۵۔ غ = یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں اضافہ کیا گیا
۶۔ غ = یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

○ ۱۸۱۶ء

گریے سے بندِ مجت میں ہوئی نام آوری لختِ لختِ دل، نیکنِ غمانِ ذخیر ہے
ریزشِ خونِ وفا ہے، جبرِ نوشی ہاے یار یاں لگوئے شیشہ کے، قبضہ شمشیر ہے
جو بشارِ غمِ چراغِ خلوتِ دل تھا، اند
وصل میں وہ سوزِ شمعِ مجلسِ تقریر ہے

کمرے ہے سہراں سے خطرِ راہِ عشقِ جلاوی ہوا ہے موجِ ریگِ رواں شمشیرِ فولاوی
نظرِ بندِ تصور ہے قفس میں لطفِ آزادی شکستِ آرزو کے رنگِ کرتا ہوں یتادی
کے ہے حسنِ ویراں کا رُخِ سادہ ویاں پر غبارِ خط سے تعمیرِ بناے خسانہ بریادی
چنارِ اساعدم سے بادلِ پرِ آتش آیا ہوں تہی آغوشِ دشتِ تمنا کا ہوں فریادی
اسد، ازبس کہ فوجِ درو و غمِ سرگرمِ تولاں ہے
غبارِ راہِ ویرانی ہے ملکِ دل کی آبادی

یہ سرِ لُشت میں میری ہے، اشکِ افشانی کہ موجِ آب ہے، ہر ایکِ چینِ پیشانی
جنونِ دشتِ ہستی یہ عام ہے کہ بہار لکھے ہے کسوتِ طاؤس میں پرِ افشانی

۱۔ رخ =
۲۔ " = ریشِ خوں ہے سراسر
۳۔ " = خط

○ ۱۸۱۶ء

لبِ نگار میں آئینہ دیکھ، آبِ حیات بہ مورتیِ سکندر ہے موجِ حیرانی
نظرِ بغفلتِ اہلِ جہاں ہوا ظاہر کہ عیدِ خلقِ پہ حیراں ہے چشمِ قربانی
کہوں وہ مصرعِ جبرستہ وصفِ قلمت میں کہ سرو ہونہ سکے اُس کا مصرعِ ثنائی
اسد نے کثرتِ دل ہاے خلق سے جانا
کہ زلفِ یار ہے مجموعہ پریشانی

ہے آرمیدگی میں نحوِ شمسِ بحا مجھے م صبحِ وطن ہے خندہ دندانِ مناجھے
ہے پیرِ تابِ رشتہ شمعِ سحر گہی خجلتِ گدازیِ نفسِ نارسا مجھے
واں رنگِ ہا بہ پُروہ تدبیر ہیں ہنوز یاں شعلہِ چراغ ہے، برگِ جنا مجھے
دھونڈھے ہے اُس مٹیِ آتشِ نفسِ کو، جی م جس کی صدا، ہو جلوہ برقِ فنا مجھے
مستانہ طے کروں ہوں رہِ وادیِ خیال م تابا ز گشت سے نہ رہے مدعا مجھے
پروازِ با، نیسا ز تماشاے حسنِ دوست بالِ کشادہ ہے، نگرِ آشنا مجھے
کرتا ہے، بس کہ باغ میں تو بے حجابیاں م آنے لگی ہے نہکتِ گل سے حیا مجھے
از خود گزشتگی میں نحوِ شمسِ پہ حرف ہے موجِ غبارِ سرمہ ہوئی ہے صدا مجھے

۱۔ رخ = لکھوں
۲۔ " = " = ہفتہ
۳۔ " = " = یہ اشعار پہلی بار متن و تائیں درج ہوئے

کھلتا کھٹی پر کیوں مرے دل کا معاملہ؟ م شعروں کے انتخاب نے سوایا مجھے
تاچنٹ پرست فطرتی طبع آرزو؟ یارب ملے بلندی دست دعا مجھے
یاں آب و دانہ موسم گل میں حرم ہے نزار و آگستہ ہے، موج صبا مجھے
یک بار امتحان ہوس بھی مزد ہے اے جوش عشق، بادۂ مرد آزا مجھے
میں نے جنوں سے کی جو اسد التماس رنگ
خون جگر میں ایک ہی غوطہ دیا مجھے

ہر رنگ سوز، پردہ یک ساز ہے مجھے بالِ سمندر، آئنے ناز ہے مجھے
طاؤس خاک حسن نظر باز ہے مجھے ہر ذرہ، چشمکِ نگہ ناز ہے مجھے
آغوشِ گل ہے آئنے ذرہ خاک عرض بہار، جوہر پرواز ہے مجھے
بے بوے گل غریب تسلی گہ وطن ہر جزو اشیاء پر پرواز ہے مجھے
ہے جلوۂ خیال، سویدائے مردک جوں داغ، شعلہ سرخطِ آغاز ہے مجھے
وحشت بہار نشہ و گل ساغر شراب چہنم پری شفق کدہ راز ہے مجھے
فکرِ سخن، بہانہ پروازِ خامشی دودِ چراغ، سرمۂ آواز ہے مجھے

۱۔ رخ = کسو
۲۔ = سے تاچنٹ پرست وصلگی ہاے طبع خام
اے آرزو بلند دست دعا مجھے
۳۔ = سے مست امتحان ہوس طینتی اسد
* یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا

ہے خام فیض بیعتِ بیدل بکف اسد یک نیستاں مسلم روا عجاز ہے مجھے

کہوں کیا گرم جوشی نے کشی میں شعلہ ویاں کی کہ شمع خانہ دل آتش نے سے فزراں کی
سیاہی جیسے گرجاؤں دم تحریر کاغذ پر م مری قسمت میں یوں تصویر ہے شبائے بحر کی
بزلق مہ نشان رہتی ہے شب بیدار ظاہر ہے زبانِ شانہ سے تعمیر صد خواب پریشاں کی
ہمیشہ مجھ کو طفلی میں بھی مشق تیرہ روزی تھی سیاہی ہے مرے ایام میں، لوحِ دبستاں کی
دریغ! او سحر کہ کارِ بادِ صبح کرتی ہے کہ ہوتی ہے زیادہ، سر و مہری شمع ویاں کی
مجھے اپنے جنوں کی بے تکلف پردہ داری تھی لیکن کیا کروں آئے جو رسوائی گریباں کی
ہر نیر کیا ہے میں نے، حیرت آرمائی میں کہ جوہر آئنے کا، ہر لپک ہے چہنم حیراں کی
خدا یا، کس قدر اہل نظر نے خاک چھانی ہے کہ ہیں صد خیر جنوں غریباں دیواریں گلستاں کی
ہوا شرم ہمیدستی سے وہ بھی سرنگوں آثر بس اے خم جگر اب کچھ لی شورش نمکداں کی

بیاد گرمی صحبت، برنگِ شعلہ دہکے ہے

چھپاؤں کیونکے غالب، سوزشیں داغِ نمایاں کی

جنوں، تہمت کش تسکین نہ ہو، گرشادمانی کی م نمک پاش خراشِ دل ہے لذت زندگانی کی

۱۔ رخ = آئینہ
+ یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا
* یہ اشعار پہلی بار متن ق میں درج ہوئے

○ ۶۱۸۱۶

کشا کش ہائے ہستی سے کمرے کیا سعی آزادی م ہوئی ذخیرِ موج آب کو فرصتِ روانی کی
 نہ کھینچا اے دستِ سعیِ نارسا زلفِ تمنا کو پریشاں تہے مےِ حامد سے مدیرِ مانی کی
 کہاں ہم بھی رگ پے رکھتے ہیں انصافِ بہتر ہے نہ کھینچے طاقتِ خمیازہ، تہمتِ نالوانی کی
 تکلفِ برطرف فرماؤ اور اتنی سبک دستی خیالِ آساں تھا، لیکن خوابِ غریب نے گرائی کی
 پس از مردن بھی دیوانہ زیارتِ گاہِ پھلاں م شرارِ رنگ نے تربت پہ میری لکھشانی کی

اسد کو بوسے میں دھر کے چھوٹکا موجِ ہستی نے
 فقیری میں بھی باقی ہے، شرارتِ لوتوانی کی

نکوش ہے سزا فریادی بیدارِ دلبر کی م مبادا، خندہ دندان نما ہو، صبحِ محشر کی
 رگِ لیلیٰ کو، خاکِ شستِ محضوں ریشگی بخشنے م اگر بودے بجائے دانہ، دہقان کوکِ نشتر کی
 مژدوں مانگتے ہیں عاریتِ اہل ہوسن شاید یہ جایا چاہتے ہیں آج دعوت میں سمنہ کی
 پر پروانہ، شاید، بادبانِ کشتی نے تھا م ہوئی مجلس کی گرمی سے وانی دودِ ساغر کی
 گزوں بیدارِ ذوقِ پریشانی عرض کیا قدرت! م کہ طاقتِ ارگشی اٹنے سے پہلے میرے شہر کی
 غرورِ لطفِ ساقی نشہِ عجبے باکی مستان ہم دالانِ عصیاں، طراوتِ موج کو نشتر کی

۱۔ رخ = نہ کھینچے دست

۲۔ = واظف اسبک.....

۳۔ = گرمی مجلس

+ یہ اشار پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

○ ۶۱۸۱۶

کہاں تک دُلّس کے خیمے کی پچھے قیامت! م مری قیمت میں یارب کیا نہ تھی دیوارِ پتھر کی؟
 تھکا جب قطرہ بے دست دیا بالادین سے زہرِ یادگاری ہاگرہ دیتا ہے گومر کی
 بجز دیوانگی ہوتا نہ انجامِ خود آرائی اگر پیدا نہ کرتا آئینہ زنجیرِ جوہر کی
 اسد، جز آبِ بخشیدن ز دیا خضر کو کیا تھا؟
 ڈبو تا چشمہ حیواں میں، گر کشتی سکندر کی

آنکھوں میں انتظار سے جاں پُرتاب ہے آتا ہے آ، وگر نہ یہ پادرِ رکاب ہے
 حیراں ہوں، دامنِ مژہ کیوں بھارتا نہیں خطِ صفحہِ عذار پہ گردِ کتاب ہے
 جوں نخلِ ماتم، ابر سے مطلب نہیں مجھے رنگِ سیاہ نیل، غبارِ سحاب ہے
 ممکن نہیں کہ ہودلِ خواں میں کارگر تائیرِ جستنِ اشک سے نقشِ بَرآب ہے
 ظاہر ہے طرزِ قید سے، ضیاد کی عرض جو دانہ دام میں ہے، سوا اشکِ بکاب ہے
 بے چشمِ دل نہ کر ہوس سیرِ لالہ زار یعنی یہ ہر ورق، ورقِ انتخاب ہے
 دیکھ اے اسد، بہ دیدہ باطن کے ظاہرا
 ہر ایک ذرہ غیرتِ صدا قتاب ہے

۱۔ رخ = شرشک

+ یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

بے خود ز بس کہ خاطر بے تاب ہوگئی
موج تبسم لب آلودہ مسی
رخسار یار کی جو کھلی جلوہ گسری
بیہود انتظار کی طاقت نہ لاسکی
غالب ز بس کہ سوکھ گئے چشم میں شرشک
آنسو کی بوند گوہر نایاب ہوگئی

ہجوم غم سے یاں تک سرگونی مجھ کو حاصل ہے م
کہ تارِ دامن و تارِ نظر میں فرق شکل ہے
ہوا ہے مانع عاشقِ نوازی، نازِ خود بینی
تکلفِ برطرف آئینہ تمیزِ خیال ہے
پسیل اشکِ لختِ لہ ہے امن گیرِ ترکان
غریقِ بحرِ ہویائے خس و خاشاکِ ساحل ہے
نکلتی ہے تپش میں بسملوں کی برق کی شوفی
غرض اب تک خیالِ گرمی رفتارِ قاتل ہے
بہا ہے یاں تک شکوں میں غبارِ کلفتِ خاطر
کو چشمِ ترین بربیک پاؤں دل پائے رگل ہے

- ۱- غ = وا کشفادہ ۲- غ = تبسم از لب ۳- غ = آئینہ واریغ
۴- م = ع زخارِ صاف نے جو دیے جلوہ ہائے نور
زلفِ پری و شاں شبِ مہتاب ہوگئی
۵- م = یک لمحہ ۶- غ = اشک چشم میں ۷- غ = ہا
۸- م = ز بس دل میں ۹- غ = انداز

رفوے غم سے مطلب ہے لذتِ خمِ موزن کی م
سجھیموت کہ پاس دروے دیوانہ غافل ہے
وہ گل جس گلستاں میں جلوہ فرمائی کئے غالب م
چٹکنا غنچہ رگل کا، صدائے خندہ دل ہے
جنوں رسوائی و راستگی؟ زنجیر بہتر ہے
خوشا! خود بینی و تدبیرِ غفلتِ تقدارِ نیشہ
بدین عجز اگر بد نایِ تقدیر بہتر ہے
کمالِ حسن اگر موقوفِ اندازِ تغافل ہو
دلِ آکاہ تسکینِ خیرِ بیدری نہ ہو یارب!
خدا یا چشمِ تادل در دہے افسونِ آکاہی
درون جو سر آئینہ، ہوں برگِ جناخوں ہے
بقدرِ مصلحت دل بستگی، تدبیر بہتر ہے
بدین عجز اگر بد نایِ تقدیر بہتر ہے
تکلفِ برطرف تجھ سے تری تھویر بہتر ہے
نفسِ آئینہ دارِ آہ بے تاثیر بہتر ہے
نگہِ حیرت سوادِ خواب بے تعبیر بہتر ہے
بتاں نقشِ خود آرائی، حیا تحریر بہتر ہے

تمنا ہے، اسد، قتلِ رقیب اور شکر کا سجدہ
دعا ہے دل، بہ محرابِ غم شمشیر بہتر ہے

مرزہ پہلوئے چشم، اے جلوہ اداک باقی ہے
چمن میں کچھ نہ چھوڑا تو نے غیر از بیضہ قمری
ہوا وہ شعاعِ دلغ، اور شوخیِ خاشاک باقی ہے
عدم میں بہر فرقِ مرز و شاخ باقی ہے

- ۱- غ = دل تنگی ۲- م = تعمیر
۳- م = یہ شعر پہلی بار حاشیق میں بڑھایا گیا
۴- م = یہ شعر پہلی بار متن قایم درج ہوا

○ ۶۱۸۱۶

گداز سخی بنیش رشت و شوق نقش خود کامی
سراپا شبنم آئیں، یک نگاہ پاک باقی ہے
ہوا ترک لباس زعفرانی و کشتا، لیکن
ہنوز آفت نسب یک خندہ یعنی چاک باقی ہے
چمن زار تمنا ہو گئی صرف خنزاں، لیکن
بہار نیم رنگ آہ حرمت ناک باقی ہے
نہ حیرت چشم ساقی کی، نہ صحبت دور ساغر کی
مری محفل میں، غالب، گردش افلاک باقی ہے

خوشیوں میں "تماشا ادا" نکلتی ہے م نگاہ، دل سے تے سرمہ سا نکلتی ہے
بہ حلقہ خم گیسو ہے راستی آموز وہاں بارے گویا صبا نکلتی ہے
بر رنگ شیشہ ہوں یک گوشہ دل خالی کبھی پری مری خلوت میں آنکلی ہے
فشار تنگی خلوت سے بنتی ہے شبنم صبا ہو غنچے کے پردے میں جا نکلتی ہے
نہ لہو چھ سینہ عاشق سے آب تیغ نگاہ م کہ زخم روزن در سے ہوا نکلتی ہے
بہار شونخ و چمن تنگ رنگ گل چلبب نسیم باغ سے پا در چمن نکلتی ہے
اسد کو حسرتِ عرض نیاز تھی دم قتل
ہنوز، یک سخن بے صدا نکلتی ہے

- ۱۔ غ = درد خنزاں پیچیدہ ہے لیکن
۲۔ " = آتی
۳۔ " = غنچہ کی خلوت میں

○ ۶۱۸۱۶

زبس کہ مشق تماشا، جنوں علامت ہے م کشتا دو لبستِ مژدہ، سیلی ندامت ہے
دجالوں کیونکہ مٹے داغ طعن بد عہدی م تجھے کہ آنت بھی در طہ ملامت ہے
بڑیچ و تاب ہوں، سلک عافیت مت توڑ م نگاہ عجز، سر رشتہ سلامت ہے
وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد م جنوں ساختہ و فصل گل، قیامت ہے
اسد، بہار تماشاے گلستانِ حیات
وصالِ لالہ عذرانِ سرو قامت ہے

ترجیں رکھتی ہے، شرم قطرہ سامانی مجھے موج گردابِ حیا ہے، چین پیشانی مجھے
شبنم آسا کو مجالِ سجدہ گردانی مجھے؟ ہے، شعاعِ مہر، زنا رِ سیلانی مجھے
بلبلِ تصویر ہوں بے تابِ اظہارِ تپش جنبشِ نالِ تلم، بوشِ پرافتانی مجھے
صبطِ سوزِ دل ہے وجہِ حیرتِ اظہارِ حال داغ ہے مہرِ دین، ہوں چشمِ قربانی مجھے
خوش، ہے مثلِ حباب از خوشیوں میں آمدن ہے گریباں گیرِ فرصتِ ذوقِ عریانی مجھے
واکیا ہرگز نہ میرا عقدہ تارِ نفس ناخنِ بریدہ ہے تیغِ صفا ہانی مجھے
ہوں، ہیولاے دو عالم صورتِ تقریرِ اسد
منکرے سوئی خوشی کی گریبانی مجھے

- ۱۔ غ = پیچیدہ
۲۔ غ = خفتہ
۳۔ غ = صرقتے اے ضبط سوزشِ حیرت
۴۔ " = ہونست
۵۔ " = ظالم

○ ۱۸۱۶ع

ہم زباں آیا نظر کس سخن میں تو مجھے مروت ہے طوطی آئینہ زانو مجھے
 باعث دامن دنگی ہے عمر فرصت جو مجھے کر دیا ہے پایہ زنجیر رم آہو مجھے
 پیاد من ہو رہا ہوں بس کہیں صحرانورد م غار پاہیں جو ہر آئینہ زانو مجھے
 خاک فرصت بر سر ذوق فنا اے انتظار ہے غبار شیشہ ساعت رم آہو مجھے
 یاد مژگاں میں بے نشتر زار سکولے خیال چاہیے وقت تپش یک دست صد پہلو مجھے
 دیکھنا حالت مرے دل کی، ہم آغوشی کے قوت م ہے نگاہ آشنا، تیرا سر ہر مو مجھے
 کثرت جو رستم سے ہو گیا ہوں بے دماغ خوب رویوں نے بنایا عاقبت بد تو مجھے
 ہوں سراپا ساز اب تک شکایت کچھ نہ پوچھ م ہے سہی بہتر کہ لوگوں میں نہ پھیرے تو مجھے
 اضطراب عمر بے مطلب نہیں آؤ، کہ ہے جستجو ہے فرصت ربط سحر زانو مجھے
 چاہیے درمانِ ریشہ ل بھی تیغ ناز سے مرہم زنگار ہے وہ دسمہ ابرو مجھے
 فرصت آرام غش ہستی ہے مکرانِ عدم ہے شکستِ ننگ مکان گردش پہلو مجھے
 ساز اہماے فنا ہے عالم پیری، اسد
 قامتِ خم سے ہے حاصل شوخی ابرو مجھے

- ۱- نخ = صحراے
 ۲- نخ = اسد! آخر تک
 ۳- " = سرورالز
 ۴- " = یار
 ۵- " = صحر
 * یہ اشعار پہلی بار متن ق میں درج ہوئے

○ ۱۸۱۶ع

یاد ہے شادی میں بھی ہنگامہ یارب مجھے م سحر زاہر سوا ہے، خندہ زیر لب مجھے
 ہے کشاد خاطر وابستہ در رہن سخن م تھا طلسمِ قفلِ ابد، خسانہ مکتب مجھے
 یارب اس اشفتگی کی داد کس سے چاہیے م رشک آسائش پہ ہے زندانیوں کی لب مجھے
 صبح ناپید ہے کلفتِ خانہ ادا بار میں توڑنا ہوتا ہے رنگ یک نفس ہر شب مجھے
 شوقِ طالع سے ہوں ذوقِ معاصی میں سیر نامہ اعمال ہے، تاریکی کو کب مجھے
 درد ناپید اوبے جا تہمتِ راستگی پردہ دار یادگی ہے، وسعتِ مشرب مجھے
 طبع ہے متناقض لذت ہائے حسرت کیا کرلں! م آرزو سے ہے شکستِ آرزو مطلب مجھے
 دل لگا کر آپ بھی غالب، بھی سے ہو گئے م عشق سے آئے تھے مانع، میرزا صاحب مجھے

کاوشِ دردِ حنا پوشیدہ افسوں ہے مجھے ناخن انگشتِ خواباں، نعل و اڑوں ہے مجھے
 ریشہ شہرت و دواہن ہے، رفتن زیر خاک غنجرِ جلاد، برگِ بیہ مجھوں ہے مجھے
 ستیا! دے ایک ہی ساغریں بکے کے کہ آج آرزو بوسہ لب ہے مے گوں ہے مجھے
 ہو گئے باہم دگر جو ش پریشانی سے، جمع گردشِ جامِ تمنا، دور گردوں ہے مجھے
 دیکھ لی جو ش جوان کی ترقی بھی کہ اب بدتر کے مانند، کاش روز افزوں ہے مجھے
 غنچگی ہے، بر نفسِ پیمپین فکر اے اسد واشگفتن ہائے دل در رہن مضمون ہے مجھے

- ۱- نخ = عقد نالہ
 ۲- نخ = اے اسد
 ۳- " = ہے حسرت اے آغاز و انجام سریشا شام شباب
 ۴- نخ = ماہ
 * یہ اشعار پہلی بار متن ق میں درج ہوئے

کچھ تری غمے گرم، دل بہ تیش رام ہے طائر سیاب کو، شعلہ، رگ دام ہے
 شوخی چشم حبیب، فتنہ آیام ہے قسمتِ نخت رقیب، گردشِ صبحا ہے
 جلوہ بینش پناہ، بخت ہے ذوقِ نگاہ کعبہ پوش سیاہ، مردکِ احرام ہے
 گو نفس وچہ غبار، جزا آشکار در تیش آباد شوق، سرمہ، صدانام ہے
 غفلتِ افسردگی، تہمتِ تمکین نہ ہو لے ہمہ خوابِ گراں، حوصلہ بدنام ہے
 بزمِ وداعِ نظر، یا بس طربِ نامہ بر فرصتِ رقصِ شرر، بوسہ بہ پیغام ہے
 گریہ طوفانِ رکاب، نالہ محشر عیناں
 بے سرو سامانِ اسد، فتنہ سرا انجام ہے

بس کہ سوائے خیالِ زلفِ وحشت ناک ہے تادلِ شبِ آبنوی شانہ آسا، چاک ہے
 یاں، فلاخنِ باز کس کا نالہ بے باک ہے؟ جادہ، تا کہ سارِ موسیٰ چینی افلاک ہے
 ہے دو عالم صیدِ اندازِ شہِ دلزل سوار یاں، خطِ پرکارِ مستی، حلقہ فرزاں ہے
 خلوتِ بال و پر قیری میں واکر راہِ شوق جادہ گلشن، رنگِ بیشہ زیرِ خاک ہے
 عیشِ گرمِ اضطرابِ اہل غفلتِ سرد مہر دورِ ساغر، یک گلستاں برگِ یزتاں ہے

- ۱۔ غ = طیش
 ۲۔ = کسوت
 ۳۔ = نازیک صیدِ شہر

عرضِ وحشت پر ہے نازِ ناتوانی ہاے دل شعلہ بے پردہ، چینِ دامنِ خاشاک ہے
 ہے کندِ موجِ گل، فتراکِ بے تاباں، اسد
 رنگِ یاں بوسے، سوارِ توسنِ چالاک ہے

چشمِ خوابِ خامشی میں بھی لڑا پرداز ہے م سرمہ تو کہوے کہ دودِ شعلہ آواز ہے
 پیغمبرِ حقائق، سازِ طالعِ ناساز ہے م نالہ گویا، گردشِ سیارہ کی آواز ہے
 ہے، صومرِ خامہ ریش ہاے استقبالِ ناز نامہ خود پیغام کو بال و پر پرواز ہے
 مرنوشتِ اضطرابِ انجامی الفت نہ پوچھ نالہ خامہ خارِ خارِ طرِ آغاز ہے
 شرم ہے طرزِ تلاشِ انتخابِ یک نگاہ اضطرابِ چشمِ برپا و خستہ غماز ہے
 نغمہ ہے کانون میں اُس کے نالہ مرغِ اسیر رشتہ پائیاں، نواسا مان بندِ ساز ہے
 دستِ گاہ دیدہ خوباںِ مجنوں دیکھنا م یک بیاباںِ جلوہ گل، فرشِ پانداں ہے
 نقشِ سطرِ صد تبسم ہے برآبِ زیرِ گاہ حسن کا خطِ پر نہاں خندِ بدنی انداز ہے

- ۱۔ غ = آشفتنہ فزاک، اسد
 ۲۔ = چشمِ خواب، سے فروشِ نشہ زارِ ناز ہے
 ۳۔ = سرمہ گویا، دودِ موجِ شعلہ آواز ہے
 ۴۔ = نالہ خامہ، خار و در پیراہنِ آغاز ہے
 ۵۔ = وضعِ نالہ
 ۶۔ = نالہ دلِ نغمہ ریزاں سے بہ اضطرابِ خیال
 ۷۔ = صد سطر تبسم (شاید سہو کماہت)
 ۸۔ = یہ اشعار پہلی بار متن قاسم درج ہوئے

شوخی اظہار غیر از وحشتِ محبتوں نہیں
لیکنی معنی، اسد، محل نشین راز ہے

بس کہ حیرت سے زپا افتادہ نہ ہمارے
ناخن انگشت، بتخال لب بیمار ہے
جی جلے ذوقِ فنا کی ناتمامی پر نہ کیوں؟
ہم نہیں جلتے، نفس ہر چند آتش بار ہے
زلفت سے شبِ دریاں دادن نہیں ممکنِ دریغ
درد، صد مشرب رہن جلوۂ رخسار ہے
ہے وہی بدستی ہر ذرہ کا خود غدر خواہ
جس کے جلوے سے زینِ آسمانِ شراب ہے
بس کہ ویرانی سے کفر و دیں ہوئے زیر و زبر
گردِ محرابِ حرم تاکو چہ زُنا رہے
اے سرشوریدہ، ذوقِ عشق و پاسِ آبرو!
جوشِ سودا کب حریفِ منتِ ستار ہے
مجھ سے مت کہ تو نہیں کہتا تھا اپنی زندگی
زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے
آنکھ کی تصویرِ سمرتا ہے پکھنچی ہے کہ تا
تجھ پہ کھل جاوے کہ اس کو حسرت دیدار ہے
وصل میں دل انتظارِ طرہ رکھتا ہے ہرگز
فتنہ تاراجِ تنہا کے لیے درکار ہے
ایک جا حرفِ وفا لکھتا تھا، سو بھی مٹ گیا
ظاہر، کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

۱۔ رخ = شوخی اظہار کو، جز وحشتِ محبتوں اسد

بس کہ لیلے سخن محل نشین راز ہے

۲۔ = قدرت = ۳۔ رخ = دردِ محشر با رہن صافی خواہے

۳۔ = در = ۴۔ = یک طرف سودا و یک سو منتِ دستار ہے

۵۔ = ہے تیر تاراجِ تنہا، فتنہ درکار ہے

۶۔ = یہ شعر پہلی بار متن کتاب میں درج ہوا ہے

* یہ شعر پہلی مرتبہ متن ق میں درج ہوا

+ یہ اشعار پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

آگ سے پانی میں بجھتے وقت اُٹھتی ہے صدمہ
ہر کوئی، در ماندگی میں نالے سے ناپا ہے
در خیالِ آبادِ سودے سرِ مژگانِ دوست
صدِ رگِ جانِ جادہ آسا، وقفِ نشتر زار ہے

خانماں ہا، پائمالِ شوخی دعویٰ، اسد

سایہ دیوار، سیلابِ درو دیوار ہے

کوہ کے ہوں بارِ خاطر، گر صدمہ ہو جائیے
بے تکلف اے شرارِ جستہ، کیا ہو جائیے؟
یاد رکھیے نازِ ہائے التفاتِ اٹلیں
آشیانِ طائرِ رنگِ حنا ہو جائیے
بیضہ آسا، تنگ بال و پر پہ ہے کچھ نفس
از سر نو زندگی ہو، گر رہا ہو جائیے
لطفِ عشقِ ہر یک اندازِ دگر دکھلاے گا
بے تکلف یک نگاہ آشنا ہو جائیے
داؤ از دستِ جھٹلے صدمہ ضربِ المثل!
گو ہمہ افتادگی، ہوں نقشِ پا ہو جائیے
از دلِ ہر درد مندے جوشِ بے تاب زون
اے ہمہ بے مدعا، یک دعا ہو جائیے

وسعتِ مشرب، نیازِ کلفتِ وحشتِ اسد

یک بیاباں سایہ بالِ ہما ہو جائیے

کوشش، ہمہ بے تاب تر و دشمنی ہے
صدِ جنبشِ دل، یک مژدہ بر ہم زدنی ہے

۱۔ رخ = جادہ صحرائے نشتر زار

۲۔ = رفتہ دلِ برونی

۳۔ = یہ شعر میں طبع ہوا

گو حوصلہ پامر و تغافل نہ ہیں، لیکن خاموشی عاشق، گدہ کم سخن ہے
 دی لطف ہونے بہ جنوں، طرفہ نزاکت تا آبلہ، دعوائے تنگ پیرہنی ہے
 راہ شکر از بابِ فتناء زنجیر عیش ابد از خویش بروں تاختی ہے
 از بس کہ ہے محو بہ چمن تکیہ زدن ہا گل برگ پر بالش سر و چہنی ہے
 آئینہ و شانہ، ہمہ دست و ہمہ زانو اے حسن، مگر حسرت پیاں شکنی ہے

فریاد، اسد، بے نگہی ہاے بتاں سے
 سچ کہتے ہیں، واللہ کہ اللہ غنی ہے

کاشانہ ہستی کہ بر انداختنی ہے یاں سوختنی، اور وہاں ساختنی ہے
 ہے شعلہ شمشیر فنا، حوصلہ پر داز لے دلغہ تمنا، سپر انداختنی ہے
 جو خاک بسر کردن بے فائدہ حاصل؟ ہر چند بہ میدان ہوس تاختنی ہے
 اے بے شمران! حاصل تکلیف دیدن گردن، بہ تماشا لے گل، افراتختنی ہے

ہے سادگی ذہن، تمنائے تماشا
 جائے کہ، اسد، رنگت چمن باختنی ہے

۱۔ رخ =
 ۲۔ رخ =
 ۳۔ رخ =
 ۴۔ رخ =

حکم بے تابی نہین، اور آرمیدن منع ہے باوجود عشق و حشمت ہا، رمیدن منع ہے
 شرم، آئینہ تراش جہتہ طوفان ہے آب گردیدن روا، لیکن چکیدن منع ہے
 بخودی، فرماں رواے حیرت آباد جنوں زخم دوزی ہوس و پیراہن دیدن منع ہے
 جزوہ دیدار سے رسوائی اظہار دور آج کی شب چشم کوکب تک پریدن منع ہے
 بیم طبع نازک خواباں سے وقت سیر باغ ریشہ زیریں کو بھی دیدن منع ہے
 یار مغرور تغافل ہے، عزیزاں شفقتے! نالہ بلبل بگوشت گل مشنیدن منع ہے

مانع بادہ کشتی نادان ہے، لیکن، اسد
 بے ولایے ساتی کو ترکشیدن منع ہے

چار سوسے عشق میں صاحب دکانی مفت ہے نقد بے طرح دل اور آتش زبانی مفت ہے
 زخم دل پر بانہیے حلوائے مغز استخوان ندرستی فائدہ اور نالوائی مفت ہے
 نقد انجم تالیقے از کیسہ بیرون رختن؟ یعنی، اے پیر فلک شام جوانی مفت ہے
 گم نہین پاتا درون خانہ، ہرے گانہ اجا برو نکشودہ دل، پاسبانی مفت ہے
 چونکہ بالائے ہوس پرہر قبا کوتاہ ہے برہوس ہاے جہاں دامن فشانہ مفت ہے
 یک نفس ہر یک نفس جاتا ہے قسط عمر میں حیف ہے اُن کو تو سمجھیں زندگانی مفت ہے
 مال و جاہ و دست و پا بے زرخیر ہیں اسد پس بہ دل ہاے دگر راحت سانی مفت ہے

۱۔ رخ = پا * یہ شعر پہلی بار متن قی میں درج ہوا

بے تابی یا دوست ہم رنگ تسلی ہے غافل تیش مجنوں محل کشِ بلی ہے
 کلفت کشی ہستی، بدنام دورنگی ہے یاں تیرگی اختر خال رخ رنگی ہے
 دیدن ہم بالیدن، گردن ہم افسردن خوشتر زگی و غنچہ چشم و دل ساقی ہے
 ورم طرب ہستی، ایجادِ سیہ مستی تسکین وہ محفل یک ساغر خالی ہے
 زندانِ تحمل میں مہمانِ تغافل ہیں بے فائدہ یاروں کو فرق غم و شادی ہے
 ہوئے نہ غبارِ دل تسلیم زیں گیراں مغرور ہو، ناداں، سرتا سرگیتی ہے
 رکھ کر سخن میں تو معذوب بھی غالب
 یاں زورِ خود داری، طوفانی معنی ہے

گلشن کو تری صحبت از بس کہ خوش آئی ہے م ہر غنچے کا گل ہونا، آغوش کشائی ہے
 * وان گنگر استغنا، ہر دم ہے بلندی پر م یاں نالے کو اور اُلٹا دعوایِ رسائی ہے
 آئینہ نفس سے بھی ہوتا ہے کدورت کش عاشق کو غبارِ دل، اک دھڑ مفاہی ہے

- ۱۔ رخ = ایام
 ۲۔ " = تیش
 ۳۔ " = ہوں وقت سخن گوئی ہر صورت اسد معذوب
 ۴۔ " = جنوں کے شگفتی میں
 ۵۔ " = آئینہ نفس سے ہو جان کدورت ہا یاں جوشِ غبارِ دل، سامانِ مفاہی ہے
 * یہ شعر پہلی بار متنق میں درج ہوا

از بس کہ سکھاتا ہے غم ضبط کے اندازے م جو داغِ نظر آیا، اک چشمِ سنائی ہے
 ہنگامِ تصور ہوں دیروزہ گر لبوسہ یہ کاسہ زانو بھی اک جامِ گدائی ہے
 وہ دیکھ کے صحن اپنا، مغرور ہوا، غالب!
 جد جلوة آئینہ، یک صبح جدائی ہے

دیروزہ ساماں ہا، اے بے سرو سامانی ایجادِ گریباں ہا، در پردہِ عریانی
 شمال تماشا ہا، اقبالِ تمنا ہا عجزِ عرقِ بشرے، اے آئینہ حیرانی
 دعوایِ جنوں باطل، تسلیمِ عبتِ حاصل پروازِ فنا مشکل، میں عجزِ تنِ آسانی
 بے گانگی خواہا، موجِ رم آہو ہا دامِ گلہ الفت، زنجیرِ پیشانی
 پروازِ تیش رنگی، گنزارِ ہمہ تنگی خوں ہو نفسِ دل میں اے ذوقِ پرافشانی
 سنگ آمد و سخت آمد، دردِ سر خود داری معذرتِ سبک ساری مجبورِ گراں جانی
 گلزارِ تمتا ہوں، گلچینِ تماشا ہوں
 صد نالہ اسد، بلیل در بہت زباں دانی

نظرِ نقص گدایاں، کمالِ بے ادبی ہے کہ خارِ خشک کو بھی دعویٰ حسنِ شبی ہے

۱۔ رخ = داغوں کا نظر آنا، اک
 ۲۔ " = ہے، یا ۳۔ رخ = سعی

○ ۱۸۱۶ ع

ہوا وصال سے شوقِ دلِ حریص زیادہ لبِ قدح پہ کفِ بادہ، خوشِ تشنہ لبی ہے
 خوش! وہ دل کہ سراپا طلسم بے خبری ہو جنوںِ یاس و الم، رزقِ مدعا طلبی ہے
 * تم اپنے شکوے کی باتیں کھود کھود کے پوچھو م حذر کرو مے دل سے کہ اس میں آگِ دبی ہے
 چین میں کس کی یہ برہم ہوئی ہے بزمِ تماشا؟ کہ برگِ برگِ سمنِ شیشہ ریزہ جلی ہے
 * دلا یہ دردِ عالم بھی تو مغنم ہے کہ آخر م نہ گریہ سحری ہے، نہ آہ نیم شبی ہے
 امامِ ظاہر و باطن، امیرِ صورت و معنی
 علی، ولی، اسد اللہ، جانشینِ نبی ہے

دلا، عبت ہے تمنائے خاطر افروزی کہ بوسہ لبِ شیریں ہے اور کھوسوزی
 طلسمِ آئینہ، زانے فکر ہے، غافل ہنوز حسن کہ ہے، سعیِ جلوہ اندوزی
 ہوئی ہے سوزشِ دل بس کہ داغِ بے اثری اُگی ہے دودِ جگر سے شبِ سیرِ روزی
 بہ پریشانی پروانہ پیرِ غمزار! کہ بعدِ مرگ بھی ہے لذتِ جگر سوزی
 پیش تو کیا، نہ ہوئی مشقِ پریشانی بھی رہا میں ضعف سے شرمندہ نوا موزی

- ۱۔ خ = ع خوشا خیالِ کسانے کہ محو بے خبری ہیں
 ۲۔ " = حصول کہ برگِ لالہ دگل
 ۳۔ " = اسد کو کیوں نہ ہو امیدِ لطفِ بندہ نوازی
 ۴۔ " = غلط
 ۵۔ " = خود بینی
 ۶۔ " = یک پر افشاندن
 * یہ اشعار پہلی مرتبہ متن ق میں مدح ہوئے

○ ۱۸۱۶ ع

اسد ہمیشہ پے کفشِ پایے سیم تنال شعاعِ مہر سے کرتا ہے پر خِ زردوزی
 خبر نگہ کو نگہ چشم کو عدو جانے وہ جلوہ کر کہ نہ میں جانوں اور نہ تو جانے
 نفسِ بہ نالہ رقیب و نگہِ باشکِ عدو زیادہ اس سے گرفتار ہوں کہ تو جانے
 شبِ کسوتِ عرقِ شرمِ قطرہ زن ہے خیال مباد، حوصلہ معذورِ جستجو جانے
 جنوںِ فسرودہ تکلیں ہے، کاش! عہدِ وفا گذرِ حوصلہ کو پاسِ آبرو جانے
 نہ ہووے کیونکہ اُسے فرضِ قتلِ اہلِ وفا ہو میں ہاتھ کے بھرنے کو جو وضو جانے
 زباں سے عرضِ تمنائے خامشی معلوم مگر وہ خانہ بر اندازِ گفتگو جانے

سیرِ کشتہ الفتِ ببرِ علی خاں ہے
 کہ جو، اسد، پیشِ نبضِ آرزو جانے

اگر گلِ حسنِ الفت کی بہم جو شیدنی جانے پر بلبل کے افسردن کو وامن چینی جانے
 فسونِ حسن سے ہے، شوخیِ گلگونہ آرائی بہار اُس کی کفِ مخاطب میں بالینی جانے
 نوائے بلبل و گل، پاسِ بانِ بے دماغی ہے بیکِ مژگانِ خوابانِ حدِ چمنِ خوابینی جانے

۱۔ خ = ع پیش ہے شرمِ بقدرِ چکیں عورتی

۲۔ " = یا

+ یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ۶۱۸۱۶

نہے! شب زندہ دار انتظارِ ستار کہ دشت سے
خوشا! سستی، کہ جوشِ حیرتِ اندازِ قاتل سے
بھاشورخ و بوس گستاخِ مطالب، مگر عاشق
لوائے طائرانِ آشتیاں کم کردہ آتی ہے
اسد، جاں نذرِ الطافِ کہ ہنگامِ ہم آغوشی
زبانِ ہر سرور، حالِ دل پر سیدنی جانے

گلستاں بے تکلف پیش پا افتادہ مضمون ہے
بہارِ گلِ دماغِ نشہ ایجابِ مجنوں ہے
ہجومِ گرہ سے دل، خوشا! سرمایہ طوفان
عدمِ دشتِ سراغِ مستی آئیں بندِ رنگینی
تماشا ہے علاجِ بے دماغی ہائے دلِ غافل
فنا، کرتی ہے زائل سرِ لڑختِ کلفتِ ہستی
اسد ہے آجِ مژگانِ تماشا کی حنا بستی
چراغانِ نگاہِ خوشی اشکِ جگرگوں ہے

- ۱- رخ = در پیکرِ مد، سوزن آسا
۲- = شوقِ شوق
۳- = اگر
۴- = کلفتِ اظہاری
۵- = یک تماشا
۶- = رجوع

○ ۶۱۸۱۶

صبح سے معلوم، آثارِ ظہورِ شام، ہے
بس کہ ہے صیادِ راہِ عشق میں محو کیوں
بس کہ تیرے جلوہ دیدار کا ہے اشتیاق
مستعدِ قتلِ یک عالم ہے، بجلاؤ فلک
کیا کمالِ عشقِ نقصِ آباد گیتی میں ہے
ہو جہاں، وہ ساقیِ خورشیدِ رو، مجلسِ فروز
واں، اسد، تارِ شعاعِ مہرِ خطِ جام ہے

دیکھتا ہوں دشتِ شوقِ فروشِ آمادہ سے
دامِ گرہ سبزے میں پہناں کیجئے طاؤس ہو
آندِ سیلابِ طوفانِ صدائے آب ہے م
بزمِ مے، دشتِ کردہ ہے کس کی چشمِ مرگ؟ م
خیمہ لیلیٰ سیاہ و خسانہ مجنوںِ خراب
بزمِ ہستی وہ تماشا ہے کہ شمس کو ہم، اسد
دیکھتے ہیں چشمِ از خوابِ عدم نکشادہ سے

- ۱- رخ = بس کہ صیادِ راہِ عشق ہیں حرفِ مکیں
۲- = خورشید
۳- = پاترِ سیلِ طوفان
۴- = غالب ہم جیسے
۵- = خورشید

○ ۶۱۸۱۶

اے خیالِ صولِ نادر ہے مے آشامی تری
 رنجِ گیا جوشِ صفا سے زلف کا اعضا میں عکس
 برگِ ریزی ہائے گل ہے وضعِ زرافشا ندنی
 باجِ لیتی ہے گلستاں سے گل اندامی تری
 بس کہ ہے عبرتِ ادیب یادِ گئی ہے ہوس
 میرے کام آئی، دلِ یلوس ناکامی تری
 ہم نشینیِ رقیباں، گرچہ ہے سامانِ رشک
 لیکن اس سے ناگوارا تر ہے بدنامی تری
 تجھ کو اے غفلتِ نسب پڑے مشتاقاں کہاں
 یاں نگہ آلودہ ہے دستارِ بادامی تری
 سرِ بزانوے کرم رکھتی ہے شرمِ ناکسی
 لے اسد، بیجا مہیں ہے غفلتِ آرائی تری

چشمِ گریاں، بسملِ شوقِ بہارِ دید ہے
 دامنِ گردوں میں وہ جلتا ہے ہنگامِ وداع
 رتبہ تسلیمِ خلعتِ مشرباں عالی سمجھ
 کچھ نہیں حاصلِ تعلق میں بغیرِ کشمکش
 اشکِ ریزیِ عریضِ بالِ افشانی امید ہے
 گوہِ شبِ تابِ اشکِ دیدہِ خورشید ہے
 چشمِ قربانی، گلِ شاخِ ہلالِ عید ہے
 اے خوش! رندے کہ مرغِ گلشنِ تجرید ہے

کثرتِ اندوہ سے حیران و مضطرب ہے اسد
 یا علی، وقتِ عنایات و دمِ تائید ہے

۱۔ غ = جھگڑا فرطِ صفا
 ۲۔ غ = فردوسِ زیب
 ۳۔ غ = خورشید
 ۴۔ غ = سوز و ساز

○ ۶۱۸۱۶

دلِ مرادِ وقفِ سودائے نگاہِ تیز ہے
 ہو سکے کیا خاکِ ستِ بازوے فرما دے؟
 ان ستم کشوں کے کھائے ہیں زبیں تیز نگاہ
 خوں چکاں ہے جادہ، ماندرِ رگِ سودائیاں
 ہے بہارِ تیز رو، گلگونِ نکمت پر سوار
 کیوں نہ ہو چشمِ بتاں محوِ تغافل کیوں ہو؟
 مرنے مرنے دیکھنے کی آرزو رہ جائے گی
 عارضِ گل دیکھ اُڑے یا ریا د آیا، اسد
 یزیدیں مثلِ نیستاں، سخت ناوکِ خیر ہے
 بیستوں خوابِ گرانِ خسرو پرویز ہے
 پردہ بادام، یک غریباںِ حسرتِ بیز ہے
 سبزہ صحرائے الفت، نشترِ خوں ریز ہے
 یک شکستِ رنگِ گلِ صد جنبشِ ہمیز ہے
 یعنی اس بیمار کو نظائے سے پر سیز ہے
 دے ناکامی، کہ اس کافر کا خیر تیز ہے
 جوشِ فصلِ بہاری، اشتیاقِ اینگز ہے

نظرِ پستی و بے کاریِ خود آرائی
 ز خود گزشتنِ دل، کاروانِ حیرت ہے
 مہیں ہے حوصلہ، پامردِ کثرتِ تکلیف
 چشمِ درشدہِ مترکان ہے جوہرِ رگِ خواب
 قریبِ نالہِ بلبل، شہیدِ خندہِ گل
 شکستِ سازِ خیالِ آں سے گریوے غم
 رقیبِ آئندہ ہے، حیرتِ تماشاں
 نگہ، غبارِ ادبِ گاہِ حیلوہِ فرماں
 جنونِ ساختہ، حرزِ فسونِ دانائی
 نہ پوچھ نازکی و حشتِ شکیبائی
 ہنوز دعویٰ تمکین و بیمِ رسوائی
 ہنوز نالہِ پرافشانِ فوقِ رعنائی

۱۔ غ = ہ وہ خرہ برآہ رو باندین از دل تیز ہے
 ۲۔ غ = شوقی
 ۳۔ غ = دل آفتاد
 ۴۔ غ = یہ اشعار پہلی بار سنن قایم درج ہوئے

○ ۶۱۸۱۶

ہزار قافلہ آرزو، بیاباں مرگ ہنوز محلِ حسرت بدوشِ خودرائی
وداعِ حوصلہ، توفیقِ شکوہ عجزِ دنا
اسدِ ہنوز، گمانِ غرورِ دانائی

گداے طاقتِ تقریر ہے زبانِ تجھ سے کہ خامشی کو ہے پیرایہِ بیاں تجھ سے
فسرگی میں ہے فریادِ بے دلاں تجھ سے چرغِ صبح و گلِ موسمِ خزاں تجھ سے
بہارِ حیرتِ نظارہ، سخت جانی ہے حنائے پایے اجلِ خونِ کشتگانِ تجھ سے
پری بہ نیشہ و عکسِ رخ اندر آئینہ نگاہِ حیرتِ مشاطہ، خونِ فشاں تجھ سے
طراوتِ سحرِ اجدادی اثر یک سو بہارِ نالہ و رنگینیِ فغاں تجھ سے
چمنِ چینِ گلِ آئینہ درکنارِ ہوس امید، محوِ تماشاے گلستاں تجھ سے
نیاز، پردہِ اظہارِ خود پرستی ہے جبینِ سجدہ فشاں تجھ سے آستانِ تجھ سے
بہانہ ہوئی رحمت، کہیں گہرِ مقربِ دفاے حوصلہ و رنجِ امتحانِ تجھ سے

اسدِ طلسمِ قفس میں رہے، قیامت ہے!

خرامِ تجھ سے صبا تجھ سے، گلستاں تجھ سے

شکلِ طاووس، گرفتار بنایا ہے مجھے ہوں وہ کلام کہ سبزے میں چھپایا ہے مجھے

۱۔ خ = اسدِ موسمِ گلِ در طلسمِ کجِ قفس

○ ۶۱۸۱۶

پرطاؤس، تماشا نظر آیا ہے مجھے ایک دل تھا کہ بصدِ رنگ دکھایا ہے مجھے
عکسِ خط، تاسخنِ ناصحِ دانا سرسبز آئینہ، بیضہ طوطی نظر آیا ہے مجھے
سنبلاستانِ جنوں ہوں، اہم نسبتِ لطف موکشاں خانہ زنجیر میں لایا ہے مجھے
گردباد، آئینہ محشرِ خاکِ مجنوں یک بیاباں دلِ بیتاب اٹھایا ہے مجھے
حیرتِ کاغذِ آتشِ زدہ ہے، جلوةِ عمر تہِ خاکِ سترِ صدا آئینہ پایا ہے مجھے
لالہ و گل بہم آئینہ اخلاقِ بہار ہوں میں وہ داغِ کھیلوں میں بسایا ہے مجھے
دردِ اظہارِ تپشِ کسوتی گلِ معلوم! ہوں میں وہ چاکِ کپکپوں سے سلا یا ہے مجھے
بے دماغِ تپش و عجزِ دنا دو عالم فریاد ہوں میں وہ خاکِ کماٹم میں اڑایا ہے مجھے
جامِ ہر فردہ ہے سرشارِ حمتا مجھ سے کس کا دل ہوں؟ کہ دو عالم سے لگایا ہے مجھے

جو خوش فریاد سے لوں گا دیتِ خوابِ اسد

شوخیِ نفسِ بیدل نے جو گایا ہے مجھے

باغِ تجھ بن گلِ نرگس سے ڈالتا ہے مجھے چاہوں گے سبزِ چمنِ آنکھ دکھاتا ہے مجھے
ماہِ نو، ہوں کہ فلکِ عجزِ سکھاتا ہے مجھے عمر بھر ایک ہی پہلو پہ سلاتا ہے مجھے

۱۔ خ = چشم
۲۔ = دھوکہ
۳۔ = عجز

○ ۱۸۱۶ع

باغِ پاکِ نفعِ قانی، یہ ڈراتا ہے مجھے م سائے شاخِ گل، افی نظر آتا ہے مجھے
نالہ، سرمایہ یک عالم و عالم، کفِ خاک م آسمانِ بیضہ قمری نظر آتا ہے مجھے
جو ہر تیغِ لبسِ چشمہ و دیگر معلوم م ہوں میں وہ سبزہ کہ نہراں اکاٹا ہے مجھے
مدعا، محو تماشاے شکستِ دل ہے م آئینہ خانے میں کوئی لیے جاتا ہے مجھے
شوہرِ مثال ہے کس رشکِ جن کا، یارب؟ آئینہ، بیضہ بلبیل نظر آتا ہے مجھے
حیرتِ آئینہ انجام جنوں ہوں ہوں شمع کس قدر داغِ جگر شعلہ اٹھاتا ہے مجھے
میں ہوں اور حیرتِ جاوید مگر ذوقِ خیال یہ فسوںِ نگہ ناز سنا ہے مجھے
زندگی میں تو وہ محفل سے اٹھادیتے تھے م دیکھوں اب مر گئے پر کون اٹھاتا ہے مجھے
حیرتِ فکرِ سخن، سازِ سلامت ہے اسد
دل پسِ زانوے آئینہ بٹھاتا ہے مجھے

قتلِ عشاق نہ غفلت کشِ مدیر آئے یارب، آئینہ بہ طاقِ زخمِ شمشیر آئے
بالِ طاووس ہے رعنائیِ ضعفِ پرواز کون ہے داغِ کہ شعلے کا عیاں گیر آئے
عرفِ حیرانیِ بیسارِ حجتِ معلوم عیسیٰ، آخر تک آئینہ تصویر آئے

۱۔ غ = عبرت
۲۔ " = حسرت
۵۔ یہ شعر پہلی بار سنن قادی میں درج ہوا
۱۱۔ یہ شعر میں طبع ہوا

○ ۱۸۱۶ع

ذوقِ راحت اگر اہرامِ تپش ہو، جوں شمع پائے خوابیدہ، بہ دلجوئیِ شبگیر آئے
اُس بیاباں میں گرفتارِ جنوں ہوں کہ جہاں موجِ ریگ سے دل، پائے بہ زنجیر آئے
وہ گرفتارِ خرابی ہوں کہ فوارہ سمنط سیل، صیادِ کیسِ خانہ تعمیر آئے
میر معنی بہ گریبانِ شوقِ خفا، اسد
چاکِ دل، شانہ کشِ طرہ تحریر آئے

تشنہ بخون تماشا جو وہ پانی مانگے آئینہ رخصتِ اندازِ روانی مانگے
رنگِ گل سے دمِ عرضِ پریشانی بزم برگِ گلِ ریزہ مینا کی نشانی مانگے
زلفِ تحریر پریشانِ تقاضا ہے ہنگر شانہ ساں موبہ زباں خامہ مانی مانگے
کہ خط ہے نہ کرخِ شیریں کہ عبادا چشمِ مورا آئینہ دلِ نگرانی مانگے
ہوں گرفتارِ کیسِ گاہِ تغافل کہ جہاں خوابِ صیاد سے پرواز، گرانی مانگے
چشمِ پرواز و نفسِ خفتہ، مگر ضعفِ امید شہپر کاہ، پئے مژدہ رسانی مانگے
تو وہ بدخو کہ تحریر کو تماشا جانے م غم وہ افسانہ کہ آشفته بیانی مانگے
دشتِ شور تماشا ہے کہ جونِ نکبتِ گل نمکِ زخمِ جگر بالِ فشانِ مانگے

۱۔ غ = جوں فوارہ
۲۔ " = چشمک
۳۔ " = رنگ سے گل سے
۴۔ " = استوں
۵۔ " = دل

نقشِ نازِ بُتِ طنازِ باغوشِ رقیب م پائے طاؤس، پئے خامہ مانی مانگے
 وہ تب عشقِ تمنا ہے کہ پھر صورتِ شمع م شعلہ تابنضِ جگر ریشہ دوانی مانگے
 گر لے حضرت بیت ل کا خطِ لوحِ مزار
 اسد، آئینہ پروازِ معانی مانگے

ماخ = جوں رشتہ شمع

خوابِ جمعیتِ نخل ہے پریشاں مجھ سے رگِ بستر کو ملی شوخیِ مژگاں مجھ سے
 غمِ عشاق نہ ہو سادگیِ آموزِ بیتاں م کس قدر خانہ آئینہ ہے ویراں مجھ سے
 کنجِ تاریک و کینِ گیریِ اخترِ شمری عینکِ حشمِ بشارِ وزنِ زنداں مجھ سے
 اتلی ہو س وعدہ فریبِ افسوں ہے در نہ کیا ہونہ سکے نالہ بہ سماں مجھ سے
 بسترِ عہدِ محبت ہمہ نادانی تھا چشمِ نکشودہ رہا عفوِ پیمان مجھ سے
 آتشِ افروزیِ یک شعلہ ایما تجھ سے چشمِ آرائیِ سدِ شہرِ چراغاں مجھ سے
 اے اسد، دسترسِ وصلِ تمنا معلوم
 کاش! ہو قدرتِ برچیدنِ داماں مجھ سے

فرصتِ آئینہ صد رنگِ خود آرائی ہے روز و شب ایک کفِ افسوسِ تماشاں ہے
 وحشتِ زخمِ وفا دیکھ کہ سترِ تاسرِ دل بجنہ جوں جو ہر تیغ، آفتِ گیرائی ہے
 شمعِ آسا، چہ سرِ دعویٰ؟ و کوپاے ثبات؟ گلِ صد شعلہ، بیکِ حبیبِ شکیبائی ہے
 نالہِ خویشِ ورق، و دلِ گلِ مضمونِ شفق چمنِ آرائے نفسِ وحشتِ تنہائی ہے
 بوسے گلِ فتنہ بیدار و چمنِ جامہ خواب وصلِ ہر رنگِ جنوںِ کسوتِ سولائی ہے

۱- رخ = آرزو خانہ
 ۲- رخ = ہوا
 ۳- افشاں
 ۴- یک
 ۵- پیش

۱ ملاحظہ فرمائیے یہ عبارت ص ۵۹ کے حاشیہ سے متعلق

’غالب اور شاہانِ تیموریہ‘ (ص ۹۴) میں درج ہے

”یہ قطعہ تہنیتِ دہلی اردو اخبار کی ۳ دسمبر ۱۸۵۳ء کی اشاعت

میں شامل ہے۔ یہ بادشاہ کے غسلِ صحت کے موقع پر پڑھا گیا

تاہم یہ پہلی بار کتابی شکل میں نسخہء رام پور ثانی (قد) مکتوبہ

۱۸۵۵ء میں شامل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس علالت سے شفا یاب

ہونے کے بعد شاہ ظفر کا ”شیوت کی طرف“ رجحان

ہو گیا تھا“

○..... ۱۸۱۶

شرم، طوفانِ خزاں رنگِ طرب گاہ بہار
باہت بانی بکھتِ چشم تماشاں ہے
باغِ خاموشی دل سے سخنِ عشق، اسد
نفسِ سوختہ رمزِ چمن ایمائی ہے
اگ رہا ہے درو دیلا سے ہرزہ غالب م
ہم بیاباں میں ہیں اور گھسریں پہاڑ آئی ہے

کار گاہِ ہستی میں لالہ داغِ ساماں ہے م
برقِ خرمینِ راحت، خونِ گرمِ دہقاں ہے
ہم سے رنج بے تابی کس طرح اٹھایا جائے؟ م
داغ، پشتِ دستِ عجزِ شعلہ جس بنداں ہے
حیرتِ پیدن ہا، خون پہاے دیدن ہا
رنگ گل کے پڑے میں آئندہ پرفشاں ہے
عشق کے تفساں سے ہرزہ گرد ہے عالم
وششِ جہتِ آفاق، پشتِ چشمِ زنداں ہے
غنی تاشگفتن ہا، برگِ عافیت معلوم! م
باوجودِ دلِ تمی خوابِ گل پریشاں ہے
وحشتِ انہیں ہے گل، دیکھ لالے کا عالم
مثلِ دودِ مجر کے، داغِ بال افشاں ہے
اے کرم نہ ہو غافل، وارنہ ہے اسدِ میل
بے گھر صرف گویا پشتِ چشمِ نساں ہے

۱۔ غ = گل مہتاب بکھت

۲۔ = یہ مطلعِ اول ہے اور یوں ہے سے

داغ پشتِ دستِ عجزِ شعلہ جس بنداں ہے
لے ہوس رعونت ہا، بکارِ عشقِ آساں ہے

۳۔ = طپیدن ہا ۴۔ غ = سے گل بجوہ از لالہ، ہزم ساز ہے تابی ۵۔ غ = ہا

۶۔ = دردِ عشق ہے بیدل ۷۔ غ = از گھر صرف خالی

۸۔ نسخہ شیرانی (۱۸۷۶ء) کے متن سے نکالتے اس غزل کا مقطع ہے باغِ خاموشی دل
اسد حذف کر کے یہ مقطع شامل کروا دیا یہاں دونوں مقطع

دے گئے ہیں

○..... ۱۸۱۶

جورِ زلف کی تقریرِ چیتابِ خاموشی
ہند میں اسدِ نالان، نالہ دردِ نقاباں ہے
گریہ سرشاری شوق یہ بیاباں زدہ ہے
قطرہ خونِ جسگر چشکِ طوفانِ زدہ ہے
گریہ زلزلتِ کاوش نہ کرے جزاوتِ شوق
قطرہ اشکِ دلِ برصِ مرگاں زدہ ہے
بے تماشا نہیں جمیعتِ چشمِ بسمل
مترہ فالِ دو جہاں خوابِ پریشاں زدہ ہے
فرصتِ آئندہ و پروازِ عدم تاہستی
یک شمر بالِ دل و دیدہ پرفشاں زدہ ہے
نقشِ رنگینی سعیِ تسلیم مائی ہے
بکمرِ امنِ صدرِ رنگِ گلستاں زدہ ہے
دیں نیزنگ کے کس موح نگہ کا، یارب؟
غنی، صدائے زانوے بکھت ں زدہ ہے

سازِ وحشتِ رقی ہا، کہ باظہارِ اسد

دشتِ وریگ آئندہ صغیر افشاں زدہ ہے

خوابِ غفلت بہ کس گاہِ نظر پہناں ہے
شامِ سلاے میں بتا راجِ سحر پہناں ہے
دو جہاں، گر و ش یک سجہ امرارِ نیاز
نقدِ دلِ بگریہ بیانِ سحر پہناں ہے
خلوتِ دل میں نہ کر خلِ بجز سجہ شوق
آستانِ میں صفتِ آئندہ و پہناں ہے
فکرِ پروازِ جنوں ہے سببِ ضبطِ لہوچہ
اشکِ جوں بیضہ مترہ سے تر پہناں ہے

۱۔ غ = نہ ہو جزاوتِ کشِ شوق ۲۔ غ = عرض

۳۔ = مرگاں تر پر

ہوش اے ہرزہ دار، تہمت بیدوی چند! نالہ و گرو تہمتاے اثر پہناں ہے
وہم غفلت مگر، احرام فردن باندھے ورنہ ہر سنگ کے باطن میں شر پہناں ہے
وحشت دل ہے اسد، عالم نیرنگ نشاط
خندہ گل، بلب زخم جگر پہناں ہے

دامان دل بہ وہم تماشا نہ کھینچے اے مودی، خجالت بے جانہ کھینچے
گل، سرگسر، اشارہ حبیب دیدہ ہے ناز بہار جز بہ تقاضا نہ کھینچے
حیرت حجاب جلوہ و وحشت غبار شیم پائے نظر بہ دامن صحرا نہ کھینچے
ولماندگی بہانہ، دل بستگی فریب درد طلب بہ ابدہ پا نہ کھینچے
گرتے ہوئے تصویر یا اے ہے حیا کیا فائدہ کہ منت بیگانہ کھینچے
گر صفحے کو نہ دیجیے پرواز سادگی جز خط عجز، نقش تہمتا نہ کھینچے
دیدار دوستان لباسی ہے ناگوار صورت بہ کار خستہ دیبا نہ کھینچے
ہے بے خمار نشہ خون جگر اسد
دست ہوس بہ گردن مینا نہ کھینچے

۱۔ رخ = سرا
۲۔ رخ = درد و وحشت اسد آئینہ اظہار نشاط
۳۔ رخ = خشک
۴۔ رخ = یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا۔

تا چند ناز مسجد و بت خانہ کھینچے ہوش شمع، دل بخلوت جانا نہ کھینچے
بہزاد، نقش یک دل صد چاک عرض کر گم زلف یا رکھنچ نہ سکے شانہ کھینچے
راحت کین شوخی تقریب نالہ ہے پائے نظر بہ دامن افسانہ کھینچے
زلف پری، بہ سلسلہ آرزو رسا یک عمر، دامن دل دیوانہ کھینچے
یعنی دماغ غفلت ساقی رسیدہ تر خمیانہ خمار سے پیمانہ کھینچے
پرواز آشیانہ علقائے ناز ہے بال پری بہ وحشت بے جانہ کھینچے
عجز و نیاز سے تونہ آیا وہ راہ پر دامن کو اس کے آج تریفانہ کھینچے
ہے ذوق گریہ، عزم سفر کیجے اسد
رخت جنون سکیل بہ ویرانہ کھینچے

* آئینہ کیوں نہ دوں، کہ تماشا کہیں جسے م ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے
ہے انتظار سے شرر آبا و رستخیز مژگان کو کہن رگ خارا کہیں جسے
حسرت کے لاکھ تری بزم خیال میں م گلستہ نگاہ، سویدا کہیں جسے
کس فرصت ممال پہ ہے گل کو عنایت! زخم فراق، خستہ بے جا کہیں جسے

۱۔ رخ = کتاب ہے گل، جنون تماشا کہیں جسے
۲۔ رخ = گلستہ نگاہ سویدا کہیں جسے
۳۔ رخ = اے خدا
* یہ اشعار پہلی مرتبہ متن ق میں درج ہوئے

دگر بارے شگفتن گل ہائے عیش کو م صبح بہار، پنبہ مینا کہیں جسے
 پھونکا کہے کوشِ مجت میں اے خدا! م افسون انتظار، تمنا کہیں جسے
 یارب! ہمیں تو خواب میں بھی مٹ کھائو یہ محشر خیال کہ دنیا کہیں جسے
 سرورِ ہجوم دردِ غربی سے ڈالے م وہ ایک مُشتِ خاک کہ صحر کہیں جسے
 ہے چشمِ تریں، حسرتِ دیدار سے نہاں م شوقِ غناں گسیختہ، دریا کہیں جسے
 غالب، بُرائے مان، جو واعظِ بُرا کہے م ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے؟

منت کشی میں حوصلہ بے اختیار ہے دامنِ صد کفن، تر سنگِ مزار ہے
 کس کا سرِ مرغِ جلوہ، حیرت کو اے خدا؟ م آئینہ، فرشِ شیشِ جہتِ انتظار ہے
 عبرت طلب ہے، محلِ معمائے آگہی شبنم، گدازِ آئینہ اعتبار ہے
 ہے ذرہ ذرہ، تنگی جائے غبارِ شوق م گردِ ام یہ ہے وسعتِ محرابِ شکار ہے
 دلِ مدعی، ودیدہ بنا مدعی علیہ م اُنکارے کا مقدمہ پھر رو بکار ہے
 چہرے کے شبنم، آئینہ برگِ گل پہ، آب م اے غزلیب! وقتِ وداعِ بہار ہے
 خجلت کشِ وفا کو شکایت نہ چاہیے اے مدعی، طلسمِ عرق بے غبار ہے

۱۔ غ = ہے تار و پودِ فرشِ تبسم بہ بزمِ عیش ۲۔ غ = اسد

۲۔ غ = سے
 ۵ یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا
 * یہ اشعار پہلی بار متن ق میں درج ہوئے

چچ اُڑتی ہے وعدہ دلدار کی مجھے م وہ آئے یا نہ آئے پہیاں انتظار ہے
 کیفیتِ ہجومِ تمنا رسا، اسد
 خمیازہ، ساغر کے رنجِ خمار ہے

مستی، یہ ذوقِ غفلت ساقی، ہلاک ہے م موجِ شرابِ یک مژدہ خوابِ ناک ہے
 کلفتِ طلسمِ جلوہ کیفیتِ دگر نگار خوردہ آئینہ ایک برگِ تاک ہے
 ہے عرضِ جوہرِ خط و خال ہزار عکس لیکن ہنوز دامنِ آئینہ پاک ہے
 ہوں، خلوتِ فسردگی انتظار میں وہ بے ماغ جس کو ہوس بھی تپاک ہے
 جو زخمِ تیغِ ناز، سنہیں دل میں آرزو م جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے
 جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا سنہیں اسد م صحرِ ہماری آنکھیں یک مُشتِ خاک ہے

حُسنِ بے پروا، خریدارِ متاعِ جلوہ ہے م آئینہ زلزلے سے کراہتا جلوہ ہے
 عجزِ دیدنِ بابائے و نازِ رفتنِ ہاچشم جاوہِ صحرائے گاہی شعاعِ جلوہ ہے
 اختلافِ رنگِ بو، طرحِ بہارِ بخودی صلحِ گلِ گردِ ادب کاوہ نزعِ جلوہ ہے

۱۔ غ = بستہ
 ۲۔ غ = شبنم
 ۵ یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا
 * یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

تا کجا، اے اگھی رنگ تماشا باختم؟ م چشم واکریدہ، آغوشِ دلِ جلوه ہے
حُسنِ خوباں بس کہ بے قدر تماشا ہے اسد
آئینہ یک دستِ رُخسارِ جلوه ہے

خود فروشی ہائے ہستی بس کہ جائے خندہ ہے ہر شکستِ قیمتِ دل میں صدائے خندہ ہے
عُرضِ نازِ شوخی و دُعا براے خندہ ہے م دعویٰ جمعیتِ اجابِ جائے خندہ ہے
ہے عدم میں غنچہ، محوِ عبرتِ انجامِ گل م یک جہاں زلالِ نائل ورقعائے خندہ ہے
کلفتِ افسردگی کو عیشِ بے تابی حرام م ورنہ دُعا درِ دلِ افسردہ بنائے خندہ ہے
نقشِ عبرت در نظر، یا نقدِ عشرت در لباط دو جہاں وسعتِ بقدرِ یک نضائے خندہ ہے
شوخیِ باطن کے ہیں اجابِ مکر و نہیاں م دلِ محیطِ گریہ و لبِ آشناے خندہ ہے
جائے استہزاء ہے، عشرتِ کوشی، ہستی اسد
صبح و شبنم، فرصتِ نشو و نماے خندہ ہے

شوخیِ مضربِ بولاں، آبِ بارِ نغمہ ہے برگِ ریزِ نازِ مَطربِ بہارِ نغمہ ہے

۱۔ غ = تا ۲۔ غ = ہا ۳۔ غ = شوخیِ اظہارِ دُعا ہا

۴۔ " = ہے میں عدم میں غنچہ یا عبرتِ کشِ انجامِ گل

۵۔ " = عیشِ بے تابی خرامِ کلفتِ افسردگی

۶۔ " = عرض یہ شعر پہلی بار متن قایم درج ہوا

کس سے اے غفلت تجھے تعمیر آگاہی ملے؟ گوشِ ہاسیابی، دل بے قرارِ نغمہ ہے
سازِ عیشِ بے دل ہے خانہ ویرانی، مجھے سبیلِ یاں کوکِ صدائے اُتارِ نغمہ ہے
سُنبلی خوان ہے بدوقِ تارِ گیسوے دراز نالہِ زنجیرِ محنتوں، رشتہ دارِ نغمہ ہے
شوخیِ فریاد سے ہے پردہ زنبور، گل کسوتِ ایجا دِ بلبل، خارِ خارِ نغمہ ہے
نشہ ہا، شادابِ رنگِ سازِ ہاستِ طرب م شیشہ، سر و سبزِ توپارِ نغمہ ہے
ہم نشیں مت کہ کہ "ہم کر نہ بر عیشِ دوست" م واں تو میرے نالے کو بھی اعتبارِ نغمہ ہے
غفلتِ استدلالِ ذوق، و مدعا غافل اسد
پندہ گوشِ حریفان، پود و تارِ نغمہ ہے

نشہ، بے چمن، دودِ چراغِ کشتہ ہے جام، داغِ شعلا اندو چراغِ کشتہ ہے
رجمِ کُراطم، کہ کیا بودِ چراغِ کشتہ ہے م نبضِ بیمارِ وفا، دودِ چراغِ کشتہ ہے
دلِ لگی کی آرزو بے چین رکھتی ہے ہمیں م ورنہ یاں بے وقتی، سودِ چراغِ کشتہ ہے
داغِ ربطِ ہم ہیں اہلِ باغ، گر گل ہو شہید لالہِ جہنمِ حسرتِ آلودِ چراغِ کشتہ ہے
شور ہے کس بزم کی عرضِ جراتِ خانہ کا؟ صبحِ یک رخِ نمکِ سودِ چراغِ کشتہ ہے

۱۔ غ = ہم دیگر ہیں

۵۔ یہ شعر پہلی بار متن قایم درج ہوا

* یہ شعر پہلی بار متن قایم درج ہوا

○ ۱۸۱۹ء

نامراد جلوہ ہر عالم میں حسرت گل کسے لالہ داغ شعلہ فرسودہ چراغ کشتہ ہے
 ہو جہاں تیرا داغ ناز مست بے خودی خواب نازِ کفر خاں دود چراغ کشتہ ہے
 ہے، دلِ افسردہ، داغِ شوقی مطلبِ اسد
 شعلہ آخر فالِ مقصود چراغ کشتہ ہے

پیش سے میری وقف کشمکش ہر تارِ بستر ہے م راسخ بایں ہے، مراقب بارِ بستر ہے
 یہ ذوقِ شوقی اعضا تکلف بارِ بستر ہے معاف ہیج تاب کشمکش ہر تارِ بستر ہے
 خوش! اقبالِ رنجوری، عبادت کو تم آئے ہو م فروغِ شمع بایں، طالعِ بیدارِ بستر ہے
 تمہارے تکلفِ سحر ہر چشم پوشیدن گدازِ شمع محفلِ پیمائشِ طواری بستر ہے
 مزہ فرس رہ و دلِ ناتوان و آرزو مضطر پیائے خفتہ، سیرِ وادی پر خارِ بستر ہے
 سرشکِ سرِ صحرادادہ، نورِ العینِ دامن ہے م دلِ دستِ پافتادہ، بر خورِ دارِ بستر ہے
 بطونانِ گاہِ جوشِ انظارِ بنامِ تنہائی م شوعِ آفتابِ صبحِ محشر، تارِ بستر ہے

- ۱۔ غ = دہ برنگ
 ۲۔ = داغِ شوقِ نازک نیم مست
 ۳۔ = داغِ آرزوے شوقِ اسد
 ۴۔ = عبارتِ پس کہ بچہ سے گری بازارِ بستر ہے
 ۵۔ = بستن ہا
 ۶۔ =
 ۷۔ = اضطرابِ وحشتِ شبِ با
 ۸۔ = یہ شعر پہلی بار تین قایم درج ہوا

○ ۱۸۱۹ء

انجی آتی ہے بوباش سے جس کی زلفِ مشک کی م ہماری دید کو خوابِ زلیخا، عارِ بستر ہے
 کہوں کیا، دل کی کیا حالت، بحرِ یاسینِ غالب م کہ بیتابی سے ہر یک تارِ بستر خوارِ بستر ہے

خطر ہے رشتہ الفتِ رگ گردن ہو جائے م غرورِ دوستی آفت ہے تو دشمن نہ ہو جائے
 پیاسِ شوقی مہرگانِ سرِ ہر خد سوزن ہے تبسمِ برگِ گل کو، بجیہ دامن نہ ہو جائے
 جراتِ دوزی عاشق ہے حاجتِ تیراں ہیں م کہ رشتہ تارِ اشک دیدہ سوزن نہ ہو جائے
 غضبِ شرمِ آفریں ہے رنجیزی ہائے خود بینی پیدی آئے کی پیہ روزن نہ ہو جائے
 سمجھ اس فصل میں کوتاہی نشو و نما غالب م اگر گلِ سرو سے قامت پُر ہر برسن نہ ہو جائے

نوائے خفتہ الفتِ اگر بیتاب ہو جائے م پر پرواز تارِ شمع پر مغرب ہو جائے
 اگر وحشتِ عرفِ افشان بے پروا خدای ہو بیاضِ دیدہ آمو، کفِ سیلاب ہو جائے
 زبکسِ طوفانِ آبِ گل ہے غافل کیا تجھے! م کہ ہر یک گرد بادِ گلستاں گرداب ہو جائے
 اتریں یاں تک اے دستِ عا، دخلِ تصرف نہ کر کہ سجدہ قبضہ تیغِ خمِ محراب ہو جائے
 برنگِ گل اگر شیرازہ بند بے خودی رہے م ہزار شفتگیِ مجموعہ یک خواب ہو جائے

- ۱۔ غ = اسد خوشی بہار دیدہ بیدار کے صدقے
 ۲۔ = یہ شعر میں موجود ہے
 ۳۔ غ = طراوتِ خوشیِ طوفانِ آبِ گل سے ممکن ہے

نمکِ برداغِ مشکِ آلودہ وحشت تماشا ہے سوادیدہ آہوشِ بہتاب ہو جاوے
اسد، باوصفِ مشقِ بے تکلفِ خاکِ گردین
غضب ہے، گر غبارِ خاطرِ احباب ہو جاوے

دلِ بیمار از خود رفتہ، تصویرِ نہالی ہے کہ مژگاں ریشہ دارِ نیستانِ شیرِ قالی ہے
سرورِ نشہ گرِ دُش اگر کیفیتِ افزا ہو نہاں ہر گردِ بادِ دشت میں جامِ سفالی ہے
عروجِ نشہ ہے سزا قدمِ قدیمِ چمنِ رویاں بجائے خود، وگرنہ ہر دھجی مینائے خالی ہے
ہوا آئینہ، جامِ بادہ عکسِ روئے گلگوں سے نشانِ خالِ رخ، دغِ مہرابِ تیرنگالی ہے
بپائے خامہ موٹے رہ و وصفِ کمر کیجے کہ تارِ جادہ سر منزلِ نازکِ خیالی ہے
اسد، اٹھنا قیامت قاتلوں کا وقتِ آرایش
لباسِ نظم میں بالیدنِ مضمونِ عالی ہے

شبنم بہ گلِ لال، نہ خالی زاد ہے م داغِ دلِ بے درد، نظرِ گاہِ حیا ہے
دلِ خون شدہ کشمکشِ حسرتِ دیدار م آئینہ، بدستِ بُتِ بدستِ جنا ہے
تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بعدِ ذوق م آئینہ، بہ اندازِ گل، آغوشِ کُشا ہے

قری کفِ خاکستر، و بلبِ نفسِ رنگ م اے نالہ! نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے؟
مجھوری و دعوایِ گرفتاریِ الفت م دستِ ترسنگِ آمدہ، پیمانِ وفا ہے
سرِ ششہ بیتابیِ دل، درگرو عجز پروازِ بخونِ خفتہ و فریادِ رسا ہے
اے پر تو خورشیدِ جہانِ تابِ ادھر بھی م سلیے کی طرح، ہم پہ عجب وقت پڑا ہے
معلوم ہوا حالِ شہیدانِ گزشتہ م تیغِ ستم، آئینہ تصویرِ نما ہے
شعلے سے نہ ہوتی، ہوسِ شعلہ نے جوکی م جی، کس قدر افسردگیِ دل پہ جلا ہے
خونے تری افسردہ کیا وحشتِ دل کو م معشوقی دے جو صلگی، طرفہ بلا ہے
ناگردہ گناہوں کی بھی حسرت کی بلداو م یارب! اگر ان کردہ گناہوں کی مزا ہے
بے گانگیِ خلق سے بید نہ ہو، غالب! م کوئی نہیں تیرا، تو مری جانِ خدا ہے

زلفِ سیہ، انفی نظرِ بد قلمی ہے ہر چہ خطِ سبز و زردِ رقمی ہے
ہے شقِ وفا، جانتے ہیں لغزشِ پاتک اے شمع، تجھے دعویٰ ثابتِ قدی ہے
ہے عرضِ شکستِ آئینہ بہر ات عاشق جزا کہ سر لشکرِ وحشتِ علمی ہے

۱۔ غ = دامنِ ترسنگِ آمدہ احرامِ وفا ہے

۲۔ غ = خطِ ہر ہے اسد حالِ شہیدانِ گزشتہ

۳۔ غ = یہ شعر سہجی باریتق میں درج ہوا

* یہ اشعار گل میں موجود ہیں۔ یہ غزل بعض ادراک کے نقصان کی وجہ سے
میں دستیاب نہیں

○ ۱۸۱۶ء

واماندہ ذوقِ طرب وصل نہیں ہوں اے حسرتِ بسیار، تمنّا کی کمی ہے
وہ پردہ نشیں، اور اسدِ آئینہ اظہار
شہرت چمنِ فتنہ و عنقا اری ہے

اس قامتِ رعنا کی جہاں جلوہ گری ہے تسلیم فروشی، روشِ کبکِ دری ہے
شرمندۂ الفت ہوں مدا و اطلبی سے ہر قطرۂ شربت مجھے اشکِ شگری ہے
سرمایہ وحشت ہے، دلا سایہ گلزار ہر سبزۂ خواستہ یاں بالِ پری ہے
روشن ہوئی یہ بات دمِ نزع کہ آخر فانوسِ کفن بہرِ چراغِ سحری ہے
ہم آئے ہیں، غالباً رہِ اقلیمِ عدم سے
یہ تیرگیِ حال لباسِ سفری ہے

تاچند، نفس، غفلتِ ہستی سے برآئے قاصدِ تیشِ نالہ ہے، یارب، خبر آئے!
ہے طاقِ فراموشیِ سوداے دو عالم وہ سنگ کہ گلدستہٴ جوشِ شر آئے
درد، آئینہٴ کیفیتِ صدرِ ننگ ہے، یارب خمیازہ طرب ساغرِ زخمِ جگر آئے
جمعیتِ آوارگی دید نہ پوچھو دلِ تارترہ، آغوشِ وداعِ نظر آئے

○ ۱۸۱۶ء

اے ہرزہ دری، منتِ تمکین جنوں کھینچ تا ابلہ محلِ کشِ موجِ گہر آئے
وہ تشنہٴ شرارِ تمنا ہوں کہ جس کو ہرزہ بہ کیفیتِ ساغرِ نظر آئے
زاہد کہ جنوں سبجہ تحقیق ہے، یارب زنجیری صد حلقہٴ بیرونِ در آئے
تمثالِ بیتاں گرنہ رکھے پنبہٴ مرہم آئینہ بہ عریانی زخمِ جگر آئے
ہوں میں بھی تماشا ئیِ نیرنگِ تماشا م مطلب نہیں کچھ اس سے کہ طلبیِ برآئے
ہر غنچہ، اسد، بارگہٴ شوکتِ گل ہے
دلِ فرشِ روانہ ہے، بیدلِ اگر آئے

نگاہِ اس چشم کی، افزوں کرے ہے نالوائی پرِ باش ہے وقتِ دیدِ شرکانِ تماشا ئی
شکستِ قیمتِ لُٹِ آن سے عذرِ شناسائی طلسمِ ناامیدی ہے خجالتِ گاہِ پیدائی
پرطاوس ہے نیرنگِ داغِ حیرتِ انشا ئی دو عالم دیدہٴ بسملِ چراغاں جلوہٴ پیما ئی
تجربے گریباں گیرِ ذوقِ جلوہٴ پیرائی ملی ہے جو ہر آئینہ کو، جوں بچنے گیرائی
شرارِ رنگ سے پادِ رحنا گنگوںِ شیریں ہے ہنوز اے تیشہٴ قرا و، عزمِ آتشیں پائی
غورِ دستِ رونے شانہٴ توڑِ فرقِ ہڈ پر سلیمانی ہے ننگِ بے دماغانِ خود آرائی
جنوں اشرہٴ وجاں ناتواں اے جلوہٴ شوخی کر گئی یک عمر خودداری با استقبالِ رعنا ئی

۱۔ غ = یہ شعر پہلی بار متن و ق میں درج ہوا
۵

۱۔ غ = شوق

○ ۱۸۱۶ء

نگاہِ عبرتِ انسوں کا برق و گاہِ شعل ہے ہوا پر خلوت و جلوت حاصلِ ذوقِ تہائی
جنونِ بیکسی سا غرکشِ داغِ پلنگ آیا شررِ کیفیتِ نئے سنگِ محوِ تازِ مینائی
خدایا، خوں ہو رنگِ امتیاز اور نالہِ نوزوں ہو جنوں کو سخت بیتابی ہے تکلیفِ شکیبائی
خراباتِ جنوں میں ہے اسبہ وقتِ قدحِ نوشی
یہ عشقِ ساقی کو شر بہاں بارِ بادہ پیمائی

غم و عشرتِ قدم بوسِ دلِ تسلیم آئیں ہے دعاے دعا گم کردگاں، لہرِ نرِ آئیں ہے
تماشا ہے کہ ناموس و فار سوائے آئیں ہے نفسِ تیری گلی میں خوں ہوا اور بازارِ رنگیں ہے
لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہِ جنبانی م قیامت کُشتہ لعلِ تباں کا خوابِ سنگیں ہے
ہمارا دیکھنا اگر رنگ ہے سیرِ گلستاں کر شرارِ آہ سے موجِ صبا، دامنِ گلچیں ہے
پیامِ تعزیت پیدا ہے اندازِ عیادت سے شبِ ماتم، تر دامنِ دو و شمعِ بایں ہے
زیکس جز حسنِ منتِ ناگوارا ہے طبیعت پر کشادہ عقدا محوِ ناخنِ دستِ نگاریں ہے
نہیں ہے سرِ نوشِ عشقِ غیر از بے دماغی ہا جبینِ پر میری، نہ خاتمہ قدرتِ خطا میں ہے
بہارِ باغ، پامالِ خرامِ جلوہ فرمایاں حنا سے دست و خونِ کشکان سے تیغِ رنگیں ہے

۱۔ غم = غم
۲۔ گم کردگاں = گم کردگاں
۳۔ اسبہ = اسبہ

○ ۱۸۱۶ء

بیابانِ فنا ہے بعدِ محارے طلبِ غالب پسینہ تو سنِ ہمت کا سیلِ خانہ زریں ہے
محوِ امیدگی، سامانِ بیتابی کرے چشم میں توڑے نمکدانِ ناشکرِ خوابی کرے
آرزوے خانہ آبادی نے ویراںِ ترکیا کیا کروں گرسایہ دیوارِ سیلابی کرے
نغمہ ہا، والبستہ یک عقدہ تارِ نفس ناخنِ تیغِ تباں شاید کہ مضرابی کرے
جُھجک وہ جلوہ ریزِ بے نقابی ہو اگر رنگِ خسارِ گلِ خمرِ شیدائیتِ بہتابی کرے
زخمِ ہائے کہنہ دل رکھتے ہیں جنوںِ مرگی لے خوشا اگر آبِ تیغِ نازِ تیرابی کرے
بادشاہی کا جہاں یہ حال ہو غالب تو پھر
کیوں نہ دلی میں ہر اک ناچیزِ نوابی کرے

اے خوشا! دفعے کر ساقی یک خمستانِ اکرے تار و پودِ فرسِ محفلِ پنبہ مینا کرے
گرتبِ اسودہ مژگاں تصرف واکرے رشتہ پا، شوخیِ بالِ نفس پیدا کرے
گردِ کھاؤں صفحہ بے نقشِ رنگِ فتنہ کو دستِ ردِ اسطر تبسم یک قلمِ انشا کرے

۱۔ غم = طلبِ تازی
۲۔ گم کردگاں = ناخنِ مشکل کشا لاؤں
۳۔ اسبہ = گرسوگر
۴۔ غم = غور شید
۵۔ گم کردگاں = کہنہ برجامندہ
۶۔ اسبہ = آہ
* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

جو عزادار شہیدانِ نفسِ در دیدہ ہو نوحہ ماتم باواز پر عفت کرے
حلقہ گردابِ جوہر کو بہت ڈالے تنور عکسِ گر طوفانی آئینہ دریا کرے
یک در بر دے رحمتِ بستہ دوشِ جہت ناامیدی ہے خیالِ خانہ ویراں کیا کرے
تو بیٹھے جب کہ ہم جام و سبوح ہم کو کیا ؟ آسماں سے بادہ کلفام گریبا کرے
نا توانی سے نہیں سرور گریبانی، اند ہوں سراپا یک خم تسلیم، جو مولا کرے

چاک کی خواہش اگر وحشت بہ عربانی کرے م صبح کے مانند زخمِ دل، گریبانی کرے
ہے شکستن سے بھی دلِ نوید یارب کب تک م آبگینہ، کوہ پر عرضِ گراں جانی کرے
میکدہ گرو چشم مستِ ناکہ سے پائے شکست م موئے شیشہ، دیدہ ساغری مژگانی کرے
خطِ عارض سے کھا ہے زلف کو الفت نے عہد م یک قلم منظوم ہے جو کچھ پریشانی کرے
ہاتھ پر گر ہاتھ مارے یا ر دقتِ قبہ م کرکِ شب تاب سا، مہرِ افشانی کرے
جلوے کا تیرے وہ عالم ہے کہ گر کچھ خیال م دیدہ دل کو زیارت گاہِ حیرانی کرے

- ۱۔ غ = ہو تنور ستاں طلسمِ حلقہ گرداب ہا
۲۔ غ = شفقت
۳۔ غ = حسرتاں
۴۔ غ = جلد تن ہوں یک خم تسلیم، جوق کرے
۵۔ غ = یار
+ یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا
۵ یہ اشعار پہلی بار متن ق میں درج ہوئے

وقت اس افتادہ کا خوشِ جوق وعتِ اند نقشِ پائے مور کو تختِ سلیمانی کرے
نقصِ ظاہری رنگِ کمالِ طبعِ بہناں ہے کہ بہر مدعاے دل زبانِ لال، زنداں ہے
خوشیِ خانہ زادِ چشمِ بے پروا لگا ہاں ہے غبارِ مریاں گرو سوادِ نرگستاں ہے
صفائے اشک میں دماغِ جگر جلوہ دکھاتے ہیں پڑھاؤں گویا، برقِ ابر چشمِ گریباں ہے
برکوسے زلفِ مشکین یہ دماغ، آشفتم ہیں کہ شاخِ آہوں دودِ چراغِ آسا پریشاں ہے
م تکلفِ برطرف ہے جانتاں تر لطفِ بدنیواں م نگاہِ بے حجاب ناز، تیغِ تیز عریاں ہے
م اندیزِ ظرغم نے کی تلفِ کیفیتِ شادی م کہ صبحِ عیدِ مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے

تمام اجزائے عالم صیدِ دامِ چشمِ گریباں ہے طلسمِ جہت، ایک حلقہ گردابِ طوفان ہے
نہیں ہے مردِ صاحبِ لالِ جز کسبِ حقیقت سوید میں نفسِ مانسِ خطِ نقطے میں بہناں ہے
غبارِ وحشتِ حشت، سرمہ سازِ انتظار آیا کہ چشمِ ابلہ میں طولِ میلِ راہِ مژگاں ہے
زائسِ دوشِ رم آہو ہے محلِ تمت کا جنونِ قیس سے بھی شوخیِ لیلیٰ نمایاں ہے

- ۱۔ غ = دماغِ جگر آئینہ پر تو ہیں
۲۔ غ = پڑھاؤں برقِ ابر چشمِ اشک باراں ہے
۳۔ غ = برکوسے زلفِ مشکِ آشفتم ہیں برمِ افروزِ شفقت
۴۔ غ = جہاں زندانِ مریباں دل ہائے پریشاں ہے
۵۔ غ = در نقطہ
۶۔ غ = طرازِ شبانہ محل ہے بر دوشِ رم آہو
ز وحشت ہائے مجنونِ شوخیِ لیلیٰ نمایاں ہے

نقابِ یار ہے غفلتِ نگاہی اہلِ نیش کی مژدہ پوشیدنی ہا پردہ تصویرِ عریاں ہے
اسدؔ بندِ قبائے یار ہے فردوس کا غنچہ
اگر واہو، تو دکھلا دوں کہ یک عالم کھستاں ہے

ہجومِ نالہ حیرت عاجزِ عرض یک افغاں ہے م خموشی ریشہ صد نیستاں سے خس بدلتاں ہے
دلِ دین نقد لاساقی سے گرسودا کیا چاہے م کہ اس بازار میں ساغر، متاعِ مستکروں ہے
عم آغوشِ بلا میں پرورش دیتا ہے عاشق کو م چراغِ روشن اپنا، تلزمِ مصر کا مرجاں ہے
گجائے ہو عرقِ سعی عروج نشہ لگیں تر خطِ خسارِ ساقی تا خطِ ساغرِ چلغاں ہے
رہا بے قدر دل، در پردہ جوشِ ظہورِ آخر گل و گرس ہم آئینہ واقلم کو راں ہے
تکلف سازِ سوائی ہے، غافلِ شرمِ رعنائی دلِ خوں گشتہ دردستِ جنا آلودہ عریاں ہے
تماشا، سرخوشِ غفلت ہے با وصفِ حضورِ دل ہنوز آئینہ خلوتِ گاہِ نازِ ربطِ شرکاں ہے
تکلفِ بر طرفِ ذوقِ زلیخا جمع کر، ورنہ پریشاں خوابِ غوشِ وداعِ یوسفستاں ہے
اسدؔ جمعیتِ دل و رکنِ بے خودی تو شتر

دو عالم آگہی، سامانِ یک خوابِ پریشاں ہے

۱۔ غ = غفلتِ نگاہی ہا بے بندہ

۲۔ = اسدؔ بندِ قبائے غنچہ نگارِ سامانی

۳۔ = اگر مودے شگفتن جوشِ یک عالم کھستاں ہے

۴۔ = یہ اشعار گل میں موجود ہیں۔ فتائے بعض اوراق تلف ہو چکے ہیں۔ اس لیے
یہ غزل دستیاب نہیں ہو سکی۔

تفاؤلِ مشربی سے ناتمامی بس کہ پیدا ہے نگاہِ نازِ چشمِ یار میں زنا ریشہا ہے
تصرفِ حشویں میں ہے تصورِ ماہِ محنوں کا سوادِ چشم آہو، عکسِ خالِ رے لپٹا ہے
محبتِ طرزِ پیوندِ نہالِ دوستی جانے دویدنِ ریشہ ساں مفتِ گِ خوابِ لپٹا ہے
کیا بکھر گرا دلِ نیازِ جوشِ حسرتِ سویدا، نسخہ تہِ بندیِ داغِ تمنا ہے
ہجومِ ریشِ خوں کے سببِ نگاہِ نہیں مکتا جہاں ہے بچہ میاں، مرغِ رشتہ برپا ہے
اسدؔ گر نامِ والاے علی تعویذِ یازو ہو
غزلی، بحرِ خوں، تمثالِ در آئینہ رہتا ہے

اثرِ سوزِ محبت کا، قیامت بے مہا ہے کہ رگ سے سنگ میں تخمِ شر کا ریشہ پیدا ہے
نہاں ہے گھرِ مقصودِ حجبِ خود شنائی میں کیاں غواص ہے تمثال، اور آئینہ دریا ہے
عزیز و ذکرِ وصلِ غیر سے مجھ کو نہ پہلاؤ کہ یاں افسونِ خوابِ افسانہ خوابِ لپٹا ہے
تصورِ بہرِ تسکینِ پیدن ہاے طفلِ دل بجائے رنگ ہاے رفتہ، گلچینِ تماشا ہے

۱۔ غ = در چشمِ بستاں

۲۔ = نہیں ہو تو تارِ پیدن جلوہ رنگ از فرطِ خوں ریزی

۳۔ = دانہ درخت

۴۔ = عزیزانِ گھر پہلاتے ہیں ذکرِ وصل سے لیکن

۵۔ = مجھے

۶۔ = چھپدن

۷۔ = بیاد

○ ۱۸۱۶ء

بسی غیر ہے قطع لباسِ خانہ ویرانی کہ تارِ جادہ رہ، رشتہ دامانِ صحرا ہے
 مجھے شبِ ہائے تاریکِ فراقِ شعولہاں میں چراغِ خانہ دل، سوزشِ دلِ غمتنا ہے
 ترے لڑکھوترے در پر اسد کو ذبح کرتے ہیں
 شمشکِ ناخدا ترس، آشنا کُشن باجر کیا ہے؟

یہ بزمِ پرستی ہجرتِ تکلیفِ بے جا ہے کہ جامِ بادہ، کفِ برلیں تقریبِ تقاضا ہے
 مری ہستی، فصائے حیرتِ آبادِ تمنا ہے م جسے کہتے ہیں نالہ وہ اسی عالم کا عقاب ہے
 دلائی شوخی اندیشہ تابِ رنجِ لومیدی م کفِ افسوس ملنا، عہدِ تجدیدِ تمنا ہے
 نشاطِ دیدہ بینا ہے کو خواب؟ وچہ بیداری؟ بہم آدرہ مژگاں لٹے برے تماشا ہے
 نہ کوئے آبلوں میں، اگر سرِ شکِ دیدہ نم سے بجوالا کاہِ لومیدی، نگاہِ عاجزاںِ پا ہے
 وفائے دلبراں ہے اتفاقی، ورنہ، اے ہمد م اثر فریادِ دلِ ہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے؟

- ۱۔ رخ = خسانہ بر باداں
 ۲۔ " = اسد
 ۳۔ " = کیریاں کفِ برلیں پیمانہ از جوشِ تقاضا ہے
 ۴۔ " = درد
 ۵۔ " = سودن
 ۶۔ " = بوسہ جیب تماشا
 ۷۔ " = نہ ہو کر جوشِ اشکِ آئینہ درآئینہ صفتن
 ۸۔ " = مطلب یا
 * یہ شعر پہلی بار مشق ق میں درج ہوا
 ۵ یہ اشعار پہلی مرتبہ متن ق میں درج ہوئے

○ ۱۸۱۶ء

نگہِ معمارِ حسرتِ با۔ چہ آبادی؟ چہ ویرانی؟ کہ مژگاں جس طرف دہو، بکھ داماں صحرا ہے
 یہ سختی ہائے قیدِ زندگی، معلومِ آزادی شری بھی صیدِ دامِ رشتہ رگ ہائے خا ہے
 خزان کیا؟ فصلِ گل کہتے ہیں کس کو؟ کوئی سمجھ م وہی ہم ہیں افس ہے اور ماتمِ بال و پر کا ہے
 اسد، پاسِ تمنا سے نہ رکھ امتیادِ آزادی
 گلزارِ ہرمتِ آبِ بارِ صدمتِ با ہے

بہر پروردن سرِ اسرِ لطفِ گسترِ سایہ ہے پیچہ مژگاں بے طفلِ اشکِ ستِ دایہ ہے
 فصلِ گل میں دیدہ خونیں نگاہاں جنوں دولتِ نظارہ گل سے شفقِ سرمایہ ہے
 شورشِ باطن سے یاں تک مجھ کو غفلت ہے اگر آہ! شیونِ دلِ یک سر و خانہ ہمایہ ہے
 گیوں نہ تیغِ یار کو مشاطہ الفت کہوں؟ رخمِ مثلِ گلِ سراپا کا مرے پیرایہ ہے
 اے اسد آباد ہے مجھ سے جہان، شاعری خانہ میرا تختِ سلطانِ سخن کا پایہ ہے

وہ نہا کر آبِ گل سے سایہ گل کے تلے بال کس گرمی سے سکھاتا تھا سُنبل کے تلے
 کثرتِ جوشِ مویلا سے نہیں تل کی جگہ خال کب مشاطہ سے سکتی ہے کاکل کے تلے

- ۱۔ رخ = در بند دام
 ۲۔ رخ = عبث
 ۳۔ " = گلزارِ آرزو یا آبِ بارِ آرزو ہا ہے
 ۴۔ " = جوں

* یہ شعر پہلی بار مشق ق میں درج ہوا = شیخرم میں طبع ہوا

○ ۶۱۸۱۶

بس کہ خوباں باغ کو دیتے ہیں تو بیج شکست
ہے پر افشانِ پیدن ہا بہ تکلیفِ ہوس
پے بمقصدِ بزدنی ہے خضر سے اے اسد

جو ہر آئینہ ساں مژگاں بدل آسودہ ہے
دامِ گاہِ عجز میں سامانِ آسایش کہاں؟
اے ہوس، عرضِ باطلِ نازِ مشتاقی نہ مانگ
ہے ریا کار تبہ بالا تو تصورِ کردنی
کی کہوں پرواز کی آوارگی کی کشمکش؟
پنہ مینا سے کئے رکھ لو تم اپنے کان میں
جس طرف سے گئے ہیں آخرِ اصرارِ جاییں گے
ہے سوادِ خط، پریشاں موتی اہلِ عزا
کثرتِ انشائے مضمونِ تخیل سے اسد

- ۱- غ = قطرہ اشکِ نرا وید نگاہِ آلودہ ہے
- ۲- = در طسم عاجزی اے اضطرابِ آرام کو
- ۳- = با = نازِ مستحقاں نہ پوچھ
- ۴- = جوں پر طاسوس چنوس
- ۵- = تیرگی داغ سے

* یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا

○ ۶۱۸۱۶

بہارِ تعزیتِ آبادِ عشق، ماتم، ہے
نہ پوچھ نسخہ مرہمِ جراحتِ دل کا م
یہ رہنِ ضبط ہے، آئینہ بندِ گوہر
چمن میں کون ہے طرزا فنِ شیوہِ عشق؟
اگر نہ ہو فے رگِ خواب صرفِ شیرازہ
بہت دلوں میں تغافل نے تیرے پید کی م
اسد بہ ناز کی طبعِ آرزو انصاف!

کہ ایک وہمِ ضعیف و غمِ دو عالم ہے

عذارِ یار، نظر بندِ چشمِ گریاں ہے
ہجومِ ضبطِ فغاں سے مری زبانِ خموش
عجب کہ پر تو فوراً شمعِ شبنمستاں ہے
برنگِ بستہ، بہ زہرِ اب دادہ پیکاں ہے
بطرِ زگل، رگِ جاں مجھ کو تارِ داماں ہے
لبِ گزیدہ معشوق ہے، دلِ افکار
کہ نجیہ جلوہ آثارِ زخیمِ دندان ہے

- ۱- غ = رنگِ نیاز
- ۲- = زبانِ بکاتمِ خموشاں دِ خطِ تلخیِ ضبط
- ۳- = بستہ
- ۴- = نسب
- ۵- = نشانِ جوہرِ شمشیر
- ۵- = یہ اشعار پہلی بار متن ق میں درج ہوئے

○ ۶۱۸۱۶

گشود غنچہ رخا طر عجب نہ رکھ غافل صبا خرامی خوباں بہار سماں ہے
 فناں کہ بہر شفا سے حصول ناشدنی دماغ، نازکش منت طبعیاں ہے
 طلسم منت یک خلق سے رہائی دی جہاں جہاں مرے قاتل کا مجھ پہ احساں ہے
 جنوں نے مجھ کو بنایا ہے مدعی میرا ہمیشہ ہاتھ میں میرے مرا گریباں ہے
 اُس کو زیست تھی مشکل اگر نہ سُن لیتا
 کہ قتل عاشقِ دلدادہ نچھ کو آساں ہے

شفق، بدعویٰ عاشق گواہ نکس ہے کہ ماہ، دزدِ حناے کف نگاریں ہے
 کرے ہے بادہ سے لبے کسے نگ فرغ م خطِ پیالہ، سرسبز نگاہ گنجیں ہے
 عیاں ہے پائے خنای بزرگ پر تو خور رکابِ روزن دیوارِ خاندانِ زین ہے
 جبین صبح امیرِ فساد گویاں پر درازیِ رگ خوابِ بتاں خطِ چین ہے
 ہوا، نشانِ سوادِ دیارِ حسن، عیاں کہ خط، غبارِ زمیں خیز زلف مشکیں ہے
 بجائے گر نہ سنے نالہ ہائے بلبلِ زار م کہ گوشِ گل، ہم شبنم سے پنہ آگین ہے
 مجھے تو اس سر شوریدہ کی بھی داد ملے م کہ ایک عمر سے حسرت پرستِ بالیں ہے

۱۔ غ = دل
 ۲۔ = ہے اُس جہاں کہ کسی بر سرِ زارش ہو
 ۳۔ = سے پر تو خور شید
 ۴۔ = یہ اشعار پہلی بار متن میں درج ہوئے

○ ۶۱۸۱۶

نہ پوچھ کچھ سر و سامان کا دوبارِ اسد! جنوں معاملہ، بیدل، فقیر مسکین ہے
 اسد ہے نزع میں چل کے دفا پر اے خدا م مقام ترکِ حجاب و وداع تمکین ہے

روتا ہوں بس کہ درہوسِ آرمیدگی جوں گوہرِ اشک کو ہے فراموشِ چکیدگی
 بر خاکِ اوفت ادگی کشتگانِ عشق ہے سجدہ سپاسِ منزلِ رسیدگی
 انسانِ نیاز مندِ ازل ہے کہ جوں کہاں مطلب ہے ربط سے رگ و پے کی خمیدگی
 ہے بسملِ ادائے حمن عارضانِ بہار گلشن کو رنگِ گل سے ہے درخولِ طمیدگی

دیکھا نہیں ہے ہم نے بعشقِ بتاں اسد
 غیر از شکستہ عالی و حسرتِ کشیدگی

عاشق، نقابِ جلوۂ جانانہ چاہیے فالو س شمع کو پر پروانہ چاہیے
 ہے وصل، ہجرِ عالمِ تنگین و ضبط میں م معشوقِ شوخ و عاشقِ دیوانہ چاہیے
 پیدا کروں دماغِ تماشاے سرو و گل حسرتِ کشوں کو ساغرِ مینانہ چاہیے
 دیوانگیاں ہیں حاملِ رازِ نہانِ عشق اے بے تمیز، گنج کو ویرانہ چاہیے

۵۔ یہ شعر پہلی بار متن میں درج ہوا
 * یہ شعر پہلی بار متن میں درج ہوا

اُس لبِ لہلہ ہی جائے گا بوسہ کبھی تو، ہاں م شوقِ فضول و جزا زندانہ چاہیے
 ساقی، بہارِ موسمِ گل ہے مردِ بخشش پیماں سے ہم گزر گئے، پیماں چاہیے
 جٹا دو ہے یار کی روشِ گفتگو، اسد
 یاں جو فسون نہیں اگر افسانہ چاہیے

یوں، بعدِ ضبطِ اشک، پھروں گریہ کے پانی پیے کسو پہ کوئی جیسے وار کے
 سیما بپشتِ گرمی آئینہ دے ہے، ہم م حیراں کیے ہوئے ہیں، دلِ بے قرار کے
 بعد از وداعِ یار، بخوں در تپیدہ ہیں نقشِ قدم، ہیں ہم، کفِ پائے نگار کے
 ظاہر ہے ہم سے کلفتِ سختِ سیاہ روز گویا کہ تختہ مشق ہیں خطِ غبار کے
 حسرت سے دیکھ رہے ہیں ہم، آبِ رنگِ گل مانندِ بنیم، اشک ہیں مژگانِ خار کے
 آغوشِ گل، گشودہ برائے وداع ہے م اے عنایبِ چل کہ چلے دن بہار کے
 ہم، مشقِ فکر و صل و غم، بھر سے اسد
 لائقِ نہیں رہے ہیں، غمِ روزگار کے

۱۔ غ = جٹا دو ہے طرزِ گفتگو سے یار اے اسد

۲۔ = جھرا جس طرح پیوے پانی کوئی وار وار کے

۳۔ = طبعی طرزِ گلِ گفتگو کنار وداع ہے ۴۔ اے بیلو! چلو کہ چلے دن بہار کے

۴۔ = وقتِ بیک

* یہ اشعار ہر سہلی بار متن ق میں درج ہوئے

رفِ کمرِ حیرتِ رم، آئینہ پروازِ زانو ہے کہ مشکِ نافہ تیشالِ سوادِ چشم آہو ہے
 تر تم ہیں ستم کو شوں کے ہے سامانِ غمِ نری سرِ شکِ چشمِ یار، آبِ دمِ شمشیرِ ابرو ہے
 کمرے ہے دستِ فرسودہ یوں، دمِ توڑ نائی پر افشاں دہ در گنجِ قفسِ تعویذِ بازو ہے
 ہوا، چرخِ خمیدہ، ناقواں بارِ علانی سے کہ ظاہر، پنجہ خورشیدِ دستِ زیرِ پہلو ہے
 اسد، تاکہ طبعیت طاقتِ ضبطِ الم لاوے؟
 فغانِ دل بہ پہلو، نالہِ بیمارِ بد خوابے

بدست آوردنِ دل گوہرِ دریائے شہابی ہے و گردِ خاتمِ دستِ سیماں فلس ماہی ہے
 سخنِ تاریکِ طبعوں کا ہے اظہارِ کثافتِ ہا کہ رنگِ خامہِ فولاد، ماناے سیاہی ہے
 خمیدنِ نشہ مے میں ہے شرمِ زشتِ اعمالی دماغِ زہد میں آخرِ غروبِ بے گناہی ہے
 نہیں ہے خالی آرایش سے بے سامانی عاشق شکستِ حال، اندازِ آفرینِ کج کلاہی ہے
 اسد، خواباں بھی دورِ چرخ سے ریختہ خاطر ہیں
 گریباں چاکِ گل ہا نشانِ دادِ غواہی ہے

۱۔ غ = ستم کو شان

۲۔ = تابِ پریدن ہا

۳۔ = خورشید

○ ۶۱۸۱۶

تھوڑو محفلِ عشرت میں جا، اے میکشانِ خالی
نہ دوڑا ریشم دیوانگی صحنِ بیابان میں
دکانِ ناوکِ تاثیر ہے، از خود تہی ماندن
محبت ہے لوسا زلفاں درپردہ دل ہا
عجب ہے خطِ ساغر جوہ، طوق گردنِ قمری
نہ پھولوریش اعداد کی قطرہ فشانی پر

اسد، ہنستے ہیں میرے گریہ ہائے زار پر دم

بھرا ہے دہریے فردی بے دل کیجے کہاں خالی

ہو واجب حسن کم، خطِ برقع زارِ سادہ آتا ہے
مہین ہے مزیع الفت میں حاصل غیر پامالی
محیط دہریں بالیدن، از سستی گزشتن ہے
دیارِ عشق میں جاتا ہے جو سودا گری سماں

اسد، وارستہ گال باوصفِ سماں بے تعلق ہیں

صنوبر گلستاں میں بادلِ آزادہ آتا ہے

۱۔ رخ = مجرت لفت گشتن
۲۔ = خود وا گزشتن

○ ۶۱۸۱۶

نگاہِ ناز نے جب عرضِ تکلیفِ شرارت کی
روانی موج کے کی، گر خطِ جامِ آتش ہوئے
شیر گل نے کیا جب بند و بستِ گلشنِ آرائی
ہمیں ریشِ عرق کی آب سے وہاں اعضا ہے
دیا برو کو چھڑا اور اُس نے فتنے کو اشارت کی
لکھے کیفیت اُس سطرِ تبسم کی عبارت کی
عصلے سبز دے زکس کو دی خدمتِ نظار کی
تب خجالت یہ نبضِ رگ گل میں توارت کی
زبیس نکلا عبا ر دل بوقتِ گریہ آنکھوں سے
اسد کھائے ہوئے سرے نے آنکھوں میں بصارت کی

خدا یا، دل کہاں تک ن بصرِ رخ و توب کاٹے
کریں گر قدرِ اشک دیدہ عاشق، خود آریاں
دیکھنا! وہ مریضِ غم کہ فرطِ ناتوانی سے
یقین ہے آدمی کو دستِ گاہ فقر حاصل ہو
ہوئے یہ رہرواں دل خستہ تر نارسائی سے
اسد مجھ میں ہے اُس کے بوسہ پاکی کہاں جرات ؟
خیم گیسو ہوشیہ سیرِ تاب اور شب کاٹے
صدف دندانِ گہرے پر حیرت اپنے لب کاٹے
بقدرِ یک نفسِ جاوہ، بصرِ رخ و توب کاٹے
دم تیغ توکل سے اگر پائے سبب کاٹے
کہ دستِ آرزو سے یک قلم پائے طلب کاٹے
کہ میں نے دستِ پابا ہم بہ شمشیرِ ادب کاٹے

۱۔ رخ = نگاہ سرمد سامنے عرضِ تکلیفِ شرارت کی
یہ ابروئے خم تیغِ صفتِ مانی اشارت کی
۲۔ = ہوئی ریشِ عرق کی جو ششِ اسہالِ دوبانی
۳۔ = اشک خاموشی
۴۔ = فغاں بر حالِ رنجورے
۵۔ = اسد کو جرات بوسیدہ پائے جن رویاں
۶۔ = یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ۶۱۸۱۶

تماشا ہے جہاں مفت نظر ہے کہ یہ گلزار باغ رہ گزر ہے
 جہاں شمع خموشی جلوہ گر ہے پر پروانگاہاں بال شر ہے
 بہ جیب اشک چشم سرمہ آلود مہی مالیدہ دندان گہر ہے
 شفق ساں موجوں پہ رگِ غلاب کہ مژگان کشودہ نیشتر ہے
 کرے ہے روئے روشن آفتابی غبارِ خطِ رخ، گردِ سحر ہے
 ہوئی یک عمر صرفِ شوقِ نالہ اثرِ موقوف بر عمرِ دگر ہے

اسد ہوں میں پر افشانِ میدان

سوادِ شعر و در گردِ سفر ہے

بس کہ زیرِ خاک با آبِ طراوتِ راہ ہے ریشے سے ہر تخم کا دلو، اندرونِ چاہ ہے
 عکسِ گل ہائے سمن سے چشمہ ہائے باغ میں فلسِ ماہی آنت پر دازِ داغِ ماہ ہے
 واں سے ہے تکلیفِ عرضِ بیدار معنی ہائے دل یاں صریحاً مجھ کو نالہ جب انکاہ ہے
 حسن و زینائی میں وہم صدر و گردن پہ فرق سرو کے قامت پہ گل، یک دامن کوتاہ ہے
 رشک ہے آسائشِ اربابِ غفلت پر اسد بیچ تابِ دل، نصیبِ خاطر آگاہ ہے

۱۔ اور ب دو نہیں، اصل میں ایک ہی شعر ہے۔ (کوہ کی غزل میں بطورِ مقطع دب استعمال کر لیا گیا ہے، اسی لیے حاشیہ ق میں لکھا گیا مگر دل قلم زد ہونے سے رہ گیا۔

۱۔ غ = سے چشمہ ہائے باغ میں از عکسِ گل ہائے سمن

۲۔ * یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا دیکھو، (ب) کے لیے دیکھیے ص ۲۸۹

○ ۶۱۸۱۶

اے اسد، یوں مت ہوا زورِ شاوِ نجف صاحبِ دل ہا وکیلِ حضرتِ اللہ ہے
 بس کہ چشم از انتظارِ خوش خطاں بے زہ ہے یک قلمِ شاخِ گلِ نوگس، عصاے کوہ ہے
 بزمِ خواباں بس کہ جوشِ جلوہ سے پر تو ہے پشتِ دستِ عجریاں ہر برگِ نخلِ طور ہے
 ہوں، تصور ہائے ہمدوشی سے بدستِ شراب حیرتِ آغوشِ خواباں، ساغرِ بکور ہے
 ہے عجب مودوں کو غفلت ہائے اہلِ دہر سے ہنرہ بھوں انگشتِ حیرت در دہانِ گور ہے
 حسرتِ آبادِ جہاں میں ہے الم، غمِ آفریں نور کو یاخاندانِ زادِ نالہ رنجور ہے
 کیا کروں؟ غم ہائے پنہاں لے گئے صبر و قرار دزدِ گریہِ خانگی، تو پاسباںِ مغدوب ہے
 ہے زبانتِ دگلی نشہِ بیماری مجھے بے سخن، تیغِ لہلہ واندِ انگوہ ہے
 جس جگہ ہوسند آرا جانشینِ مصطفیٰ اُس جگہ تختِ سیماں نقشِ پایے ہو ہے

۱۔ واں سے ہے تکلیفِ عرضِ بیدار معنی اور اسد

یاں صریحاً مجھ کو نالہ رنجور ہے

(ب) یہ دو نہیں، اصل میں ایک ہی شعر ہے۔ (کوہ کی غزل میں بطورِ مقطع دب استعمال کیا گیا ہے، اسی لیے حاشیہ ق میں لکھا گیا مگر دل قلم زد ہونے سے رہ گیا۔ ص ۲۸۸ پر

۱۔ غ = صفائی

۲۔ = دروہے غمِ آفریں در حسرتِ آبادِ جہاں

ہائے ماتمِ خاندان، زادِ نالہ رنجور ہے

۳۔ = در نظر

۴۔ = ہو جہاں اورنگِ آرا

۵۔ = واں اسد

۶۔ + یہ اشعار حاشیہ ق میں ہیں

سوختگاں کی خاک میں ریزشِ نقشِ داغ ہے آئینہ نشانِ حالِ مثلِ گلِ چراغ ہے
 لطفِ خمارِ مے کو ہے دردِ دلِ ہمدگر اثر پینہ شیشہ شرابِ کفِ بلبِ آیاغ ہے
 مہفتِ صفائے طبع ہے جلوۂ نازِ سوختن داغِ دلِ سیدِ دلاں، مردمِ چشمِ زلغ ہے
 رنجشِ یارِ مہرباں، عیشِ وطرب کا ہے نشان دل سے اٹھے ہے جو غبارِ گردِ دوا داغ ہے
 شعر کی فکر کو، اندر چاہیے ہے دلِ دماغ
 داکے! کہ یہ فسردہ دل، بیدل و بیداغ ہے

رباعیات

ہر چند کہ دوستی میں کامل ہونا ممکن نہیں یک زبان و یک دل ہونا
 میں تجھ سے، اور مجھ سے تو پوشیدہ ہے مہفت، نگاہ کا مقابل ہونا

بعد از اتمامِ بزمِ عیدِ اطفال ایامِ جوانی رہے ساغرِ کشِ حال
 آپہنچے ہیں تا سوادِ اِستلیمِ عدم^۱ اے عمرِ گزشتہ ایک قدمِ استقبال

۱۔ غ = آئینہ بساطِ ناز

۲۔ = شوقی عینِ سوختن

۳۔ = سے گردِ کدورتِ بتاب، مثلِ غبارِ باغ ہے

۴۔ = عذر

شبِ زلفت و رخِ عرقِ فشاں کا غم تھا کیا شرح کروں؟ کہ طرۂ ترغلم تھا
 رویا میں ہزار آنکھ سے صبحِ تلک^۲ ہر قطرۂ اشک، دیدہ پرہم تھا
 دل تھا کہ جو جانِ دردِ ہمید سہی بیتابیِ رشک و حسرتِ دید سہی
 ہم اور فسردن، اے تجلی، انسوس!^۴ تکرارِ روا نہیں، تو تجید سہی

سامانِ ہزار جستجو، یعنی، دل! ساغرِ کشِ خونِ آرزو، یعنی دل
 پشتِ و رخِ آئینہ ہے، دین و دنیا منظور ہے دو جہاں سے تر، یعنی دل

اے کاش! بتاں کا خنجرِ سبزِ شگاف پہلو سے حیات سے گزر جانا صاف
 اک قسم لگا رہا کہ تار و زے چند رہیے نہ مشقتِ گدائی سے مُعاف

اے کثرتِ فہم بے شمار اندیشہ ہے اصلِ خرد سے شرمسار اندیشہ
 یک قطرۂ خونِ و دعوتِ صد نشتر یک وہم و عبادتِ ہزار اندیشہ

۱۔ غ = تابہ سحر

۲۔ = سے ہر قطرۂ اشکِ چشم، چشمِ غم تھا

○ ۱۸۱۶ء

پے گریہ کمالِ تری جبینی ہے مجھے در بزمِ وفا نخل نشینی ہے مجھے
محرومِ صدا رہا بغیر ازیک تار ابریشمِ ساز، موئے چینی ہے مجھے

گر جو ہر امتیاز ہوتا ہم میں رسوا کرتے نہ آپ کو عالم میں
ہیں ناٹم و ٹکیں، تکیں گہ نقبِ شعور یہ چور پڑا ہے خانہ خاتم میں

ہے خلقِ حسد قماش لڑنے کے لیے دشتِ کدۂ تلاش لڑنے کے لیے
یعنی، ہر بار صورتِ کاغذِ باد ۲ ملتے ہیں یہ بد مماش لڑنے کے لیے

گکفن، شررِ اہتمام بستر ہے آج یعنی تب عشقِ شعلہ پروں ہے آج
ہوں دردِ ہلاکِ نامہ بر سے بیمار و تار و رہِ مرا خونِ کبوتر ہے آج

۱۔ رخ = نقش

۲۔ = جوں کاغذِ باد کو ہوا دجہ ہو جس

۱۸۱۷ء تا ۱۸۲۱ء

حاشیہ
نسخہ بھوپال

(مخطوط غالب)

۱۸۱۶ء

نسخہ بھوپال

(مشمولہ نسخہ حمید)

۱۸۲۱ء

○ ۱۸۱۶ء

بے گریہ کمالِ توجہی ہے مجھے در بزمِ وفا نخل نشینی ہے مجھے
محرومِ صدا رہا بغیر ازیک تار ابریشمِ ساز، موئے چینی ہے مجھے

گر جوہرِ امتیاز ہوتا ہم میں رسوا کرتے نہ آپ کو عالم میں
ہیں ناٹم و ٹیگن، کمیں گہ نقبِ شعور یہ چور پڑا ہے خانہ خاتم میں

ہے خلقِ حسد قماش لڑنے کے لیے وحشت کردہ تلاش لڑنے کے لیے
یعنی، ہر بار صورتِ کاغذِ باد ^۲ ملتے ہیں یہ بد مماش لڑنے کے لیے

گھٹن، شررِ اہتمام بستر ہے آج یعنی تب عشقِ شعلہ پروہ ہے آج
ہوں دردِ ہلاکِ نامہ بر سے بیمار و تار و رہِ مرا خونِ کبوتر ہے آج

ارغ = نقش

۲- // = ہوں کاغذِ باد کو ہوا دھیرے دھیرے

۱۸۱۷ء تا ۱۸۲۱ء

حاشیہ
نسخہ بھوپال

(بخطِ غالب)

۱۸۱۶ء

نسخہ بھوپال

(مشمولہ نسخہ حمید یہ)

۱۸۲۱ء

○ ... بعد از ۱۸۱۶ء (حاشیہ رخ)

غیرِ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں م بوسے کو پوچھتا ہوں میں منہ سے مجھے بتا کہ یوں
پُرسش طرزِ دلبری کیجیے کیا؟ کہ بن کہے م اُس کے ہر ایک اشارے سے نکلے ہے یہ ادا کہ یوں
رات کے وقت نے پیہ ساتھ رقیب کو لیے م آئے وہ یاں خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یوں
غیر سے رات کیا بنی؟ یہ جو کہا، تو دیکھیے م سامنے آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یوں
بزم میں اُس کے روبرو کیوں نہ خوش بیٹھیے؟ م اُسکی تو خاشی میں بھی ہے ہی مدعا کہ یوں
میں نے کہا کہ "بزمِ ناز چاہیے غیر سے تھی" م سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھایا کہ یوں
مجھ سے کہا جو یار نے "جاتے ہیں ہوش کس طرح؟" م دیکھ کے میری بخودی، چلنے لگی ہوا کہ یوں
کُپ مجھے کوئے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی؟ م آئندہ دار بن گئی حیرت نقشِ پاک کہ یوں
گرتے دل میں ہو خیالِ وصل میں شوق کا زوال م موجِ محیطِ آب میں ماسے ہے ستِ پاک کہ یوں
جو یہ کہے کہ "یختہ کیونکے ہو رشکِ فارسی؟" م گفتہ غالب ایجا پڑھ کے اُسے سنا کہ یوں

وہ فراق اور وہ وصال کہاں؟ م وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں؟
فرستِ کار و بارِ شوق کیسے؟ م ذوقِ نظارۂ جمال کہاں؟
دل تو دل، وہ دماغ بھی نہ رہا م شورِ سودا نے خطِ وصال کہاں؟

۱۔ رخ = شعرِ اسد کے ایک در پڑھ کے اُسے سنا کہ یوں
۲۔ = اور وہ حال ...
+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں درج ہوئے

○ ... بعد از ۱۸۱۶ء (حاشیہ رخ)

تھی وہ اک شخص کے تصور سے م اب وہ رعنائِ خیال کہاں؟
ایسا آساں نہیں لہو رونا م دل میں طاقتِ جگر میں حال کہاں؟
ہم سے چھوٹا تمہارا خزانہ عشق م داں جو جادیں، گرہ میں مال کہاں؟
فلکِ سفلہ بے محابا ہے م اس ستمگر کو انفعال کہاں؟
بوسے میں وہ مضائقہ نہ کرے م پر مجھے طاقتِ سوال کہاں؟
نکردنیا میں سر کھپاتا ہوں م میں کہاں اور یہ دباں کہاں؟
منہ محل ہو گئے قوی، غالب م وہ عناصر میں اعلیٰ کہاں؟

وارثہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو م کیجیے ہمارے ساتھ، عداوت ہی کیوں نہ ہو
چھوڑا مجھ میں منف نے رنگِ اختلاط کا م ہے دل پہ بارِ نقشِ محبت ہی کیوں نہ ہو
ہے مجھ کو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلہ م ہر چند بسبیلِ شکایت ہی کیوں نہ ہو
"پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر درد کی دوا" م یوں ہو، تو چارۂ غمِ الفت ہی کیوں نہ ہو
ڈالانا بی کسی نے کسی سے معاملہ م اپنے سے کھینچتی ہوں، خجالت ہی کیوں نہ ہو
ہے آدمی، بجائے خود اک محشرِ خیال م ہم انجن سمجھتے ہیں، خلوت ہی کیوں نہ ہو
ہنگامہ زبونی ہمت ہے انفعال م حامل نہ کیجیے دہر سے عبرت ہی کیوں نہ ہو

۱۔ رخ = تھی وہ خواباں ہی کے تصور سے ۲۔ رخ = کسو
۵۔ یہ شور پہلی بار متنِ ق میں درج ہوا

○ ... بعد از ۱۸۱۶ء (حاشیہ رخ)

دارستگی بہانہ بیگانگی نہیں م اپنے سے کوئی غیر ہے وحشت ہی کیوں نہ ہو
مٹتا ہے فوجِ فرصت ہستی کا غم کوئی م عمر عزیز، صرف عبادت ہی کیوں نہ ہو

اُس فتنہ خور کے درد سے اب ٹھٹھے نہیں اسد
اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

سمجھاؤ اُسے، یہ وضع چھوڑے جو چاہے کرے، پہ دل نہ توڑے
تقریر کا اس کی حال مت پوچھ معنی ہیں بہت، تو لفظ تھوڑے
نذرِ میزہ کر دل و جگر کو چیرے ہی سے جاتیں گے یہ پھوڑے
عاشق کو یہ چاہیے کہ ہرگز اندوہ سے ڈو کے اُسٹھ نہ موڑے
آجالِ بام، کوئی کب تک دیوار سے اپنے سر کو پھوڑے
جاتے ہیں رقیب کو خط اُس کے کاغذ کے دوڑتے ہیں گھوڑے
غم خوار کو ہے قسم کہ زہنِ ق غالب کو نہ تشنہ کام چھوڑے
حسرتِ زوہ طرب ہے یہ شخص دم جب کہ بہ وقتِ نزع توڑے
پانی نہ چوائے اس کے مٹھ میں گلے میں بھگو بھگو پخوڑے

۱۔ رخ = سنگین دلی رخ = ہر چند عمر
یہ غزل رخ کے حاشیہ برکسی دوسرے کے قلم سے، درج ہے اس لیے اسے ۱۸۱۶ء کے
۲۔ بعد کے کلام میں رکھا گیا۔ مگر غزل کا اسلوب غالب کے اسلوب سے میل نہیں کھاتا۔ اگر یہ
غالب ہی کا کلام ہے تو ابتدائی عشق کا نمونہ سمجھنا چاہیے کیونکہ بیس سال کی عمر تک غالب کے
شکر و فن کی توانائی ظاہر ہو چکی تھی۔

○ ... بعد از ۱۸۱۶ء (حاشیہ رخ)

کیا تنگ ہم ستم زدگاں کا جہان ہے م جس میں کہ ایک بیضہ مور آسمان ہے
ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے م پر تو سے آفتاب کے ڈٹے میں جان ہے
حال اُس کے ہے یہ سیلی خارا سے لالہ رنگ م غافل کو میرے شیشے پہ نئے کا گمان ہے
کی اس نے گرم، سینہ اہل ہوس میں جا م آفے دیکوں پسند، کہ ٹھنڈا مکان ہے
کیا خوب اہم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا؟ م بس چپ رہو، ہمارے بھی منہ میں زبان ہے
بیٹھا ہے جو کہ سایہ دیوارِ یار میں م فرماں رواے کشورِ ہندوستان ہے
ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا! م کس سے کہوں کہ دغ، جگر کا نشان ہے
ہے، بارے، اعتماد و وفاداری اس قدر م غالب ہم اس میں خوش ہیں کہ ناہر بان ہے
دلی کے رہنے والو، اسد کو ستاؤ مت

بیچارہ، چند روز کا یاں میہان ہے

درد سے میرے ہے تجھ کو بیکاری ہاے! م کیا ہوئی، ظالم، تری غفلت شکاری ہاے!
تیرے دل میں گر نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ م تو نے پھر کیوں کی تھی میری غمگساری ہاے!
کیوں مری غم خوارگی کا تجھ کو آیا تھا خیال؟ م دشمنی اپنی تھی میری دوسری ہاے!

۱۔ رخ = ہم بھی اسی

۲۔ دلی

۳۔

۵۔ یہ اشعار پہلی بار متن و تائید درج ہوئے

عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا؟ م عمر کو بھی تو نہیں ہے پایداری ہاے ہاے!
 زہر لگتی ہے مجھے آبِ دہو اے زندگی م یعنی، تجھ سے تھی اسے ناسازگاری ہاے ہاے!
 گل فشانی ہاے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا؟ م خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہاے ہاے!
 شرمِ رسوائی سے جا چھپتا نقابِ خاک میں م ختم ہے الفت کی، تجھ پر پردہ داری ہاے ہاے!
 خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی م اٹھ گئی دنیا سے راہِ ویرم یاری ہاے ہاے!
 ہاتھ ہی تیغِ آزما کا کام سے جاتا رہا! م دل پر اک لگنے نہ پایا، زخمِ کاری ہاے ہاے!
 کس طرح کاٹے کوئی شبِ ہاے تارِ بڑکال؟ م ہے نظرِ نو کردہ اختِ شکاری ہاے ہاے!
 گوشِ مہجورِ پیام و چشمِ محرومِ جال م ایک دل بس پر یہ نا اُمید داری ہاے ہاے!
 عشق نے پکڑا نہ تھا، غالب ابھی حُشکِ رنگ م رہ گیا تھا دل میں جو کچھ ذوقِ خواری ہاے ہاے!

گر مصیبت تھی، تو عزت میں اٹھالیتا، اسد

میری دلی ہی میں، ہونی تھی یہ خواری ہاے ہاے!

عشق مجھ کو نہیں، وحشت ہی سہی م میری وحشت، تری شہرت ہی سہی
 قطع کیجے نہ لقا تہم سے م کچھ نہیں ہے، تو عداوت ہی سہی
 میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی؟ م اے وہ مجلسِ نہیں، خلوت ہی سہی

ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے م غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی
 اپنی ہستی ہی سے ہو، جو کچھ ہو م آگہی گز نہیں، غفلت ہی سہی
 عمر، ہر چہ کہ ہے برقِ خدام م دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی
 ہم کوئی ترکِ وفا کرتے ہیں م نہ سہی عشق، مصیبت ہی سہی
 کچھ تو دے، اے فلکِ نا انصاف م آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
 ہم بھی تسلیم کی خو، ڈالیں گے م بے نیازی، تری عادت ہی سہی
 یار سے پھیڑ چلی جائے، اسد م گز نہیں وصل، تو حسرت ہی سہی

چاہیے اچھوں کو، جتن چاہیے م یہ اگر چاہیں، تو پھر کیا چاہیے
 صحبتِ رنلاں سے واجب ہے خد م جاے مے اپنے کو کھینچا چاہیے
 دل تو ہوا چھا، نہیں ہے گردِ ماغ م کچھ تو اسبابِ تمنا چاہیے
 چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟ م بارے، اب اس سے بھی سمجھا چاہیے
 چاکِ متِ کربِ حیبِ بے ایام گل م کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے
 دوستی کا پردہ ہے، بیگانگی م منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

۱۔ رخ = پھیڑ خوباں سے۔۔۔۔۔

۲۔ " یہ شعر پہلی بار آخر ق میں اضافہ ہوا

۱۔ رخ = دلی
 یہ شعر، میں موجود ہے

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب م عرض متاع عقل و دل و جاں کیے ہوئے
 دوڑے ہے پھر ہر ایک گل لالہ پر خیال م حد کلتان نگاہ کا سماں کیے ہوئے
 پھر چاہتا ہوں نامہ دلدار کھولنا م جان نذر و فخر بی عنوان کیے ہوئے
 مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس م زلف سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے
 چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو م سرے سے نیر و شہر کاں کیے ہوئے
 اک نو بہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ م چہرہ فروغِ نئے سے گلستاں کیے ہوئے
 پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے ہیں م سر زبیر باری منت دریاں کیے ہوئے
 جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن م بیٹھے ہیں تصویرِ جاناں کیے ہوئے
 غالب میں نہ چھیڑ کہ پھر جوشِ اشک سے م بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفان کیے ہوئے

بے اعتدالیوں سے تنگ سب میں ہم ہوئے م جتنے زیادہ ہو گئے، اتنے ہی کم ہوئے
 پہناں تھا، دام، سخت قریبِ بیاں کے م اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے
 ہستی ہماری، اپنی فنا پر دلیل ہے م یاں تک منے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے
 سختی کشانِ عشق کی، پوچھے ہے کیا خبر م وہ لوگ فتنہ سرا یا الم ہوئے
 تیری دفا سے کیا ہوتا فانی؟ کہ دہریوں م تیرے سوا بھی ہم پر بہت سے تم ہوئے

لکھتے ہے جنوں کی حکایاتِ خونچکاں م ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے
 اندھے تیری تندیِ خوب جس کے نیم سے م اجڑے مالہ دل میں مرے زق ہم ہوئے
 اہل ہوس کی فتح ہے، ترکِ نیر و عشق م جو پاؤں اٹھ گئے، وہی اُن کے کلم ہوئے
 نالے، عدم میں، چند ہمارے پیر و تنھے م جو واں نہ کھنچ سکے، سو وہ یاں کے دم ہوئے
 چھوڑی، اسد، نہ ہم نے گدائی میں دل لگی م سائل ہوئے، تو عاشقِ اہلِ کرم ہوئے

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیرِ رفو کی م لکھ دیجیو، یارب اُسے قسمت میں عدو کی
 اچھا ہے سزا کشتِ حسائی کا تصور م دل میں نظر آتی تو ہے اک بوندِ لہو کی
 کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے وصلگی سے؟ م یاں تو کوئی سنتا نہیں فریادِ کسو کی
 اے بے خراں، میرے لب زخمِ یگر پر م بخیر جسے کہتے ہو شکایت ہے رفو کی
 گو زندگی زاہد بے چارہ بحث ہے م اتنا ہے کہ رستی تو ہے تدبیرِ وضو کی
 صد حیف! وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب م حسرت میں ہے ایک بتِ غریبہ جو کی
 دشمنے نے کبھی منہ نہ لگایا ہو بگر کو م خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کی

رونے سے اور عشق میں بے باک ہو گئے م دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے
 صرف بہائے مے ہوئے، آلاتِ میکشی م تھے یہی دو حساب، سویلوں پاک ہو گئے
 رولے دہر گو ہوئے، آوارگی سے، تم م بائے طبیعتوں کے توجہ لاک ہو گئے
 کہتا ہے کون نالہ بلبیل کو بے اثر؟ م پرے میں گل کے، لاکھ جگر چاک ہو گئے
 پوچھے ہے کیا وجود عدم اہل شوق کا؟ م آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے
 کرنے گئے تھے اُس سے توافل کا، ہم کلمہ م کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے
 پوچھے ہے کیا ماسحِ جگر تفتگانِ عشق جوں شمع، آپ اپنی وہ خوراک ہو گئے
 اس رنگ سے اٹھائی کل اُس نے اس کی نقش م دشمن بھی جس کو دیکھ کے غمناک ہو گئے

قصائد

○ ... ۸۲۱ء

(۱)

سازِ یک ذرہ نہیں فیضِ چین سے، بے کار م سایہ لالہ بے داغ، سویدائے بہار
 مستی بادِ صبا سے ہے، بہ عرصِ سبزہ م ریزہ شیشہ سے، جو ہر تیغِ کھسار

۱- غ = میں، ہم
 ۲- غ = اُس غزل کا پانچواں شعر میں موجود ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ساتویں شعر کو
 جوق کے متن میں ہے، سنو گھر کے رکھا گیا ہو تاہم میری رائے میں دونوں اشعار کی
 جداگانہ حیثیت ہے، اس لیے دونوں ہی برقرار رکھے گئے
 ۱- ق = عنوان ہے "قصیدہ حیدری بہ تہذیب بہار مغفرت"

○ ... ۸۲۱ء

سنگِ یہ کار گہرِ ربطِ نر کا ہے، کہ ہے خندہ بے خودی کبک، بدندانِ شرار
 سبز ہے جامِ نر کی طرح، داغِ پلنگ م تازہ ہے ریشہ ناریخِ صفتِ فے شرار
 کشتہ افغی زلفِ سیہ شیریں کو بے ستوں سبزے سے ہے سنگِ نر کا شرار
 حسرتِ جلوتہ ساقی ہے کہ ہر پارہ ابر سینہ بے تابی سے ملتا ہے یہ تیغِ کھسار
 دشمنِ حسرتِ عاشق ہے، رگِ ابرسیاہ جس نے برباد کیا ریشہ چنریں شبِ تار
 مستی ابر سے گلچینِ طرب ہے حسرت م کہ اس آغوش میں ممکن ہے دو عالم کاشفا
 کوہِ دھواہر، معموری شوقِ بلبیل م راہِ خوابیدہ ہوئی خندہ گل سے بیدار
 چشمِ بزمِ چشم چنے ہے بہ تماشا، مجنوں ہر دو سو خزانہ زنجیرِ نگہ کا بازار
 خانہ تنگ، ہجومِ دو جہاں کیفیت جامِ جمشید ہے یاں قالبِ خشتِ دیوار
 سوچنے ہے فیضِ ہوا صورتِ مرگانِ نسیم م سرِ لولیتِ دو جہاں ابر، بیک سطر عیار
 کفِ ہر خاکِ بگردوں شدہ، قمری پرواز م دامِ ہر کاغذِ آتش زدہ، طاووسِ شکار
 سنبُلِ دوامِ کمینِ خسانہ خوابِ صیاد نرگس و جامِ سیہ مستی چشمِ بیدار
 طوقِ ہا، بس کہ گرفتارِ صبا ہیں، شانہ زانوئے آئندہ پر مالے ہے دستِ بے کار
 بس کہ یکے نگ میں ل کرتی ہے اچا و نسیم لالے کے داغ سے، جوں نقطہ و خطِ سنبُلِ زار
 اے خوش! فیضِ ہوا ہے چمنِ نشو و نما بادہ پر زور و نفسِ مست و مستیجا بیدار
 کاٹ کر پھینکیے ناخن، تو با اندازِ ہلال م قوتِ نامیہ اُس کو بھی نہ چھوٹے بیکار
 ہمت و نشو و نما میں یہ بلندی ہے کہ سرو پر قمری سے کرے صقلِ تیغِ کھسار

ہر کف خاک، جگر تشنہ صد رنگ ظہور
کس قدر عرض کروں ساغرِ شبنم، یارب؟
غنچہ لالہ سیہ مست جوانی ہے ہنوز
بوش بیداد پیش سے ہوئی عریاں آخر
سازِ عریانی کیفیتِ دل ہے، لیکن
موجِ مے پر ہے، براتِ نگرانی اُمید
گلشنِ و میکہ، سیلابی یک موجِ خیال
میکہ میں ہو، اگر، آرزوے گلِ چینی م
موجِ گلِ ڈھونڈھ بہ خلوت کردہ غنچہ باغ م
پشت لب، تہمتِ خط کھینچے ہے بے جا بنی
کھینچے گرمائی اندیشہ چمن کی تصویر م
جائے حیرت ہے کہ گلابی اندیشہ شوق

غنچے کے میکہ میں مست تائل ہے بہار
موجہ سبزہ تو خیز ہے لبریز خمار
شبنم صبح، ہوئی ریشہ اعضاے بہار
شاخِ گلبن پہ، صبا، چھوٹ کے پیرا، ہن خار
یہ مئے تندرہ نہیں موجِ خرامِ اظہار
گلِ نرگس سے کفِ جام پہ ہے چشم بہار
نشد جلوه گل، بر سر ہم فتنہ غبار
بھول جا یک قدر بادہ بہ طاقِ گلزار
گم کرے، گوشہ میخانہ میں گر تو دستار
سبز ہے موجِ تبسم پہ ہوائے گفتار
سبز، مثلِ خطِ تو خیز، ہو خطِ پرکار
اس زمیں میں نہ کرے سبز تسلیم کی رفتار

مطلع ثانی

لعل سی، کی ہے پے زمرہ مدحِ تہا م
ہوئی سبزہ ہمار نے پیدا ہفتار

ا۔ ق = مطلع ثانی کی شکل اصل گلوں تھی ہے
لعل سی کی ہے مدحِ چمن آراے بہار

کسوتِ تاک میں ہے نقشہ ایجادِ ازل
بہ نظر گاہِ گلستانِ خیالِ ساقی
بہ ہوائے چمن جلوه ہے طاووس پرست
یک چمن جلوه یوسف ہے بچشم یعقوب
برقہ قمری کے کینے میں پنہاں صیقل
عکسِ موجِ گل و سرشاری اندازِ جاب
کس قدر سازِ دو عالم کو ملی حراتِ ناز
ورنہ وہ ناز ہے جس گلشن بیدار سے تھا
سایہ تیغ کو دیکھ اس کے بہ ذوق یک خم
بت کردہ، بہر پرستش گری قبلہ ناز
سُجھ کر دل ہے اسی کی کفِ امید کا، ابر
رنگیز گل و جامِ دو جہاں ناز و نیاز
بوشِ طوفانِ کرم، ساقی کو تر ساغر
پہنے ہے پیرا، کاف ز ابری، نیساں
وہ شہنشاہ کہ جس کی پے تعمیر سرا م
فلکِ العرش، ہجومِ خمِ دوشِ مزدور م
سبزہ نہ چمن، ویک خطِ پشت لبِ بام م

سُجھ عرضِ دو عالم، بکھتِ ابد دار
بہ خودی دلمِ رگِ گل سے ہے پیمانہ شکار
باندھے ہے پیر فلک موجِ شفق سے زئار
لالہ باداغِ براقندہ، وگلِ با بے خار
سرو پیل سے عیاں عکسِ خیالِ قریار
نگہ آئندہ، کیفیتِ دل ہے دوچار
کہ ہوا، ساغرِ حوصلہ دل، سرشار
طورِ مشعل بکھت از جلوه شمعِ بہار
سینہ سنگ پہ کھینچے ہے الف بالِ شرار
باندھے زئار رگِ سنگ، میانِ کہسار
ہیم سے جس کے، صبا، توڑے ہے صد جازار
اولیں دورِ امامت، طربِ ایجادِ بہار
تہ فلک، آئندہ ایجادِ کفِ گوہر بار
یہ تنگ مایہ ہے فریادی بوشِ ایشار
چشمِ جبریل، ہوئی قالبِ خشتِ دیوار
رشتہ فیضِ ازل، سازِ طنابِ مہار
رفعتِ ہمتِ صد عارف، ویک ادجِ حصار

واں کے خفاشاک سے چھل بھجے، ایک پرکاش م
 پر یہ دولت، تھی نصیب نیک معنی ناز
 ذرہ اس گرد کا نثر شید کو، آئینہ ناز م
 خاک محلے بجت، جو ہر سیر عمر فنا م
 لے خوشا! مکتب شوق و بلدستان مراد
 مشقی نقش قدم، نسخہ آبِ حیا
 جلوہ تمثال ہے ہر ذرہ نیرنگ سواد
 دو جہاں طالب دیدار تھا، یارب کہ ہنوز
 ہے، نفس مایہ شوق دو جہاں ریگِ داں
 آفرینش کو ہے، واں سے طلبِ مستی ناز م
 دشت الفت چمن، وابلہ ہماں پرورد
 یاں تک انصاف نوازی کہ اگر زینہ سنگ
 یک بیاباں تپشِ بالِ شرر سے، صحرا
 فرش اس دشتِ تمنا میں نہ ہوتا، گر عدل
 ابر نیسیاں سے ملے موجِ گہر کا تاواں
 یک جہاں بسمل انداز پر افشانی ہے
 موجِ طوفانِ غضب چشمتہ نہ پرخِ حباب

وہ رہے مروجہ بالِ پری سے بے زار
 کہ ہوا صورت آئینہ میں، جو ہر بیدار
 گرد اس دشت کی، امید کو، احترام بہار
 چشم نقش قدم، آئینہ نہ بحث بیدار
 سبق ناز کی، ہے عجز کو صبح، تکرار
 جادہ دشتِ بجفت، عمرِ حضر کا طومار
 بزمِ آئینہ تصویرِ نما، مثبت غبار
 چشمکِ ذرہ سے ہے گرم، نگہ کا بازار
 پائے رفتار کم، و حسرتِ جولانِ بسیار
 عرضِ خیالِ اہجاء ہے ہر موجِ غبار
 دلِ جبریل، کفِ پاپہ سکے ہے رضار
 بے خبر دے بکھت پائے سازِ آزار
 مغزِ کہسار میں کرتا ہے فروغِ غبار
 گرمی شعلہ رفتار سے جلنے سخن و خار
 غلوتِ ابد میں گم کرے، اگر تو، رفتار
 دام سے اُس کے، قضا کو ہے ہائی شوار
 ذوالفقار شہِ مردانِ خطِ قدرت آثار

موجِ ابروے قضا، جس کے تصور سے دو نیم
 شعلہ تحریر سے اس برق کی ہے کلک قضا
 موجِ طوفان ہو، اگر خونِ دوعالم ہستی
 دشتِ تسخیر ہو، اگر گردِ خرام و دل
 بالِ رعنائی دم، موجِ گلبدنِ قبا
 گردِ وہ اس کی بھری شیشہ سوات میں اگر
 نرم رفتار موجِ کوہ پہ وہ برق گزار
 ہے سرا سر رویِ عالمِ ایجاد اُسے
 جس کے حیرت کدہ نقش قدم میں، مانی
 ذوقِ تسلیمِ تمنا سے بہ گلزارِ حضور
 مطلعِ تازہ ہوا موجِ کیفیتِ دل

بیم سے جس کے، دل شخہ تفریر، نگار
 بالِ جبریل سے مسطر کشِ سطر زہار
 ہے جنا کو سرِ ناخن سے گزرناد شوار
 نعلِ درآتش ہر ذرہ ہے، تیغِ کہسار
 گردِ مشِ کاسہ سُم، چشمِ پری آئینہ دار
 ہر نفسِ راہ میں لڑے، نفسِ بیل و نہار
 رفتنِ رنگِ جنا ہے، تپشِ بالِ شرار
 جیبِ خلوت کدہ فخر میں، جولانِ بہار
 خونِ مدبرِ برق سے باندھے بکھت دستِ نگار
 عرصِ تسخیر تماشا سے بہ دامِ اظہار
 جامِ سرشار سے و غنچہ لبریز بہار

مطلع ثالث

فیض سے تیرے ہے، اے شمعِ شبستانِ بہار م
 دل پروانہ چراغاں پر بلسلِ گلزار
 فصلِ طاووس کرے، آئینہ خسانہ پرواز م
 ذوق میں جلوے کے تیرے بہ ہوائے دیدار

گردِ جولاں سے ہے تیری ہگریبانِ خرام
جس چین میں ہو ترا حب لوہ محروم نواز
جس ادب گاہ میں تو آئنتہ شوقی ہو
تو وہ ساقی ہے کہ ہر موج محیطِ منزہ بہ
گردِ باو آئنتہ فتراکِ دماغِ دل ہا
ذوقِ بے تابی دیدار سے تیرے ہے ہنوز
تیری اولاد کے غم سے ہے برفے گردوں م
مدح میں تیری نہاں از مژدہ لغتِ نبی م
ہم عبادت کو ترا نقشِ قدم، مہر نماز م
تیرا پیمانہ ہے، تشنہ، ادوارِ ظہور
آیتِ رحمتِ حق، بسملہ مصحفِ ناز
قبلہ نورِ نظر، کعبۂ اعجازِ مسیح
تہمتِ بے خودی کفر نہ کھینچ، یارب
ناز پروردہ صدرِ نگِ تمنا ہوں لے
تنگیِ حوصلہ، گردابِ دوعالمِ آداب
رُشکِ نظارہ تھی یک برقِ تجلی کہ ہنوز
وحشتِ فرصتِ یک جیتِ شیش نے کھویا

جلوۂ طور، نمکِ سودۂ زخیمِ تکرار
پر طاؤس، کرے گرمِ نگہ کا بازار
جلوہ ہے ساقیِ مخموری تابِ دیوار
کھینچے خیال نے میں تیرے لبِ ساغر کا شمار
تیرا صحرے طلب، محفلِ پیمانہ شکار
بوشِ جوہر سے دل آئنتہ، نگہ ستہ خار
سلکِ اختر میں مہ نو، مژدہ گوہر بار
جام سے تیرے عیان بادۂ جوشنِ اسرار
ہم ریاضت کو، ترے حوصلے سے استظہار
تیرا نقشِ قدم، آئینہ شانِ اظہار
مسطرِ موجِ دیباچہ درسی اسرار
مژدہ دیدۂ پنجیسرے، بعض بیمار
کمی ربطِ نیاز، و خطِ نازِ بسیار
پرورش پائی ہے جوں غنچہ بہ خونِ اظہار
دید یک غنچہ سے ہوں بسملِ نقصانِ بہار
تشنہِ خونِ دو عالم ہوں بہ عرضِ تکرار
صورتِ رنگِ جنا، ہاتھ سے دامنِ بہار

شعلہ آفاذِ ولے حیرتِ داغِ انجام
ہے اسیرِ ستمِ کشمکشِ دامِ وفا
مژدہ خواب سے کرتا ہوں باسائشِ درد
محرمِ درد گرفتاریِ مستی معلوم
تھا میر سلسلہ جنبانیِ صد عمرِ ابد
لیکن اس رشتہ تحریر میں سزا سرنگر
جوہر دستِ دعا آئنتہ، یعنی تاثیر م
مردمک سے ہو غزا خانہ اقبالِ نگاہ م
دشمنِ آلِ نبی کو، بطربِ خسانہ دہر م
دورت اس سلسلہ ناز کے جوں بیل و گل
لنگرِ عیش پہ سرشارِ تماشے دوام
زلفِ معشوق کشش، سلسلہ وحشتِ ناز
نئے تمثالِ پری، نشہ سمیت آزاد
دید تادل، اسد آئینہ یک پر تو شوق م

موج نے لیک نہ سزا قدمِ آغوشِ خمار
دلِ دارستہ مفتاد و دولتِ بیزار
بخیمہ زخمِ دلِ چاک، بیک دستہ شرار
ہوں نفس سے، صفتِ نغمہ بہ بندِ رگ تار
ساز ہا مفت بہ ریشم کدۂ نالِ زار
ہوں بہ قدرِ عددِ حرفِ علی سبوح شمار
یک طرف نازشِ بشرگانِ دو گرو غمِ خار
خاکِ در کی تے، جو چشم، نہ ہوا آئنتہ دار
عرضِ خیازۂ سیلابِ ہوا طاقِ دیوار
ابرِ میخانہ کریں ساغرِ خرشید شکار
کہ ہے خونِ خزاں سے بہ جنا پائے بہار
دلِ عاشق، شکنِ آموزِ خمِ طرۂ یار
دلِ آئینہ طرب ساغرِ زخمتِ بیدار
فیضِ معنی سے، خطِ ساغرِ اقمِ سرشار

(۲)

دگر، جز جلوة یکتائی معشوق نہیں م ہم کہاں ہوتے، اگر حسن نہ ہوتا خود میں؟
 توڑے ہے عجز تنک حوصلہ بر روی زمیں سجدہ تمثال وہ آئینہ، کہیں جس کو جیں
 توڑے ہے نالہ، سر رشتہ پاسِ انفاس سر کسے ہے دلِ حیرت زدہ، شغلِ تسکین
 بے دلی ہائے تماشا، کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق م بیکی ہائے تمنا، کہ نہ دنیا ہے نہ دیں
 ہرزہ ہے، نغمہ زیر و بم، ہستی و عدم م لغو ہے، آئینہ فرقِ جنون و تمکین
 یاس، تمثال بہار آئینہ استغنا م وہم، آئینہ پیدائی تمثالِ یقین
 خوں ہوا، ہوشِ تمنا سے دو عالم کا داغ بزمِ یاس آں سوے پیدائی و انظارِ نگین
 مثلِ مضمونِ وفا، باد بدستِ تسلیم م صورتِ نقشِ قدم، خاکِ بفرقِ تمکین
 خانہ ویرانیِ امیر و پریشانیِ بیم جوشِ دوزخ ہے خزانِ چمنِ خلدِ بریں
 لافِ دانشِ غلط، و نفعِ عبادت معلوم م دردِ یک سا غرغفلت ہے، چہ دنیا، چہ دیں
 بادِ افسانہ، بیمار ہے، عیسیٰ کا نفس استخوانِ ریزہ موراں ہے، سلیمان کا نگین
 نقشِ معنی ہمہ، خمیازہ عرضِ صورت م سخنِ حق ہمہ، پیمانہ ذوقِ تحسین
 عشق، بے ربطی شیرازہ اجزائے اس م وصل، رنگارنگِ رخِ آئینہ حسنِ یقین
 کوہِ کن، گرسنہ مزدورِ طرحِ رقیب م بے ستوں، آئینہ خوابِ گرانِ شیریں

○ یہ مطلع ہدکا اضافہ ہے اور بقول مولانا غفری، پہلے پہل قبا کے حاشیے میں درج ہوا
 ہے "اس کا عنوان ہے 'ایضاً' قصیدہ خیرری فی المنقبت"

موجِ خمیازہ یک نشہ، چہ اسلام، و چہ کفر کجی یک خطِ مسطر، چہ توہم، چہ یقین
 قبلہ و ابرو سے بُتِ یک رہ خوابیدہ شوق کعبہ و بت کدہ، یک محلِ خوابِ رنگین
 کس نے دیکھا، نفسِ اہلِ وفا آتشِ نیر؟ م کس نے پایا، اندرِ نالہ دلِ ہائے تریں؟
 عیشِ بسمل کدہ عیدِ تریفاں معلوم نون ہو آئینہ، کہ ہو جب مہ طفلانِ رنگین
 سابعِ زمزمہ اہلِ جہاں ہوں، لیکن م نہ سر و برگِ ستالیش، نہ دماغِ نفیریں
 نزعِ غمور ہوں اُس دید کی دھن میں کہ مجھے رشتہ سازِ ازل ہے، نگر بانِ لیس
 حیرت، آفتِ زدہ عرضِ دو عالم نیرنگ مومِ آئینہ ایجاد ہے، مغزِ تمکین
 وحشتِ دل سے پریشاں ہیں چراغانِ خیال باندھوں ہوں آنے پر چشمِ پری سے آئیں
 کچھ دیتا ہے پریشاں نظری پر صمرا رم آہو کو ہے ہر ذرے کی چشمک میں کہیں
 چشمِ امید سے گرتے ہیں دو عالم بولِ شک یاس بہیمانہ کشِ گریہ مستانہ نہیں
 کس قدر فکر کو ہے نالِ قلم موعے دماغ کہ ہوا خونِ نگہ شوق میں نقشِ تمکین
 غدرِ رنگِ آفتِ جولانِ ہوں ہے یارب جل اٹھے گرمیِ رفتار سے پائے چوبیس
 نہ تمنا، نہ تماشا، نہ تحیر، نہ نگاہ گم و جوہر میں ہے آئینہ دلِ پردہ نشیں
 کھینچوں ہوں آنے پر خندہ گل سے سطر نامہ عنوانِ بیانِ دلِ آزرہ نہیں
 رنجِ تعظیمِ مسیحا نہیں اٹھتا مجھ سے درد ہوتا ہے مرے دل میں جو توڑوں بالیں
 بس کہ گستاخیِ اربابِ جہاں سے ہوں ملول پر پروانہ، مری بزم میں ہے نخرِ کیں
 اے عبارتِ تجھے کس خط سے ہے درِ نیرنگ اے نغمہ، تجھ کو ہے کس نقطے میں مشقِ تسکین؟

کس قدر ہرزہ سراہوں کہ عیاذاً باللہ! م یک قلم خارجِ آداب دُقتِ اردو تھیں
جلوہ ریگِ رواں دیکھ کے گردوں ہر صبح خاک پر توڑے ہے آئینہ نازِ پروں
شورِ ادہام سے مت ہو شبِ خونِ انصاف گفتگو بے مزہ، وزخمِ تمتِ انجمن
ختم کر ایک اشارت میں عباراتِ نیاز ہوں مرنے، ہے نہاں گوشہٴ ابرو میں جبین
نقش "لا حول" کھائے خامہٴ ہذیانِ تحریر م "یا علی" عرض کر لے فطرتِ دوس قریں
معنی لفظِ کرم، بسمِ لہ نسخہٴ حسن قبلہ اہلِ نظر، کعبہٴ اربابِ یقین
جلوہ رفتارِ سرِ جادوہ شرحِ تسلیم نقشِ پا جس کا ہے توحید کو معراج جبین
کس ممکن ہے تری مدح، بغیر از واجب؟ م شعلہٴ شمع، مگر شمع پہ باندھے آئین
ہو، وہ سرمایہٴ ایجاد، جہاں گرمِ خورام م ہر کفِ خاک ہے واں گردوہٴ تقویرِ زمیں
منظرِ فیضِ خدا، جانِ ودی ختمِ مرسَل م قبلہٴ آلِ نبی، کعبہٴ ایجا دیقین
نسبتِ نام سے اُس کے ہے یہ رتبہ کہ ہے م ابد، پشتِ فلکِ خسم شدہٴ نازِ زمیں
جلوہ پرواز ہو، نقشِ قدم اس کا، جس جا م وہ کفِ خاک ہے ناموسِ دو عالم کی امیں
فیضِ خلق اُس کا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا م بوسے گل سے، نفسِ بادِ صبا، عطر آگین
برشِ تیغ کا اُس کی ہے جہاں میں چرچا م قطع ہو جائے نہ، سرِ رشتہٴ ایجاد، کمیں
کوہ کو، بیم سے اُس کے ہے جگرِ باختگی نہ کرے نذرِ صدا، ورنہ، متاعِ تمکین
کفر سوزاں کا وہ جلوہ ہے کہ جس سے لڑے م رنگِ عاشق کی طرح، رونقِ بتِ خانہٴ جبین
وصفِ دُلّال ہے مرے مطلعِ ثانی کی بہار جنتِ نقشِ قدم سے ہوں، میں اس کی گلچیں

نطلع

گردِ رہ، سرمہ کشِ دیدہٴ اربابِ یقین نقشِ ہر کام، دوعالمِ صفہاںِ زیرِ نگین
برگِ گل کا، ہو جو طوفانِ ہوا میں عالم اُس کے جولاں میں نظر آئے ہے یوں دامنِ نین
اُس کی شوخی سے یہ حیرت کہ نقشِ خیال فکر کو حوصلہٴ فرصتِ ادراک نہیں
جلوہٴ برق سے ہو جائے نگہ، عکسِ پزیر م اگر آئینہ بنے حیرتِ صورتِ گر چہیں
جاں پناہ! دل و جانِ فیضِ رسانا! شام! م وہی ختمِ مرسَل تو ہے، بقولِ یقین
ذوقِ گلچینیِ نقشِ کفِ پا سے تیرے عرشِ چاہے ہے کہ ہو در پہ ترے خاکِ نشیں
تجھ میں اور غیر میں نسبت ہے، لیکن بہ تفاد وہی ختمِ مرسَل تو ہے باثباتِ یقین
جسمِ اطہر کو ترے، دوشِ پیمبر، مہنر م نامِ نامی کو ترے ناصیہٴ عرشِ نگین
تیری مدحت کے لیے یوں لیاں، کام و زباں م نیری تسلیم کو یوں لوحِ و قلم، دست و جبین
آستانِ پر ہے ترے جوہرِ آئینہٴ سنگ م رقمِ بندگیِ حضرتِ جبریل امیں
تیرے در کے کیئے اسبابِ نثارِ آمادہ م خاکوں کو جو خزانے دیے جانِ ودی و دیں
دادِ دیوانگیِ دل کہ ترا مدحتِ گمر فرے سے باندھے ہے خورشیدِ فلکِ پرائیں
کس سے ہو سکتی ہے مداحیِ مدوحِ خدا؟ م کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں؟

۱۔ ق = مطلعِ ثانی

۲۔ "اصلاً یہاں مصرعِ ثانی یہ تھا کہ اے کہ تجھ سے ہے بہارِ جہنستانِ یقین۔" وہی ختمِ مرسَل...
والا مصرع اس سے آگے کا ایک شعر چھوڑ کر آتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔

جنس بازارِ معاصی، اسدالت اسد م کہ سواتیرے کوئی اس کا خریدار نہیں
 شوخی عرضِ مطالب میں ہے گستاخ طلب م ہے، ترے حوصلہ فضل پر از پس کہ، یقیں
 دے دعا کو مری وہ مرتبہ حسن قبول م کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار "آمین"
 غم شبیر سے ہو سینہ یہاں تک لبریز م کہ رہیں خونِ جگر سے مری آنکھیں لنگیں
 طبع کو، الفت و دل میں یہ سرگرمی شوق م کہ جہاں تک چلے اس قدم اور مجھے جسیں
 دلِ الفت لب و سینہ تو حید فضا م نگر جلوہ پرست و نفسِ صدق گزریں
 صرف اعدا، اثرِ شعہ و دود و وزخ م وقف اجباب گل و سنبل فروں سب بریں

(۳)

چر گمانِ قطعِ زحمت نہ دوچرخِ خاشی ہو کہ زبانِ سرمد آلود، نہیں تیغِ اصفہانی
 بے فریبِ آشنائی، بے خیالِ بے وفائی نہ رکھ آپ سے تعلق، مگر ایک بدگمانی
 نظر سے سوئے کہستان نہیں غیر شیشہ ساماں جو گدازِ دل ہو مطلب تو چمن ہے سنگ جانی
 بے فراز گاہِ عبرت پر بہار کو نہ تماشا؟ کہ نگاہ ہے سید پوش بے عزت ز زندگانی
 بے فراقِ رفتہ یاراں، خط و حرفِ موی پریشان دلِ غافل از حقیقت ہمہ ذوقِ قصہ خوانی

۱۔ ق۔ یا علی! جنسِ معاصی ... ۲۰ اشعار میں سے تین شعر غزل دے جو نقد داغ دل کی کرے شعلہ
 اس قصیدے کے کل ۲۰ اشعار ہیں درج ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ قصیدہ
 یا سبانی آ کے طور پر ایک سے متداول دیوان میں درج ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ قصیدہ
 اب ۲۰ اشعار پر مشتمل ہے۔

تپشِ دل شکستہ پے عبرت آگہی ہے کہ نہ دے عنانِ فرصت بہ کشاکشِ زبانی
 نہ وفا کو آرو ہے، نہ جفا تمیز جو ہے چہ حسابِ جانفشانی؟ چہ غرورِ ولستانی؟
 بہ شکنجِ جستجو، بہ سرابِ گفتگو با تنگ تازِ آرزو، بہ فریبِ شادمانی
 نہیں شاہراہِ اوہام؛ بچاں شئے سیدن تری سادگی ہے، غافلِ دردِ دل پہ پاسبانی
 بہ امید و ناامیدی؟ چہ نگاہ ہے نگاہی؟ ہمہ عرضِ ناشکیبی؟ ہمہ سازِ جان ستانی
 اگر آرزو ہے راحت تو بحثِ بنوں تپدن کہ خیال ہو تو لب کش بہ ہوائے کامرانی
 شر و شورِ آرزو سے تب و تابِ عجز بہتر نہ کرے اگر ہوس پر غم بیدلی، گرانی
 ہوسِ فروختن، تب و تابِ سوختن ہا سر شمع نقشِ پا ہے۔ بسیاں ناتوانی
 شر را سیرِ دل کو ملے اوجِ عرضِ اظہار جو بہ صورتِ چراغاں کرے، شعلہ زبانی
 ہوئے مشقِ جراتِ ناز، وہ دہم طرحِ آداب خمِ پشت خوشنما تھا بہ گزارِ ششِ جوانی
 اگر آرزو رسا ہوئے دردِ دل دوا ہو وہ اجل کہ خوب ہوا ہو، بہ شہیدِ ناتوانی
 غمِ عجز کا سفینہ بہ کنارِ بیدلی ہے مگر ایک شہپرِ مور کرے سازِ بادبانی
 مجھے اتعاشِ غم نے پے عرضِ حال بخشی ہوسِ غزلِ سرائی، تپشِ فسانہ خوانی

دلِ ناامیت کیونکر بہ تسلی آشنا ہو جو امید وار رہیے، نہ بہ مرگِ ناگہانی
 مجھے بادِ طرب سے بہ خمار گاہِ قسمت جو ملی تو تلخ کامی، جو ہوئی تو سرگرمی
 نہ تم کربِ توجہ پر کہ وہ دن گئے کہ ہاں تھی مجھے طاقتِ آزمائی، تجھے الفتِ آزمائی

بہ ہزار امید داری رہی ایک لشک باری نہ ہوا حصولِ زاری، بجز آستیں فشان
 کروں غزیرِ ترکِ بخت سو کہاں پیدائی؟ نہ غرورِ میردانی، نہ فریبِ ناتوانی
 ہمہ یک نفسِ تپش سے تب تابِ ہجرت پوچھ کہ ستم کش جنوں ہوں نہ بقدرِ زندگانی
 کفِ موجبِ حیا ہوں بے گزاعرضِ مطلب کہ سرشکِ قطرہ زن ہے بہ پیامِ دل سانی
 یہی بار بار جی میں مرے آئے ہے کہ غالب
 کروں تو ان گفتگو پر دل و جاں کی مہمانی

غزلیات

عالم، جہاں بعض بساطِ وجود تھا جوں صبحِ چاکِ جیب مجھے تارِ پود تھا
 بازیِ خورِ فریب ہے، اہلِ نظر کا ذوق ہنگامہ، گرمِ حیرتِ بود و نمود تھا
 عالم، طلسمِ شہرِ خوشاں ہے سر بسر یا میں غریبِ کشورِ گفت و شنود تھا
 جز قیاس، اور کوئی نہ آیا بروئے کار م صحرا، مگر بہ تنگیِ چشمِ خسود تھا
 آشفتگی نے نقشِ سوید کیا درست م ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا
 تھا خواب میں، خیال کو تجھ سے معاملہ م جب آنکھ کھل گئی، نہ زیاں تھا، نہ سود تھا
 تینے بغیر مر نہ سکا کوہِ کن، اسد م سرگشتہِ خارِ رسوم و قیود تھا

تنگیِ رفیقِ رہ تھی، عدمِ یادِ بود تھا میرا سفر بہ طالعِ چشمِ خسود تھا
 تو یک جہاں قماشِ ہوسِ جمع کر، کہ میں حیرتِ متاعِ عالمِ نقصان و سود تھا
 گردشِ محیطِ ظلمِ رہا جس قدرِ فلک میں پائمالِ غمزدہ چشمِ کبود تھا
 پوچھا تھا اگرچہ یار نے احوالِ دل، مگر کس کو دماغِ منتِ گفت و شنود تھا
 لیتا ہوں، مکتبِ غمِ دل میں سبقِ ہنوز م لیکن یہی کہ "رفت" گیا اور "بود" تھا
 ڈھانپا کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی م میں، ورنہ، ہر لباس میں شگِ بود تھا
 خودِ شبنمِ آشنا نہ ہوا، ورنہ میں اسد
 سرتافت دم گزارشِ ذوقِ بخود تھا

کہتے ہو: "نہ دیں گے ہم" دل اگر پڑ پایا م دل کہاں کہ گم کیجے؟ ہم نے مدعا پایا
 شورِ پندِ ناصح نے زخمِ پر شک چھڑکا م آپ سے کوئی پوچھے "تم نے کیا مزا پایا؟"
 ہے کہاں ثنا کا دوسرا قدم یا رب؟ ہم نے دشتِ امکان کو ایک نقشِ پایا
 بے دماغِ نخلت ہوں رشکِ امتحاں تاکے؟ ایک بے کسی، تجھ کو عالمِ آشنا پایا
 سادگیِ دہرِ کاری، بے خودی و ہشیاری م حسن کو تغافل میں جرات آنا پایا
 خاکبازیِ امیت، کارخانہِ طفلی یاس کو دو عالم سے لبِ مخندہ وا پایا
 کیوں نہ وحشتِ غالبِ باجِ خواہ تسکین ہو؟
 کشتہ تغافل کو خصمِ خوں بہا پایا

عشق سے طبیعت زلیست کاڑا پایا م درد کی دوا پائی، درد بے دوا پایا
 غنچہ پھر لگا کھلنے، آج ہم نے اپنا دل م خوں کیا ہوا دیکھا، گم کیا ہوا پایا
 فکرِ نالہ میں، گویا، حلقہ ہوں زمر تاپا عضو عضو، جوں زنجیر یک دل صلا پایا
 حالِ دل نہیں معلوم، لیکن اس قدر یعنی م ہم نے بار بار ڈھونڈھا، تم نے بار بار پایا
 شبِ نظارہ پرورتھا خواب میں خرم کا صبح، مہر گل کو نقشِ بویا پایا
 جس قدر جگر خوں ہو، کوہِ دادن گل ہے زخمِ تیغِ قاتل کو طرفہ دکشا پایا
 ہے نگین کی پاداری، نامِ صاحبِ خانہ ہم سے تیرے کوچے نے، نقشِ مٹا پایا
 دوستدارِ دشمن ہے، اعتمادِ دل معلوم م آہ بے اثر دیکھی، نالہ نارسا پایا
 نے اسد جفا سائل، کئے ستم جنوں مائل
 تجھ کو جس قدر ڈھونڈھا، الفت آزا پایا

کارخانے سے جنوں کے بھی میں عریان نکلا میری قسمت کا نہ ایک آدھ گریباں نکلا
 ساغرِ جلوت سرشار ہے، ہر ذرہ خاک شوقِ دیدار بلا آئینہ سماں نکلا
 زخم نے داد نہ دی تنگیِ دل کی، یارب! م تیر بھی سینہ بسمل سے پراشیاں نکلا
 بوئے گلِ نالہ دل، دودِ چراغِ محفل م جو تری بزم سے نکلا، سو پریشاں نکلا
 کچھ کھٹکتا تھا مرے سینے میں لیکن آخر جس کو دل کہتے تھے، سو تیر کا پیکان نکلا

لہ ق = ۷ عشرت ایجاد چہ بوئے گل دگر دودِ چراغ

کس قدر خاک ہوا ہے دلِ مجنوں، یارب نقشِ ہر ذرہ، سویدے بیاباں نکلا
 دل میں پھر گریبے نے اک شور اٹھایا غالب م آہ! جو قطرہ نہ نکلا تھا، سو طوفان نکلا
 دہر میں نقشِ وفا و جدہ تسلی نہ ہوا م ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا
 نہ ہوئی ہم سے رقمِ حیرتِ خطِ رخ یار صفحہ آئینہ، تو لاں گہ طوطی نہ ہوا
 وسعتِ رحمتِ حق دیکھ کہ کشا جاوے مجھ سا کافر کہ جو ممنونِ معاصی نہ ہوا
 سبزہ خط سے ترا کا کل سرکش نہ دبا م یہ زمر د بھی حریفِ دم انعی نہ ہوا
 میں نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں م وہ ستمگر مرے مرنے پر بھی راضی نہ ہوا
 دل، گزر گاہِ خیالِ مے و ساغر ہی سہی م گر نفسِ جاوہ سر منزلِ تقویٰ نہ ہوا
 ہوں تم سے وعدہ نہ کرنے میں بھی اُمی کہ بھی م گوشِ بہت کشِ گلبانگ تسلی نہ ہوا
 کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجے؟ م ہم نے چاہا تھا کہ مرجائیں سو وہ بھی نہ ہوا
 مر گیا صد مہر یک جنبشِ لب سے غالب م ناتوانی سے، حریفِ دم عیسیٰ نہ ہوا
 جب، بتقریبِ سفر، یار نے محلِ باندھا م پیشِ شوق نے ہر ذرے پہ اک دل باندھا
 ناتوانی ہے تماشائیِ عمرِ رفتہ رنگے آئینہ آنکھوں کے مقابل باندھا
 اہلِ بنیش نے یہ حیرت کدہ شوخیِ ناز م جو ہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھا
 اصطلاحاتِ اسیرانِ تغافل مت پوچھ جو گرہ آپ نہ کھولی، اسے مشکل باندھا

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

یاس و امید نے یک عکدہ میدان مانگا م عجزِ ہمت نے طلسمِ دلِ سائل باندھا
نہ بندھے تشنگی شوق کے مضمون غالب م گرچہ دل کھول کے، دریا کو بھی ساحل باندھا
لذک ہر خار سے تھا بس کہ سرزدی زخم
جوں مند، ہم نے کفِ پایہ اسد، دل باندھا

شوق ہر رنگ رقیبِ سرو سماں نکلا م قیس، تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا
دلِ حسرت زدہ، تھا مائدہ لذتِ درد م کام یاروں کا بقدر لب و دندان نکلا
شورِ رسوائی دل دیکھ کہ یک نالہ شوق لاکھ پردے میں چھپا، پروہی عریاں نکلا
شوقی رنگِ جنا، خونِ وفا سے کب تک؟ آخر اے عہد شکن، تو بھی پشیمان نکلا
ہو ہر ایجا و خطِ سبز ہے، خود بینیِ حسن جو نہ دیکھا تھا، سو آئینے میں پنہاں نکلا
ہے تو آموزِ فنا، ہمتِ دشوار پسند م سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا
میں بھی معذوریوں ہوں اسد اے خانہ خراب
پیشوا لینے مجھے گھر سے بیاباں نکلا

نہ ہوگا، یک بیاباں ماندگی سے ذوق کم میرا م جنابِ موجبِ رفت ہے، نقشِ قدم میرا
رہِ خوابیدہ، تھی گردن کشِ یک درسِ آگاہی زمین کو سیلی استاد ہے، نقشِ قدم میرا

جنت تھی چین سے، لیکن اب یہ بیدار غمی ہے م کہ موجِ لہو سے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا
سراغِ آوارہ عرضِ دو عالم شورِ محشر ہوں پرافشاں ہے غبارِ آں سے محرابِ عدم میرا
نہ ہو وحشت کشِ درسِ سرابِ سطر آگاہی غبارِ راہ ہوں بے دعا ہے پیچ و خم میرا
ہو اے صبح، یک عالم گریباں چاکِ گل ہے وہاں زخم پیدا کر، اگر کھاتا ہے غم میرا
اسد، وحشت پرستِ گوشہ تنہائی دل ہوں

برنگِ موجِ نئے، خیازہ ساغر ہے دم میرا

ضعف جنوں کو، وقتِ تپشِ دہی دور تھا اک گھر میں، مختصر سا سپاہاں ضرور تھا
اے واے غفلتِ نگہ شوق! ورنہ یاں ہر پارہ سنگِ لختِ دل کوہِ طور تھا
درسِ تپش ہے برقِ کوایت جس کے نام سے وہ دل ہے یہ کہ جس کا تخلصِ صبور تھا
شاید کہ مر گیا ترے رخسار دیکھ کر پیمانہ رات ماہ کا لبسِ پز نور تھا
آئینہ دیکھ، اپنا سامنے لے کے رہ گئے م صاحبِ کو، دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا
قاصد کو، اپنے ہاتھ سے گرون نہ ماریے م اس کی خطا نہیں ہے، یہ میرا قصور تھا
جنت ہے تیری تیغ کے کشتوں کی منتظر جو ہر سواد، جلوۂ شرکانِ حور تھا

ہر رنگ میں جلا اسد فتنہ انتظار

پروانہ تجلی شمعِ ظہور تھا

خود پرستی سے لہے باہر گزرا آشنا بی کسی میری شریک آئینہ تیرا آشنا
آتشِ مویں دماغِ شوق ہے تیرا تپاک ورنہ ہم کس کے ہیں اے داغِ تنہا آشنا؟
رنگ کہتا ہے کہ اُس کا غیر سے اخلاص حیف! م عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا؟
بے دماغی شکوہِ سخنِ رشک ہم دیگر نہیں یار تیرا جسم نے، خمیازہ میرا آشنا
جوہر آئینہ جزرِ مرز سرِ مرز کاں نہیں آشنا کی، ہمدگر سمجھے ہے ایما آشنا
ربطِ یک شیرازہ و حشت ہیں، اجزائے بہار سبزہ بیکانہ، صبا آوارہ، گلِ نا آشنا!
ذرہ ذرہ، ساغرِ میخانہ نیرنگ ہے م گروشِ مجنوں بہ چٹمک ہائے لیکلا آشنا
شوق ہے سامانِ ترازِ نازشِ اربابِ عجز م ذرہ محروستگاہ، قطرہ دریا آشنا
میں اور ایک فٹ کا ٹکڑا وہ دلِ حوشی کہ ہے م عاقبت کا دشمن، اور آوارگی کا آشنا
شکوہِ سخنِ رشک ہم دیگر نہ رہنا چاہیے م میرا الزمونس اور آئینہ تیرا آشنا
کوہ کن نقاشِ یک تمثالِ شیریں تھا، اسد م سنگ سے، سر مار کر، ہوئے نہ پیدا آشنا

شبِ خارِ شوقِ ساقی رستخیز اندازہ تھا م تا محیطِ بادہ، صورتِ خانہ خمیازہ تھا
یک قدم و حشت سے درسِ فترِ امکاں کھلا م جادہ، اجزائے دو عالم دشتِ شیرازہ تھا

† غرضی صاحب نے پہلے مصرعے کی مماثلت کو دیکھتے ہوئے ان دونوں اشعار کو ایک ہی شعر مانا ہے۔
میری رائے میں ان اشعار کا الگ الگ درج کرنا ضروری ہے۔
+ یہ اشعار پہلی تاحشیدہ ق میں بڑھائے گئے

ہوں چرخِ افغانِ ہوس، ہوں کاغذِ آتشِ زدہ داغ، گرم کوششِ ایجا و داغِ نازہ تھا
مانعِ وحشتِ تروائی ہائے لیلی کون ہے؟ م خانہ مجنوں صحرِ گرد، بے دروازہ تھا
پوچھ مت رسوائی اندازِ استغنائے حُسن م دستِ مرہونِ جنا، رخسارِ رہنِ غارہ تھا
نالہ دل نے دیے اور لُجڑ لُجڑ، بہ باد م یادِ کارِ نالہ، اک دیوانِ بے شیرازہ تھا
بے لڑائی ترصدائے نغمہ شہرتِ اسد
بوریا، یک نیستانِ عالم بلند آوازہ تھا

وہ مری چینِ جبین سے، غمِ نہاں سمجھا م رازِ مکتوب، بے بے لڑی عنوان سمجھا
یک الف بیش نہیں، یقیقل آئینہ ہنوز م چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا
شرحِ اسبابِ گرفتاریِ خاطر مت پوچھ م اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا
ہم نے وحشت کدہ بزمِ جہاں میں جوں شمع شعلہ عشق کو اپنا سرو ساماں سمجھا
تھا گریزاں مژدہ بار سے، دلِ تادمِ مرگ م دفعِ پیکانِ قضا اس قدر آساں سمجھا
عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بد خو ہو گا م نبضِ نفس سے تپشِ شعلہ سوزاں سمجھا
سفرِ عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی م ہر قدم سائے کو میں اپنے شہبستاں سمجھا
بدگمانی نے نہ چاہا اُسے سرِ گرمِ خرام م رخ پہ ہر قطرہ عرق، دیدہ حیراں سمجھا
دل دیا جان کے کیوں اس کو فدا دارِ اسد؟ م غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا

گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا م گہریں محو ہوا، اضطراب دریا کا
یہ جانتا ہوں کہ تو اور پائے مکتوب م مگر ستم زدہ ہوں، ذوق خامہ فرسا کا
جٹائے پائے تڑپا ہے بہارا اگر ہے سہی م دوام کلفت خاطر ہے، عیش دنیا کا
لی نہ وسعت جولان یک جنوں ہم کو م عدم کو لے گئے دل میں غبار محرا کا
مراشوں ہر اک دل کیے پتہ تاب میں ہے م میں مدعا ہوں تپش نامہ تمنا کا
غم فراق میں تکلیف سیر باغ نہ دو م مجھے دماغ نہیں خندہ ہاے بے جا کا
ہنوز محرمی حسن کو ترستا ہوں م کرے ہے، ہر رُکنِ مَو کا م چشمِ بینا کا
دل اس کو پہلے ہی ناز و اولے دے بیٹھے م ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا
نہ کہہ کر گریہ بمقدارِ حسرتِ دل ہے م مری نگاہ میں ہے جمع و خرج دریا کا
فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اس کو یادِ اسد م جفا میں اُس کی ہے انداز کا فرما کا

کس کا خیال، آئینہ انتظار تھا ہر برگ گل کے پرے میں دل بقرار تھا
کس کا جنون دید، تمنا شکار تھا آئینہ خزانہ، وادی جوہر غبار تھا
جوں غنچہ دگل، آفتِ فالِ نظر نہ پوچھ پیکاں سے تیرے، جلوہ خرم آشکار تھا

لے ق = تکلیف سیر کل مت دو
لے ق = میں پہلے یہ شعروں تھا ہے فلک کو دیکھ کے کرتا ہے تجھ کو یادِ اسد
+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے
+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب م خونِ جگر، ودیعتِ مژگانِ یار تھا
اب میں ہوں اور ماتم یک شہر آرزو م توڑا جو تو نے آئینہ، تمثالِ دار تھا
کُم جانتے تھے ہم بھی غم عشق کو پر اب م دیکھا، تو کم ہوئے پہ، غم روزگار تھا
دیکھی وفائے فرستِ رنج و نشاطِ دہر م خیالِ زہ، یک درازیِ عمرِ خمار تھا
گیلوں میں میری نقش کو کھینچے ہم رو کہ میں م جہاں دادہ ہواے سر رہ گزار تھا
موجِ سربِ دشتِ وفا کا نہ پوچھ حال م ہر ذرہ، مثلِ جوہر تیغ، آبدار تھا
صبحِ قیامت ایک دُمِ گرگ تھی، اسد
جس دشت میں وہ شترِ دو عالم نکلا تھا

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا م آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
گر یہ چاہے ہے خرابیِ مرے کاشانے کی م درو دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا
واسے دیوانگی شوق اکہ ہر دم مجھ کو م آپ جانا ادھر اور آپ ہی حیراں ہونا
جلوہ، ازلیں کہ، تقاضائے نگہ کرتا ہے م جوہر آئینہ بھی چاہے ہے مژگاں ہونا
عشرتِ قتل کہ اہلِ تمنا مت پوچھ م عیدِ نظارہ ہے، شمشیر کا عریاں ہونا
لے گئے خاک میں ہم داغِ تنائے نشاط م تو ہوا اور آپ بصد رنگ گلستاں ہونا

لے ق = خونِ دوعالمِ معاملہ
+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

عشرتِ پارہٴ دل، زخمِ تنہا کھانا م لذتِ ریشِ جگر، غرقِ نمکِ داں ہونا
کی مرے قتل کے بعد اُس نے جھاسے توبہ م ہاے! اس زودلشیاں کا پشیمان ہونا
جیف! اس چار گزہ کپڑے کی قسمت غالب م جس کی قسمت میں ہونا شقی کا گریباں ہونا

پھر مجھے دیدہٴ تریا د آیا م دل، جگر تشنہٴ فریاد آیا
دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز م پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا
سادگی ہاے تنہا، یعنی م پھر وہ نیرنگِ نظر یاد آیا
عذرِ دامنِ دل لے حسرتِ دل م ناکہ کرتا تھا، جگر یاد آیا
زندگی یوں بھی گزری ہی جاتی م کیوں ترا راہ گز یاد آیا
کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی م گھر ترا، خلد میں گریاد آیا
آہ اوہ جزا تِ فریاد کہاں م دل سے تنگ آگے جگر یاد آیا
پھر ترے کوچے کو جاتا ہے خیال م دلِ گم گشتہ، مگر یاد آیا
کوئی دیرانی سی دیرانی ہے م دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا
میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد م سنگ اٹھایا تھا کہ گریاد آیا

لے ق = دل کے پردے ہیں

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق پر بڑھایا گیا

تو دوست کسی کا بھی ہست مگر نہ ہوا تھا م اوروں پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا
چھوڑا ہمہٴ شب کی طرح، دستِ قضا نے م نثرِ شیدا ہنوز، اُس کے برابر نہ ہوا تھا
توفیق بہ اندازہٴ ہمت ہے، ازل سے م آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گویا نہ ہوا تھا
جب تک کہ نہ دیکھا تھا قریار کا عالم م میں معتقدِ فتنہٴ محشر نہ ہوا تھا
میں سادہ دل، آزر دگی یا رے خوش ہوں م یعنی، سبقِ شوق مکر نہ ہوا تھا
دیراے معاصی ٹنگ آبی سے ہوا خشک م میرا سروا من بھی ابھی تر نہ ہوا تھا
جاری تھی، اسد، داغِ جگر سے مری تحصیل م آتش کدہ، جاگیرِ سمندر نہ ہوا تھا

نفس نہ انجنِ آرزو سے باہر کھینچ م اگر شراب نہیں، انتظارِ ساغر کھینچ
کمالِ گری سخی تلاشِ دیدہٴ پوچھ م بزرگِ خار، مرے آنے سے جو م کھینچ
تجھے بہانہٴ راحت سے انتظار لے دل م کیا ہے کس نے اشارہ کہ نازِ بستر کھینچ
تری طرف ہے بہ حسرت، نظارہٴ نرگس م بہ کوریِ دل و چشمِ رقیب ساغر کھینچ
یہ نیم غمزہ، ادا کر حتی و دیوتِ ناز م نیام پرودہٴ زخمِ جگر سے خنجر کھینچ
مرے قریب میں ہے مہیاے آتشِ پہناں م یہ رے صفر، کبابِ دلِ سمندر کھینچ
نہ کہہ کہ طاقتِ رسوائی وصال نہیں م اگر یہی عرقِ فتنہ ہے، مگر کھینچ
جنونِ آئینہ، مشتاقِ یک تماشا ہے م ہماے صفحے پہ بالِ پری سے سطر کھینچ
خمارِ منتِ ساقی اگر یہی ہے، اسد م دلِ گداختہ کے میکدے میں ساغر کھینچ

حسن، غمزدے کی کشاکش سے چٹھامیرے بعد م بائے آرام سے ہیں اہل جفا میرے بعد
منصبِ مفتی کے، کوئی قابل نہ رہا م ہوئی معزولی اندازِ دادا، میرے بعد
شعبہ جھنجھتی ہے، تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے م شعلہ عشق سیہ پوش ہوا، میرے بعد
خوں ہے دل خاک میں احوال بتاں پر یعنی م ان کے ناخن ہوئے محتاجِ جفا میرے بعد
درِ خورشید نہیں، جو ہر بیاد کو جا م نگہ ناز ہے سرے سے خفا، میرے بعد
ہے جنوں اہل جنوں کے لیے آغوشِ دُعا م چاک ہوتا ہے گریباں سے جدا، میرے بعد
کون ہوتا ہے حریف نئے موانعِ عشق، م ہے مکرِ لبِ ساقی میں صفا، میرے بعد
غم سے مڑا ہوں، کراتا نہیں دنیا میں کوئی م کہ کبرے تعزیتِ مہر و وفا، میرے بعد
تھی، مگر میری نہاں خاندان کی نقاب بنے خطر جیتے ہیں اربابِ ریا، میرے بعد
نہاں میں گلستاہِ احباب کی بندش کی گیاہ متفرق ہوئے میرے رفقا، میرے بعد
آئے ہے بیکسی عشق پہ رونا، غالب م کس کے گھر جائے گا سیلابِ بلا، میرے بعد

بلا سے ہیں خوبہ پیشِ نظر درو دیوار م نگاہِ شوق کو ہیں بال و پیر درو دیوار
و فریادِ اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ م کہ ہو گئے مرے دیوار و درو دیوار
نہیں ہے سایہ کہ سن کر نویدِ رفقِ م یار م گئے ہیں چنرت دم پیشتر درو دیوار

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ میں بڑھایا گیا

ہوئی ہے کس قدر ازانی سے جلوہ م کہ مست ہے ترے کوچے میں، ہر درو دیوار
ہوئے تجھے سر سوداے انتظار، تو آ م کہ میں دکانِ مستاعِ نظر، درو دیوار
ہجومِ گریہ کا سامان کب کیا میں نے؟ م کہ گر پڑے نہ مرے پانو پر، درو دیوار
وہ آہامرے ہمارے میں، تو سایے سے م ہوئے فدا درو دیوار پر، درو دیوار
نظر میں کھٹکے ہے بن تیرے، گھر کی آبادی م ہمیشہ مٹتے ہیں ہم، دیکھ کر، درو دیوار
نہ پوچھ بے خودی عیشِ مقدمِ سیلاب م کہ ناپچتے ہیں پڑے سرسبز، درو دیوار
نکہہ کسی سے کہ غالب! نہیں زمانے میں م حریفِ رازِ محبت، مگر، درو دیوار

لڑتا ہے مراد، زحمتِ مہر و خشاں پر م میں ہوں وہ قطرہ شبنم کہ ہونہار بیاباں پر
بچھوڑی حضرتِ یوسف یاں بھی خانہ آرائی م سفیدی ویدہ یعقوب کی پھرتی بنے نہاں پر
دلِ نوین جگر بے صبر و فیضِ عشقِ مستغنی! م الہی یک قیامت خادراؤٹے بخشاں پر
فنا تعلیم و رسم بے خودی ہوں اُس زمانے سے م کہ مجنوں لام الف لکھتا تھا دیوارِ دبستاں پر
فرقت کس قدر رہتی مجھے، تشویشِ مرہم سے م بہم گر صلح کرتے پارہ ہائے دل نمکداں پر
نہیں تعلیمِ الفت میں کوئی طواریزِ ناز ایسا م کہ پشتِ چشم سے جس کے نہ ہوئے عنوان پر
مجھے اب دیکھ کر ابرِ شوق آلودہ، یاد آیا! م کہ فرقت میں تری، آتشِ برقی تھی گلستاں پر
بحرِ پیرازِ شوقِ ناز کیا باقی رہا ہوگا! م قیامت ان بولے قندِ خاکِ شہیداں پر
دلِ ناصح سے غالب! کیا ہوا اگر اُس نے شدت کی م ہمارا بھی تو، آخر زور چلتا ہے گریباں پر

لے ق = ۷۰ سند لے بے تحمل! عربہ بے جا ہے ناصح سے کہ آخر بے سوں کا زور چلتا ہے گریباں پر

حریفِ مطلبِ مشکل نہیں، فسوںِ نیاز م دعا قبول ہو، یارب کہ ”عمرِ خضر دراز“
 نہ ہو، بہ ہرزہ، بیباںِ نوردِ وہم و وجود م ہنوز تیرے تصور میں ہے نشیب و فراز
 فریبِ صنعتِ ایجا و کا تماشا دیکھ نگاہِ عکسِ فروش، و خیالِ آئینہ ساز
 وصالِ جلوہ تماشا ہے پر دماغ کہاں؛ م کہ دیجے آئینہ انتظار کو پرواز
 ہنوز، اے افرید، ننگِ رسوائی نگاہِ فتنہ خرام، و درِ دو عالم باز
 ز بس کہ جلوہ صیادِ حیرت آ رہے اڑی ہے صفحہ خاطر سے صورتِ پرواز
 ہجومِ فکر سے دلِ مثلِ موج لڑلے ہے کہ شیشہ نازک، و صہبا ہے آبِ گینہ گزار
 ہر ایک ذرہ عاشق ہے آفتاب پرست م گئی نہ خاک ہوئے پر، ہوائے جلوہ ناز
 نہ پوچھ و صنعتِ میخانہ جنوں، غالب م جہاں یہ کاسہ گدوں ہے ایک خاک انداز
 اسد سے ترکِ وفا کا گماں وہ معنی ہے
 کہ کھینچے پر طائر سے صورتِ پرواز

نہ گلِ نغمہ ہوں، نہ پردہ ساز م میں ہوں اپنی شکست کی آواز
 تو اور آرایشِ خمِ کاکل م میں اور اندیشہ ہائے دور دراز
 لافِ تمکین، فریبِ سادہ دلی م ہم ہیں اور راز ہائے سینہ گزار

لے ق = گیسو
 + یہ اشعار پہلی بار حاشیہ میں اضافہ کیے گئے

ہوں گرفتارِ الفتِ صیاد م ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز
 وہ بھی دن ہو، کہ اس ستم گر سے م ناز کھینچوں، بجائے حسرتِ ناز
 نہیں دل میں مرے وہ قطرہ نون م جس سے شرکاں ہوئی نہ ہو گل باز
 اے تراغزہ! یک سلم انگیز! م اے تراطم! سرسبز انداز
 تو ہوا جلوہ گر، مبارک ہو م ریشِ سجدہ جبینِ نیاز
 مجھ کو پوچھ! تو کچھ غضب نہ ہوا م میں غریب اور تو غریب نواز
 اسد آئینہ خاں تمام ہوا م اے دروغ، وہ زند شاہد باز!

زخمِ پچھو کیس کہاں، طفلانِ بے پروا ننگ م کیا مزہ ہوتا، اگر ہتھکڑیں بھی ہوتا ننگ
 گردِ راہِ یار ہے سامانِ نازِ زخمِ دل م ورنہ ہوتا ہے جہاں میں کس قدر پیدائنگ
 مجھ کو اندازنی رہے! تجھ کو مبارک ہو جو! م نالہ بلبیل کا درد، اور خندہ گل کا ننگ
 شورِ جولاں تھا کن زحرِ کس کا؛ کہ آج م گردِ ساحل ہے بزخمِ موجِ دیراننگ
 پھوڑ کر جاتا ت مجروحِ عاشقِ حیف ہے م دل طلب کرتا ہے زخم، اور مانگے ہے لطفِ ننگ
 داد دیتا ہے مرے زخمِ جگر کی واہ واہ! م یاد کرتا ہے مجھے، دیکھے ہے وہ جس جانک

لے ق = یا علی! ایک نگاہ سوئے اسد
 پھر حاشیہ پر ایسی تصریح کریں لکھا ہے کہ
 ننگہ التفات سوئے اسد
 یہ شعر قافیہ میں بھی نہیں ہے مگر متن میں موجود ہے

غیر کی منت نہ کھینچوں گا، پے تو فیروزِ دام زخمِ مثلِ خندہِ قاتل، ہے سزا پاتک
یاد میں، غالباً تجھے وہ دن کہ وجدِ فوق میں زخم سے گرتا، تو میں پلوں سے چنتا تھا تنک
اس عمل میں عیش کی لذت نہیں ملتی اسد
زور نسبت مے سے رکھتا ہے نصارا کا تنک

آہ کو چاہیے اک عمر، اثر ہوتے تک م کون جیتا ہے، تری زلف کے سر ہوتے تک؟
دامِ ہر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ م دیکھیں کیا گزے پے طرے پہ گہ ہوتے تک
عاشقی صر طلب، اور تمنا بیتاب م دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہوتے تک
"ناقیات شبِ فرقت میں گزر جائے گی عمر سات دن ہم پہ بھی بھاری ہیں سحر ہوتے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے، لیکن م خاک ہو جائیں گے ہم، تم کو خبر ہوتے تک
پرتوِ خورشید سے، ہے شبنمِ کوفت کی تعلیم م میں بھی ہوں، ایک عنایت کی نظر ہوتے تک
یک نظر بیش بہنیں، فرصتِ ہستی، غافل م گرمیِ بزم ہے، اک قصہ شہر ہوتے تک
غمِ ہستی کا، اسد کس سے ہو، ہزمرگِ علان؟ م شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہوتے تک

رہتے ہیں افسردگی سے سخت بیدردانہ، ہم شعلہ ہاندرِ بندر، بلکہ آتش خانہ، ہم

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھا گیا

حسرتِ عرضِ تمنائیاں سے سمجھا چاہیے دو جہاں حشر زبانِ خشک ہیں جوں شانہ، ہم
کشتیِ عالم بہ طوفانِ تغافل دے کہ ہیں عالمِ آبِ گلزارِ جوہر افسانہ، ہم
وحشتِ بے ربطی بیچ و خم، ہستی نہ پوچھ
ننگِ بالیدن ہیں، جوں موے سردوانہ، ہم

پاؤں میں جب وہ جتنا باندھتے ہیں میرے ہاتھوں کو جتنا باندھتے ہیں
آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے؟ م ہم بھی ایک اپنی ہوا باندھتے ہیں
حسنِ افسردہ دلی ہا رنگیں شوق کو پابِ جنت باندھتے ہیں
تیرے بیمار پہ ہیں فریادی وہ جو کاغذ میں دوا باندھتے ہیں
قید میں بھی ہے، اسیری، آزاد چشمِ زنجیر کو واد باندھتے ہیں
شیخ جی، کیسے کا جانا معلوم آپ مسجد میں گدھا باندھتے ہیں
کس کا دل زلف سے بھاگا؟ کہ اسد
دستِ شانہ بہ قفا باندھتے ہیں

تیرے تو سن کو صبا باندھتے ہیں م ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتے ہیں
تیری فرصت کے مقابل اے عمر م برق کو پابِ جنت باندھتے ہیں
قیدِ ہستی سے رہائی معلوم م اشک کو بے سرو پا باندھتے ہیں

نشر رنگ سے ہے، واشر گل م مست کب بن قریب باندھتے ہیں
 غلطی ہاے مضامین مت پوچھ م لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں
 اہل تدبیر کی دامانگیاں م آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں
 سادہ چرکار میں خوباں، غالب م ہم سے پیمان وفا باندھتے ہیں

طاؤس نمط، داغ کے گز رنگ نکالوں یک فرو لب نامہ نیرنگ نکالوں
 گو تیری رفتار کہ صحرے زمیں کو جوں قمری بسمل، تپش آہنگ نکالوں
 دامان شفق، طرف نقاب نہ لبے ناخن کو جگر کاوی میں بے رنگ نکالوں
 کیفیت دیگر ہے، فشارِ دلِ خوین ! یک غنچہ سے صدمے کے گز رنگ نکالوں
 پیمانہ وسعت کہ شوق ہوں لے رشک محفل سے مگر شمع کو دل تنگ نکالوں
 گر ہو بلکہ شوق مری خاک کو وحشت صحر کو بھی گھر سے کئی فرسنگ نکالوں

فریاد ! اسد غفلتِ سوائی دل سے
 کس پردے میں فریاد کی آہنگ نکالوں

کی صفت میں امید کو دل تنگ نکالوں؟ میں خام ہوں آتش میں چھوٹ رنگ نکالوں
 نے کو چہ سوائی وزنجیر پریشاں کس پردے میں فریاد کی آہنگ نکالوں
 یک نشوونما جاہنیں بولان ہوس کو ہر چند بقیہ دل تنگ نکالوں

گر جلوہ خورشید خیریدار و ف ہو جوں ذرہ، صدائے بے رنگ نکالوں
 افسردہ تمکین ہے، نفس گرمی اجباب پھر شیشے سے عطر شرر سبب نکالوں
 ضعف آئینہ پردازی دستِ دگرال ہے تصویر کے پردے میں مگر رنگ نکالوں
 ہے غیرت الفت کہ امدا اس کی ادا پر
 گر دیدہ و دل صلح کریں، جنگ نکالوں

بقدر لفظ معنی، فکرِ احرام گریاں ہیں وگرنہ کیجیے تو ذرہ عریاں، ہم نمایاں ہیں
 عروج نشہ و دامانگی پیمانہ محمل تر برنگ لیشہ تاک آبلے جاوے میں پنہاں ہیں
 بہ وحشت گاہ امکاں اتفاقِ چشم شکل ہے مدِ عشقِ باہم سازیک خواب پریشاں ہیں
 طلسم آفرینش، حلقہ یک بزم ماتم ہے زمانے کے شب بیدار سے معرے سر پریشاں ہیں
 کیس بے مہر کی تمثال کا ہے جلوہ سیمائی کہ مثلِ ذرہ ہلے خاک آئینے پر افشاں ہیں
 نہ انشا معنی مصنون نہ الاما صورتِ موزوں عنایت نامہ لے اہل دنیا، ہر تہ عنوان ہیں
 مگر آتش ہمارا کو کب اقبال چمکاوے وگرنہ مثلِ خار خشک مردودِ گلستاں ہیں

اسد بزم تماشا میں لغتِ فنی پردہ دای ہے
 اگر ڈھانپے تو آنکھیں ڈھانپے ہم تصویر عریاں ہیں

ہم سے کھل جاؤ یہ وقت ہے پستی ایک دن م درد ہم چھیریں گے رکھ کر غمِ رستی ایک دن
غمرہ اور بنائے عالم امکان نہ ہو م اس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن
قصر کی پیتے تھے نئے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں م رنگ لاوے گی ہماری فاقہ مستی، ایک دن
نغمہ ہائے غم کو بھی لائے دل، غنیمت جانے م بے صلہ سو جائے گا، یہ سازِ مستی، ایک دن
دھول دھپا، اس ہر پانا ناز کا شیوہ نہیں م ہم ہی کر بیٹھے تھے غالبِ پستی، ایک دن

رنگِ طرب ہے صورتِ عہدِ وفا گرو تھا کس قدر شکستہ کہ ہے جا بجا گرو
پروازِ نقد، دامِ تمنائے جلوہ تھا طاووس نے اک آنہ خانہ رکھا گرو
عرضِ بساطِ انجمنِ رنگِ مفت ہے موجِ بہار رکھتی ہے اک بودیا گرو
ہر ورقہ خاکِ عرضِ تمنائے رفعتاں آئینہ ہا شکستہ، و تیشاں ہا گرو
ہے تاک میں سکھ ہو سہرِ صدقِ شراب تسبیحِ زاہاں، بکھٹِ مدعا گرو
برقِ آبِ بارِ فرصتِ رنگِ دیدہ ہوں جوں نخلِ شمع، ریشے میں نشوونما گرو
طاقتِ بساطِ دستِ نگہ یک قدم نہیں جوں اشکِ جب تلک رکھوں دُستِ پا گرو
ہے وحشتِ جنوں بہار اس قدر کہ ہے بالِ پری، بہ شوقِ موجِ صبا گرو
بے تابِ سیرِ دل ہے، سہرِ ناخنِ نگار یاں نفل ہے بہ آتشِ رنگِ حنا گرو

ہوں سخت جان کاوشِ فکرِ سخنِ اسد

تیشے کی، کوہِ سار میں ہے یک صد گرو

شکوہ و شکر کو شکرِ بیم و امید کا سمجھ خانہ آگہیِ خراب! دل نہ سمجھ، بلا سمجھ
ریگِ روان و ہر تیشِ درسِ تسلیِ شعاع آئینہ توڑ لائے خیالِ جلوے کو فوں بہا سمجھ
وحشتِ دردِ بیکسی بے انزاس قدر نہیں رشتہ عمرِ خضر کو نالہ نارسا سمجھ
شوقِ عیاں گسل اگر دوس جنوں ہوں کسے جادہ سیرِ دو جہاں یک مژدہ خوابِ پاسم سمجھ
گاہ بخدا امیدوار کہ نہ جمیم بیمِ ناک گرچہ خدا کی یاد ہے، کلفتِ ماسوا سمجھ
شوخیِ حسن و عشق ہے آئینہ دارِ ہمدگر خار کو بے نیامِ جان، ہم کو برہنہ پاسم سمجھ
اے بہ سرابِ حسنِ خلقِ تشنہ سخی امتحاں شوق کو مستغفل نہ کر، ناز کو التجا سمجھ

نغمہ بے دلاں، اسد سازِ فسانگی نہیں

بِسمِملِ دردِ خفتہ ہوں، گریے کو مابھرا سمجھ

کلفتِ رابطِ این و آن غفلتِ مدعا سمجھ شوق کرے جو سرگراں محلِ خوابِ پاسم سمجھ
جلوہ نہیں ہے دروِ سرا آئینہ صدلی نہ کر عکس کیا؟ کو نظرِ نقش کو مدعا سمجھ
حیرت اگر خرام ہے، کارِ نگہ تمام ہے گر کلفتِ دستِ بام ہے آئینے کو ہوا سمجھ
ہے خطِ عجزِ مالتو، اولِ درسِ آرزو ہے یہ سیاقِ گفتگو، کچھ نہ سمجھ، فنا سمجھ
شیشہ شکستِ اعتبارِ رنگِ بگوشِ استوار گردِ میٹیں یہ کوہِ سارا آپ کو تو صدرا سمجھ
نغمہ ہے محوِ سازِ نغمہ، نشہ ہے بے نیازہ رندِ تمام نازرہ، خلق کو پار سمجھ
چہرِ پی پہلوئے خیالِ رزقِ دو عالم احتمال کل ہے جو وعدہ وصال آج بھی اے خدا سمجھ

نئے سرو برگ آزدوئے رہ و رسم گفتگو اے دل و جان خلق، تو ہم کو آشنا سمجھ
 لغزش پا کو ہے بلد، نغمہ "یا علی مدو"
 ٹوٹے گرد آئند، اسد، سب کو توں بہا سمجھ

دل ہی نہیں کہ منتِ درباں اٹھائیے کس کو وفا کا سلسلہ جُباں اٹھائیے؟
 تاجِ دماغ بیٹھیے نقصاں اٹھائیے؟ اب چار سوئے عشق سے دوکان اٹھائیے
 صد جلوہ روبرو ہے جو مژگاں اٹھائیے م طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھائیے
 ہستی، فریب نامہ موجِ سراپا ہے یک عمر نازِ شوخی عنوان اٹھائیے
 ہے رنگ پر براتِ مہاشِ جنوں عشق م یعنی، ہنوز منتِ طفلان اٹھائیے
 ضبطِ جنوں سے ہر سرِ موہ ہے ترانہ خیز یک نالہ بیٹھیے تو، نیستاں اٹھائیے
 نذرِ خواشِ نالہ، سرِ شکِ نمک اثر لطفِ کرم، بدولتِ مہماں اٹھائیے
 دیوارِ بارِ منتِ مزدور سے ہے خم م اے خانماںِ نواب نہ احساں اٹھائیے
 یا میرے زخمِ رشک کو روانہ کیجیے م یا پردہٴ تبسم پہناں اٹھائیے
 انکور، سچی بے سرو پائی سے سبز ہے
 غالب، بدوشِ دلِ خمِ مستان اٹھائیے

ہے بزمِ تباں میں سخنِ آزدہ لبوں سے م تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشامد طلبوں سے

ہے دورِ قدح، دبیر پریشانی صہبا م یک بار لگا دو ختم سے میرے لبوں سے
 زندانِ درمیکدہ گستاخ ہیں، زاہد م نہ ہمارے ہونا طرف ان بے ادبوں سے
 بیدارِ وفا دیکھ، کہ جاتی رہی آخر م ہر چند مری جان کو تھما ربط لبوں سے
 کیا پوچھے ہے بر خود غلطی ہائے عزیزاں؟ خواری کو بھی اک عار ہے عالی سنوں سے
 گوتم کو رضا جوئی اغیار ہے لیکن جاتی ہے ملاقات کیا ایسے سببوں سے؟

مت پوچھ، اسد، غصہ کم فرصتی زلیبت
 دودن بھی ہو کلٹے، تو قیامت لبوں سے

غمِ دنیا سے گری پائی بھی اُفتِ سراٹھانے کی م فلک کا دیکھنا، تقریبِ تیرے یاد آنے کی
 کھلے گا کس طرح مضمونِ مرے مکتوب کا یارب؟ م قسم کھائی ہے اس کا فز کے جلانے کی
 لپٹا پریناں میں شعلہٴ آتش کا آساں ہے م دے مشکل ہے حکمتِ دل میں سوزِ غم پھیلانے کی
 انہیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا م اٹھے تھے میر گل کو، دیکھنا شوخی پہلنے کی
 ہماری سادگی تھی، التفاتِ ناز پر مرنا م تر آنا تھا، ظالم، مگر تہید جانے کی
 لکھ کو بہ حادث کا تحمل کر نہیں سکتی م مری طاقت کہ فضاں تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی
 کہوں کیا خوبی اوضاعِ ابناء زماں غالب م بدی کی اس نے جس سے ہم نے کی تھی بارِ مائیگی

بساطِ عجز میں تھا ایک دل ایک قطرہ نول وہ بھی م
 سو رہتا ہے بہ اندازِ چکی بن سرنگوں، وہ بھی
 ہے اس شوح سے آزرده، ہم چندے تکلف سے م
 تکلف برطرف، تھا ایک اندازِ جنوں، وہ بھی
 خیالِ مرگ کب تسکین دل آزرده کو بخشے؟ م
 مرے دامِ تمنا میں ہے اک صیدِ زبوں، وہ بھی
 تہ کرتا کاش! نالہ، مجھ کو کیا معلوم تھا، ہمد م
 کہ ہوگا باعثِ افزائشِ درودوں وہ بھی
 تھے عشرت کی خواہش ساقی گردوں سے کیا کیے؟ م
 لیے بیٹھا ہے اک دوچارِ جامِ واژگول، وہ بھی
 نہ اتنا بڑشش تیغِ جفا پر ناز فرماؤ م
 مرے دریاے بے تابی میں ہے اک موجِ نول وہ بھی
 مجھے معلوم ہے جو تونے میرے حق میں ہو چاہے
 کہیں ہو جائے جلد، اے گردشِ گردوں دُور وہ بھی
 نظرِ راحت پہ میری، کہ نہ وعدہ شب کے آنے کا
 کہ میری خوابِ بندی کے لیے ہوگا فسون وہ بھی

مرے دل میں ہے، غالب، شوقِ وصل و شکوہِ بھلاں م
 خدا وہ دن کرے، تو اس سے میں یہ بھی کہوں، وہ بھی

گشتِ کی میں عالمِ ہستی سے یاس ہے م تسکین کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے
 لیتا نہیں مرے دل آوارہ کی خبر م اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے
 کیجیے بیاں سرور تب غم کہاں تلک؟ م ہر سو، مرے بدن پہ، زبانِ سپاس ہے
 ہے وہ، غرورِ حسن سے بے گانہ وفا م ہر چند اس کے پاس دلِ حق شناس ہے
 پی، جس قدر بے شبِ مہتاب میں شراب م اس بلغی مزاج کو گرمی ہی راس ہے
 کی غم ہے اس کو، جس کا علی سا امام ہو اتنا بھی، اے ملکِ دہ، کیوں بے حواس ہے
 ہریک مکان کو ہے میکس سے شرف، آمد م مجنوں جو مر گیا ہے، تو جھگی اداس ہے

گر خاموشی سے فائدہ اٹھائے حال ہے م خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے
 کس کو سناؤں حسرتِ اظہار کا کلمہ؟ م دل، فروجِ و خرجِ زباں ہائے لال ہے
 کس پر دے میں ہے آئے پرواز؟ اے خدا م رحمت کہ عذر خواہ لب بے سوال ہے
 ہے ہے اخذِ انخواستہ، وہ اور دشمنی م اے شوقِ مُنغفل، یہ تجھے کیا خیال ہے
 مشکیں، لباسِ کعبہ علی کے قدم سے جان م نافِ زمین ہے، نہ کہ نافِ غزال ہے
 وحشتِ پیری، عرصہ آفاق، تنگ تھا م دریا، زمین کو عرقِ انفصال ہے

ہستی کے مت فریب میں آجائو اسد م عالم تمام حلقہ مدام خیال ہے
پہلو تھی نہ کر غم و اندوہ سے اسد
دل وقفِ درد رکھ کر فقیروں کا مال ہے

رفتِ ر عمر قطع رہ اضطراب ہے م اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے
میناے مے ہے، سرو، نشاطِ بہار سے م بالِ تدرؤ، جلوۂ موجِ شراب ہے
زنجی ہوا ہے، پاشنہ پائے ثبات کا م نے بھاگنے کی گون نہ اقامت کی تاب ہے
جوادِ بادہ نوشی زنداں ہے، شہتِ جہت م غافل گماں کرے ہے کہ گیتیِ شراب ہے
نظارہ کیا حریف ہو اس برقِ حسن کا؟ م جوشِ بہار، جلوے کو جس کے نقاب ہے
میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں م مانا کہ تیرے رخ سے نکمہ کامیاب ہے
گورا اسد، مسرتِ پیغامِ یار سے م قاصدِ یہ مجھ کو رشکِ سوال و جواب ہے

جس جاں نیک شانہ کش زلفِ یار ہے م نافہ، دماغِ آہوے دشتِ تار ہے
دل مت گنوا، خبر نہ سہی، سیر ہی سہی م اے بے دماغ، آئینہِ شمالِ دار ہے
زنجیرِ یاد پڑتی ہے، جادے کو دیکھ کر اس چشم سے ہونہ رنگِ یادگار ہے
بے پردہ، سوے وادیِ محبتوں گزر نہ کر م ہر ذرے کے نقاب میں دل بیترا ہے

+ یہ اشعار پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

سودا ئی خیال ہے، طوفانِ رنگ و بو یاں ہے کہ داغِ لالہ، دماغِ بہار ہے
بھونچال میں گرا تھا یہ آئینہ طاق سے حیرتِ شہیدِ مجیشِ ابرو سے یار ہے
حیراں ہوں شوخیِ رگ یا قوت دیکھ کر یاں ہے کہ صحبتِ شخص و آتشِ بلار ہے
اے غنایبِ یک کفِ خسِ بہرِ اشیاں م طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے
غفلتِ کفیلِ عمر، واسدِ ضامنِ نشاط
اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے م

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ، اے آرزو خرامی م دل، جوشِ گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی
کرتے ہو شکوہ کس کا؟ تم اور بے وفائی سر پہنچتے ہیں اپنا، ہم اور نیک نامی
صد رنگ گل کرتنا، و پردہ قتل کرنا تیغِ ادا نہیں ہے پابندِ بے نیامی
اُس شمع کی طرح سے جس کو کوئی بجھا دے م میں بھی، جلے ہوں میں ہوں داغِ ناتمامی
طرفِ سخن نہیں ہے مجھ سے خدانہ کردہ ہے نامہ بر کو اس سے دعوے ہم کلامی
طاقتِ فسانہ باد، اندیشہ شعلہِ ایجاد اے غم، ہنوز آتش اے دل ہنوز خانی !
ہر چند عمر گزری آزدگی میں لیکن ہے شرحِ شوق کو بھی جوں شکوہ، ناتمامی
ہے یاس میں اسد کو ساقی سے بھی فراغت
دریا سے خشک گزری مستوں کی تشنگامی

○ یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا

تغافل دوست ہوں میرا دماغِ عجزِ عالی ہے م اگر پہلو تھی کیجے، تو جا میری بھی خالی ہے
 بُتانِ شوخ کا دل سخت ہو گا کس قدر یارب! مری فریاد کو، کھسار، سازِ عجزِ نالی ہے
 نشانِ بے قرارِ شوق، ہنرِ مژگاں نہیں باقی کئی کانٹے ہیں اور پیراہنِ شکلِ نہالی ہے
 جنوں کرے چمنِ تحریرِ درسِ شغلِ تنہائی نگاہِ شوق کو، صبرِ بھی دیوانِ غزالی ہے
 سستی ہے اہلِ خاک کو ابرِ بہاری سے زینِ بوشِ طرب سے، جامِ ہریرِ زفالی ہے
 رہا آبادِ عالم، اہلِ ہمت کے نہ ہونے سے م بھرے ہیں جس قدر جام و بو، مینا نہ خالی ہے
 اسد، مت رکھ تعجبِ خروماغی ہائے مغم کا
 کہ یہ نام بھی شیرانِ میدانِ قالی ہے

ہر قدم، دوری منزل ہے نمایاں مجھ سے م میری رفتار سے، بھاگے ہے بیاباں مجھ سے
 درسِ عنوانِ تماشا، بہ تغافلِ خوشتر م ہے لکھ، رشتہ شیرانہ مژگاں مجھ سے
 دشتِ آتشِ دل سے، شبِ تنہائی میں م صورتِ دود، ہاں سایہ گریزاں مجھ سے
 انرا بلہ سے، جادۂ صحرا سے جنوں م صورتِ رشتہ گم ہے پیراغاں مجھ سے
 بخودی، بسترِ تمہیدِ فراغت ہو جو! م پڑے سارے کی طرح، میرا بستان مجھ سے
 شوقِ دیدار میں، گر تو مجھے گردنِ مالے م ہونکہ، مثلِ گلِ شمع، پریشاں مجھ سے
 بے کسی ہاں شبِ بھر کی دشت ہے ہے! م سایہ خورشیدِ قیامت میں ہے پہناں مجھ سے
 گردشِ ساغرِ صدِ جلوۂ رنگین، تجھ سے م آنہ داری یک دیدہ تیراں مجھ سے

لکھ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے، اسد م ہے چراغاںِ خس و خاشاکِ گلستاں مجھ سے
 دشت کہاں کہ بے خودی انشا کرے کوئی؟ ہستی کو لفظِ معنی عناق کرے کوئی
 لختِ جگر سے ہے رگِ ہر خارِ شاخِ گل م تاجِ بادِ غبانی صحرَا کرے کوئی
 جو کچھ ہے، محوِ شوخی ابرو سے یار ہے آنکھوں کو رکھ کے طاقِ پیکھا کرے کوئی
 ہر سنگِ دشت ہے صدفِ گہرِ شکست م نقصان نہیں جنوں سے جو سودا کرے کوئی
 ہے دشتِ طبیعتِ ایجاد، یاسِ خیز م یہ دروہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی
 ناکامی نگاہ ہے برقِ نظرِ ارہ سوز م تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی
 عرضِ سرِ شک پر ہے، فصلائے زمانہ تنگ صحرَا کہاں کہ دعوتِ دریا کرے کوئی
 خوانا نہیں ہے خطِ رقمِ اضطرار کا تدبیرِ بیچ تابِ نفس کیا کرے کوئی
 وہ شوخ اپنے حسن پہ مغرور ہے اسد
 دکھلا کے اس کو اُٹھ توڑا کرے کوئی

جب تک وہاں زخم نہ پیدا کرے کوئی م مشکل کہ تجھ سے راہِ سخنِ واکرے کوئی
 سرِ ہر ہوئی نہ وعدہ صبرِ آزما سے عمر م فرصت کہاں کہ تیری تماشا کرے کوئی
 عالم، غبارِ دشتِ مجنوں ہے، سرِ بسر م کب تک خیالِ طرۂ میلہ اکرے کوئی

افسردگی نہیں طربِ انشاء التفات م ہاں دروین کے دل میں مگر جا کرے کوئی
 رونے سے اے ندیم، طامت نہ کر مجھے م آخر کبھی تو عقدہ دل واکرے کوئی
 فتنہ لجلوہ عرض کر اے حسن کب تلک آئینہ خیال کو دیکھ کرے کوئی
 چاک جگر سے جب رو پرش نہ واہوئی م کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی
 بیکاری جنوں کو ہے سر پٹنے کا شغل م جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی
 حسنِ فردغِ شمعِ سخن دور ہے، اسد م پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

جو نقدِ داغ دل کی کرے شعلہ پاسبانی م تو فسردگی نہاں ہے بہ کمین بے زبانی
 مجھے اُس سے کیا توقع یہ زمانہ جوانی م کبھی کودکی میں جس نے نہ سنی مری کہانی
 یوں ہی دکھ کسی کو دینا نہیں خوب درد نہ کہتا م کہ "مرے عدد کو، یارب، ملے میری زندگانی"

اُکھ مری جان کو قرار نہیں ہے م طاقتِ بیدادِ انتظار نہیں ہے
 دیتے ہیں جنتِ حیاتِ دہر کے بدلے م نشہ بہ اندازہ خمار نہیں ہے
 گریہ نکالے ہے تیری بزم سے مجھ کو م ہاے! کہ رونے پہ اختیار نہیں ہے
 ہم سے جنت ہے، گمانِ رنجشِ خاطر م خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے

یہ اشارِ نسخہ حیدر (۱۸۲۱ء) کے ایک قصیدے کے ہیں۔ غالب نے دیہی سے الگ کر کے اپنے دیوان (اشاعتِ اول) میں بطور غزل شامل کر لیے۔

دل سے اٹھا لطفِ جلوہ ہاے معافی م غیر گل! آئینہ بہار نہیں ہے
 قتل کا میرے کیا ہے عہد تو، باسے م دلے! اگر عہدِ استوار نہیں ہے
 تو نے قسم میکشی کی کھائی ہے غالب؟ م تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے

نہ ہوئی گھر مے مرنے سے تسلی، نہ سہی م امتحاں اور بھی باقی ہو، تو یہ بھی نہ سہی
 خارِ خارِ المِ حسرتِ دیدار تو ہے م شوقِ گلچینِ گلستانِ تسلی نہ سہی
 کے پرستانِ خم مے منہ سے لگائے ہی بنے م ایک دن گرنے ہوا بزم میں ساقی، نہ سہی
 نفسِ قیس کہ ہے چشمِ و چراغِ صحرا م گر نہیں شمعِ سیہ خانہ لیلی، نہ سہی
 ایک ہنگامے پر موقوف ہے گھر کی رونق م نوحہ غم ہی سہی، نغمہ شادی نہ سہی
 نہ ستائش کی تمنا، نہ صلے کی پروا م گز نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی
 عشرتِ صحبتِ خوباں ہی غنیمت سمجھو م نہ ہوئی، غالب! اگر عمرِ طبعی، نہ سہی

پھونکتا ہے نالہ ہر شبِ صورِ امیرِ افسیل کی ہم کو جلدی ہے مگر تو نے قیامت ٹھیل کی
 کی ہیں کس پانی سے یاں یقوتِ آنکھیں سفید؟ ہے جوانی پیر بہن، ہر موجِ رودِ نیل کی
 عرش پر تیرے قدم سے ہے دماغِ گردِ رہ عرش پر تیرے قدم سے ہے دماغِ گردِ رہ
 معدادِ پردہ، یعنی جو کہوں باطل سمجھ وہ فرنگی زادہ کھاتا ہے قسمِ انجیل کی
 خیر خواہ دید ہوں، از بہر دفعِ چشمِ زخم کھینچتا ہوں اپنی آنکھوں میں سلاخیل کی

نالہ کھینچا ہے، سراپا داغِ جرات ہوں اسد کیا منزل ہے میرے جرمِ آرزو تاویل کی؟

کیا ہے ترکِ دنیا کا ہلی سے ہمیں حاصل نہیں بے حاصلی سے
خارجِ دیہر ویراں، یک کفِ خاک بیاباںِ خوش ہوں تیری عالمی سے
پرافشاں ہو گئے شعلے ہزاروں رہے ہم داغ، اپنی کاہلی سے
خدا، یعنی پردے سے مہرباں تر پھرے ہم در بدر ناقابل سے
اسد قربانِ لطفِ جو بیدل
خبر لیتے ہیں لیکن بیدلی سے

ربطِ تیز اعیان، دروئے صدا ہے اعلیٰ کو سرمہ چشم، آواز آشنا، ہے
موسے داغِ وحشت، سرشتہ فنا ہے شیرازہِ دو عالم، یک آہِ بارسا، ہے
دیوانگی ہے تجھ کو درسِ خرام دینا موج بہار، یکسر زنجیرِ نقشِ پا، ہے
پروانے سے ہو شاید، تسکینِ شعلہ شمع آسائشِ وفا، بیتابی جفا، ہے
اے اضطرابِ مرکب، یک سجدہ و تمکین میں بھی ہوں شمعِ کشتہ، گریخِ غنوں بہا، ہے
نئے حسرتِ تسلی، نے ذوقِ بے قراری یک درد و صدمہ دل ہے یک دستِ صفا، ہے
دریاے نے ہے ساقی، لیکن خمار باقی تا کو چہ داغِ موجِ خمیازہ آشنا، ہے
وحشت نہ کھینچ، قاتلِ حیرت نفسِ بے عمل جب نالہ خوں ہو، غافلِ تاثیر کربلا، ہے

بت خانے میں اسد بھی بندہ تھا گاہ گاہے حضرت چلے حرم کو، اب آپ کا خدا ہے

گریاسِ سر نہ کھینچے، تنگیِ عجب فضا ہے وسعتِ گہ تمنا، یک بام و صدمہ ہوا ہے
ہریم زنِ دو عالم، تکلیفِ یک صدا ہے مینا شکستگان کو کھسار خوں بہا، ہے
فکرِ سخن یک انشا ز ندانیِ خوشی دودِ چراغ، گویا، زنجیرِ بے صدا، ہے
موزوں دو عالم، قربانِ سازِ یک درد مصرعِ نالہ نے ہستہ ہزار جا، ہے
درسِ خرام تا کے خمیازہ روانی؟ اس موجِ نے کو، غافلِ پیمانہ نقشِ پا، ہے
گردش میں لا، تجلی، صدا سا غر تسلی! چشمِ تجیرِ آغوشِ محمود ہر ادا، ہے
یک برگِ بے لوائی، مددِ دعوتِ نیستان طوفانِ نالہ دل، تا موجِ بویا، ہے
اے غنچہِ تمتا، یعنی کفِ نگاریں دل دے تو ہم بتا دیں، مٹھی میں تیری کیا، ہے

ہر نالہ اسد ہے مضمونِ وادِ خواہی

یعنی، سخن کو کاغذِ احترامِ مدعا ہے

ذوقِ خود داری، خرابِ وحشتِ تغیر ہے آئینہ خانہ، مری تمثال کو، زنجیر ہے
ذہ دے مجھوں کے کس داغ کو پروازِ عرفی؟ ہر بیاباں یک بیاباںِ حسرتِ تعمیر ہے
میکشِ مضمون کو حسنِ ربطِ خط کیا چاہیے؟ لغزشِ رفتِ ارخانہِ مستیِ تحریر ہے
خامنانِ جبریاں غافلِ از معنیِ خراب! جب ہوے ہم بے گنہِ رحمت کی کیا تقصیر ہے؟

چاہے گرجنت، جزاؤم وارث آدم نہیں شوخی ایمان زائد، سستی تدبیر ہے
شب دراز و آتش دل تیز یعنی شل شمع! مد، زسرتا ناخن پا، رزق یک گیر ہے
آب ہو جلتے ہیں، ننگ ہمت باطل ہے مرد
اشک پیدا کر، اسد گر آہ بے تاثیر ہے

رباعیات

دل، سوزِ جنوں سے جلوہ منظر ہے آج نیرنگ زمانہ، فتنہ پرور ہے آج
یک تارِ نفس میں جوں طنابِ صباغ ہر پارہٴ دل، ہر رنگِ دیکھ ہے آج

مشکل ہے، زبیں، کلام میرا، اے دل سن سن کے اُسے سخنورانِ کامل
آساں کہنے کی، کرتے ہیں فرمایش ۱ ”گویم مشکل، وگرنہ گویم مشکل“

إضافة آخر نسخة حمید

۶۱۸۲۲

تا

۶۱۸۲۴

مستغرق

نسخہ شیرانی

۶۱۸۲۴

چاہے گرجت، جزاؤں وارث آدم نہیں شوخی ایمان زاہد، سستی تدبیر ہے
شب دراز و آتش دل تیز، یعنی شعلہ شمع! مد، زمرتا خنیا، رزق یک شگیر ہے
آب ہو جلتے ہیں، ننگ بہت باطل ہے مرد
اشک پیدا کر، اسد گرہ بے تاثیر ہے

رباعیات

دل، سوزِ جنوں سے جلوہ منظر ہے آج نیرنگِ زمانہ، فتنہ پرور ہے آج
یک تارِ نفس میں جوں طنابِ صباغ ہر پارہٴ دل، ہر رنگِ دیکھ ہے آج

مشکل ہے، زلیں، کلام میرا، اے دل سن سن کے اُسے سخنورانِ کامل
آساں کہنے کی، کرتے ہیں فرمایش ۲ ”گویم مشکل، وگرنہ گویم مشکل“

إضافة آخر نسخة حمید

۶۱۸۲۲

تا

۶۱۸۲۴

مستفرد

نسخہ شیرانی

۶۱۸۲۴

○... بعد از ۱۸۲۱ء (حاشیہ ق)

دھکی میں مر گیا، جو نہ بابِ نیر و تھا م عشقِ نیر و پیشہ، طلبِ کارِ مرد تھا
تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا م اُڑنے سے پیشتر بھی، مرا رنگِ زرد تھا
تالیفِ نسخہ ہاے وفا کر رہا تھا میں م مجموعہ خیال ابھی فروزہ تھا
دل تاجگر، کہ ساحلِ دریاے خوں ہے اب م اس رہ گزریں، جلوہ گل، آگے گود تھا
جاتی ہے کوئی کشمکشِ اندوہِ عشق کی م دل بھی اگر گیا، تو وہی دل کا درد تھا
اجباب، چارہ سازی و حشت نہ کر سکے م زنداں میں بھی، خیالِ بیاباں نورد تھا
یہ لاشِ بے کفن! اسِ خستہ جاں کی ہے م حقِ مغفرت کرے! عجب آزاد مرد تھا

محرم نہیں ہے تو ہی، لڑا ہاے راز کا م یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا
رنگِ شکستہ، صبحِ بہارِ نظارہ ہے م یہ وقت ہے شگفتنِ گلہاے ناز کا
تو اور سوئے غیرِ نظر ہاے تیز تیز! م میں اور دکھ تری مزہ ہاے دراز کا
صرف ہے ضبطِ آہ میں میرا، وگرنہ میں م طعمہ ہوں، ایک ہی نفسِ جاں گداز کا
ہیں بس کہ جوشِ بادہ سے شیشے اُٹھل ہے م ہر گوشہ بساط ہے سریشہ باز کا
کاوش کا دل کہے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز م ناخن پر قرض، اس، گرہ نیم باز کا
تاراجِ کاوشِ غم، بھرا ہوا، اسد م سینہ، کہ تھا دینہ گہرا ہاے راز کا

دوست، غنچاری میں میری سعی فرمادیں گے کیا؟ م زخم کے بھرنے تلکِ ناخن نہ بڑھ جاویں گے کیا؟

○... بعد از ۱۸۲۱ء (حاشیہ ق)

بے نیازی سے گزری بندہ پوزکِ تلک م ہم کہیں گے حالِ دل، اور آپ فرمادیں گے کیا؟
حضرتِ ناصح گراویں دیدہ دلِ فرسِ راہ م کوئی سمجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھادیں گے کیا
آج دل تیغ و کفن باندھے ہوئے جاہلوں میں م غدر میرے قتل کرنے میں وہ اب لاویں گے کیا؟
گر کیا ناصح نے ہم کو قید، اچھا، یوں، سہی م یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جاویں گے کیا؟
خانہ زارِ زلف ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں؟ م ہیں گرفتارِ وفا، زنداں سے گھبریں گے کیا؟
ہے اب اس معوے میں قوطِ غمِ الفت! اسد م ہم نے یہ مانا کہ وفا میں ہیں لکھا دیں گے کیا؟

عشرتِ قطرہ ہے، دریا میں فٹ ہو جانا م درد کا حد سے گزرنا، ہے دوا ہو جانا
تجھے سے قیمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد م تھا کھجا، بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا
دل ہوا، کشمکشِ چارہ زحمت میں، تمام م مٹ گیا، گھسنے میں اس عقیقے کا وا ہو جانا
اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم، اللہ اللہ م اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا
ضعف سے، اگر یہ، مبتدلِ بدیمِ سرور ہوا م باور آیا ہمیں پانی کا، ہوا ہو جانا
دل سے مٹنا تری انگشتِ جنائی کا خیال م ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا
ہے مجھے، ابرِ بہاری کا برس کر گھلتا م روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا
گر نہیں نہکت گل کو تم سے کوچے کی ہوس م کیوں ہے گردِ وہِ جولانِ صبا ہو جانا
تاکہ تجھ پر کھلے اعجازِ ہوائے صیقل م دیکھ برسات میں سبز آئینے کا ہو جانا
بچنے ہے جلوہ گل، ذوقِ تماشا، غالب م چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا

○ ... بعد از ۱۸۲۱ء (حاشیق)

پھر ہوا وقت کہ ہوبال کشا موج شراب م فے بٹے کو دل دوست ثنا، موج شراب
 پوچھ مت وجہ سبب مستی ارباب چمن م سایہ تاک میں ہوتی ہے ہوا موج شراب
 جو ہوا غرقہ مئے، بخت رسا رکھتا ہے م سرے گزے پہ بھی ہے بال ہوا موج شراب
 ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے، اگر م موج ہستی کو کرے فیض ہوا موج شراب
 چار موج اٹھتی ہے طوفان طرب سے ہر سو م موج گل موج شفق، موج صبا، موج شراب
 جس قدر روح نباتی ہے جگر تشنہ ناز م دے ہے تسکین بدم آب بقا، موج شراب
 بس کہ دھڑے ہے رگ تاک میں نون ہو کر م شہر لنگ ہے بال کشا، موج شراب
 موج گل سے چراغاں ہے گور کاو خیال م ہے تصور میں زبیں جلوہ نما، موج شراب
 نشے کے پرے میں ہے عورتا شاے و لغ م بس کہ کھتی ہے سر نشو و نما، موج شراب
 ایک عالم پر ہے طوفانی کیفیت فصل م موج سبزہ لوخیز سے تا موج شراب
 شرح ہنگامہ ہستی ہے، نہ ہے! موسم گل م رہبر قطرہ بدایا ہے! خوشا! موج شراب
 ہوش اٹتے ہیں سرے جلوہ گل دیکھ، اسد م پھر ہوا وقت کہ ہوبال کشا موج شراب

رہا اگر کوئی تاقیامت سلامت م پھر اک روز مرتا ہے، حضرت سلامت
 جگر کو مرے، عشقِ خونا بہ مشرب م لکھے ہے: "خداوندِ نعمت سلامت!"
 دو عالم کی ہستی پہ خطِ فست کھینچ م دل دوست ارباب بہمت سلامت!
 علی الزعم دشمن شہیدِ وفا ہوں م مبارک! مبارک! سلامت! سلامت!

○ ... بعد از ۱۸۲۱ء (حاشیق)

نہیں گم بہ کام دل خستہ، گردوں م جگر خانی جوشِ حسرت سلامت!
 نہیں گم سرو برگ ادراکِ معنی م تماشاے نیرنگِ صورت سلامت!
 نہ اوروں کی سنتا، نہ کہتا ہوں اپنی م سرخستہ و شور و وحشت سلامت!
 وفورِ وفا ہے، ہجومِ بلا ہے سلامت م سلامت سلامت، سلامت سلامت!
 نہ فکر سلامت، نہ بیم ملامت م زخو و زنگی ہاے حیرت سلامت!
 رہے غالبِ خستہ، مغلوبِ گردوں
 یہ کیا بے نیازی ہے، حضرت سلامت!

کب فقیروں کو سائی بُتِ عوار کے پاس م تو بے بود بچے مینانے کی دیوار کے پاس
 مزہ لے ذوقِ امیری! کہ نظر آتا ہے! م دامنِ خالی، نفسِ مرغِ گرفتار کے پاس
 جگر تشنہ آزار، تسلی نہ ہوا! م جوے خون ہم نے بہائی بنِ مرغا کے پاس
 مین گئیں، کھولتے ہی کھولتے، آنکھیں ہے م خوب وقت گئے تم اس عاشقِ بیمار کے پاس
 میں بھی رک ک کے نہ مرتا، جوزباں کے پرے م دشمن اک تیز سا ہوتا مرے غمِ خوار کے پاس
 دہن شیریں جا بیٹھیے، لیکن لے دل م نہ کھڑے ہو جیے خوابانِ دل آزار کے پاس
 دیکھ کر تجھ کو، چن بس کہ نمون کرتا ہے م خود بخود پہنچے ہے گلِ گوشہ دستار کے پاس
 مرگیا، پھوڑ کے سر، غالبِ وحشی ہے م بیٹھنا اُس کا وہ، اگر تری دیوار کے پاس

○ ... بعد از ۱۸۲۱ء (حاشیق)

ہے کس قدر ہلاکِ فریبِ وفاے گل ! م بلب کے کار و بار پہ ہیں، خند و ہلے گل
 آزادی نسیم مبارک ! کہ ہر طرف م ٹوٹے پڑے ہیں حلقہء دام ہوائے گل
 جو تھا، سو موج رنگ کے دھوکے میں مر گیا م لے وائے انا، لبِ خوین لڑائے گل
 دیوانگیاں کا چہارہ فروغ بہار ہے ہے شاخِ گل میں پنچہ نوبیاں، بجائے گل
 خوش حال اُس تریفِ سیہ مت کا کہ تو م رکھتا ہو، مثلِ سایہ گل، سر پہ پائے گل
 ایجا کرتی ہے اسے تیرے لیے، بہار م میرا قیب ہے، نفسِ عطر لے گل
 مژگاں تلک رسائیِ لختِ جگر کہاں ؟ لے وائے ! گر نگاہ نہ ہو آشنائے گل
 شرمندہ رکھتے ہیں مجھے باوہار سے م مینا بے شراب، دل بے ہوائے گل
 سطوت سے تیرے جلوہ حسنِ غفور کی م خوں ہے مری نگاہ میں، رنگِ ادائے گل
 تیرے ہی جلوے کلے یہ دھوکا کہ آج تک م بے اختیار دوڑے ہے گل در قفائے گل
 غالب مجھے ہے اُس سے ہم آغوشی آرزو م جس کا خیال ہے گل حیبِ قبائے گل

اپنے احوالِ دلِ زار کہوں یا نہ کہوں ؟ ہے حیا مانعِ اظہار، کہوں یا نہ کہوں ؟
 نہیں کرنے کا، میں، تقریرِ ادب سے باہر میں بھی ہوں محرمِ اسرار، کہوں یا نہ کہوں ؟
 شکر سمجھو اسے، یا کوئی شکایت سمجھو اپنی ہستی سے ہوں بیزار، کہوں یا نہ کہوں ؟

لے یہ غزل دیوانِ نوابِ اہلِ بخش خاں معروف دہلوی متوفی ۱۸۲۶ء کے ایک مختص میں ملتی ہے۔ قیاس ہے کہ یہ ۱۸۲۱ء کے بعد ہی لکھی گئی ہوگی کیوں کہ یہ ۱۸۱۶ء (۱۲۱۶ھ) اور ۱۸۲۱ء (۱۲۲۱ھ) دونوں میں شامل نہیں۔

○ ... بعد از ۱۸۲۱ء (حاشیق)

اپنے دل ہی سے، میں احوالِ گرفتاریِ دل جب نہ پاؤں کوئی غمِ خوار، کہوں یا نہ کہوں ؟
 دل کے ہاتھوں سے کہ ہے دشمنِ جانی میرا ہوں اک آفت میں گرفتار، کہوں یا نہ کہوں ؟
 میں تو دیوانہ ہوں اور ایک جہاں ہے غماز گوش ہیں واپس دیوار، کہوں یا نہ کہوں ؟
 آپ سے وہ مرا احوال نہ پوچھے، تو، اسد
 حسبِ حال اپنے پھر اشد کہوں یا نہ کہوں ؟

مانعِ دشتِ لوردی کوئی تدبیر نہیں م ایک چکھ ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں
 شوقِ اُس دشت میں ڈٹائے ہے مجھ کو کہ جہاں م جادو، غیر از نگہ ویدہ تقویر نہیں
 حسرتِ لذتِ آزار رہی جاتی ہے م جادو راہِ وفا، جز دمِ شمشیر، نہیں
 رنجِ نو میدی جاوید گوارا رہیو ! م خوش ہوں گر نالہ زبونی کشنِ تاثیر، نہیں
 سر کھجاتا ہے، جہاں زخمِ سراپا ہو جائے م لذتِ سنگ، بہ اندازہ تقویر، نہیں
 اُٹھ دام کو سبزے میں چھپانا ہے عبث کہ پری زادِ نظر، قابلِ تسخیر، نہیں
 مثلِ گل، زخم ہے میرا بھی سناں سے توام تیرا ترکش ہی کچھ آہستی تیر، نہیں
 جب کرمِ زہمت بے باکی و گستاخی سے م کوئی تفصیر، بحرِ خجلتِ تقصیر، نہیں
 میرے شعر کا احوال کہوں کیا، غالب ؟ جس کا دیوان کم از گلشنِ سرا، نہیں
 غالب، اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ م ”آپ بے بہرہ ہے تو بھد میر، نہیں“

لے ق = سے ریتختے کا وہ ظہوری ہے، بقولِ ناسخ

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پر رشک آجائے ہے م
 میں اُسے دیکھوں، بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے
 ہاتھ دھو دل سے، یہی گرمی گرائدیشے میں ہے م
 آبگینہ، شہری صہبائے پگھلا جائے ہے
 غیر کو، یارب، وہ کیونکر منع گستاخی کرے؟ م
 گر حیا بھی اُس کو آتی ہے تو شرما جائے ہے
 شوق کو یہ لٹ کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے م
 دل کی وہ حالت، کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے
 دورِ چشم بدتری بزمِ طرب سے! واہ، واہ! م
 نغمہ ہو جاتا ہے، واں گر نالہ میرا جائے ہے
 گرچہ ہے طرزِ تغافل، پردہ دارِ رازِ عشق م
 پر ہم ایسے کھوئے جلتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے
 اُس کی بزمِ آرائیں اُن سن کو، دلِ رنجوئیاں م
 مثلِ نقشِ مدِ علی غیر، بیٹھا جائے ہے
 ہو کے عاشق، وہ پری رُخ اور نازک بن گیا م
 رنگ کھلتا جائے ہے، جتنا کہ اُڑتا جائے ہے

نقش کو اُس کے مصوٰر پر بھی کیا کیا نازیں! م
 کھینچتا ہے جس قدر، اُتنا ہی کھینچتا جائے ہے
 سایہ میرا، مجھ سے، مثلِ دود، بھلگے ہے! اسدا! م
 پاس مجھ آتشِ بجاں کے کس سے ٹھہرا جائے ہے؟

مسجد کے زیرِ سایہ، خرابات چاہیے م بھوں پاس آنکھ، قبلہ حاجات چاہیے
 وہ بات چاہتے ہو کہ جو بات چاہیے صاحب کے ہم لتیں کو کلمات چاہیے
 عاشق ہوئے ہیں آپ بھی ایک ادِ شخص پر م آخرِ ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے
 دے داد لے فلکِ دلِ حیرت پرست کی م ہاں کچھ نہ کچھ تلافیِ مافات چاہیے
 سیکھے ہیں، مدِ رنوں کے لیے ہم مصوٰی م تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے
 نئے سے غرضِ نشاط ہے، کس روسیاء کو؟ م اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے
 قطع

نشو و نما ہے اصل سے، غالباً فروغ کو م خاموشی ہی سے نکلتے ہے، جو بات چاہیے
 ہے رنگِ لالہ و گل و نسریں جدا جدا م ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے
 سراپائے خم پر چاہیے ہنگام بے خودی م رُو، سوئے قبلہ وقتِ مناجات چاہیے
 یعنی: محبِ گردشِ پیمانہٴ صفات م عارف، ہمیشہ مست کے ذات چاہیے

○ ... بعد از ۱۸۲۱ء (آخری)

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نے مجھے م تب اماں بھری دی بر دلیالی نے مجھے
نسبہ و نقدِ دو عالم کی حقیقت معلوم م لے لیا مجھ سے مری بہتِ عال نے مجھے
کثرتِ آرائی و حدت ہے پرستاری وہم م کردیا کافرانِ اصنام خیالی نے مجھے
زندگی میں بھی، رہا ذوقِ فنا کا مارا نشہ بخشتا غضب اس ساغرِ خیالی نے مجھے
ہوسِ گل کا تصور میں بھی کھٹکانہ رہا م عجب آرام دیا بے پرو بالی نے مجھے
بس کہ تھی فصلِ خزان چنستانِ سخن رنگِ شہرت نہ دیا تازہ خیالی نے مجھے
جلوۂ خورشید سے فنا ہوتی ہے شبنمِ غالب
گھو دیا سطوتِ اسماءِ جلالی نے مجھے

کبھی نہ کی بھی اُس کے جی میں، گرا جائے ہے مجھ سے م
جفا تیں کمر کے اپنی یاد، شرابا جائے ہے مجھ سے
خدا یا، جذبہٴ دل کی مگر تاثیر اُٹھتی ہے ؟ م
کہ جتنا کھینچتا ہوں، اور کھینچتا جائے ہے مجھ سے
وہ بدخود، اور میری داستانِ عشق طولانی م
عبارت مختصر، قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے
اُدھر وہ بدگانی ہے، اُدھر یہ اتلائی ہے م
نہ پوچھا جائے ہے اس سے، نہ بولا جائے ہے مجھ سے

○ ... بعد از ۱۸۲۱ء (آخری)

سنہلنے دے مجھے، اے ناامیدی، کیا قیامت ہے م
کہ داماںِ خیالِ یار پھوٹا جائے ہے مجھ سے
تکلفِ برطرف، نظارگی میں بھی سہی، لیکن م
وہ دیکھا جائے، کب یہ ظلم دیکھا جائے ہے مجھ سے
ہوئے ہیں پالو ہی پہلے، نبردِ عشق میں، زخمی م
نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے، نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے
قیامت ہے کہ ہووے مدنی کا ہم سفر، غالب م
وہ کافر خوفِ راکو بھی نہ سوچا جائے ہے مجھ سے

وہ، لکے خواب میں تسکینِ اضطراب دے م دلے مجھے تپشِ دل، مجالِ خواب تو دے
کرے ہے قتلِ لگاؤ میں تیرا دینا م تری طرح کوئی تیغِ مکہ کو آب تو دے
دکھا کے جنبشِ لب ہی، تمام کرم کو م نہ دے جو بوسہٴ لومہ سے کہیں خواب تو دے
پلاوے اوکے، ساتی، جو ہم سے نفرت ہے م پیالہ گرنہیں دیتا، نہ دے شراب تو دے
یہ کون کہوے ہے آباد کر ہمیں ؟ لیکن کبھی زمانہ مرادِ دلِ خراب تو دے
اسدِ خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے م کہا تو اس نے "زرا میرے پاؤں دلتے دے"

عشق، تاثیر سے نومید نہیں م جانسپاری، شجرِ بید نہیں
 سلطنت و بہت بدست آئی ہے م جامِ بے، خاتمِ جمشید نہیں
 ہے تجلی تری، سامانِ وجود م ذرہ، بے پر کو نورِ شید نہیں
 رازِ معشوق نہ رسوا ہو جائے م ورنہ مرجانے میں کچھ بھید نہیں
 گروشِ رنگِ طرب سے ڈر ہے م غمِ محرومی جاوید نہیں
 کہتے ہیں "جیتے ہیں امید پر لوگ" م ہم کو جینے کی بھی اُمید نہیں
 مئے کشتی کو نہ سمجھ بے حاصل
 بادہ، غالب! عرقِ بید نہیں

دیوانگی سے، دوش پہ زنا بھی نہیں م یعنی، ہمارے حبیب میں اک تار بھی نہیں
 دل کو نیا ز حسرت دیدار کر چکے م دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں
 ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے م دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں
 بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہے اوریاں م طاقت بقدر لذتِ آزار بھی نہیں
 شوریدگی کے ہاتھ سے ہے سر و بالِ دوش م صحرائیں لے خدا، کوئی دیوار بھی نہیں
 گنجائشِ عداوتِ اغیار یک طرف م یاں دل میں، صفت سے ہوں یا بھی نہیں
 ڈرنا ہمارے زار سے میرے خدا کو مان م آخر نزلے مرغِ گرفتار بھی نہیں
 دل میں ہے، بار کی صفِ مرگاں سے روکشی م حال آنکہ طاقتِ خشِ خار بھی نہیں

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے، اے خدا؟ م لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں
 دیکھا اس کو خلوت و جلوت میں بارہا م دیوانہ گرس نہیں ہے، لہم شیار بھی نہیں
 مرے چہان کے، اپنی نظر میں خاک نہیں م سوائے خونِ جگر، سو جگر میں خاک نہیں
 مگر غبار ہوئے پر ہوا اڑا لے جائے م وگرنہ تاب و توانِ بال و پر میں خاک نہیں
 یہ کس بہشتِ شمال کی آمد آمد ہے؟ م کہ غیرِ جلوہ گل، رگِ زرد میں خاک نہیں
 بھلا اُسے نہ سہی، کچھ مجھی کو رحم آتا م اثر، مرے نفسِ بے اثر میں خاک نہیں
 خیالِ جلوہ گل سے خراب ہیں میکش، شراب خانے کے دیوار و در میں خاک نہیں
 ہوا ہوں، عشق کی غارت گری سے شرمندہ م سوائے حسرتِ تعمیر، گھر میں خاک نہیں
 ہمارے شعریں اب مروتِ دل لگی کے، اسد م کھلا کہ فائدہ عرضِ ہنر میں خاک نہیں

عجب نشاط سے جلا دے، چلے ہیں ہم آگے م
 کہ اپنے سارے سے، سر، پانوں سے ہے دو قدم آگے
 قصانے تھا مجھے چاہا خرابِ بادۂ الفت م
 فقط "خراب" نکھا، بس نہ چل سکا قلم آگے
 غمِ زمانہ نے جھاڑی نشاطِ عشق کی مستی م
 وگرنہ ہم بھی اٹھلتے تھے لذتِ الم آگے

خدا کے واسطے! واداس جنونِ شوق کی دینا م
 کہ اس کے در پہ پہنچتے ہیں نامہ بر سے، ہم، آگے
 یہ، عمر بھر، جو پریشانیوں اٹھائی ہیں ہم نے م
 تھالے آئیوں، اے طرہ ہائے خم بہ خم، آگے
 دل و جگر میں پر افشاں جو ایک مویہِ نوں ہے م
 ہم، اپنے زغم میں، سمجھے ہوئے تھے اس کو دم آگے
 قسم جنانے پہ آنے کی میرے کھاتے ہیں غالب م
 ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے م نالہ، پابند رنے نہیں ہے
 کیوں بولتے ہیں باغبانِ تہنہ؟ م گرباغِ گدائے نہیں ہے
 ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے م ہر چہ سہی کوئی شے نہیں ہے
 ہاں، کھائی موتِ فریبِ ہستی! م ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے
 شادی سے گزر، کہ غم نہ ہوئے م اُردی جو نہ ہو، تو دے نہیں ہے
 انجسامِ شمارِ غم نہ پوچھو یہ مصرفِ تابکے نہیں ہے
 کیوں ردِ قریح کرے ہے زائد؟ م مے ہے، یہ مگس کی تے نہیں ہے
 جس دل میں کہ تابکے سما جائے واں عزتِ تخت کے نہیں ہے

ہستی ہے، نہ کچھ عدم ہے، غالب م - آخر تو کیا ہے، اے نہیں ہے

دیکھ کر درپردہ گرم دامنِ افشانی مجھے م کمر گئی و البتہ تن، میری عزائی مجھے
 بن گیا تیغِ نگاہِ یار کا سنگِ فساں م مرحبا! میں، کیا مبارک گرا بجائی مجھے
 کیوں نہ ہو بے التفاتی؟ اُس کی خاطر ہے م جانتا ہے جو پریش ہائے پنہانی مجھے
 میرے غم خانے کی قسمت جب تم ہونے لگی م لکھ دیا منجملہ اسبابِ ویرانی مجھے
 بدگماں ہوتا ہے وہ کافر نہ ہوتا کا شکے! م اس قدر ذوقِ لولے مرغِ بستانِ مجھے
 والے! واں بھی شورِ عشر نے ندوم لینے دیا م لے گیا تھا گوریں، ذوقِ تن آسانی مجھے
 وعدہ آنے کا وفا کیجیے، یہ کیا انداز ہے؟ م تم نے کیوں سوچنی ہے میرے گھر کی درباری مجھے
 ہاں، نشاطِ آمدِ فصلِ بہاری، واہ! واہ! م پھر ہوا ہے تازہ، ہوئے غزل خوانی مجھے
 دی مرے بھائی کو حق نے از سر نو زندگی م میرزا یوسف ہے غالب یوسف ثانی مجھے

اس غزل کے دو شعر تیسرا (کیوں نہ ہو...) اور چوتھا (میرے غم خانے...) (نسخہ فرطانی ۶۱۸۲۶) میں موجود ہیں۔ اور جس غزل میں یہ دو شعر اضافہ کیے گئے ہیں۔ وہ اصل گزلیں ہیں اور اُس کی تھانہ گزلیں ہیں۔ اس لیے اصول کے مطابق اس غزل کو قاجاری میں رکھا جائے گا۔ تاہم مکمل غزل کل رعنا و تکمیل (ستمبر ۱۸۲۸ء) میں شامل ہے۔ آخری شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے متداول غزل کے باقی شعر اپنے بیمار بھائی یوسف کی صحت یابی کی خبر (اپریل ۱۸۲۸ء) سن کر کلکتہ کے قیام کے دوران میں فکر کیے ہونگے۔ چونکہ کل رعنا کلام کا انتخاب ہے اس لیے تین شعر مطلع، مقطع اور پانچواں شعر انتخاب نہیں کیے گئے

○ ... بعد از ۱۸۲۶ء (ملاحظہ فرمائیے)

ستائش کرے زہد اس قدر جس باغِ رضواں کا م وہ اک گلہ مست ہے ہم نے خودوں کے طاقِ نسیاں کا
میاں کیا کیجیے، بیدار کاوشِ ہمارے مڑگاں کا؟ م کہ ہر یک قطرہ خونِ دانہ ہے تسبیحِ مرجاں کا
دائی سطورِ قاتل بھی مانع میرے نالوں کو م لیا دانتوں میں جو تنکا، ہواریشہ نیستاں کا
دکھاؤں کا تماشا، دی اگر فرصت زمانے نے م مراہِ مرغِ دل اک تخم ہے سرورِ چراغاں کا
کیا آئینہ خانے کا وہ نقشِ تیرے جلوے نے م کرے جو، پر تو خورشیدِ عالم شبنمستاں کا
مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورتِ خرابی کی م ہیو لی برقِ ثمن کا ہے خونِ گرمِ دہقاں کا
اکا ہے گھر میں ہر سو سبزہ، ویرانی تماشا کر م مدار اب کھوئے پگھاس کے ہے میر و بیاں کا
خوشی میں نہاں خونِ گشتِ لاکھوں آرزوئیں ہیں م چراغِ مردہ ہوں میں بے باں گورِ غریباں کا
ہنوز اک پر تو نقشِ خیالِ یار باقی ہے م دلِ افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زنداں کا
بغل میں غیر کی کج آپ سوتے ہیں کہیں درنہ م سبب کیا، خواب میں اگر تو قسم ہاے پنہاں کا؟
نہیں معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا ! م قیامت ہے، شرکِ آلودہ ہوتا تیری شرکاں کا
نظر میں ہے ہماری، جادہ راہِ فنا، غالب م کہ یشیرازہ ہے عالم کے اجزائے پریشاں کا

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا؟ م نہ ہو مرنا، تو جینے کا مڑا کیا؟
تجربہ پیشگی سے مدعا کیا؟ م کہاں تک لے سراپا ناز کیا، کیا؟
نوازش ہاے بے جا دیکھتا ہوں م شکایت ہاے رنگیں کا گلا کیا؟
نگاہ بے محابا چاہتا ہوں م تغافل ہاے تمکین آزما کیا؟

۶۱۸۲۷

۳

۶۱۸۲۸

نسخہ یشیرانی

(کلام مندرجہ حواشی)

بعد از ۱۸۲۶ء

گل رعنا

(تکمیلِ تدوین اکتوبر)

۶۱۸۲۸

فردغِ شعہٴ خس، یک نفس ہے م ہوس کو پاسِ ناسوس وفا کیا ؟
 نفسِ موجِ محیطِ بے خودی ہے م تنائلِ ہائے ساقی کا گلا کیا ؟
 دماغِ عطریہ پیراہن نہیں ہے م غمِ آوارگی ہائے صبا کیا ؟
 دلِ ہر قطرہ، ہے سارِ "انا الجمر" م ہم اُس کے ہیں، ہمارا پوچھنا کیا ؟
 محبا کیا ہے ؟ میں ضامنِ ادھر دیکھ م شہیدانِ نگہ کا خون بہا کیا ؟
 سن، اے غارت گرِ جنسِ وفا، سن م شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا ؟
 کیا کس نے جگر داری کا دعویٰ ؟ م شکیبِ خاطرِ عاشق بھلا کیا ؟
 یہ، قاتل، وعدہٴ صبر آزمایوں ؟ م یہ، کافرِ قنصلہٴ طاقتِ ربا کیا ؟
 بلاے جاں ہے غالب اُس کی ہر بات م عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا ؟

ابرو کی خاک اُس گل کی لگش میں نہیں ! م ہے گریباںِ ننگِ پیراہن جو دامن میں نہیں
 ضعف، اے گریہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں م رنگِ بکراڑ گیا، جو خون کہ دامن میں نہیں
 ہو گئے ہیں جمع، اترنے لگاؤ آفتاب م فتنے اُس کے گھر کی دیواروں کے وزن میں نہیں
 کیا کہوں تاریکیِ زندانِ غم، اندھیر ہے م پنبہٴ نورِ صبح سے کم جس کے روزن میں نہیں
 رونقِ ہستی ہے عشقِ خاند ویراں ساز سے م انجنِ بے شمع ہے گر برقِ خرمین میں نہیں
 زخمِ سلوانے سے مجھ پر چارہ جوئی کا ہے طعن م غیر سمجھا ہے کہ لذتِ زخمِ سوزن میں نہیں
 بس کہ ہیں ہم، اک بہارِ ناز کے مارے ہوئے م جلوہٴ گل کے سوا، اگر اپنے مدفن میں نہیں

قطرہٴ قطرہٴ اک، ہوئی ہے نئے ناسور کا م خون بھی، ذوقِ درد سے فارغ مرے تن میں نہیں
 لگے ساقی کی نخوت، قلزمِ آشای مری م موجِ مے کی آج، رگِ مینا کی گزن میں نہیں
 ہونشِ ارضیت میں کیا ناتوانی کی نمود م قدر کے بھٹکنے کی بھی گنجائش مرے تن میں نہیں
 تھی وطن میں شان کیا غالب کہ ہو غربتِ قدر م بے تکلف ہوں وہ مشتِ خس کہ کلن میں نہیں

ذکرِ میرا، بہ بدی بھی، اُسے منظور نہیں م غم کی بات بکھر جائے، تو کچھ دور نہیں
 وعدہٴ سیرِ گلستاں ہے فوشا ! طالعِ شوق م مژدہٴ قتلِ مقرر ہے، ہو مذکور نہیں
 شاہِ مستی مطلق کی کمر ہے، عالم م لوگ کہتے ہیں کہ ہے، پر ہمیں منظور نہیں
 قطرہٴ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا، لیکن م ہم کو تقلیدِ تنگِ ظریفی منظور نہیں
 حسرت، اے ذوقِ خرابی، کہ وہ طاقتِ زہری م عشقِ پُر غرہٴ کی گون، تنِ رنجور نہیں
 میں جو کہتا ہوں کہ ہمیں گے قیامت میں تھیں " م کس عورت سے وہ کہتے ہیں کہ "ہم خور نہیں"
 ظلمِ کر ظلم، اگر لطفِ دریغ آتا ہو م تو تغافل میں کسی رنگ سے معذور نہیں
 پیٹھِ محراب کی قبلے کی طرف رہتی ہے محو نسبت ہیں، تکلف ہمیں منظور نہیں
 صاف دروی کشِ پیمانہٴ سچ ہیں ہم لوگ م ولے ! وہ بادہ کہ افشردہٴ انکور نہیں
 ہوں ظہوری کے مقابل میں کھائیِ غالب م میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہیں

نالہٴ جز حسنِ طلب اے ستمِ ایجاد نہیں م ہے تقاضاے جفا، شکوہٴ بیداد نہیں

○ ... بعد از ۸۲۶ء (حاشیہ تا)

عشق و زردی عشرت گر خسرو کیا خوب! م ہم کو تسلیم، نگو نامی فرما، نہیں
کم نہیں وہ بھی خرابی میں پہ وسعت معلوم م دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھریا د نہیں
اہلِ بنش کو ہے، طوفانِ حواشِ مکتب م لطمہ موج، کم از سیلی اُستاد نہیں
ولے، محرومی تسلیم و بدا! حال و نا م جانتا ہے کہ ہمیں طاقتِ فریاد نہیں
برنگِ تمکین گلِ لاله پریشاں کیوں ہے؟ م گر چراغِ بان سرِ رگزار باد نہیں
سبدِ گل کے تلے بند کرے ہے گلچیں م شرہ، اے مرغ، کہ گلزار میں صیاد نہیں
نفی سے کرتی ہے اثباتِ تراوش، گویا م دی ہے جائے دہن اس کو دمِ ایجاد نہیں
کم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچے سے بہشت م یہی نقشہ ہے ولے اس قدر آباد نہیں
کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب م تم کو بے ہری یارانِ وطن یاد نہیں

واں پہنچ کر خوش آتا ہے ہم ہے ہم کو م صدرِ آہنگِ زمیں بوسِ قدم ہے ہم کو
دل کو میں اور مجھے دلِ محو و فار کھتا ہے م کس قدر ذوقِ گرفتاری ہم ہے ہم کو
ضعف سے نقش پے نور ہے طوقِ گردن م تیرے کوچے سے کہاں طاقتِ م ہے ہم کو
جان کر کیجے تغافل، کہ کچھ اُمید بھی ہو م یہ نگاہِ غلط انداز تو سم ہے ہم کو
رشکِ ہم طرحی و دردِ اثرِ بانگِ حزن م نالہِ مرغِ سحر، تیغِ دو دم ہے ہم کو
سراڑنے کے، جو وعدے کو مکرر چاہا م ہنس کے بولے کہ تیرے سر کی قسم ہے ہم کو
دل کے خوں کرنے کی کیا وجہ؟ ولیکن ناچار م پاسِ بے رونقی دیدہ، اہم ہے ہم کو

○ ... بعد از ۸۲۶ء (حاشیہ تا)

تم وہ نازک کہ خموشی کو فقاں کہتے ہو م ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو
لکھنؤ کے کاباعث نہیں کھٹا، یعنی م ہوں سیر و تماشا، سودہ کم ہے ہم کو
مقطع سلسلہ شوق نہیں ہے، یہ شہر م عہدِ سیرِ نجف و طوفِ ترم ہے ہم کو
لیے جاتی ہے کہیں ایک توقعِ غالب م جادہ رہ، کَششِ کافِ کرم ہے ہم کو
ابر و تاب ہے کہ بزمِ طرب آمادہ کرو برقِ ہنستی ہے کہ فرصت کوئی دم ہے ہم کو
طاقتِ رنجِ سفر بھی نہیں پاتے اتنی م ہجرِ یارانِ وطن کا بھی الم ہے ہم کو
لائی ہے معتمد الدولہ بہادر کی اُمید
جادہ رہ کَششِ کافِ کرم ہے ہم کو

ظلتِ کدے میں میرے شبِ غم کا بوش ہے م اک شمع ہے و سیلِ سحرِ سوخوش ہے
نے مژدہ وصال، نہ نظرِ اہِ جمال م مدتِ ہوئی کہ آشتیِ چشم و گوش ہے
ہو کر شہیدِ عشق میں، پائے ہزارِ جسم ہر موجِ گرو راہ، مرے سرِ کدوش ہے
نے کیا ہے حُسنِ خود آرا کو بے حجاب م اے شوقِ ہاں، اجازتِ تسلیمِ ہوش ہے
گو سر کو عقدِ گردنِ خروباں میں دیکھتا م کیا اونچ پرستارہ گو ہر فروش ہے

مقطع سلسلہ شوق..... یہ شعر، اورے لیے جاتی ہے کہیں.....
دجائے لائی ہے معتمد الدولہ..... یہ ترنیم، پہلے پہل گلی میں درج ہوئے

دیدار بادہ، حوصلہ ساقی، نگاہ مست م بزم خیال، میکدہ بے فروش ہے
فت

اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل ! م زہنہارا اگر تمہیں ہوسِ نائے نوش ہے
دیکھو مجھے، جو دیدہ عبرت نگاہ ہو م میری سنو! تو گوشِ نصیحتِ نبوش ہے
ساقی بہ جلوہ، دشمنِ ایمان و آگہی م مطرب بہ نغمہ، رہزنِ تکیہ ہوش ہے
یاشب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بساط م دامانِ باغبان و کفِ گل فروش ہے
یا صبح دم جو دیکھے آکر، تو بزم میں م نے وہ سرور و سوزانہ نوش و نوش ہے
دائغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی م اک شمع رہ گئی ہے، سو وہ بھی خوش ہے
لطفِ خرامِ ساقی، و ذوقِ صدائے چنگ م یہ جنتِ نگاہ، وہ فردوسِ گوش ہے
کتنے ہیں غیبے، یہ مضامینِ خیال میں م غالب، صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

کب وہ سنتا ہے کہانی میری م اور پھر وہ بھی زبانی میری
خلشِ غمرہ خوریز نہ پوچھ م دیکھ خوش بہ فشانِ میری
کیا بیاں کر کے مرادیں گے یار؟ م مگر آشفستہ بیانی میری
ہوں ز خود رفتہ بیدارے خیال م بھول جانے لے نشانی میری

مقابل ہے، مقابل میرا م رگ گیا، دیکھ روانی میری
قدرِ سنگِ سرور رکھتا ہوں م سخت ارزا ہے گرائی میری
گرد بادِ رہِ بیتابی ہوں م صرصرِ شوق، ہے بانی میری
دہن اس کا خونہ معلوم ہوا م کھل گئی پیچیدگی میری
کردیا صفت نے عابز، غالب م ننگِ پیری ہے، جوانی میری

سادگی پر اس کی، مرجان کی حسرت میں ہے م بس نہیں چلتا کہ پھر خمر کفِ قاتل میں ہے
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا م میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے لیں ہے
گرچہ ہے کس کس برائی سے دلے بایں ہمہ م ذکرِ میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس طفل میں ہے
بس ہجومِ ناامیدی، خاک میں مل جائے گی م یہ جو اک لذت ہماری سعیِ حاصل میں ہے
رنجِ رہ کیوں کھینچے؟ واما ندگی کو عشق ہے! م اٹھ نہیں سکتا، ہمارا جو قدم منزل میں ہے
جلوہ زارِ آتشِ دوزخ، ہمارا دل سہی م فتنہ شورِ قیامت کس کی آہ گل میں ہے؟
ہے دلِ شوریدہ غالب طلسمِ بیچ و تاب م رحم کرا پی تمنا پر کس مشکل میں ہے



بعد از اراستمبر ۱۸۲۸ تا ۱۸۳۳

مستفراق

نسخهء رام پور

(اول
تدویم)

۱۸۳۳



○ ... ۱۸۲۸/۲۹

قطعه

دیکھئے میں ہیں گریچہ دو پر ہیں یہ دونوں یا ایک
ہم سخن و ہم زبان، حضرت قاسم و طیاں
نقد سخن کے واسطے، ایک عیار اگہی
ایک وفا و مہر میں، تازگی بساط دہر
گل کدہ تلاش کو، ایک ہے رنگ ایک بو
مملکت کمال میں، ایک امیر نامور
گلشن اتفاق میں، ایک بہار بے خزاں
زندہ شوق شعر کو، ایک پیراں انجمن
دونوں کے دل جن آشن، دونوں رسول پر خدا
جان و فاپرست کو، ایک شمیم نو بہار
فرق بیتزہ مست کو، ابتر تگرگ بار ایک

لایا ہے، کہہ کے یہ غزل، شائبہ ریاسے دور

کمر کے دل و زبان کو، غالب خاکسار، ایک

- ۱۔ یہ غزل قیام کلکتہ کے زمانے (تمکیل لکھی) رستا ۱۸۲۸ء تا ستمبر ۱۸۲۹ء) میں کسی وقت لکھی گئی ہوگی۔
- ۲۔ قاسم کا پورا نام مصلح الدولہ سید الوافت اسم خاں (وقائع نگار سلطانی) تھا۔ ۱۲ دسمبر ۱۸۲۵ء کو برصغیر ویا دہی میں انتقال کیا۔
- ۳۔ طیاں - مرزا احمد بیگ - وفات ۵ مارچ ۱۸۳۳ء سے چند روز قبل (بحوالہ غالب درون خانہ ص ۲۲۴)

قطعه

۲

ہے جو صاحب کے کف دست پر یہ چکی ڈلی
خامہ انگشت بزدان کہ اسے کیا لکھے
مہر مکتوب عزیزان گرامی لکھے
مستی آلودہ سر انگشت حسیناں لکھے
حاتم دست سلیمان کے مشابہ لکھے
اختر سوخت قیس سے نسبت دیجے
حجر الاسود دیوار حرم کیجیے فرض
وضع میں اس کو اگر سمجھے قاف تریاق
صومعے میں، اسے ٹھہرائیے گر مہر نماز
کیوں اسے قفل در گنج محبت لکھیے؟

زیب دیتا ہے، اسے جس قدر اچھا کہیے
تاطقہ، سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہیے
ہرز بازوے شکر گون خود آرا کہیے
دارغ طرف جگر عاشق شیدا کہیے
سر بستان پر یزاد سے مانا کہیے
خال مشکین رخ و بخش لیک کہیے
نافہ، اہوے بیابان عین کا کہیے
نگ میں، سبزہ نوخیز مستی کہیے
میکدے میں، اسے خشت خیم صہبا کہیے
کیوں اسے نقطہ پر کار مت لکھیے؟

کیوں اسے گوہر نایاب تصور کیجیے؟
کیوں اسے تکریم پیراہن لیلیٰ لکھیے؟
کیوں اسے مرداب دیدہ عنقا کہیے؟
کیوں اسے نقش پے ناتھ سلما کہیے؟
بندہ پرورد کے کف دست کو دل کیجیے فرض
اور اس چکنی مہاری کو سوکھا کہیے!

قطعه

... ۶۱۸۳۳ (قب)

۲

گلگتے کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشین
اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہاے! ہاے!
وہ سبزہ زار ہاے مطر کہ ہے غضب!
وہ نازیں بتان خود آرا کہ ہاے! ہاے!
صبر آزما وہ ان کی نگاہیں کہ حق نظر!
طاقت ربا وہ ان کا اشار کہ ہاے! ہاے!
وہ میوہ ہاے تازہ شیریں کہ واہ! واہ!
وہ بادہ ہاے ناب گوارا کہ ہاے! ہاے!

غزلیات

مُند گئیں، کھولتے ہی کھولتے، آنکھیں غالب
یار لائے مری بالیں پہ اسے، پر کس وقت! ۱

۱۔ یہ قطعہ کلکتہ سے واپسی کے بعد کہا گیا اسی لیے پہلی بار قب و بحوالہ نسخہ عرشی میں شامل ہوا۔
۲۔ یہ شعر پہلی بار قب و بحوالہ نسخہ عرشی میں درج ہوا مگر اسی مفہوم کا ایک شعر حاشیہ ق میں پہلے موجود ہے۔
مُند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں، سے ہے
خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس
اور لطف یہ ہے کہ یہ دونوں شعر دیوان غالب متداول کے لیے منتخب ہوئے ہیں

۱۔ یہ قطعہ کلکتہ کے قیام کے دوران میں کہا گیا تھا۔ غالب اور آخر فروری ۱۸۵۹ء میں مرزا حاتم علی مہر کو اس قطعے کے بارے میں لکھتے ہیں۔
”..... میں نے کلکتہ میں کہا تھا۔ تقریباً کہ مولوی کریم حسین صاحب ایک میرے دوست تھے، انھوں نے ایک مجلس میں چکی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کف دست پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ اس کی تشبیہات نظم کیجئے۔ میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نودس شعر کا قطعہ لکھ کر ان کو دیا اور صلا میں وہ ڈلی ان سے لی۔“

لوہم مریض عشق کے بیمار وار ہیں م اچھا اگر نہ ہو، تو مسیحا کا کب علاج

کیوں جل گیا نہ تاب رخ یار دیکھ کر؟ م جلتا ہوں، اپنی طاقت دیدار دیکھ کر
آتش پرست کہتے ہیں اہل جہاں مجھے م سرگرم نالہ ہائے شہر بار دیکھ کر
کیا آبروے عشق، جہاں عام سوچنا؟ م رکتا ہوں، تم کو بے سبب آزار دیکھ کر
آتا ہے میرے قتل کو، پر جوش رشک سے م مڑتا ہوں، اُس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر
ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خونِ خلق م لرزے ہے موج نے تری رفتار دیکھ کر
واحسرا! کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ م ہم کو تر یں لذتِ آزار دیکھ کر
بک جاتے ہیں ہم آپ متلِ سخن کے ساتھ م لیکن عیار طبعِ فریدار دیکھ کر
زُتار باندھ، سُبْحہ صدوانہ توڑ ڈال م نہ ہر دچلے ہے، راہ کو ہموار دیکھ کر
اُن آبلوں سے پانو کے گھبرا گیا تھا میں م جی خوش ہوا ہے، راہ کو پر خار دیکھ کر
کیا بدگماں ہے مجھ سے، کہ آئینے میں مرے م طوطی کا عکس سمجھے ہے، زنگار دیکھ کر
گرنی تھی ہم پر برقِ تجلی، نہ طور پر م دیتے ہیں بادہ، ظرفِ قدحِ خوار دیکھ کر
سرھوڑنا وہ، غالبِ شہریدہ حال کا م یاد آگیا مجھے، تری دیوار دیکھ کر

لے بحوالہ نسخہ عمرشی

مجھ کو دیارِ غیر میں مارا، وطن سے دور م رکھ لی مرے خدانے مری بکسی کی شرم
وہ حلقہ ہائے زلف کبیں میں ہیں اے خدا م رکھ لیجو، میرے دعویٰ وارستگی کی شرم

مہرباں ہو کے بلا مجھے، چاہو جس وقت م میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آج بھی نہ سکوں
ضعف میں طعنہ اغیار کا شکوہ کیا ہے؟ م بات کچھ سرتو نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں
زہر ملت ہی نہیں مجھ کو، ستمگر ورنہ م کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں

یہ ہم جو ہجر میں دیوارِ دد کو دیکھتے ہیں م کبھی صبا کو، کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں
وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے م کبھی ہم اُن کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
نظر لگے نہ کہیں اس کے دست و بازو کو م یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں
ترے جواہرِ طرفِ نگاہ کو کیا دیکھیں؟ م ہم اوجِ طالعِ لعل و گہر کو دیکھتے ہیں

دل اُس کو بول لے، تو یاں میں ہوں شرمسار م یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہ ہو
اپنے کو دیکھتا نہیں، ذوقِ ستم تو دیکھ م آئینہ تاکہ ویدہِ نچیر سے نہ ہو

یہ اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو م ہم سخن کوئی نہ ہو، اور ہم زباں کوئی نہ ہو

لے بحوالہ نسخہ عمرشی

○ ... ۱۸۳۳ ۶ (قُب)

یہ درو دیوار ساک گھر بنایا چاہیے م کوئی ہم سایہ نہ ہو، اور پاساں کوئی نہ ہو
پڑے گریہ کیا تو کوئی نہ ہو تیار وار م اور اگر مر جائیے، تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

گھر میں تھا کیب کہ ترا غم سے غارت کرتا
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سوئے

پنیں میں گزرتے ہیں جو کو چے سے وہ میرے
کندھا بھی کہا روں کو بدلنے نہیں دیتے

دل سے، تری نگاہ، جگر تک اتر گئی م دونوں کو اک ادا میں رضامت کر گئی
شق ہو گیا ہے سینہ، خوشا! لذت فراغ م تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی
وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں؟ م اٹھیں بس اب کہ لذت خواب سحر گئی
اُڑتی پھرے ہے خاک مری کو یار میں م بائے لب لے ہوا، ہوس بال دپر گئی
دیکھو تو، دلفریبی اندازِ نقش پا م موجِ خرام یار بھی کیب گل کتر گئی
ہر کو اہوس نے حسنِ پرستی شعار کی م اب آبرو سے شیوۂ اہل نظر گئی
نظائے نے بھی کام کیا واں نقاب کا م مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی
فروا و دی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا م کل تم گئے کہ ہم یہ قیامت گزر گئی

○ ... ۱۸۳۳ ۶ (قُب)

مادہ زمانے نے اسد اللہ خاں، تمہیں م وہ ولولے کہاں، وہ جوانی کدھر گئی؟

جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آئے م جاں، کالبِ صورتِ دیوار میں آئے
سیلے کی طرح ساتھ پھریں، سرد و صوبہ م تو اس قدر دلکش سے ہو گلزار میں آئے
تب نازِ گراں مائیگی اشک بجایے م جب لختِ جگر، دیدہ خونبار میں آئے
وے مجھ کو شکایت کی اجازت کہ سنگد م کچھ تجھ کو مزا بھی مرے آزار میں آئے
اُس چشمِ فسوں گر کا، اگر پائے اشارہ م طوطی کی طرح اُس نے گفتار میں آئے
کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یارب م اک ابدِ پا وادی پر خار میں آئے
مجاؤں نہ کیوں رشک سے؟ جب وہ تنِ نازک م آغوشِ خمِ حلقہ زنا میں آئے
غارت گرِ ناموس نہ ہو، اگر ہوسِ زرد م کیوں شاہدِ گل باغ سے بازار میں آئے
تب چاکِ گریباں کا مزلے، دلِ نالاں م جب اک نفس اکچھا ہوا ہر خار میں آئے
آتش کدہ ہے سینہ مرا، رازِ نہاں سے م اے وائے! اگر معرضِ اظہار میں آئے
گنجینہ معنی کا طلسم اُس کو سمجھے م بولفظ کہ غالب مرے اشار میں آئے

رباعیات

آتش بازی ہے جیسے شغلِ اطفال ہے سوزِ جگر کا بھی اسی طور کا حال
تھا موجدِ عشق بھی قیامت کوئی م لڑکوں کے لیے کیا ہے کیا کھیل نکال

۲
دل، سخت نثرند ہو گیا ہے، گویا اُس سے گلہ مند ہو گیا ہے، گویا
پریار کے آگے بول سکتے ہی نہیں ۲ غالب، منہ بند ہو گیا ہے، گویا

۳
دُکھ، جی کے پسند ہو گیا ہے، غالب دل، رُک رُک کر بند ہو گیا ہے، غالب
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں! ۲ سونا، سوگند ہو گیا ہے، غالب

۶۱۸۳۳ تا ۶۱۸۴۷

مُتَفَرِّق

۶۱۸۳۶ انتخابِ غالب

۶۱۸۳۸ نسخہ بدایون

۶۱۸۴۱ پہلا مطبوعہ ایڈیشن

۶۱۸۴۵ نسخہ ویسند

۶۱۸۴۵ نسخہ کریم الدین (کراچی)

۶۱۸۴۷ دوسرا مطبوعہ ایڈیشن

غزلیات

اور تو رکھنے کو ہم دہریہ کیا رکھتے تھے فقط اک شعر میں اندازِ سار رکھتے تھے
اس کا یہ حال کہ کوئی نہ ادا سنچ ملا آپ رکھتے تھے ہم اور آپ ٹھاسکتے تھے
زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب م ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

دھوتا ہوں جب میں پنیے کو، اُس سیم تن کے پانو م رکھتا ہے، صدر سے کھینچ کے، باہر لگن کے پانو
دی سادگی سے جان پڑوں کو کین کے پانو م بہتات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پانو
بھاگے تھے ہم بہت سوا سکی کی سزا ہے یہ م ہو کر اسیر دیتے ہیں راہزن کے پانو
مرہم کی جستجو میں پھر اہوں جو دور دور م تن سے سوا فگار ہیں، اس خستہ تن کے پانو
اللہ سے! ذوقِ دشت نور دی کہ بعدِ مرگ م ہلتے ہیں خود بخود مرے، اندر رکفن کے پانو
ہے جوشِ گل بہار میں یاں تک کہ ہر طرف م اُٹھتے ہوئے، اُچھکتے ہیں مرغِ چین کے پانو
پچھارہ کتنی دور سے آیا ہے، شیخ جی کبھی میں کیوں دبائیں نہ ہم برہن کے پانو

لے گلشن نے خارِ مولفہ آخر ۱۲۵۰ء (اپریل ۱۸۳۵ء) میں صرف یہی شعر (مقطع) پایا جاتا ہے مگر قبا
میں یہ کئیوں شعور ایک ساتھ درج ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے اوپر کے دو شعر بھی اسی
زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں شو قطعہ تین ہیں
یہ شعر میں مطبوعہ موجود ہے مگر بعد میں حذف کر دیا گیا۔ تذکرہ سرائیا سخن میں پانو
والی ردیف میں درج ہے۔ غرضی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ قبا میں بھی موجود ہے

شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں؟ م دیکھتے ہیں آج، اُس بُتِ نازکِ بدن کے پانو
غالب مرے کلام میں کیوں کر مرانہ ہو؟ م پیتا ہوں دھوکے خسر و شیریں سخن کے پانو

قطعہ

... بعد از ۱۸۳۸ء (عاشیہ قبا)

گئے وہ دن کہ نادانہ غیروں کی وفاداری م کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموش ہوتے تھے
بس اب بگڑے یہ کیا شرمندگی اجانے دو بل جاؤ م قسم لو ہم سے گریہ بھی کہیں: کیوں ہم نہ کہتے تھے؟

غزلیات

تلاطم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے، جا م سن لیتے ہیں، گو ذکر ہمارا نہیں کرتے
غالب، ترا احوال سنا دیں گے ہم اُن کو م وہ سن کے بلالیں، یہ اجارا نہیں کرتے

ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے م مرتے ہیں اولے اُن کی تمنا نہیں کرتے
در پردہ اُنہیں غیر سے ہے ربطِ نہانی م ظاہر کا یہ پردہ ہے کہ پروا نہیں کرتے
یہ باعثِ نو میدری اربابِ ہوس ہے م غالب کو ہر کہتے ہوا چٹھا نہیں کرتے

○ ... بعد از ۱۸۳۸ء (حاشیہ قبا)

لاغر تباہوں کے گرتو بزم میں جاوے مجھے م میرا ذمہ دیکھ کر گر کوئی بتلا دے مجھے
کیا تعجب ہے کہ اُس کو دیکھ کر آجائے رحم؟ م واں تلک کوئی کسی حیلے سے پہنچا دے مجھے
منہ نہ دکھلاوے نہ دکھلا، پر بہ اندازِ تعجب م کھول کر پرزہ ذرا آنکھیں ہی دکھلا دے مجھے
یاں تلک میری گرفتاری کچھ خوش ہے کہ میں م زلف گر بن جاؤں تو شانے میں الجھا دے مجھے

رباعیات

بھیجی ہے جو مجھ کو شاہِ جہاں نے وال ہے لطف و عنایتِ شہنشاہِ پہ وال
یہ شاہ پسند وال ہے بے بحث و جدال م ہے دولت و دین و دانش و ادب کی وال

... بعد از ۱۸۳۸ء (حاشیہ قبا) ۱۸۴۱ء (۱۲۲۰ھ)

ہیں شہ میں صفاتِ ذوالجلالی باہم آثارِ جلالی و جمالی باہم
ہوں شاد نہ کیوں، سافل و عالی باہم م ہے اب کے شبِ قدر و دوا کی باہم

غزل

... ۱۸۴۵ء

نیرِ امن ہے بیدار دوست جاں کے لیے م رہی نہ طرزِ ستم کوئی آسماں کے لیے

غزل میں نواب محمد حسین خاں فرخ آبادی سے متعلق مجسمہ اشعار میں نواب صاحب کا انتقال
۹ نومبر ۱۸۴۵ء کو ہوا تھا۔ غزل نسخہ کراچی مکتوبہ ۳۰ اگست ۱۸۴۵ء میں نہیں ہے لہذا
اسے ۳۰ اگست ۱۸۴۵ء تا ۹ نومبر ۱۸۴۵ء کی فکر کردہ تسلیم کرنا چاہیے۔ دیوانِ ذوق
مرتہ آزاد میں درج ہے کہ یہ غزل نواب احمد علی خاں نسیم رام پوری نقیب دہلی کے طرحی مشاعرہ
منقذہ ۱۸۴۵ء میں لکھی گئی تھی۔ ذوق، مومن، داغ و غیرہ بھی موجود تھے۔ گویا مشاعرہ ۱۸۴۵ء
میں بعد از ۳۰ اگست منعقد ہوا تھا۔ ظاہر ہے غزل بھی اسی زمانے میں لکھی گئی ہوگی۔

○ ... ۱۸۴۵ء

بلا سے بگڑو یا رتشنہ خوں ہے م رکھوں کچھ اپنی بھی شرکانِ خوفناک کے لیے
وہ نندہ ہم ہیں کہ ہیں دشمنِ خلق، اے خصم م نہ تم کہ پورے بنے عمرِ جاوداں کے لیے
رہا بلا میں بھی، میں مبتلا ہے آفتِ رشک م بلا ہے جاں ہے، ادائیری اک جہاں کے لیے
فلک نہ دودر کہ اس سے مجھے کہ میں ہی نہیں م درازدستیِ اتل کے امتحاں کے لیے
مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ امیر م کرے قفس میں فراہم خس آبشیاں کے لیے
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئے م اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے
یہ قدر شوق نہیں، ظرفِ تنگنا سے غزل م کچھ اور چاہیے وسعتِ مرے بیاں کے لیے
دیباہے خلق کو بھی، تا اُسے نظر نہ لگے م بنا ہے عیشِ تجملِ حسین خاں کے لیے
زباں پہ بارِ خدایا، یہ کس کا نام آیا؟ م کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے
نصیرِ دولت و دین اور معینِ ملت و ملک م بنا ہے چرخِ بری جس کے آستان کے لیے
زمانہ، عہد میں اُس کے ہے محورِ ایش م بنیں گے اور ستارے اب آسماں کے لیے
ورق تمام ہوا، اور مدح باقی ہے م سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے
اولے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا م صلاے عام ہے یارانِ نکتہ واں کے لیے

قطعہ

... ۱۸۴۷ء (۱۲۶۵ھ)

پوچھ اس کی حقیقت، حضورِ والا نے مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی
کھاتے گیہوں، نکتے نہ خلد سے باہر م جو کھاتے حضرت آدم یہ بیسنی روٹی

غزلیات

جس دن سے کہ ہم غمزدہ زنجیر ہپا ہیں
کپڑوں میں جویں نیچے کے ٹانگوں سے سوا ہیں

○ ۶۱۸۴۷۰۰۰ (۱۰)

کی وفا ہم سے تو غیر اُس کو جفا کہتے ہیں م ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں
آج ہم اپنی پریشانی خاطر ان سے م کہنے جاتے تو یں پرویچھے کیا کہتے ہیں
اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو م جوئے و نغمہ کو اندوہ بُرا کہتے ہیں
دل میں آجائے ہے ہوتی ہے خوفِ غش سے م اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہیں
ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود م قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں
پائے افکار پہ جب سے تجھے رحم آیا ہے م خارِ زہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہیں
اک شرِ دل میں ہے اُس سے کوئی گھبرائے گا کیا؟ م آگِ مطلوب ہے ہم کو، جو ہوا کہتے ہیں
دیکھئے لاتی ہے اس شوخ کی نخوت کیا رنگ م اُس کی ہر بات پہ ہم "نامِ خدا" کہتے ہیں
وشت و شقیقتہ اب مرثیہ کہوں شاید م "مر گیا غالبِ آشفستہ لڑا" کہتے ہیں

لہ یہ ہنگامی مطلع عبدالسیری کی یادگار ہے۔ دیکھیے کلام (گھنشیام لال) عاصمی مطبوعہ ۱۹۳۹ء
آبِ حیات از نادیں پہلا مصرعہ یوں ہے
ہم غمزدہ جس دن سے گرفتار بلا ہیں

ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گماں نہیں م اک چپڑ ہے، وگرنہ مُراد امتحا نہیں
کس منہ سے شکر کیجیے اس لطفِ خاص کا؟ م چُرش ہے، اور پائے سخنِ دُریاں نہیں
ہم کو ستمِ عزیز، ستمِ گم کو ہم عزیز م نامہاں نہیں ہے، اگر مہر ہاں نہیں
بوسہ نہیں، نہ دیکھیے، دُشنام ہی سہی م آخرِ زباں تو رکھتے ہو تم، گرد ہاں نہیں
ہر چند جاں گدازیِ قہر و عتاب ہے م ہر چند پشتِ گرمیِ تاب و تواں نہیں
جاںِ مطربِ ترانہ "کل من مزید" ہے م لبِ پردہ سنجِ زمزمہ "الامان" نہیں
خنجر سے چیر سیدنا، اگر دل نہ ہو و نیم م دل میں پھری چھو، مژدہ گرنو چکاں نہیں
ہے ننگِ سینہ، دل اگر آتش کدہ نہ ہو م ہے عارِ دل نفس اگر آذرِ فشاں نہیں
نقصاں نہیں جنوں میں بلا ہے ہو گھرِ خراب م سو گز نہیں کے بدلے پیاباں گراں نہیں
کہتے ہو کیا کھا ہے تری سرِ نوشت میں؟ م گویا جیس پہ سجدۂ بت کا نشاں نہیں
پاتا ہوں اُس سے داد کچھ اپنے کلام کی م روحِ القدس اگرچہ مرا ہم زباں نہیں
جاں ہے پہلے بوسہ و لے کیوں کہے ابھی؟ م غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیم جاں نہیں

ملتی ہے خفیہ یار سے، تارِ التہاب میں م کافر ہوں، گرنہ ملتی ہو راحتِ عذاب میں
کتب ہوں کیا بتاؤں، جہانِ خراب میں؟ م شبِ ہائے ہجر کو بھی رکھوں گرجساب میں
تا پھر نہ انتظار میں، نیتِ آئے عمر بھر م آنے کا عہد کر گئے، آئے جو خواب میں
قاصد کے آتے آتے، خطِ اک اور رکھ رکھوں م میں جانتا ہوں، جو وہ بکھیں گے خواب میں

مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام؟ م ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں
 جو منکر وفا ہو، فریب اس پہ کیا چلے؟ م کیوں بدگماں ہوں دوستِ دشمن کے لب میں
 میں مضطرب ہوں وصل میں خوفِ قریب سے؟ م ڈالا ہے تم کو دم نے کس بیچ و تاب میں؟
 میں اور حظِ وصل، خدا سازِ بات ہے م جانِ نذر دینی بھول گیا اضطراب میں
 ہے تیورنی چڑھی ہوئی اندر نقاب کے م ہے اک شکن پڑی ہوئی طرفِ نقاب میں
 لاکھوں لگاؤ، ایک چُرانا نگاہ کا م لاکھوں بناؤ، ایک بگڑنا عتاب میں
 وہ نالہ دل میں خس کے برابر جگہ نہ پائے؟ م جس نالے سے شکاف پڑے آفتاب میں
 وہ سحرِ مدعا طلبی میں نہ کام آئے؟ م جس سحر سے سفینہ رواں ہو شراب میں
 غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی م پیتا ہوں روزِ ابرو شبِ مادِ تاب میں

کل کے لیے کراؤ نہ خست شراب میں م یہ سوئے وطن ہے، ساقی کو فر کے باب میں
 ہیں آج کیوں ذلیل؟ کل تک نہ تھی پسند م گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں
 جاں کیوں نکھنے لگتی ہے تن سے دمِ سماع؟ م گروہِ مدام ساعی ہے چنگِ درباب میں
 رو میں ہے رخشِ عمر کہاں، دیکھیے، تھے م نے ہاتھ باگ پر ہے، نہ پا ہے رکاب میں
 اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بُد ہے م جتنا کہ وہمِ غیر سے ہوں بیچ و تاب میں
 اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے م حیرا ہوں پھر مشاہد ہے کس حساب میں
 ہے مشتمل نمودِ صورتِ پر وجودِ بحر م یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و جناب میں

شرم اک اٹائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی م ہیں کتنے بے حجاب کہ ہیں یوں حجاب میں
 آرایشِ جمال سے فارغ نہیں ہنوز م پیشِ نظر ہے آئینہ وائیم، نقاب میں
 ہے غیبِ غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود م ہیں خواب میں ہنوز، جو جاگے ہیں خواب میں
 غالبِ ندیم دوستِ آتی ہے بچے دوست م مشغولِ حق ہوں، بندگیِ بو تراب میں

قطعه

۲

اے شہنشاہِ فلک منظرِ بے مثل و نظیر اے جہاندارِ کرم شیوہ بے شبہ و عدیل
 پاتو سے تیرے ملے فرقِ ارادت اور نگ فرق سے تیرے کرے کسبِ سعادت اکیل
 تیرا اندازِ سخن، شائد زلفِ الباسم تیری رفتِ قلم، جنبشِ بالِ جبریل
 تجھ سے عالم پر کھلا رابطہ و قربِ کلیم تجھ سے دنیا میں بچھا ماندہ بذلِ خلیل
 بہ سخن، اوجِ درجہ مرتبہ معنی و لفظ بہ کرم، دلغِ نہ ناصیہ قلزم و نیکل
 تاترے وقت میں ہو عیش و طرب کی توفیر تاترے عہد میں ہو رنج و الم کی تقلیل
 ماہ نے چھوڑ دیا توڑ سے جانا باہر نہ ہر نے ترک کیا خوٹ سے کرنا تحویل
 تیری دانشِ مری اصلاحِ مفساد کی زمین تیری بخششِ مرے لہجہ حاجِ مقاصد کی کفیل
 تیرا اقبالِ ترقیم، مرے جینے کی لوید تیرا اندازِ تغافل، مرے مرنے کی دلیل

۱۔ عرشی صاحبِ دیوانِ غالب طبعِ دوم مرتبہ عرشی ۱۳۲۷ھ لکھتے ہیں کہ غالب کی زندگی میں چھ ہوشے دیوانِ غالب کے دوسرے ایڈیشن، ملوکہ رقیبا لائبریری رامپور کے آخری ساوہ اور لاق پرشیر زمانہ ۱۹۰۷ء کا وہ کلام نقل کیا گیا ہے جو انھوں نے اس دیوان کی اشاعت کے بعد کہا تھا اتفاق سے میرے غالب گلشن میں بھی، غالب کی زندگی میں چھ ہوشے دوسرے ایڈیشن کا نسخہ موجود ہے اور اس کے آخر میں بھی تقریر کاغذ، تمام کلام سن پچھ نامعلوم شخص کے قلم سے درج ہے جس کی نشاندہی عرشی صاحب نے کی ہے بلکہ میرے نسخے میں کچھ کلام زائد ہے میں نے اسے بھی شامل کر لیا ہے۔ ایسے کلام کو ۱۸۴۷ء کے بعد چند ہی سالوں کے دوران میں کہا ہوا کہتا ہے۔ اس نسخے میں جو کلام ”بعد از ۱۸۴۷ء“ کے عنوان سے درج ہے وہ ہی کلام ہے۔



بعد از ۱۸۴۷ء

۱۸۴۸ء تا ۱۸۵۲ء

مستشرق

فستق لاہور

۱۸۵۲ء



○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

بختِ ناساز نے چاہا کہ نہ مجھ کو اماں ق چرخِ کج باز نے چاہا کہ کرے مجھ کو ذلیل
 پیچھے ڈالی ہے، سرِ رشتہ اوقات میں کانٹھ پہلے ٹھوکی ہے بنِ ناخنِ تدبیر میں کیل
 پیشِ دل نہیں بے رابطہ خوفِ عظیم کششِ دم نہیں بے رابطہ بجز ثقیل
 ورمعنی سے، مرا صفحہ لغت کی داڑھی غم گیتی سے، مرا سینہ، عمر کی زنجیل
 فکرمیری، گہرا اندوز اشاراتِ کثیر کلک میری، رقم آموز عباراتِ قلیل
 میرے ابہام پہ ہوتی ہے تصدیق، تو صبح میرے اجمال سے کرتی ہے تراوشِ تفصیل
 نیک ہوتی مری حالت تو نہ دیتا تکلیت جمع ہوتی مری خاطر، تو نہ کرتا تعجیل

قبلہ کون و مکاں، خستہ نوازی میں یہ دیر؟

کعبہ امن و اماں، عقدہ کشائی میں یہ ٹھیل؟

غزلیات

میں اور بزمِ نئے سے یوں تشنہ کام آؤں! م گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا؟
 ہے ایک تیر جس میں دونوں چھپے پڑے ہیں م وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا
 در ماندگی میں غالب کچھ نہ پڑے، تو جانوں م جب رشتہ بے گروہ تھا، ناخن گروہ کشا تھا

گھر ہمارا، جو نہ روتے بھی تو، ویراں ہوتا م بحرِ گمِ بحر نہ ہوتا، تو بیاباں ہوتا
 تنگیِ دل کا گلہ کیا؟ یہ وہ کافر دل ہے م کہ اگر تنگ نہ ہوتا، تو پریشاں ہوتا

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

بعد یک عمرِ وُرع، بار تو دیتا، باسے م کاش! رضواں ہی دریا رکاوٹاں ہوتا

ہوئی تاخیر، تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا م آپ آتے تھے، مگر کوئی عنانِ گیر بھی تھا
 تم سے بے جا ہے، مجھے اپنی تباہی کا گلہ م اُس میں کچھ شائبہِ نمونیِ تفتِ ریز بھی تھا
 تو مجھے بھول گیا ہو، تو پستِ بتلا دوں م کبھی نترک میں تیرے کوئی پنجیر بھی تھا؟
 قید میں ہے، تم سے وحشی کو، وہی زلف کی یاد م ہاں کچھ اک لہج گراں باری زنجیر بھی تھا
 بجلی اک کو نہ گئی آنکھوں کے آگے، تو کیا؟ م بات کرتے، کہیں لب تشنہ تقریر بھی تھا
 یوسف اُس کو کہوں اور کچھ نہ کہے، نہ ہوئی م گورکھ پیٹھے، تو میں لائقِ تعزیر بھی تھا
 دیکھ کر غیر کو، ہو کیوں نہ، کلیجہ ٹھٹھا؟ م نالہ کرتا تھا، ولے طالبِ تاثیر بھی تھا
 پیشے میں عیب نہیں، رکھیے نہ فریاد کو نام م ہم ہی آشفتنہ مژوں میں وہ جواں میر بھی تھا
 ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا، نہ سہی م آخر اُس شخ کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا
 پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق م آدمی کوئی، ہمارا دم سحرِ بر بھی تھا؟
 ریت کے کہیں استاد نہیں ہو، غالب م کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا م اگر اور جیتے رہتے، یہی انتظار ہوتا
 تم سے دلی پرچہ ہم، تو یہ جان بھوٹ جانا م کہ خوشی سے مر نہ جاتے، اگر اعتبار ہوتا
 تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہدِ بودا م کبھی تو نہ توڑ سکتا، اگر استوار ہوتا

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

کوئی میرے دل سے پوچھے، تیرے تیریم کش کو م غلش کہاں سے ہوتی، جو جگر کے پار ہوتا
یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح؟ م کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غم گسار ہوتا
رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا م جسے غم سمجھ لے ہے، یہ اگر شرار ہوتا
غم اگر پر جاں گسل ہے، یہ کہاں بچیں کہ دل ہے م غم عشق گزرنہ ہوتا، غم روزگار ہوتا
کہوں کس سے میں کیا ہے؟ شب غم بڑی بلا ہے م مجھے کیا بُرا تھا مرنا، اگر ایک بار ہوتا
ہوئے مر کے ہم جو سوا، ہوئے کیوں نہ غرق دریا م نہ کبھی جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا
اُسے کون دیکھ سکتا، کہ یگانہ ہے وہ بیکتا م جو دوئی کی بوجھی ہوتی، تو کہیں دوچار ہوتا
یہ مسألی قصوف، یہ ترا بیان، غالب! م تجھے ہم ولی سمجھتے، جو نہ بادہ خوار ہوتا

نہ تھا کچھ، تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا، تو خدا ہوتا م ڈوبنا کچھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں، تو کیا ہوتا؟
ہو واجب غم سے یوں بے صن تو غم کیا سر کٹنے کا؟ م نہ ہوتا اگر جداتن سے، تو زانو پر دھرا ہوتا
ہوئی مدت کہ غالب مر گیا، پر یاد آتا ہے م وہ ہر یک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا، تو کیا ہوتا؟

گھر جب بتالیا ترے در پر کہے بغیر؟ م جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر، کہے بغیر؟
کہتے ہیں جب ہی نہ مجھے طاقت سخن م جانوں کسی کے دل کی میں کیونکر کہے بغیر؟
کام اُس سے آپڑا ہے کہ جس کا جہان میں م یوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر
جی میں ہی کچھ نہیں ہے ہمارے، ورنہ ہم م ہر جاٹے یا ہے، نہ رہیں پر کہے بغیر

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

چھوڑ دنگا میں نہ اُس بُت کافر کا پوجنا م چھوڑے نہ خلق، گو، مجھے کافر کہے بغیر
مقصد ہے ناز و غمزہ، دے گفتگو میں کام م چلتا نہیں ہے، دشت نہ و خنجر کہے بغیر
ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو م بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر
بہرا ہوں میں تو چاہیے دونا ہوا لقات م سنتا نہیں ہوں بات، مگر کہے بغیر
غالب، نہ کہ حضور میں تو بار بار عرض م ظاہر ہے تیرا حال سب اُن پر کہے بغیر

تم جانو، تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو م مجھ کو بھی پوچھتے رہو، تو کیا گناہ ہو
بچتے نہیں مواخذہ روزِ حشر سے م قاتل اگر قریب ہے، تو تم گواہ ہو
کیا وہ بھی بے گنہ کش و حق ناسپاس ہیں؟ م مانا کہ تم بشر نہیں فرشتہ و ماہ ہو
ابھرا ہوا نقاب میں ہے ان کے ایک تار م مرتا ہوں میں کہ یہ نہ کسی کی نگاہ ہو
جب میکہ چھٹا، تو میرا کیا جبکہ کی قید م مسجد ہو، مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو
سُنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب بست م لیکن خدا کرتے، وہ ترا جلوہ گاہ ہو
غالب بھی گزرنہ ہو، تو کچھ ایسا سزا نہیں م دنیا ہو، یارب! اور مرا بادشاہ ہو

تسکین کو ہم نہ رویں جو ذوقِ نظر ملے م حورانِ خلد میں تری صورت، مگر ملے
اپنی گلی میں مجھ کو نہ کردفن، ابد قتل م میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے؟
ساقی گری کی شرم کرو آج، ورنہ ہم م ہر شب پیاسی کرتے ہیں، جس قدر ملے

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

تجھ سے تو کچھ کلام نہیں، لیکن اے ندیم م میرا سلام کہیو، اگر نامہ برے ملے
تم کو بھی ہم دکھائیں کہ محبتوں نے کیا کیا م فرصت کشاکشِ غم پہناں سے گزرتے
لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں م جانا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر ملے
اے ساکنانِ کوچہ دلدار، دیکھنا م تم کو کہیں جو غالبِ آشفقتہ سر ملے

کوئی دن گر زندگانی اور ہے م اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے
آتشِ دوزخ میں یہ گری کہاں؟ م سوزِ غم ہاے سہانی اور ہے
بار بار دیکھی ہیں اُن کی رنجشیں م پر کچھ اب کے سرگرائی اور ہے
دے کے خط، منہ دیکھتا ہے نامہ بر م کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے
قسطِ اعمار ہیں، اکثر نجوم م وہ بلائے آسمانی اور ہے
ہو چکیں، غالب، بلائیں سب تمام م ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

کوئی اُمید بر نہیں آتی م کوئی صورتِ نظر نہیں آتی
موت کا ایک دن متین ہے م بیند کیوں رات بھر نہیں آتی
اگے آتی تھی حالِ دل پہ سنسی م اب کسی بات پر نہیں آتی
جاننا ہوں ثوابِ طاعتِ زہد م پر طبیعتِ ادھر نہیں آتی
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں م در نہ کیا بات کر نہیں آتی

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

کیوں نہ چیخوں؟ کہ یاد کرتے ہیں م میری آواز، گر نہیں آتی
داغِ دل گر نظر نہیں آتا م بوجھ اے چارہ گر! نہیں آتی
ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی م کچھ ہماری خبر نہیں آتی
مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی م موت آتی ہے پر نہیں آتی
کچھ کس منہ سے جاؤ گے غالب؟ م شرمِ تم کو مگر نہیں آتی

دلِ ناداں، تجھے ہوا کیا ہے؟ م آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
ہم ہیں مشتاق، اور وہ بیزار م یا الہی، یہ ماجرا کیا ہے؟
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں م کاش! پوچھو کہ دعا کیا ہے؟

ق

جب کہ تجھ پر نہیں، کوئی موجود م پھر یہ ہنگامہ، اے خدا کیا ہے؟
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں؟ م غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟
شکینِ زلفِ غنبریں کیوں ہے؟ م نگہ چشمِ بزم سا کیا ہے؟
سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں؟ م ابر کیا چیز ہے؟ ہوا کیا ہے؟

ہم کو اُن سے وفا کی ہے اُمید م جو نہیں جانتے، وفا کیا ہے؟
”ہاں، بھلا کر تیرا بھلا ہوگا!“ م اور درویش کی صدا کیا ہے؟

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

جس ان تم پر نشان کرتا ہوں م میں نہیں جانتا، دُعا کیا ہے؟
میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب م مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے؟

حُسنِ نہ گرجے بہ ہنگام کمال، اچھا ہے م اس سے میرا میرٹھ جہاں اچھا ہے
بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ م جی میں کہتے ہیں کہ مُفت آئے تو مال اچھا ہے
اور بازار سے لے آئے، اگر لوٹ گیا م ساغرِ جم سے مراجعِ سفال، اچھا ہے
بے طلبی تو مزہ اس میں سوا ملتا ہے م وہ گدا جس کو نہ ہو خوشی سوال، اچھا ہے
اُن کے دیکھے سے جو آجاتی ہے مُنہ پر رون م وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
دیکھے پاتے ہیں عشاقِ تریں سے کیا فیض م اک برہن نے کہا ہے کہ "یہ سال اچھا ہے"
ہم سخنِ تیشے نے فریاد کو شیریں سے کیا م جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال، اچھا ہے!
قطرہ دریا میں بھول جائے تو دیدیا ہو جائے م کام اچھا ہے وہ جس کا مال اچھا ہے
خضر سلطان کو رکھے خالقِ اکبر سرسبز م شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے

۱۔ بہادر شاہ ظفر کے ۱۶ بیٹوں میں سے آٹھویں بیٹے اور غالب کے شاگرد۔ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۶ء کو میرپور میں کی گئی کا نشانہ ہے (بہادر شاہ ظفر۔ از اسلم پرویز ص ۱۷۵)۔ وفات کے وقت عمر ۲۹ سال سے تجاوز نہیں تھی۔ ملازمتِ عالیہ طبعِ دوم ص ۱۷۴)۔ اس طرح سال ولادت (۱۸۳۱ء) ہوا۔

جناب مالک رام نے لکھا ہے کہ "خالقِ اکبر سے یہاں اس شوہر میں اکبر شاہ ثانی کی طرف اشارہ ہے جو خضر سلطان کے دادا تھے۔ اور جو ۱۸۰۶ء سے ۱۸۴۷ء تک بنگال میں میری رائے میں اس کا مطلب بیش از بیش یہ ممکن لگتا ہے کہ کبھی یہ خضر غالب نے ۱۸۳۱ء میں شہزادہ خضر سلطان کی ولادت (تازہ نہال) پر کہہ کر حافظے میں رکھا ہو گا۔ جب برسوں (۱۸۴۷ء کے) بعد اس زمین میں غول کٹی تو اس میں اس خضر کو بھی شامل کر دیا۔

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت، لیکن م دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

شکوے کے نام سے بے مہر، خفا ہوتا ہے م
یہ بھی مت کہہ، کہ جو کہیے، تو گلا ہوتا ہے
پُرموں میں، شکوے سے یوں راگ سے جیسے باجا م

اک ذرا چھیڑیے، پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے
گو سمجھتا نہیں پر حُسنِ تلانی دیکھو م
شکوہِ بَور سے، سرگرمِ جفا ہوتا ہے
عشق کی راہ میں ہے چرخِ مُکوکب کی وہ چال م

سُست رُوح سے کوئی ابلہ پا ہوتا ہے
کیوں نہ ٹھہریں ہدفِ ناکِ بیداؤ؟ کہ ہم م
آپ اٹھا لاتے ہیں، گر تیر خطا ہوتا ہے
خوب تھا، پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ م

کہ بھلا چاہتے ہیں، اور بُرا ہوتا ہے
نالہ جاتا تھا پر سے عرش سے میرا، اور اب م
لب تک آتا ہے، جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

خاتمہ میرا کہ وہ ہے بارِ بد بزمِ سخن م
 شاہ کی مدح میں یوں لغو نہ ہوتا ہے
 اے شہنشاہ کو اکب سپہ سہرِ علم ! م
 تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے
 ساتِ تسلیم کا حاصل جو فراہم کیجے م
 تو وہ لشکر کا ترے نعل پہا ہوتا ہے
 ہر مہینے میں جو یہ بدر سے ہوتا ہے ہلال م
 آستان پر ترے، منہ ناہیہ سا ہوتا ہے
 میں جو گستاخ ہوں، آئینِ غزل خوانی میں م
 یہ بھی تیرا ہی کرمِ ذوقِ فزا ہوتا ہے
 رکھیو غالب، مجھے اس تلخ نوائی میں معاف م
 آج کچھ دردِ مرے دل میں سوا ہوتا ہے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے؟ م تمہیں کہو کہ یہ اندازِ گفت گو کیا ہے؟
 نہ شعلے میں یہ کرشمہ، نہ برق میں یہ ادا م کوئی بتاؤ کہ وہ شوخِ تند خو کیا ہے؟
 یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تم سے م وگرنہ خوفِ بد آموزیِ عدو کیا ہے؟
 چپک رہا ہے بدن پر لہو سے، پیرا ہن م ہمارے حبیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے؟

جلا ہے جسمِ جہاں دل بھی جل گیا ہوگا م
 رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل م
 وہ چیز جس کے لیے ہم کو ہر بہشتِ عزیز م
 پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دوچار م
 رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی م
 ہو ہے شہ کا مصاحب پھر ہے اترتا م
 کمریتے ہو جوابِ راکھ جستجو کیا ہے؟
 جب کچھ ہی سے نہ ٹپکا، تو پھر لہو کیا ہے؟
 سوائے بادۂ گلغامِ مشک بو کیا ہے؟
 یہ شیشہ و قدح و گوزہ و سبو کیا ہے؟
 تو کس اُمید پہ کہیے کہ راز و کیا ہے؟
 وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے؟

ابنِ مرتیم ہوا کرے کوئی م
 شرع و آئین پر مدار سہی م
 چال جیسے کڑی کان کا تیر م
 بات پرواں زباں کشتی ہے م
 بکے ہاموں جنوں میں کیا کیا کچھ م
 نہ سُنو، گر بُرا کہے کوئی م
 روک لو، گر غلط چلے کوئی م
 کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند؟ م
 کیا کیا خضر نے سکندر سے! م
 جب توقع ہی اٹھ گئی، غالب م
 میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
 ایسے تال کا کیا کرے کوئی
 دل میں ایسے کے جا کرے کوئی
 وہ کہیں اور سنا کرے کوئی
 کچھ نہ سمجھے، خدا کرے کوئی
 نہ کہو، گر بُرا کرے کوئی
 بخش دو، گر خطا کرے کوئی
 کس کی حاجت روا کرے کوئی
 اب کسے رہنما کرے کوئی
 کیوں کسی کا گلا کرے کوئی

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے م بیٹھا رہا، اگر چہ اٹا ہے ہوا کیے
 دل ہی تو ہے سیاستِ درباں سے ڈر گیا م میں اور جاؤں دسے ترے بن صدا کیے؟
 رکھتا پھریں ہوں خرقہ و سجادہ رہن کے م مدت ہوئی ہے دعوتِ آب و ہوا کیے
 بے صرفہ ہی گزرتی ہے ہو گرجہ عمرِ خضر م حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کیے
 مقدر ہو تو خاک سے پوچھوں کہ "اے لئیم م تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کیے؟"
 کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو؟ م کس دن ہمارے سر پر نہ آئے چلا کیے
 صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ تو م دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے
 ضد کی ہے اور بات، مگر فوہری نہیں م بھولے سے اُس نے سینکڑوں عدوئے وفا کیے
 غالب، تمہیں کہو کہ ملے گا جواب کیا م مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے

میں انہیں چھٹیوں اور کچھ نہ کہیں م چل نکلتے، جوئے پیے ہوتے
 قہر ہو یا بلا ہو، جو کچھ ہو م کاشکے! تم مرے لیے ہوتے
 میری قسمت میں غم، گرا اتنا تھا م دل بھی یارب، کئی دیے ہوتے
 آہی جاتا وہ راہ پر غالب! م کوئی دن اور بھی جیسے ہوتے

○ ... ۲۲ [۲۱] فروری ۱۸۴۸ء

ذکر اُس پری و ش کا، اور پھر بیاں اپنا م بن گیا قیابِ آنو تھا جورازداں اپنا

لے تفصیل کے لیے دیکھیے تلاشِ غالب از ڈاکٹر شاد احمد قادری ص ۱۳۳۔ مضمون حادثہ امیری اور غالب
 (ایک غزل کا زمانہ تصنیف)۔

○ ... ۲۲ [۲۱] فروری ۱۸۴۸ء

وے نہ کیوں بہت پتے بزمِ غیر میں یارب م آج ہی ہوا منظور اُن کو امتحاں اپنا
 منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے م عرش سے ادھر ہوتا، کاشکے! مکاں اپنا
 دے وہ جس قدر ذلت ہم سہمی میں لائیں گے م بارے، آشنا نکلا، اُن کا پاسباں، اپنا
 درو دل کھوں کب تک؟ جاؤں اُن کو دکھلاؤں م انگلیاں دُکار اپنی، خامہ نوچ کاں اپنا
 گھستے گھستے مٹ جاتا، آپ نے جوٹ بدلا م ننگ سجدہ سے میرے سنگِ استیاں اپنا
 تاکرے نہ غمازی، کر لیا ہے دشمن کو م دوست کی شکایت میں ہم نے ہم زباں اپنا
 ہم کہاں کے دانا تھے؟ کس ہنر میں بکتا تھے؟ م بے سبب ہوا، غالب! دشمنِ آسماں اپنا

○ ... ۱۸۴۹ء قطعہ

مژدہ! اے رہروانِ راہِ سخن پایہ سبجانِ دستِ گاہِ سخن
 طے کرو راہِ شوقِ زودا زود آن پہنچی ہے منزلِ مقصود!
 پاس ہے اب، سوادِ اعظمِ نثر دیکھیے، چپل کے، نظمِ عالمِ نثر
 سب کو اُس کا سوادِ ارزانی! چشمِ بینش ہو جس سے نورانی
 یہ تو دیکھو کہ کیا نظر آیا جلوہ مدعا نظر آیا
 ہاں، یہی شاہراہِ دہلی ہے مطبعِ بادشاہِ دہلی ہے
 منقطع ہو رہی ہے پنج آہنگ گل و ریحانِ ولالہ رنگارنگ

لے منظوم اشتہارِ د اسعد الاخبار گروہ ۱۲ مارچ ۱۸۴۹ء۔ یہ اشتہار غالب کے
 شاگرد غلام نجف خاں کے نام سے چھپا تھا۔

ہے یہ وہ گلشنِ ہمیشہ بہار
نہیں اس کا جواب، عالم میں
اس سے اندازِ شوکتِ تحریر
مرحبا! طرزِ نغزِ گفتاری
نثرِ مدحتِ سرے ابراہیم
اُس کے فکروں میں کون آتا ہے؟
تین نثروں سے کام کیا نکلے؟
درزِ ششِ قصہ کہن کب تک؟
تاکجا درسِ نشرِ ماے کہن؟
تھے ظہوری و عرفی و طالب
نہ ظہوری ہے اور نہ طالب ہے
قولِ حافظ کا ہے بجائے دوست
کل وہ سرگرمِ خود نمائی تھے
آج یہ قدردانِ معنی ہے
نثرِ اس کی، ہے کارنامہ راز
دیکھو اس دفترِ معانی کو
اس سے جو کوئی بہرہ ور ہوگا
بار ورجس کا سرو، گل بنے خار
نہیں ایسی کتاب، عالم میں
اخذ کرتے ہیں آسماں کا دیر
حبِ زلا! رسم و راہِ نثاری
ہے مقررِ جواب، پئے تعلیم
کیا کہیں، کیا وہ راگ گاتا ہے
اُن کے پڑھنے سے نام کیا نکلے؟
داستانِ شہِ دکن کب تک؟
تازہ کرتا ہے دل کو، تازہ سخن
اپنے اپنے زمانے میں غالب
اسد اللہ خانِ غالب ہے
”ہرگز اینج روزِ لوبیتِ دوست“
شمعِ بزمِ سخن سرائی تھے
بادشاہِ بہانِ معنی ہے
نظمِ اس کی، نگارِ نامہ راز
سیکھو آئینِ نکتہ دانی کو
سینہ گنجینہ گہر ہوگا

ہو سخن کی جتنے طلب گاری
آج جو دیدہ در کرے درخواست
منطیع جب کہ ہو چکے گی کتاب
چار سے، پھر نہ ہوگی کم قیمت
جس کو منظور ہو کہ زر بھیجے
وہ بہارِ ریاضِ مہر و وفا
میں جو ہوں در پے ہولِ شرف
ہے یہ، القصہ، حاصلِ تحریر
کرے اس نسخے کی خریداری
تین بھیجے پئے، وہ بے کم و کاست
زرِ قیمت کا ہوگا اور حساب
اس سے لیویں گے، کم نہ ہم، قیمت
احسن اللہ خاں کے گھر بھیجے
جس کو کہتے ہیں عُمدة الحکما
نامِ عاصی کا ہے غلامِ نجف
ہے یہ، القصہ، حاصلِ تحریر
چشمہ الطبع جاری ہے

ابتداء سے ورق شماری ہے

غزلیات

یجرل ہوں دل کو روؤں کو بیٹوں جگر کو میں م
مقدور ہو تو، ساتھ رکھوں نورِ گر کو میں
چھوڑا نہ رشک نے کہ تیرے گھر کا نام لوں م
ہر یک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں
جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار م
اے کاش! جانتا نہ تیرے رہ گزر کو میں
ہے کیا جو کس کے باندھے؟ میری بلاؤں م
کیا جانتا نہیں ہوں تمہاری کمز کو میں؟
لو، وہ بھی کہتے ہیں کہ ”یہ بے ننگِ نامہ“ م
یہ جانتا اگر تو لٹتا نہ گھر کو میں

چلتا ہوں تھوڑی دیر رک تیز رو کے ساتھ م بہپنا سہنیں ہوں ابھی راہ بر کو میں
خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار م کیا پوچھا ہوں اُس بُت بیدار کو میں؟
پھر بے خودی میں بھول گیا راہ کو بے یار م جانا، وگرنہ، ایک دن اپنی خبر کو میں
اپنے پہ کر رہا ہوں قیاس اہل دہر کا م سمجھا ہوں دل پذیر متاع ہنر کو میں
غالب، خدا کرے کہ سوارِ سمندار م دیکھوں علی بہا درِ عالی گھر کو میں

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں م خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں
کیوں گردشِ ملام سے گھبراتے جالے دل؟ م انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں
یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے؟ م لوحِ جہاں پہ حرفِ مکر نہیں ہوں میں
حد چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے م آخر گناہ گار ہوں، کافر نہیں ہوں میں
کس واسطے عزیز نہیں جانتے مجھے؟ م نعل و زمر و زور و گوہر نہیں ہوں میں
رکھتے ہو تم قدم میری آنکھوں سے کیوں دلیخ؟ م رتبے میں مہر و ماہ سے کمتر نہیں ہوں میں
کرتے ہو مجھ کو منع قدم بوس کس لیے؟ م کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں؟
غالب وظیفہ نثار ہو، دو شاہ کو دوسا م وہ دن گئے کہ کہتے تھے "نور نہیں ہوں میں"

لے نواب علی بہادر، والی باندہ، اگست ۱۸۴۹ء میں حاکم باندہ ہوئے۔ وفات

۱۸۴۳ء
غالب، ۲۸ جولائی ۱۸۵۰ء کو بادشاہ کے باقاعدہ ملازم ہوئے تھے

رباعیات

جن لوگوں کو ہے مجھ سے عداوت گہری کہتے ہیں وہ مجھ کو رافضی اور دہری
دہری کیوں کر ہو جو کہ ہوئے صوفی؟ شیعہ کیوں کر ہو، ماورائے نہری؟

اصحاب کو ہو کہ ناسزا کہتے ہیں سمجھیں تو ذرا دل میں کہ کیا کہتے ہیں
سمجھا تھا نبیؐ نے ان کو اپنا ہمدم ہے، ہے نہ کہو کسے بُرا کہتے ہیں

یارانِ رسولؐ، یعنی اصحابِ کبار ہیں گرچہ بہت خلیفہ اُن میں ہیں چار
ان چار میں ایک سے ہو جس کو انکار غالب، وہ مسلمان نہیں ہے زہنار

یارانِ نبیؐ میں تھی لڑائی کس میں؟ الفت کی نہ تھی جلوہ نمائی کس میں؟
وہ صدق، وہ عدل، وہ حیا اور وہ علم بتلاؤ کوئی کہ تھی برائی کس میں؟

یارانِ نبیؐ سے رکھ تو لا، یا اللہ! ہر یک ہے کمال دیں میں یکتا باللہ!
وہ دوست نبیؐ کے اور تم ان کے دشمن لاحول ولا قوۃ الا باللہ!

غزلیات

منظور تھی یہ شکل تجسلی کو، نور کی م قسمت کھلی، تیرے قد و رخ سے، ظہور کی
اک خوں چکان کفن میں کڑوروں بناؤں میں م پڑتی ہے آنکھ، تیرے شہیڈوں پہ حور کی
واعظ، نہ تم پیو، نہ کسی کو پلا سکو م کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی
لڑتا ہے مجھ سے حشر میں قاتل کہ کیوں اٹھا؟ م گویا، ابھی سنی نہیں آوازِ صُور کی
آمد بہار کی ہے، جو ببل ہے نغمہ سنج م اڑتی سی اک خبر ہے، زبانی یگیور کی
گو واں نہیں، پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں م کہنے سے اُن بتوں کو بھی، نسبت، دُور کی
کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب؟ م آؤ نہ، ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی
گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر م کی جس سے بات اُس نے شکایتِ ضرور کی
قالت اگر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں م حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

بادشاہ کی اپنی صحت بھی خراب تھی چنانچہ دسمبر ۱۸۵۱ء میں ریڈیڈنٹ دہلی نے
ریورٹ بھیجی کہ بادشاہ بیمار اور زندگی سے بیزار ہے، اور حج کے لیے مکہ معظمہ
جائے کا ارادہ رکھتا ہے۔ غالب غالب نے اسی موقع پر کہا تھا ہے

غالب اگر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں
حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

(آئینہ غالب از شیخ محمد اکرام ص ۹۸)

غزل کی فکر کا زمانہ بھی آخر ۱۸۵۱ء ہی ہونا چاہیے

کہتے تو ہو تم سب کو بتِ غالب ہوئے م یک مرتبہ گجرا کے کہو کوئی کہ دو لکے
ہوں کشمکشِ نزع میں ہاں جذبِ محبت م کچھ کہہ نہ سکوں پروہ مرے پوچھنے کو لے
ہے زلزلہ و صرصر و سیلاب کا عالم م آنا ہی سمجھ میں مری آتا نہیں، گو لے
ظاہر ہے کہ گجرا کے نہ بھاگیں گے پیکرِ دین م ہاں امنہ سے مگر بادہ و دوشینہ کی بو لے
جلاوے ڈرتے ہیں نہ واعظ سے بھگرتے م ہم سمجھے ہوئے ہیں اُسے جس جیس میں ہو لے
ہاں اہل طلب کون سے طعنہ نایافت؟ م دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو لے
اپنا وہ نہیں شیوہ کہ آرام سے بیٹھیں م اُس دہ پہ نہیں بار تو کیسے ہی کہ ہو لے
کی ہم نفسوں نے اثرِ گریہ میں، تقریر م اچھے لے آپ اُس سے مگر مجھ کو ڈبو لے
اس انجنِ نازی کی کیا بات ہے غالب! م ہم بھی گئے واں اور تری تقدیر کو رو لے

قصیدہ

○ ... ۱۸۵۲ء (ج)

ہاں، میر نو، سنیں ہم اُس کا نام جس کو تو بھک کے، کر رہا ہے سلام
دودن آیا ہے تو نظر دم صبح یہی انداز اور یہی اندام
بارے، دودن کہاں رہا غائب؟ بندہ عاجز ہے، گردشِ ایام

لے ناوراتِ غالب ص ۱۲ اور دہلی اردو اخبار جلد ۱۳ نمبر ۱۹، ص ۴، مورخہ ۱۱ مئی ۱۸۵۱ء
لے ج میں سے "ہے صاعقہ و شعلہ و سیلاب کا عالم" ہے مگر انتخابِ غالب (رخ) مکتوبہ ۱۸۴۴ء
میں غالب نے اسے اوپر کے مصرعے سے بدل دیا تھا
لے ج = "و درج شہنشاہ جم جاہ سلیمان بارگاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی"

اڑ کے جاتا کہاں؟ کناروں کا
مَرَجَبَا! اے سرورِ خاصِ خواص
عُذریں، تین دن نہ آنے کے
اس کو بھولا نہ چاہیے کہنا
ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا
رازِ دل مجھ سے کیوں چھپاتا ہے؟
جانتا ہوں کہ آج دنیا میں
میں نے مانا کہ تو ہے حلقہٴ گومش
جانتا ہوں کہ جانتا ہے تو
مہرِ تاباں کو ہو تو ہو، اے ماہ

آسمان نے پھار کھا تھا دام
حَبْذَا! اے نشاطِ عامِ عوام
لے کے آیا ہے عید کا پیغام
صبح جو جائے اور آئے شام
تیرا آغاز اور ترا انجام
مجھ کو سمجھا ہے کیا کہیں نہ نام؟
ایک ہی ہے اُمید گاہِ انا
غالب اُس کا، مگر نہیں ہے، غلام؟
تب کہا ہے بہ طرزِ استفہام
قربِ ہر روزہ بر سبیلِ دوام

ق

تجھ کو کیا پایہٴ روشناسی کا؟
جانتا ہوں کہ اُس کے فیض سے تو
ماہ بن، ماہتاب بن، میں کون؟
میرا اپنا جُدا مبالغہ ہے
ہے مجھے آرزوئے بخشِ خاص
جو کہ بخشے گا تجھ کو فَر فرغ

جز بہ تقریبِ عیدِ ماہِ صیام
پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام
مجھ کو کیا بانٹ دے گا تو انعام
اور کے لین دین سے کیا کام
گر تجھے ہے امیدِ رحمتِ عام
کیا نہ دے گا مجھے مئےٴ کلفام؟

جب کہ چودہ منازلِ فلکی
تیرے پر تو سے ہوں فرغ پذیر
دیکھنا میرے ہاتھ میں لبریز
پھر غزل کی روشنی پہ پل نکلا
نہرِ غم کمر چکا تھا ہر نام
نئے ہی پھر کیوں نہ میں پیے جاؤں؟
بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے
کچھ میں جا، بجائیں گے ناقوس
اُس قدح کا ہے، دور مجھ کو نقد
بوسہ دینے میں اُن کو ہے انکار
چھیڑتا ہوں کہ، اُن کو غصہ آئے
کہہ چکا میں تو سب کچھ اب تو کہہ
کون ہے؟ جس کے درپہ ناعیہ سا
تو نہیں جانتا، تو مجھ سے سن
قبلہٴ چشمِ دل، بہادر شاہ
شہسوارِ طریقتِ انصاف
جس کا ہر فعل صورتِ اعجاز

کمر چکے قطع، تیری، تیزی گام
کوئے و مشکوئے و صحن و منظرِ دام
اپنی صورت کا، اک بلوریں جام
تو سن طبع چاہتا تھا لگام
غم سے جب ہو گئی ہو، زیستِ حرام
کہ نہ سمجھیں وہ کذبت و دشنام
اب تو باندھا ہے دیر میں احرام
چرخ نے لی ہے، جس سے گردشِ دام
دل کے لینے میں جن کو تھا ابرام
کیوں رکھوں، ورنہ، غالب اپنا نام؟
اے پری ہجرہ پیکِ تیز خرام؟
ہیں مہر و زہرہ و بہرام
نامِ شاہنشاہِ بلند مقام
منظرِ ذوالجلال والا کرام
نورِ ہمارِ حلیقہٴ اسلام
جس کا ہر قول، معنی الہام

○ ... ۱۸۵۲ء (قج)

بزم میں، میزبانِ قیصر و جم
اے ترا لطفِ زندگی افزا!
چشمِ بد دور! خسروانہ شکوہ
جاں نثاروں میں تیرے قیصرِ دم
وارثِ ملک جانتے ہیں تجھے
زورِ بازو میں ملتے ہیں تجھے
مرحبِ مویشگانیِ ناوک!
تیر کو تیرے، تیر غیر، ہدف
رزم میں، استادِ فرستم و سام
اے ترا عہد، فرخی فرجام
لو حشِ الدہ! عارفانہ کلام
جرعہ خواروں میں تیرے مرشدِ جام
ایرج و تور و خسرو و بہرام
گیو و گودرز و بیشن و بہام
آفری آبِ داریِ مصمام!
تیغ کو تیری، تیغِ خصم، نیام

ق

رعد کا، کرہی ہے کیا، دم بند!
تیرے فیلِ گراں جسد کی صدا
برق کو دے رہا ہے کیا الزام
تیرے رشتِ سبک عنان کا خرام

ق

فنِ صورت گری میں، تیرا گرز
اُس کے مضروب کے سرفراز سے
جب ازل میں رقم پذیر ہوئے
اورانِ اوراق میں بہکاکِ قضا
گم نہ رکھتا، ہودست گاہِ تمام
کیوں نمایاں ہو صورتِ ادغام؟
صفحہ ہائے لیالی و ایام
محکم مندرج ہوئے احکام
لکھ دیا شاہدوں کو "عاشقِ کش"
تیرا گرز
اُس کے مضروب کے سرفراز سے
جب ازل میں رقم پذیر ہوئے
اورانِ اوراق میں بہکاکِ قضا
لکھ دیا عاشقوں کو "دشمنِ کام"

○ ... ۱۸۵۲ء (قج)

آسماں کو، کہا گیا کہ کہیں
حکیمِ ناطق لکھا گیا کہ لکھیں
آتش و آب و باد و خاک نے لی
مہرِ رخشاں کا نام "خسروِ روز"
تیری توفیقِ سلطنت کو بھی
کاتبِ حکم نے، بموجبِ حکم
ہے ازل سے روئی آغاز
"گنبدِ تیز گمردِ نیلی فام"
خال کو "دانہ" اور زلف کو "دام"
وضعِ سوز و غم و گرم و آرام
ماہِ تاباں کا اسم "شجہ شام"
دی بدستور، صورتِ ارقام
اُس رقم کو دیا طرازِ دوام
ہو ابد تک رسائیِ انجام

قصیدہ

م

صبحِ دم، دروازہ خسرو کھلا
خسروِ انجم کے، آیا، صرف میں
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود
ہیں کو اکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ
سطحِ گردوں پر پڑا تھا، رات کو
صبح آیا، جانبِ مشرق، نظر
تھی نظر بندی، کیا جب ردِ سحر
مہرِ عالمتاب کا منظر کھلا
شب کو تھا گنجینہ گوسر کھلا
صبح کو، رازِ مہ و اختر کھلا
دیتے ہیں دھوکا، یہ بازی گز کھلا
موتیوں کا، ہر طرف، زیور کھلا
اک نگارِ آتشیں رخ، سر کھلا
بادِ گلزننگ کا ساغر کھلا

لاکے، ساقی نے صبوحی کے لیے
 بزمِ سلطانی ہوئی آراستہ
 تاجِ زرین، مہرِ تاباں سے سوا
 شاہِ روشن دل، بہادرِ شہ کو ہے
 وہ کہ جس کی صورتِ تکوین میں
 وہ کہ جس کے ناخنِ تاویل سے
 پہلے دارِ کا، نکل آیا ہے نام
 رُوشناسوں کی جہاں فہرست ہے

ق

تو سن شہ میں ہے وہ خوبی کہ جب
 نقشِ پاکی صورتیں وہ دلفریب
 مجھ پہ فیضِ تربیت سے شاہ کے
 لاکھ عقدے دل میں تھے لیکن ہر ایک
 تھا، دل وابستہ، قفلِ بے کلید
 باغِ معنی کی، دکھاؤں گا بہار
 ہو جہاں گرم غزلِ انخوانی، نفس

غزل

کنج میں بیٹھا رہوں یوں پر کھلا
 ہم پکاریں اور کھلے، یوں کون چلے؟
 ہم کو اس رازداری پر گھنڈ
 واقعی، دل پر بھلا لگتا تھا داغ
 ہاتھ سے رکھ دی، کب ابروئے کہاں؟
 مفت کا، کس کو بُرا ہے، بد رقعہ
 سوزِ دل کا کیا کرے بارانِ اشک؟
 تارے کے ساتھ آگیا پیغامِ مرگ
 دیکھو، غالب سے گر لکھا کوئی

پھر، ہوا مدحت طرازی کا خیال
 خامے سے پائی، طبیعت نے، مدد
 مدح سے، مدوح کی بھی شکوہ
 مہرِ کانپ، پرخ چکر کھا گیا
 بادشہ کا نام لیتا ہے خطیب
 سکھ شہ کا، ہوا ہے روتناس

کاش کے! ہوتا قفس کا در کھلا
 یار کا دروازہ پاویں، گر، کھلا
 دوست کا، ہے راز دشمن پر کھلا
 زخم، لیکن، داغ سے بہتر کھلا
 کب کمر سے غمڑے کی، خنجر کھلا
 رہروی میں، پردہ رہبر کھلا
 آگ بھڑکی، مینہ اگر دم بھر کھلا
 رہ گیا، خط میری چھاتی پر کھلا
 ہے ولی پوشیدہ اور کافر کھلا

پھر، مہ و خورشید کا دفتر کھلا
 بادباں بھی، اٹھتے ہی لنگر کھلا
 یاں، عرض سے، رتبہ جو ہر کھلا
 بادشہ کا رایت لشکر کھلا
 اب، علو پایہ منبر کھلا
 اب، عیارِ ابرو سے زر کھلا

شاہ کے آگے دھرا ہے آئندہ
ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے
ہوسکے کیا مدح؟ ہاں، اک نام ہے
منکر اچھی، پرستائشِ ناتمام
جانتا ہوں، ہے خطِ لوحِ ازل
تم کرو صاحبِ قرانی، جب تک
اب، مالِ سعی اسکتِ درکھلا
اب، فریبِ طغزل و سنجر کھلا
دفترِ مدح جہاں داور کھلا
عجزِ اعجازِ ستائشِ گر کھلا
تم پہ، اے خاقانِ نام آور کھلا
ہے طلسمِ روز و شب کا درکھلا

سہرا

○ ... ۱۸۵۲ء

خوش ہو، اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا
باندھ، شہزادہ جوائے بخت کے سر پہ سہرا
کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے
ہے ترے حسنِ دل افزو کا زیور سہرا
سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے، پر اے طرفِ کلاہ!
مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر، سہرا

ناؤ بھر کر ہی، پروئے گئے ہوں گے موتی
ورنہ، کیوں لائے ہیں کشتی میں لگا کر سہرا
سات دریا کے فراہم کیے ہوں گے موتی
تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا
رُخ پہ دھوپ کے جو، گرمی سے پسینا ٹپکا
ہے رگِ ابرِ گہر بار سراسر، سہرا
یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے
رہ گیا، آن کے دامن کے برابر، سہرا
جی میں اترائیں نہ موتی کہ نہیں ہیں اک چیز
چاہیے، پھولوں کا بھی ایک مقرر، سہرا
جب کہ اپنے میں سماویں نہ، خوشی کے مارے
گوندھے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کیونکر، سہرا
رُخِ روشن کی دیک گویہ غلطاں کی چمک
کیوں نہ دکھلاوے فروغِ مد و اختر سہرا
تاریشم کا نہیں، ہے یہ رگِ ابرِ بہار
لائے گا تابِ گراں باری گویہ، سہرا

ہم، سخنِ فہم ہیں، غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بڑھ کر سہرا

منہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں م زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے منہ پر کھلا
در پہ پہنے کو کہا، اور کہہ کے کیسا پھر گیا! م جتنے عرصے میں مرا لپٹا ہوا بستر کھلا
کیوں نہ مری ہے شب غم؟ ہے باؤں کا نزول م آج اُدھر ہی کو پہنچے گا، دیدہ اختر کھلا
کیا یوں غربت میں خوشی جو تولاوت کا یہ حال م نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ برا کتر کھلا
اُس کی اُمت میں ہیں میں میریں کیوں کام بند؟ م واسطے جس شمع کے غالب گنبد بے در کھلا

ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشان اور م کرتے ہیں محبت، تو گزرتا ہے کہاں اور
یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات م دے اور دل ان کو ہونے دے مجھ کو نہ باں اور
ابو سے ہے کیا، اس نگہ ناز کو پیوند؟ م ہے تیر مقرر، مگر اس کی ہے کہاں اور
تم شہر میں ہو، تو ہمیں کیا غم؟ جب اُٹھیں گے م لے آئیں گے بازار سے، جا کر دل بجاں اور
ہر چند سبک دست ہوئے بے شکنی میں م ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اور
ہے خون جگر خوش میں دل کھول کے روتا م ہوتے جو کئی دیدہ خوانا بہ نشان اور
متر ہوں اس آواز پہ، ہر چند سرا جلاے م جلاؤ کو، لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور
لوگوں کو ہے خورشید جہاں تاباں دھوکا م ہر روز دکھاتا ہوں میں اک رخ ہناں اور
لیتا، نہ اگر دل نہیں دیتا، کوئی دم چین م کرتا، بخونہ مریا، کوئی دن آہ و فغاں اور
پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے م گرتی ہے مری طبع، تو ہوتی ہے ریاں اور
ہیں اور بھی دنیا میں سخن و رہت اچھے م کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

لازم تھا کہ دیکھو مریا ستا کوئی دن اور م تنہا گئے کیوں؟ اب ہوتا کوئی دن اور
مٹ جائے گا سر، گر تیرا پتھر نہ گھسے گا م ہوں در پہ تیرے ناہیہ فرسا کوئی دن اور
آئے ہوئی اور آج ہی کہتے ہو کہ "جاؤں؟" م مانا کہ ہمیشہ نہیں، اچھا کوئی دن اور
جاتے ہوئے کہتے ہو: "قیامت کو میں گے" م کیا خوب! قیامت کا ہے کیا کوئی دن اور
ہاں! لے ملک پیر، جواں تھا ابھی عارف م کیا تیرا بگڑتا، جو نہ مریا کوئی دن اور
تم ماہِ شب چار دم تھے، مرے گھر کے م پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور
تم کون سے تھے ایسے کھرے داد و ستد کے؟ م کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور
مجھ سے تمہیں نفرت تھی، تیرے لڑائی م بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور
گزی نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش م کرتا تھا، جواں مرگ گزرا کوئی دن اور
ناداں ہو جوتے ہو کہ "کیوں جیتے ہیں غالب؟" م قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

دونوں جہان دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا م

یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چارہ گئے م

تیرا پستانہ پائیں، تو ناچار کیا کریں

کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہل بزم؟ م

ہو غم ہی جہاں گداز، تو غنوار کیا کریں

لے مرزا زین العابدین خاں عارف اپریل ۱۸۵۲ء میں فوت ہوئے تھے۔ یہ غزل اُنھی کا مرثیہ ہے

سب کہاں کچھ لالہ گل میں نمایاں ہو گئیں م خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ نہاں ہو گئیں
 یاد تھیں ہم کو بھی، رنگارنگ بزمِ آرائیاں م لیکن اب نقش و نگار طاقِ نسیاں ہو گئیں
 تھیں بناتِ انشِ گردوں دن کو پڑے میں نہاں م شکیں ان کے جی میں کیا آئی کہ غریباں ہو گئیں؟
 قید میں یعقوب نے لی، گو نہ یوسف کی خبر م لیکن آنکھیں روزِ دیوارِ زندان ہو گئیں
 سب قیوں سے ہوں ناتواں، پر زبانِ ہر سے م ہے زلیخا خوش کہ عوامہ کنگاں ہو گئیں
 جوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق م میں سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں
 ان بڑی زادوں سے لیں گے خلد میں ہم انتقام م قدرتِ حق سے یہی حوریں اگر واں ہو گئیں
 نیناس کی ہے، ناع اس کا ہے راتیں اس کی ہیں م تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں
 میں چمن میں کیا گیا، گویا دبستان کھل گیا م بلبلیں سن کر مرے نالے، غزل خواں ہو گئیں
 وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یارب دل کے پار؟ م جو مری کوتاہی قسمت سے، مژگن ہو گئیں
 بس کہ رو کا میں نے اور سینے میں بھرے پے پے م میری آہیں، بخینہ چاکِ گریباں ہو گئیں
 واں گیا بھی میں تو ان کی گالیوں کا کیا جواب م یاد تھیں جتنی دعائیں، صرف دریاں ہو گئیں
 جانفز ہے بادہ، جس کے ہاتھ میں جام آگیا م سیہ کیریں ہاتھ کی، گویا، رگِ جان ہو گئیں
 ہم موجد ہیں، ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم م ملتیں جب مٹ گئیں اجڑائے ایمان ہو گئیں
 رنج سے خوگر ہوا انسان، تو مٹ جاتا ہے رنج م مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں
 یوں ہی گردِ تارِ غالب تو اے اہلِ جہاں م دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ دیواں ہو گئیں

لے یہ غزل دہلی اردو اخبار جلد ۱۴ نمبر ۳۲ مورخہ ۲۸ اگست ۱۸۵۲ء میں چھپی تھی

حضورِ شاہ میں، اہلِ سخن کی آزمائش ہے م
 چمن میں، خوشنویانِ چمن کی آزمائش ہے
 قد و گیسویں، قیس و کوہکن کی آزمائش ہے م
 جہاں ہم ہیں، وہاں دار و سن کی آزمائش ہے
 کریں گے کوہکن کے حوصلے کا امتحان، آخر م
 ہنوز اس خستہ کے نیرے تن کی آزمائش ہے
 نسیمِ مہر کو کیا پیرِ کنگاں کی ہوا خواہی؟ م
 اُسے یوسف کی بوئے پیرہن کی آزمائش ہے
 وہ آیا بزم میں، دیکھو، نہ کہیو پھر کہ غافل تھے م
 شکیب و صبر اہلِ انجن کی آزمائش ہے
 رہے دل ہی میں تیرا، اچھا بگڑ کے پار ہو، بہتر م
 غرضِ شستِ بتِ ناوکِ ننگن کی آزمائش ہے
 نہیں کچھ سمجھ و زُنا کے پھندے میں، گیراؤ م
 وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہے
 پڑا رہا، اے دلِ وابستہ، بیتابی سے کیا حاصل؟ م
 مگر پھر تابِ زلفِ پرشکن کی آزمائش ہے

رگ و پے میں جب اترے زہر غم تب لکھیے کیا ہو م
ابھی تو لکھی کام و دہن کی آزمائش ہے
وہ آویں گے مرے گھر، وعدہ کیسا، دیکھنا غالب م
نئے فتنوں میں اب چرخ کھن کی آزمائش ہے

غم کھانے میں بودا، دلِ ناکام، بہت ہے م
یہ رنج کہ کم ہے دے کلف اُم بہت ہے
کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ م
ہے یوں کہ مجھے دردِ تیر جام بہت ہے
نئے تیر کماں میں ہے، نہ صیاد کیوں میں م
گوشے میں قفس کے، مجھے آرام بہت ہے
کیا زہد کو مالوں؟ کہ نہ ہو گرجہ ریائی م
پاداشِ عمل کی طبعِ خام بہت ہے
ہیں اہلِ خرد کس روشِ خاص پہ نازاں؟ م
پابستگی رسمِ ورہِ عام بہت ہے
زمزم ہی پہ پھوڑو، مجھے کیا طوفِ حرم سے؟ م

آلودہ بے جسامۂ احرام، بہت ہے

ہے قہر، گراب بھی نہ بنے بات، کہ اُن کو م
انکار نہیں، اور مجھے اہرام بہت ہے
خوں ہو کے جگر آنکھ سے پڑکا نہیں اے مرگ م
رہنے دے مجھے یاں، کہ ابھی کام بہت ہے
ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانتے؟ م
شاعر تو وہ اچھا ہے، یہ بدنام بہت ہے

نکٹہ چیں ہے، غمِ دل اُس کو سنائے نہ بنے م
کیا بنے بات، جہاں بات بنائے نہ بنے؟
میں بلاتا تو ہوں اُس کو، مگر اے جذبہِ دل! م
اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
کھیل سمجھا ہے، کہیں پھوڑ نہ دے، بھول نہ جائے م
کاش! یوں بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے
غیر پھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ اگر م
کوئی پوچھے کہ ”یہ کیا ہے؟“ تو چھپائے نہ بنے

مطابق نامِ حقیر ۸ جنوری (دیوانِ غالب) سنہ ۱۸۵۳ء، اشاعتِ دوم میں ۸ جون ۱۸۵۲ء لکھا گیا ہے، میں اس غزل کا ذکر ہے اس لیے غزل ۸ جنوری ۱۸۵۳ء سے کچھ پہلے یعنی اواخر ۱۸۵۲ء میں لکھی ہوئی غزل پہلی بلاغی میں درج ہوئی ہے۔

اس نزاکت کا بُرا ہو؛ وہ بھلے ہیں، تو کیا؟ م
ہاتھ آویں، تو انھیں ہاتھ لگائے نہ بنے
کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے؟ م
پر وہ چھوڑا ہے وہ اُس نے کہ اٹھائے نہ بنے
موت کی راہ نہ دیکھوں؟ کہ بن آئے نہ رہے م
تم کو چاہوں؟ کہ نہ آؤ، تو بلائے نہ بنے
بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اُٹھے م
کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے
عشق پر زور نہیں، ہے یہ وہ آتش، غالب م
کہ لگائے نہ لگے، اور بجھائے نہ بنے

○ ... ۱۸۵۲ء (تج) رباعیات

حق نشہ کی بقا سے خلیق کو شاد کرے ۱
یہ دی جو گئی ہے رشتہ عمر میں، گانٹھ ۲
تاشاہ، شیرِ دانش و دانش و داد کرے
ہے صفر کہ افزائشِ انداد کرے

۲

اس رشتے میں لاکھ تار ہوں، بلکہ سوا! ۱
ہر سینکڑے کو ایک گرہ فرض کریں ۲
اتنے ہی برس شمار ہوں، بلکہ سوا!
ایسی گرہیں ہزار ہوں، بلکہ سوا!

۶۱۸۵۳ تا ۶۱۸۵۶

مستغرق

نسخہ رام پور (ثانی) ۶۱۸۵۵
جدید

قادر نامہ (طبع اول) ۶۱۸۵۶

○ ... ۱۸۵۲ء

اس نزاکت کا بُرا ہو؛ وہ بھلے ہیں، تو کیا ہر م
 ہاتھ آویں، تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے
 کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے؟ م
 پر وہ چھوڑا ہے وہ اُس نے کہ اٹھائے نہ بنے
 موت کی راہ نہ دیکھوں؟ کہ بن آئے نہ رہے م
 تم کو چاہوں؟ کہ نہ آؤ، تو بلائے نہ بنے
 بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے م
 کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے
 عشق پر زور نہیں، ہے یہ وہ آتش، غالب م
 کہ لگائے نہ لگے، اور بچھائے نہ بنے

○ ... ۱۸۵۲ء (تج)، رباعیات

حق نشہ کی بقا سے خلق کو شاد کرے ۱
 یہ دی جو گئی ہے رشتہ عمر میں گانٹھ ۲
 تاشاہ، شیر ع دانش و داد کرے
 ہے صفر کہ افزائش انداد کرے

۲

اس رشتے میں لاکھ تار ہوں، بلکہ سوا!
 ہر سینکڑے کو ایک گرہ فرض کریں ۲
 اتنے ہی برس شمار ہوں، بلکہ سوا!
 ایسی گرہیں ہزار ہوں، بلکہ سوا!

۶۱۸۵۳ تا ۶۱۸۵۶

مستغرق

نستعلام پور (ثانی) ۶۱۸۵۵
جدید

قادر نامہ (طبع اول) ۶۱۸۵۶

در مدح شاہ

۲

اے شاہ جہانگیر جہان بخش جہاں دار ہے غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت
جو عقدہ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو تو اکرے اُس عقدے کو سو بھی بشارت
ممکن ہے کہ غے خضر سکندر سے ترا ذکر؟ کرب کو نہ دے چہنمہ میوان سے طہارت
اصف کو سیلماں کی وزارت سے شرف تھا ہے فخر سیلماں، ہو کرے تیری وزارت
ہے نقش مریدی ترا، فرمان الہی ہے داغِ علمای ترا، توقع امارت
تو اب سے کہ سلب کرے طاقت سیلماں تو آگ سے گردوغ کرے تاب شرارت
ڈھونڈے نہ ملے، موجبِ دیدیا میں روانی باقی نہ رہے، آتشِ سوزاں میں حرارت
ہے، گرچہ مجھے نکتہ سرائی میں تو غلّ ہے، گرچہ مجھے سحر طرازی میں مہارت

لے ”یہ قطعہ نوروز کی مبارکباد پر مشتمل ہے، اور نوروز، آفتاب کے برج حمل میں داخلے پر منایا جاتا ہے۔ میرزا صاحب، سرور کو لکھتے ہیں: ”تحریر آفتاب یہ حمل کے باب میں مونی بات یہ ہے کہ ۲۲ مارچ کو واقع ہوتی ہے۔ کبھی ۲۱ کبھی ۲۳ بھی آتی ہے۔ اس سے تجاوز نہیں ہے۔ دعوت: ۲۲ دہلی اردو اخبار جلد ۱۵ نمبر ۱۳ مورخہ جمادی الآخرہ ۱۲۶۹ مطابق ۲۲ مارچ ۱۸۵۳ء میں جنوری والا مئی شب از معجونی دسترخوان کا ذکر ہے، جو یکشنبہ ۹ جمادی الآخرہ کو نوروز کے دن مئی کی گئی تھی۔ یہ واقعہ میرزا سیماں شکوہ بہادر کے پوتے میرزا نور الدین شاہی خلیفہ کی آمد دہلی کے بعد لکھتے ہیں۔ جن کی طبیعت نے بہادر شاہ کو متہم بہ تشیع کیا تھا۔ اس لیے میری دانست میں یہ قطعہ مارچ ۱۸۵۳ء کا لکھا ہوا ہے۔“ مولانا غلامی مرحوم۔ شاعر عرشی، اشاعت دوم ص ۱۲۰

کیونکر نہ کروں مدح کو میں ختم دعا پر؟ قاصر ہے ستایش میں تری میری عبارت
نوروز ہے آج، اور وہ دن ہے کہ ہے میں نظر ارگی صنعت حق، اہل بصارت
تجھ کو، شرفِ مہر جہاں تاب مبارک غالب کو، ترے عتبہ عالی کی زیارت

مجنس

○... ۱۸۵۳ء

رگھتے رگھتے، پالو میں زنجیر آدھی رہ گئی
مر گئے پر، قبر کی تعمیر آدھی رہ گئی
سب ہی بڑھتا، کاش! کیوں بکیر آدھی رہ گئی
رکھنے کے، قاتل، جب تری شمشیر آدھی رہ گئی
غم سے جان عاشق دلگیر، آدھی رہ گئی

بیٹھ رہتا، لے کے چہنم پر ہم، اُس کے روبرو
کیوں کہا تو نے کہ؟ کہہ دل کا غم اُس کے روبرو
بات کرنے میں تکلم ہے دم، اُس کے روبرو
کہہ سکے ساری حقیقت ہم نہ، اُس کے روبرو

ہم نشیں، آدھی ہوئی تقریر، آدھی رہ گئی

لے ”متمہ دہلی اردو اخبار - ۱۷ اپریل ۱۸۵۳ء - یہ شاہ ظفر کی غزل پر غالب کی تفسیر ہے عرشی صاحب نے جب دیکھا کہ دیوان ظفر اور دہلی اردو اخبار میں ”ہم نہ“ لکھا ہے اور قرانی ہم، غم، دم، وغیرہ ہیں تو انہوں نے اسے ”ہم نہ“ کر دیا۔ عرشی صاحب کی یہ تفسیر درست نہیں۔ تفسیر سے تفسیر کے وزن پر کیا ہے جو جائز نہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہاں ظفر نے کب کہا ہوگا یعنی ”کب ہم اُس کے روبرو“

تو نے دیکھا؟ مجھ پہ کیسی بن گئی، اے رازدار
 خواب و بیداری پہ، کب ہے، آدمی کو اختیار
 مثلِ زخم، آنکھوں کو سی دیتا، جو ہوتا ہو شیار
 کھینچتا تھا، رات کو میں خواب میں، تصویر یار
 جاگ اٹھا میں، کھینچنی تصویر آدمی رہ گئی

غم نے جب گھیرا، تو چاہا ہم نے یوں اے دلنواز
 مستی چشمِ سیہ سے چل کے، ہوویں چارہ ساز
 تو صدمے پا سے جاگا، تھا جو محو خوابِ ناز
 دیکھتے ہی، اے ستمگر، تیری چشمِ نیم باز

کی تھی پوری ہم نے تو نہ یہ آدمی رہ گئی
 اس بُتِ مغرور کو کیسا ہو کسی پر التفات؟
 جس کے حسنِ روز افزوں کی یہ اک ادنیٰ ہے بات
 ماہِ نو مٹکے پہ، گزری ہوں گی راتیں پان سات
 اُس رُخِ روشن کے آگے ماہِ یک ہفتہ کی رات
 تابشِ خورشیدِ پرتویر آدمی رہ گئی

تا مجھے پہنچائے کاش، بختِ بد ہے گھات میں
 ہاں، فراوانی اگر کچھ ہے، تو ہے آفات میں
 جز غم و رنجِ دالم، گھانا ہے ہر یک بات میں
 کم نصیبی اس کو کہتے ہیں کہ میرے ہات میں

آتے ہی، خاصیتِ اکسیر آدمی رہ گئی
 سب سے، یہ گوشہ، کنائے ہے گلے لگ جاوے
 آدمی کو کیوں پکارتے ہے گلے لگ جاوے
 سر سے گر چادر اتارے ہے گلے لگ جاوے
 مانگ کیا بیٹھا سنو اسے ہے گلے لگ جاوے

وصل کی شب اے بُتِ بے پیر آدمی رہ گئی
 میں یہ کیا جاؤں کہ وہ کس واسطے ہوں پھر گئے؟
 پر نصیب اپنا، اُمحس جاتا سنا ہوں پھر گئے
 دیکھا قسمت وہ آئے اور پھر یوں پھر گئے
 آگے آدمی دور، میرے گھر سے وہ کیوں پھر گئے
 کیا کشش میں مل کی اب تاثیر آدمی رہ گئی؟

ناگہاں یاد آگئی ہے مجھ کو، یارب کب کی بات؟
کچھ نہیں کہتا کسی سے سُن رہا ہوں سب کی بات
کس لیے تجھ سے چھپاؤں ہاں وہ پرسوں شب کی بات؟
نامہ برجلدی میں تیری وہ جو تھی مطلب کی بات

خط میں آدھی ہو سکی تحریر آدھی رہ گئی
ہو تجلی برق کی صورت میں ہے یہ بھی غضب
ہاں، چہ گھنٹے کی تو ہوتی، فرصت عیش و طرب
شام سے آتے، تو کیا اچھی گزرتی رات سب
پاس میرے وہ ہو گئے بھی، تو بعد از نصف شب
نکلی آدھی حسرتِ تقریر، آدھی رہ گئی

تم جو فرماتے ہو ”دیکھ، اے غالب آشفہ سر
ہم نہ تجھ کو منع کرتے تھے؟ کیا کیوں اُس کے گھر؟“
جان کی پاؤں اماں! باتیں یہ سب سچ ہیں، مگر
دل نے کی ساری خرابی، لے گیا مجھ کو، ظفر

واں کے جانے میں مری توقیر آدھی رہ گئی

غزلیات

دل ہی تو ہے، نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں؟ م
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں ستائے کیوں؟
دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستان نہیں م
بیٹھے ہیں رکھڑ پہ ہم، غیر ہمیں اٹھائے کیوں؟
جب وہ جمالِ دلفروز، صورتِ مہرِ نیروز م
آپ ہی ہوں نظرِ سوزِ پردے میں مَنہ چھپائے کیوں؟
دشمنِ غمزہ جانتاں، ناوکِ تازبے پناہ م
تیرا ہی عکسِ رخِ سہی، سامنے تیرے آئے کیوں؟
قیدِ حیات و بندِ غم، اصل میں دونوں ایک ہیں م
موت سے پہلے آدھی غم سے نجات پائے کیوں؟
حسن اور اس پہ حسنِ ظن، رہ گئی بواہِ ہوس کی شرم م
اپنے پہ اعتماد ہے، غیر کو آزمائے کیوں؟
واں وہ غرورِ عز و ناز، یاں یہ حجابِ پاسِ وضع م
راہ میں ہم ملیں کہاں؟ بزم میں وہ بلائے کیوں؟

ہاں، وہ نہیں خدا پرست، جاؤ، وہ بے وفا سہی م
جس کو ہودین و دل عزیز، اُس کی گلی میں جائے کیوں؟
عالبِ خستہ کے بغیر، کون سے کام بند ہیں؟ م
روئے زار زار کیا، کیجیے ہائے ہائے کیوں؟

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو، تو کیونکر ہو م کہے سے کچھ نہ ہوا، پھر کہو، تو کیونکر ہو؟
ہمارے ذہن میں اس فکر کا ہے نام وصال م کہ گزرتا ہوا تو کہاں جائیں ہو، تو کیونکر ہو؟
ادب ہے اور یہی کشمکش، تو کیا کیجیے؟ م جیسا ہے اور یہی گوگو، تو کیونکر ہو؟
تجھیں کہو کہ گزارا صنم پرستوں کا! م بتوں کی ہو اگر ایسی ہی ہو، تو کیونکر ہو؟
اُجھٹے ہو تم، اگر دیکھتے ہو اُٹھتے م جو تم سے شہر میں ہوں ایک، تو کیونکر ہو؟
جسے نصیب ہو روزِ سیاہ میرا سا م وہ شخص دن نہ کہے رات کو، تو کیونکر ہو؟
ہمیں پھر اُن سے اُمید اور انہیں ہماری قدر م ہماری بات ہی پوچھیں نہ وہ تو کیونکر ہو؟
غلط نہ تھا، ہمیں خط پر گماں تسلی کا م نہ مانے دیدہ و دیدار جو، تو کیونکر ہو؟
بتاؤ اس مژدہ کو دیکھ کر کہ مجھ کو قرار م ینیش ہو رگ جاں میں فرو، تو کیونکر ہو؟
مجھے جوں نہیں غالب، ولے بقولِ حضور: م "فراقِ یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو؟"

قفس میں ہوں، گر اچھا بھی نہ جانیں میرے شیون کو م
مرا ہونا بُرا کیا ہے، تو اسجانِ گلشن کو؟
نہیں گر ہمدی آساں، نہ ہو، یہ رشک کیا کم ہے م
نہ دی ہوتی خدایا، آرزو سے دوست دشمن کو
نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اس جرات پر م
کیا سینے میں جس نے خوں چکاں مژگانِ سوزن کو
خدا شرمائے ہاتھوں کو اک رکھتے ہیں کشاکش میں م
کبھی میرے گریباں کو، کبھی جاناں کے دامن کو
ابھی ہم قتل گہ کا دیکھتا آساں سمجھتے ہیں م
نہیں دیکھا شتاؤں، جوے خوں میں تیرے تون کو
ہوا چرچا جو میرے پانوں کی زنجیر بننے کا م
کیا بیتاب کاں میں جنبشِ جوہر نے آہن کو
خوشی کیا، کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آوے؟ م
سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈھے ہے ابھی سے برقِ نثرین کو
وفا داری بشرطِ استواری، اصل ایمان ہے م
مرے بُت خانے میں، تو کیسے میں گاڑو برہن کو

شہادت تھی مری قسمت میں جو دی تھی یہ جو مجھ کو م
 جہاں تلوار کو دیکھا، جھکا دیتا تھا گردن کو
 نہ لٹا دن کو، تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا؟ م
 رہا کھٹکا نہ چوری کا، دعا دیتا ہوں رہن کو
 سخن کیا کہہ نہیں سکتے، کہ جویا ہوں جواہر کے؟ م
 جگر کیا ہم نہیں رکھتے، کہ کھو دیں جا کے معدن کو
 مرے شاہِ سلیمان جہاں سے نسبت نہیں غالب م
 فریدون و جم و یکسرو و داراب و بہمن کو

دیا ہے دل اگر اس کو، بشر ہے، کیا کہیے؟ م
 ہوا رقیب، تو ہو، نامہ بر ہے، کیا کہیے؟
 یہ ضد کہ آج نہ آئے، اور آئے بن نہ رہے م
 قضا سے شکوہ ہمیں کس قدر ہے کیا کہیے؟

لے یہ غزل قلعے کے مشاعرے منقذہ ۳۰ جادی الثانی ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۸۵۳ء کے

لیے کہی گئی تھی (خط بنام حقیر بحوالہ غالب کے خطوط ص ۱۱۴۵) اور دہلی اردو اخبار (تمذہ)

جلد ۱۵ نمبر ۱، میں ۲۴ اپریل ۱۸۵۳ء کو شائع ہوئی تھی

لے ہے یوں کہہ و بے کہہ، کہ کوئے دوست کو اب م
 اگر نہ کہیے کہ دشمن کا گھر ہے، کیا کہیے؟
 نہ ہے کرشمہ، کہ یوں سے رکھا ہے ہم کو فریب؟ م
 کہ بن کہے ہی انھیں سب خبر ہے، کیا کہیے؟
 سمجھ کے کرتے ہیں بازار میں وہ پرسش حال م
 کہ یہ کہے کہ ”سر رہنمائی ہے، کیا کہیے؟“
 تمہیں نہیں ہے سرِ رشتہ وفا کا خیال م
 ہمارے ہاتھ میں کچھ ہے، مگر ہے کیا؟ کہیے؟
 انھیں سوال پہ زعمِ جنوں ہے، کیوں لڑیے؟ م
 ہمیں جواب سے قطعِ نظر ہے، کیا کہیے؟
 حسد، مزائے کمالِ سخن ہے، کیا کیجیے؟ م
 ستم، بہاے متاعِ ہنر ہے، کیا کہیے؟
 کہا ہے کس نے کہ غالب بُرا نہیں؟ لیکن م
 سوائے اس کے کہ آشفۃ سر ہے، کیا کہیے؟

کہوں جو حال، تو کہتے ہو: ”مدعا کہیے“ م تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے؟

لے خط بنام حقیر اپریل ۱۸۵۳ء - تاواریت غالب ص ۳۵

نہ کہو وطن سے پھر تم کہ ہم ستمگر ہیں" م مجھے تو خوف ہے کہ جو کچھ کہو "بجا کہیے"
وہ نیشتر سہی، پردل میں جب اتر جاوے م نگاہِ ناز کو پھر کیوں نہ آشنا کہیے؟
نہیں ذریعہ راحت، جراتِ پیکان م وہ زخمِ تیغ ہے جس کو کہل کشا کہیے
جو مدعی بنے، اس کے نہ مدعی بنیے م جو نامترا کہے، اس کو نہ نامترا کہیے
کہیں حقیقت جا نکاہی مرض لکھے م کہیں مصیبتِ ناسازی دوا کہیے
کبھی شکایتِ رنج گراں نشیں کیجے م کبھی حکایتِ صبر گریز پا کیجے
ہے نہ جان، تو قاتل کو خون بہا دیجیے م کٹے زبان، تو خنجر کو مرہب کہیے
نہیں نگار کو الفت نہ ہو، نگار تو ہے م روانیِ روش و مستی ادا کہیے
نہیں بہار کو فرصت نہ ہو، بہار تو ہے م طراوتِ چمن و خوبی ہوا کہیے
سفینہ جب کہ کنا لے پہ آ لگا، غالب م خدا سے کیا ستم و جو ر نا خدا کہیے

باز بچہ اطفال ہے، دنیا مرے آگے م ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
اک کھیل ہے اور نگِ سلیمان مرے نزدیک م اک بات ہے اعجازِ سیما، مرے آگے
جز نام، نہیں صورتِ عالم مجھے منظور م جز وہم نہیں، ہستی اشیا، مرے آگے
ہوتا ہے نہاں گرد میں، صحرَا مرے ہوتے م گھستا ہے جبینِ خاک پہ دریا مرے آگے

لے یہ غزل بھی "بشر ہے کیا کہیے" والی غزل کے ساتھ ہی کہی گئی تھی، ۱۰ اپریل ۱۸۵۳ء
گویا اس سے دو ایک روز پہلے۔ مگر دہلی اردو اخبار دہلی ۲۲ مئی ۱۸۵۳ء
کو شائع ہوئی تھی

مت بوجھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے م تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے
سچ کہتے ہو، خود بین و خود آراہوں نہ کیوں ہوں م بیٹھا ہے بہت اُٹنہ سیمارے آگے
پھر دیکھیے اندازِ گل افشانیِ گفتار م رکھ دے کوئی پیمانہ صہبامرے آگے
نفرت کا گمان گزے ہے میں شک سے گزرا م کیوں کر کہوں: "لونا م نہ اُن کا مرے آگے"
ایماں مجھے روکے ہے، ہو کھینچے ہے مجھے کفر م کتبہ مرے پیچھے ہے، کلیسا مرے آگے
عاشق ہوں، پہ معشوقِ فزہی ہے مرا کام م مجنوں کو بُرا کہتی ہے لیتا مرے آگے
خوش ہوتے ہیں پرصل میں یوں مر نہیں جاتے م آئی شب، بھراں کی تمنا مرے آگے
ہے مہجرت اک قلزمِ خوں، کاش! یہی ہو م آتا ہے ابھی، دیکھیے کیا کیا مرے آگے
گو ماٹھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے م رہنے دوا بھی ساغر و مینا مرے آگے
ہم پیشہ وہم مشرب و ہمراز ہے میرا م غالب کو بُرا کیوں کہو اچھا، مرے آگے

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے م
بہت نکلے مرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے

لے تہذیبِ دہلی اردو اخبار ۱۹ جون ۱۸۵۳ء - جلوہ دار مرتبہ حسن
مادہ روی میں لکھا ہے کہ شاعر نے میں ذوق اور آواز بھی شامل تھے۔ جب داروغہ نے یہ شعر پڑھا ہے
میں ہونے مغرور وہ، جب آہ میری بے اثر دیکھی: کسی کا اس طرح یارب نہ دنیا میں بھرم نکلے
تو شاہ ظفر نے پاس بلا کر داروغہ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ داروغہ اس وقت ۲۲ سال کے تھے

ڈیے کیوں میرا قاتل؟ کیا ہے گاؤں کی گردن پر م
 وہ خون، جو چشم تر سے عمر بھریوں و مہم نکلے
 نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن م
 بہت بے آبرو ہو کر ترے کوپے سے ہم نکلے
 بھر م کھل جائے، ظالم تیرے قامت کی درازی کا م
 اگر اس طرہ پڑیج و خم کا بیج و خم نکلے
 مگر لکھوائے کوئی اُس کو خط، تو ہم سے لکھوائے م
 ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھ کر قلم نکلے
 ہوئی اس دور میں منسوب مجھ سے بادہ آشامی م
 پھر آیا وہ زمانہ، جو جہاں میں جام جم نکلے
 ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پلانے کی م
 وہ ہم سے بھی زیادہ خستہ تیغ ستم نکلے
 محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا م
 اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں، جس کا فرہ دم نکلے
 کہاں میخانے کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ م
 پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

غیریں محفل میں بوسے جام کے م ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کے
 خستگی کا تم سے کیا شکوہ؟ کہ یہ م ہستھکنڈے ہیں، چرخ نیلی فام کے
 خط لکھیں گے، مگر چہ مطلب کچھ نہ ہو م ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے
 رات پی زمزم پہ نئے اور صبح دم م دھوئے دھبے جامہ احرام کے
 دل کو آنکھوں نے پھنسیا، کیا مگر م یہ بھی، حلقے ہیں تمہارے دام کے
 شاہ کے ہے، غسلِ صحت کی خبر م دیکھیے، کب دن بھر میں حمام کے
 عشق نے، غالب، نکمّا کر دیا م ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

سلام

سلام اُسے کہ اگر بادشاہیں اُس کو تو پھر کہیں کہ کچھ اس سے سوا کہیں اُس کو
 نہ بادشاہ، نہ سلطان یہ کیا ستائش ہے؟ کہو کہ خامس آلِ عباس کہیں اُس کو

۱۔ دہلی اردو اخبار۔ ۴ دسمبر ۱۸۵۳ء میں درج ہے کہ بادشاہ نے ۲۱ صفر (۱۲۷۰ھ) کو
 غسلِ صحت فرمایا۔ یہ مطابق ہے ۲۳ نومبر ۱۸۵۳ء کے۔
 ۲۔ ”رامپور رضا لاہوری میں ایک مخطوطہ ”دستور العملِ اودھ“ کے نام سے محفوظ ہے۔ اس میں
 مجتہد العصر مولانا سید محمد رفیع کھنوی کی شاہ اودھ کے سامنے پیش کی ہوئی تحریریں اور
 ان پر شاہ کی توجہیں منقول ہیں۔ اس پر کھنوی، جو شاہ کے میر منشی تھے۔ اس
 کتاب کے مرتب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ سلام اس دستور العمل میں مجتہد العصر کے مکتوب
 مورخہ ۴ ذیقعدہ ۱۲۷۰ھ (۳ جولائی ۱۸۵۳ء) کے متصل بعد ۱۸ اب، نقل کیا گیا ہے
 جس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان تاریخوں کے کچھ ہی بعد میرزا صاحب کی طوت سے
 موصول ہوا ہوگا۔ سلام کا عنوان ہے ”یا اے اللہ! غالب“ اور خانے پر میرزا صاحب کی مہر
 (امداد اللہ غالب) بھی نقل کر دی گئی ہے۔ ”دستورِ عمرانی“ اشاعت دوم ص ۳۹۰

○ ... ۱۸۵۴ء

خدا کی راہ میں شاہی و خسروی کیسی ؟
 خدا کا بندہ ، خداوندگار بندوں کا
 فروغ جو ہر ایمان ، حسین ابن علی
 کھیلِ بخششِ اُمت ہے بن نہیں بڑی
 مسیح جس سے کرے اخذ فیضِ جان بخشی
 وہ جس کے ماتیموں پر ہے سلسبیل ، سبیل
 عدو کے سمیعِ رضا میں جگہ نہ پائے وہ بات
 بہت ہے ، پایہ گردِ وہ حسین ، بلند
 نظارہ سونہے یاں تک ہر ایک نے خاک
 ہمارے درد کی یارب کہیں دوانہ ملے
 ہمارا منہ ہے کہ دیں اُس کے حُسنِ صبر کی داد ؟
 زبامِ ناقہ کف اُس کے ہیں ہے کہ اہلِ یقین
 وہ ریگِ تفتہ وادی پہ کام فرسا ہے
 امامِ وقت کی یہ قدر ہے کہ اہلِ عِناو
 یہ اجتہادِ عجب ہے کہ ایک دشمن دیں
 یزید کو تو نہ تھا اجتہاد کا پایہ
 علی کے بعد حسن اور حسن کے بعد حسین

○ ... ۱۸۵۴ء

بنی کا ہونہ جسے اعتقادِ کافر ہے رکھے امام سے جو بغض کیا کہیں اُس کو ؟
 بھرا ہے ، غالبِ دلخستہ کے کلام میں درد
 غلط نہیں ہے کہ غوٹیں نوا کہیں اُس کو

○ ... ۱۸۵۳/۵۴ء غزلیات

دردِ منت کشِ دوا نہ ہوا م میں نہ اچھا ہوا ، بُرا نہ ہوا
 جمع کرتے ہو کیوں قیوں کو ؟ م اک تماشا ہوا ، رگلا نہ ہوا
 ہم کہاں قسمت آزا نے جائیں ؟ م تو ہی جب بنجر آزما نہ ہوا
 کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ قیب م گالیوں کھا کے بے مزانہ ہوا
 ہے خبر گرم اُن کے لے کی م آج ہی گھر میں بوریانہ ہوا
 کیا وہ سرود کی خدائی تھی ؟ م بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
 جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی م حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا
 زخم گردب گیا ، لہو نہ تھا م کام گر رک گیا ، روا نہ ہوا

۱۔ گلستانِ سخن (تالیف قبل از اپریل ۱۸۵۴ء) میں اس غزل کا ایک شعر انتخاب ہوا ہے ۔
 نسخہء نثری اشاعت دوم ص ۱۹۲ پر نثری صاحب نے اس غزل کو وسط ۱۸۵۲ء اور آغاز ۱۸۵۴ء کے درمیان قرار دیا ہے مگر میری رائے میں جب یہ غزل قیج میں نہیں ہے جو اگست ۱۸۵۲ء کے بعد کا مرتبہ ہے تو اسے زیادہ سے زیادہ آخر ۱۸۵۲ء اور ۱۸۵۴ء کے درمیان تسلیم کرنا چاہیے ۔

○ ... ۵۴/۱۸۵۳ء

رہزنی ہے کہ دستان ہے ! م لے کے دل، دستان روانہ ہوا
کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں : م
”آج غالب غزل سرا نہ ہوا“

○ ... ۱۸۵۴ء

دورِ قہر و غضب جب کوئی ہم سا نہ ہوا م پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا؟
بندگی میں بھی وہ آزادہ و خودی ہیں کہ ہم م اُلٹے پھر گئے، در کعبہ اگر روانہ ہوا
سب کو مقبول ہے دعویٰ تری یکتائی کا م رو بہ رو کوئی بتِ آئینہ سیما نہ ہوا
کم نہیں نازشِ ہمنامی چشمِ خواباں م تیرا بیاز بڑا کیا ہے، اگر اچھا نہ ہوا
سینے کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا م خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا
نام کا میرے ہے جو دکھ کہ کسی کو نہ ملا م کام میں میرے ہے، بوقت نہ کہ برپا نہ ہوا
ہر بنِ موسیٰ، دمِ ذکر نہ ٹپکے خونِ ناب م حمزہ کا قصہ ہوا، عشق کا چرچا نہ ہوا
قطرے میں جلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں گل م کھیل لڑکوں کا ہوا، دیدہ بینا نہ ہوا
تھی خبر گرم کہ غالب کے گڑبڑ کے پرنے م دیکھئے ہم بھی گئے تھے، یہ تماشا نہ ہوا

جو سے باز آئے، پر باز آئیں کیا؟ م کہتے ہیں؟ ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا؟

لے خط بنام نبی بخش حقیر لید از ۱۸ جون ۱۸۵۴ء (نادران غالب ص ۵۶)
لے مکتوب غالب بنام منشی نبی بخش حقیر مورخہ ۳ اکتوبر ۱۸۵۴ء میں اس غزل کا
دوسرا شعر درج ہوا ہے

○ ... ۱۸۵۴ء

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان م ہوئے ہے گا کچھ نہ کچھ، گھبراؤں کیا؟
لاگ ہو، تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ م جب نہ ہو کچھ بھی، تو دھوکا کھائیں کیا؟
ہو لیے کیوں نامہ بر کے ساتھ ساتھ؟ م یارب اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا؟
موجِ خوں سر سے گزر رہی کیوں نہ جائے م آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا؟
عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ م مر گئے پر، دیکھیے، دکھلائیں کیا؟
پوچھتے ہیں وہ کہ ”غالب کون ہے؟“ م کوئی بتاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

کسی کو دے کے دل، کوئی تو اسچ فغاں کیوں ہو؟ م
نہ ہو جب دل ہی سینے میں، تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو؟
وہ اپنی خونہ چھوڑیں گے، ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں؟ م
سنگِ سرب کے کیا پوچھیں کہ ”ہم سے سرگراں کیوں ہو؟“
کیا غمِ خوار نے رسوا، لگے آگ اس محبت کو! م
نہ لافِ تاب جو غم کی، وہ میرا راز داں کیوں ہو؟
دفا کیسی؟ کہاں کا عشق؟ جب سر بھوڑنا ٹھہرا م
تو پھر لے سنگِ دل، تیرا ہی سنگِ استاں کیوں ہو؟

قفس میں مجھ سے رواد چن کہتے نہ ڈر، ہمد م م
گری ہے جس پہ کل بجلی، وہ میرا اشیاں کیوں ہو؟
یہ کہہ سکتے ہو؟ ہم دل میں نہیں ہیں پر یہ بتلاؤ م
کہ جب دل میں تمہیں تم ہو تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو؟
غلط ہے جذبِ دل کا شکوہ، دیکھو، بزم کس کا ہے؟ م
نہ کھینچو گرم اپنے کو، کشاکشِ دو میاں کیوں ہو؟
یہ فتنہ آدی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے؟ م
ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اُس کا آسمان کیوں ہو؟
یہی ہے آزمانا، تو ستانا کس کو کہتے ہیں؟ م
عدو کے ہو لیے جب تم، تو میرا امتحاں کیوں ہو؟
کہا تم نے کہ "کیوں ہو غیر کے سلنے میں رسواں؟" م
بجا کہتے ہو، سچ کہتے ہو، پھر کہو کہ ہاں، کیوں ہو؟
نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو، غالب؟ م
ترے بے ہر کہنے سے، وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو؟

قطعہ

خجستہ انجنِ طوے میرزا جعفر کہ جس کے دیکھے سے سبکا ہوا ہے مخفوظ
ہوئی ہے ایسے ہی فرزندہ سال میں غالب م نہ کیوں ہو مادہ سال عیسوی "مخفوظ" ۱۸۵۴ء

قطعہ

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی ہوا بزمِ طرب میں رقصِ ناہید
کہا غالب سے "تاریخ اس کی کیا ہے؟" م تو بولا: "الشرحِ جشنِ جمشید" ۱۲۴۰ھ

قطعہ

افطارِ صوم کی کچھ، اگر دستگاہ ہو اُس شخص کو ضرور ہے روزہ رکھا کرے
جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو م روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

رباعی

سامانِ خور و خواب کہاں سے لاؤں؟ آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں؟
روزہ مرا ایمان ہے، غالب، لیکن م خس خانہ و برفاب کہاں سے لاؤں؟

○ ... ستمبر ۱۸۵۴ء تا اپریل ۱۸۵۷ء

مطلع

طے، دو مرشدوں کو قدرتِ حق سے ہیں دو طالب
نظام الدین کو خسرو، سراج الدین کو غالب م

۱۷۷۷ء خطِ بنام بنی بخش حقیقہ مورخہ ۱۸۵۴ء - نادر ات غالب ۵۸، ۵۳ خط سے ظاہر
ہے کہ میرزا جعفر اور قطعہ ۳۲ جون ۱۸۵۴ء سے دو ایک روز پہلے کہ ہونگے
یادگار غالب ص ۷۷ - جالی نکلتے ہیں کہ بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے غالب اکثر ایسے
اشعار دربار میں بر جستہ پڑھا کرتے تھے۔ قیاس ہے کہ یہ شعر وفاتِ ذوق کے بعد اور مئی
۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے پہلے کسی وقت کہا گیا ہو گا۔ ذوق ۵ اربزیمر ۱۸۵۴ء کو فوت ہوئے

قطعه

اے شہنشاہِ آسمان اورنگ
تھا میں اک بے گوشہ نشین
تم نے مجھ کو جو آبرو بخشی
کہ ہوا مجھ سا ڈرہ ناجیز
گرچہ، از روئے نگ بے ہنری
کہ گر اپنے کو میں کہوں خاکی
شاد ہوں لیکن اپنے جی میں کہوں
خانہ زاد اور سرید اور مداح
باے، لو کہ بھی ہو گیا، صد شکر!
نہ کہوں آپ سے، تو کس سے کہوں؟
پیرو مرشد، اگرچہ مجھ کو نہیں

اے جہاں دارِ آفتاب آثار
تھا میں اک درو مند سینہ فگار
ہوئی میری وہ گرمی بازار
روشناسِ ثوابت و سیار
ہوں خود اپنی نظر میں اتنا غبار
جانتا ہوں کہ گئے خاک کو عار
بادشہ کا غلام کار گزار
تھا ہمیشہ سے یہ عرصہ گزار
نسبتیں، ہو گئیں مشخص چار
مدعاے ضروری الاظہار
ذوقِ آرایشِ سرود ستار

۱۔ ممکن ہے یہ قطع میر تقی میر کے مسودے کے ساتھ ہی عید قربان کو بادشاہ کے حضور میں گزانا ہو۔ اگرچہ مرزا نے اپنے ایک خط نام نہی بخش حقیقہ مؤرخہ ۱۲ جنوری ۱۸۵۱ء میں ششماہی کے بارے میں شکایت لکھا تھا اور کہا تھا کہ تنخواہ نہ ملنے پر وہ کام دہر تہمزد (بند کردہ) کے محکمہ کام کرنا انھوں نے نہ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ مکمل مسودہ انھوں نے عید قربان کو پیش کیا۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ قطع انھوں نے ذوق کی وفات (دسمبر ۱۸۵۵ء) کے کچھ عرصے بعد ۱۸۵۵ء کے شروع میں گزانا ہو۔ بلکہ یہ زیادہ قریب قیاس ہے۔

کچھ تو جاڑے میں چاہیے آخر
کیوں نہ درکار ہو مجھے کوشش؟
کچھ خرید نہیں ہے اب کے سال
رات کو آگ اور دن کو دھوپ
آگ تاپے کہاں تلک انسان!
دھوپ کی تابش آگ کی گرمی
میری تنخواہ جو مقرر ہے
رسم ہے، مرنے کی چھ ماہی ایک
مجھ کو دیکھو تو ہوں بقید حیات
بس کہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض
میری تنخواہ میں ہتھائی کا
آج مجھ سا نہیں زمانے میں
رزم کی داستان گر سینے
بنم کا التزام گم کیجے
ظلم ہے، گر نہ دو سخن کی دار
آپ کا بندہ اور پھروں نکا!
میری تنخواہ کیجے ماہ بماء

تانہ دے، بادِ مہر، آزار
جسم رکھتا ہوں ہے اگرچہ نزار
کچھ بنایا نہیں ہے اب کی بار
بھاڑ میں جائیں ایسے لیس و نہار
دھوپ کھائے کہاں ملک جاں دار
وقنار بٹا عذاب السَّار!
اُس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار
خلق کا ہے اسی چلن پہ، مدار
اور چھ ماہی ہو سال میں دوبار
اور رہتی ہے سود کی مکھڑار
ہو گیا ہے شریک، ساہوکار
شاعرِ نغز گوئے خوش گفتار
ہے، زباں میری، تیغِ جوہر دار
ہے، قلم میری، ابرِ گوہر بار
قہر ہے، مگر کرو نہ مجھ کو پیار
آپ کا لو کہرا اور کھاؤں ادھار
تانہ ہو، مجھ کو، زندگی دشوار

○ ... ۱۸۵۵ء

ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام شاعری سے نہیں مجھے سرکار
تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

○ ... ۱۸۵۵ء (قد) قطعہ

نفرتِ الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے تجھ سے جو اتنی ارادت ہے تو کس بات ہے
گرچہ تو وہ ہے کہ ہنگامہ اگر گرم کرے رونقِ بزمِ مد و مہر تری ذات سے ہے
اور میں وہ ہوں کہ گرجی میں کبھی غور کروں غیر کیا، خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے
خستگی کا ہو بھلا جس کے سبب سے دوست نسبت اک گونہ مرے دل کو تیرے ہات سے ہے
ہاتھ میں تیرے ہے تو سن دولت کی عنقاں! یہ دعا، شام و سحر، قاضی حاجات سے ہے
تو کند رہے، مرا فخر ہے ملنا تیرا گو، شرفِ فخر کی بھی، مجھ کو، ملاقات سے ہے

اس پہ گزرتے نہ گمانِ ریو وریا کا نہ ہمارا
غالبِ خاک نشین اہلِ خرابات سے ہے

قطعہ

ہے چار شبہ آخرِ ماہِ صفحہ چلو رکھ دیں چین میں بھر کے تیرے مشکبوی ناند
جوائے جام بھر کے پیے اور ہو کے مست ہنرے کو زندہ تا پھرے پھولوں کو جائے پھاند

○ ... ۱۸۵۵ء (قد)

غالب! یہ کیا بیاں ہے؟ بجز مدحِ بادشاہ بھاتی نہیں ہے اب مجھے کوئی نوشت خواند
بٹتے ہیں سوزِ روپے کے پھلے جنوریں ہے جن کے آگے سیم و زر بہرِ دماہ، ماند
یوں سجھے کہ بیچ سے خالی کپے ہوئے
لاکھوں ہی آفتاب ہیں اور بے شمار چاند

قطعہ

سہل تھا سہل، ولے یہ سخت مشکل آپڑی
مجھ پہ کیا گزرتے گی، اتنے روزِ حاضرین ہوئے
تین دن سہل سے پہلے تین دن سہل کے بعد
تین سہل، تین تبریدیں، یہ سب کے دن ہوئے؟

قطعہ

سیمہ کلیم ہوں، لازم ہے، میرا نام نہ لے
جہاں میں جو کوئی نتج و ظفر کا طالب ہے
ہوا نہ غلبہ میسر کبھی کسی پہ مجھے
کہ جو شریک ہو میرا، شریکِ غالب ہے

قطعه

۲

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہیں دربار دار لوگ بہم آشنا نہیں
کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں کرتے ہوئے سلام اس سے ہے یہ مراد کہ ہم آشنا نہیں

مثنوی

در صفت ابنہ

۲

ہاں، دل دردمند زمرہ ساز کیوں نہ کھولے درخیزندہ راز؟
خامے کا صفحہ پر رواں ہونا شاخ گل کا ہے گلشن ہونا
مجھ سے کیا پوچھتا ہے، کیا لکھے؟ نکستہ ہائے خرد فزا لکھے
بائے آموں کا کچھ بیاں ہو جائے خامہ نخل رطب فشاں ہو جائے
آم کا کون، مرد میدان ہے؟ خرد شاخ، گوے وچوگاں ہے
تاک کے جی میں کیوں ہے اڑاں؟ آئے یہ گوے ادریہ میدان
آم کے آگے پیش جاوے خاک پھوڑتا ہے، جلے پھولے تاک
نہ چلا، جب کسی طرح مفدور بادۂ تاب بن گیا، انگور
یہ بھی، ناچار، جی کا کھونا ہے شرم سے پانی پانی ہوتا ہے

مجھ سے پوچھو، تمہیں خبر کیا ہے؟ آم کے آگے نیشکر کیا ہے؟
نہ گل اُس میں نہ شاخ و برگ نہ بار جب خزاں آئے تب ہواں کی بہار
اور دوڑائیے قیاس کہاں؟ جان شیریں میں یہ مٹھاس کہاں؟
جان میں ہوتی، گزیرہ شیرینی کوکھن، باوجود غمگینی
جان دینے میں اُس کو بکتا جان پروہ یوں سہل دے نہ سکتا جان
نظر آتا ہے یوں مجھے یہ شمر کہ دواخانہ ازل میں، مگر
آتش گل پہ قند کا ہے قوام شیرے کے تار کا ہے ریشہ نام
یا یہ ہوگا کہ فرطِ رافت سے باغبانوں نے باغِ جنت سے
انگیں کے، بحکم رب الناس بھر کے بھیجے ہیں، مہر گلاس
یا لگا کر خضر نے شاخ نبات مدتوں تک دیا ہے آبِ حیات
تب ہوا ہے شرفشاں، یہ نخل ہم کہاں، ورنہ اور کہاں یہ نخل
تھا ترنج ذرا یک خسر و پاس رنگ کا زرد، پر کہاں بوباس
آم کو دیکھتا اگر اک بار پھینک دیتا طلحے ست افشار
روشنی کا رگاہِ برگ و نوا نازشِ دو زبانِ آب و ہوا
دہرو راہِ خلد کا گوشہ مٹو بی و سدرہ کا جگر گوشہ
صاحب شاخ و برگ بایا ہے آم ناز پروردہ بہار ہے آم
خاص وہ آم، جو نہ ارزاں ہو نوبختِ نخلِ باغِ سلطان ہو

○ ... ۱۸۵۵ء (قد)

وہ کہ ہے والی ولایتِ عہد عدل سے اُس کے ہے حمایتِ عہد
 فخر دین، عزت شان، وجاہِ جلال زینتِ طینت و جمالِ کمال
 کار فرماے دین و دولتِ بخت چہرہ آراے تاج و مسند و تخت
 سایہ اُس کا، ہما کا سایہ ہے خلق پر، وہ خدا کا سایہ ہے
 اے مفیضِ وجودِ سایہ و نور جب تلک ہے نمودِ سایہ و نور
 اس خداوندِ بندہ پرور کو وارثِ گنج و تخت و افسر کو
 شاد و دلشاد و شاد و ماں رکھو
 اور غالب پہ مہرباں رکھو

غزلیات

مہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں م شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہیں
 کوئی کہے کہ شبِ مہ میں کیا برائی ہے؟ م بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہیں
 جو اؤں سامنے ان کے، تو ”رجا“ یہ کہیں م جو باؤں واں سے کہیں کو، تو ”خیر باد“ نہیں
 کبھی جو یاد بھی آتا ہوں میں، تو کہتے ہیں م کہ آج بزم میں کچھ فتنہ و فساد نہیں
 علاوہ عید کے، ملتی ہے اور دن بھی شراب م گداے کو چہ میخانہ نامراد نہیں

○ ... ۱۸۵۵ء (قد)

جہاں میں ہو غم و شادی ہم، ہمیں کیا کام؟ م وہاں ہے ہم کو خدانے وہ دل کشا نہیں
 تم اُن کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب م یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ ”یاد نہیں“
 آئی اگر بلا، تو جگہ سے ملے نہیں ایرا ہی دے کے ہم نے پچایا ہے کشت کو
 کعبے میں جا رہا، تو نہ دو طعنہ کیا کہیں م بھولا ہوں حقِ صحبتِ اہلِ کُنشت کو
 طاعت میں تائبہ نہ مے و انگبین کی لاگ م دو رخ میں ڈال دو، کوئی نے کرمہشت کو
 ہوں منحرف نہ کیوں رہ و رسمِ ثواب؟ م بیڑھا لگا ہے قط، تسلیم سرِ نوشت کو
 غالب، کچھ اپنی سعی سے لہنا نہیں مجھے م خرمین جلے، اگر نہ بلخ کھائے کشت کو

پھر اس انداز سے بہار آئی م کہ ہوئے، مہر و مہ، تماشا ئی
 دیکھو، اے ساکنانِ خطۂ خاک م اس کو کہتے ہیں عالمِ آرائی
 کہ زمیں، ہو گئی ہے سرتاسر م دُکھِ سطحِ بحرِ مینائی
 سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی م بن گیا، رو سے آب پر کائی
 سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے م چشمِ زگس کو دی ہے بینائی
 ہے ہوا میں شراب کی تاثیر م بادہ نوشی ہے، بادِ پہنائی
 کیوں نہ دنیا کو ہوشی غالب م شاہِ دیندار نے شفا پائی

لے یہ شعر ”یا گارِ غالب“ میں درج ہے م اس حاشیے کے لیے دیکھیے ص ۲۵۶

لے ”ولی عہدِ سلطنت“ شاہزادہ غلام فخر الدین عروت میرزا فخر و متوفی۔ ۱ جولائی ۱۸۵۶ء

○ ... ۱۸۵۵ء (قد)

روندی ہوئی ہے کوکبہ شہر یار کی م اترائے کیوں نہ، خاک سر رہ گزار کی
جب اُس کے دیکھنے کے لیے آئیں بادشاہ م لوگوں میں کیوں نمود نہ ہولالہ زار کی
بھوکے نہیں ہیں سیرِ گلستاں کے ہم ولے م کیوں نہ کھائیے؟ کہ ہوا ہے بہار کی

رباعیات

ان سیم کے بچوں کو کوئی کیا جانے بھیجے ہیں جو ارمغانِ شہر والا نے
گن کر دیوں گے ہم دعائیں سوار ۲ فیروزے کی تسبیح کے ہیں یہ دانے

○ ... ۱۸۵۵ء

کہتے ہیں کہ اب وہ مردم آزار نہیں عشاق کی پُرسش سے اُسے عار نہیں
جو ہاتھ کہ ظلم سے اٹھایا ہوگا ۲ کیوں نہ مافوں کہ اُس میں تلوار نہیں

ہم گرچہ بنے سلام کرنے والے کرتے ہیں درنگ کام کرنے والے
کہتے ہیں: "ہمیں خدا سے اللہ اللہ ۲ وہ آپ ہیں صبح و شام کرنے والے

○ ... ۱۸۵۶ء قادر نامہ

(قادر اور اللہ) اور (یزدان) خدا ہے (بنی، مُرسِل، پیغمبر، رہنما)

۱۲۱ خطبہ نام حقیر ۸ مارچ ۱۸۵۵ء تا درات غالب ص ۷۱
۳۱۱ مثنوی قادر نامہ غالب کی زندگی میں پہلی بار ۱۲۴۲ھ (۱۸۵۶ء) میں مطبع سلطانی دہلی اور دوسری
بار ۲۲ محرم ۱۲۸۰ھ مطابق ۹ جولائی ۱۸۶۳ء کو مجلسِ پرس دہلی سے چھپی تھی

○ ... ۱۸۵۶ء

پیشواے دیں کو کہتے ہیں (امام) وہ رسول اللہ کا قائم مقام
ہے (محبان) دوستِ خالص (باب) ہے جمع اُس کی، یاد رکھ (اصحاب) ہے
بندگی کا، ہاں، و عبادت (نام) ہے نیک بختی کا (سعادت) نام ہے
کھولنا (افطار) ہے اور روزہ (صوم) دلیل (یعنی رات دن اور روزہ (یوم)
ہے (صلوٰۃ)، اے مہرباں، اسمِ نماز جس کے پڑھنے سے ہوراضی بے نیاز

جانماز اور پھر (مُصلا) ہے وہی اور (سجّادہ) بھی گویا ہے وہی
(اسم) وہ ہے جس کو تم کہتے ہو نام (کعبہ اکبر) وہ جو ہے (بیت الحرام)
گرد پھرنے کو کہیں گے ہم (طواف) بیٹھ رہنا گوشے میں ہے (اعتکاف)
پھر (فلک برج) اور (گودون) اور (پہر) آسمان کے نام ہیں، اے رشکِ مہر
(مہر) سورج، چاند کو کہتے ہیں (ماہ) ہے محبت (مہر)، لازم ہے نبیاء
(غرب) پچھم، اور پورب (شرق) ہے (ابر بدلی، اوز بجلي) (برق) ہے
آگ کا (اتش) اور (آور) نام ہے اور انگارے کا (آخگر) نام ہے
(تیغ) کی ہندی اگر تلوار ہے فارسی پگڑی کی بھی (دستار) ہے
ینولا (راسو) ہے اور (طاؤس) مور (کبک) کو ہندی میں کہتے ہیں چکور
(خُم) ہے مٹکا، اور ٹھلیا ہے (سُلو) (آب، پانی، بکھر دیا، نہر، رُجو)
(چاہ) کو کہتے ہیں ہندی میں گنواں (دودھ جو پینے کا ہے وہ (شیر) ہے
(طفل) لڑکا، اور بوڑھا (پیر) ہے

(سینہ) چھاتی، (دست) ہاتھ اور (پایے) پانو
 (ماہ) چاند (اختر) ہیں تارے رات (شب)
 (اُستخوان) ہڈی ہے اور ہے (پوست) کھال
 تل کو (کنجہ) اور (درخ) کو گال کہہ
 کیسٹرا (سرطاں) ہے، کچھوا (سنگ پشت)
 ہے (شکم) پیٹ، اور (بغل) (دوش) ہے
 ہندی میں (عقرب) کا چھوٹا نام ہے
 ہے وہی (دکتر ورم)، جسے (عقرب) کہیں
 ہے لڑائی (عرب) اور (جنگ) ایک چیز
 ناک (بینی)، (پیرہ) نتھنا، (گوش) کان
 (چشم) ہے آنکھ، اور (دیشکاں) ہے پلک
 منہ پر گر جھری پڑے، (آزنگ) جان
 مسدا (آزخ) اور جھلا (آبلہ)
 اونٹ (اشتر)، اور (اشغر) سیہ ہے
 ہے (زرخ) ٹھوڑی، گلاب ہے (خنجرہ)
 ہے (زرخ) ٹھوڑی، (دقن) بھی ہے وہی
 چھر (غلیوان) اُس کو کہیے جو ہے چیل

(شاخ) ٹہنی (برگ) پتہ، (سایہ) چھانو
 دانت (دندان)، ہونٹ کو کہتے ہیں (لب)
 (سگ) ہے کتا اور گیدڑ ہے (شغال)
 گال پر جوتل ہو، اُس کو (خال) کہہ
 (ساق) پنڈلی، فارسی مٹھی کی (دشت)
 ٹہنی (آرنج)، اور کن رہا (دوش) ہے
 فارسی میں بھوں کا (ابرو) نام ہے
 (دیش) ہے وہ، (ڈنک) جس کو سب کہیں
 (کعب) ٹخنا اور (دشتانگ) ایک چیز
 کان کی کو (دومہ) ہے، اے مہربان
 آنکھ کی پتلی کو کہیے (درونگ)
 فارسی چھینکے کی تو (آزنگ) جان
 اور ہے دائی جنائی (قابلمہ)
 گوشت ہے (لحم)، اور چربی (پید) ہے
 سانپ ہے (مار) اور جھینگر (زنجیرہ)
 (خان) ہے جیل، اور (زغن) بھی ہے وہی
 چھوٹی ہے (مور) اور ہاتھی ہے (ہیل)

لوٹری (درواہ) اور (اُہو) ہرن
 (اسپ) جب ہندی میں گھوڑا نام پائے
 (گربہ) بلی، (موش) چوہا، (دام) جال
 (نر) گدھا، اور اس کو کہتے ہیں (الاف)
 ہندی چڑیا، فارسی (کنجشک) ہے
 (تابہ) ہے، بھائی، تو سے کی فارسی
 نام مگڑی کا (کلاش) اور (مگبوت)
 (پشہ) چھرا اور مکھی ہے (مکس)
 بھیڑ یا (گزرگ) اور بھری (گو سپند)
 نام (گل) کا پھول، (دشتم) اوس ہے
 (سقف) چھت ہے (سنگ) پتھر (نیش)
 (خار) کانٹا، (دلاغ) دھبہ (نغمہ) راگ
 (زر) ہے سونا، اور (زرگمہ) ہے سنار
 (ریش) (دارٹھی) موچہ (سبلت) اور (بروت)
 زندگانی ہے (حیات) اور (مرگ) موت
 (جلہ) سب اور (لفق) آدھا، (بلع) پاؤ
 ہے (تجرات) اور (زخم) اور گھاؤ (ریش)
 (شمس) سورج، اور (شعلہ) اُس کی کرن
 (تازیانہ) کیوں نہ کوڑا نام پائے
 (درشتہ) تاگا، (جامہ) کپڑا، (قحط) کال
 (دیگداں) چولہا، جسے کہیے (آبارغ)
 مینگنی جس کو کہیں وہ (پشک) ہے
 اور (تیسو) ہے تو سے کی فارسی
 کہتے ہیں چھلی کو (ہاسی) اور (خوت)
 (آشیانہ) گھونسلا، (پنجرہ) (قفس)
 (میش) کا ہے نام بھیڑاے خود پسند
 جس کو نقارہ کہیں، وہ (کوس) ہے
 جو بڑا ہے، اُس کو ہم کہتے ہیں (زشت)
 (سیم) چاندی، (مس) ہے تانبہ، (بخت) بھاگ
 (موز) کیلا، اور ککڑی ہے (خیار)
 (احق) اور (نادان) کو کہتے ہیں اوت
 (شعے) خاوند، او ہے (آبارغ) سوت
 (ضرر) آندھی، (سئل) نالا، (باد) باؤ
 بھینس کو کہتے ہیں بھائی، (کاومیش)

(ہفت) سٹا اور (ہشت) آٹھ اور (ست) ہیں
 ہے (پہل) چالیس اور (بچم) پچاس
 (دوش) کل کی رات اور (روز) آج
 چاہیے ہے ماں کو (مادر) جاننا
 پھا (ڈا) دیل اور (دراختی) واس ہے
 سبز ہو جب تک اسے کہیے (گیہ)
 (چکسہ) پڑیا، (کیسے) کا تھیلی ہے نام
 (اخلاک) دو، جھنجھنا، (نیرو) ہے زور
 (بجین) (شہد) اور (عسل) یہ اے عزیز
 (اچل) اور (آرخ) کی ہندی ڈکار
 روئی کو کہتے ہیں (دہنہ) سن رکھو
 (خانہ) گھر ہے، اور کوٹھا (دام) ہے
 ہے (نولا) (پنبہ) دانہ لا کلام
 (گر) (دریچہ) فارسی کھرکی کی ہے
 ہے کہانی کی (فسانہ) فارسی
 (نعل) (دراشتن) اسی کا نام ہے
 (پست) اور (ستو) کو کہتے ہیں (سولن)

(ی) اگر کہیے، تو ہندی اس کی تیس
 (نامیدی) یاس اور (امیت) اس
 (آرد) آٹا اور (غلہ) ہے اناج
 اور بھائی کو (برادر) جانا
 فارسی (کاه) اور ہندی گھاس ہے
 خشک ہو جاتی ہے تب کہتے ہیں (کاه)
 فارسی میں (دھپے) کا (سیلی) ہے نام
 (بادفر) پھر کی ہے اور ہے (دزد) چور
 نام کو ہیں تین، پر ہے ایک چیز
 (نے) شراب اور پینے والا (میگساز)
 آم کو کہتے ہیں (انبہ) سن رکھو
 قلعہ (دش) کھائی کا (خندق) نام ہے
 اور (تربز) (ہندوانہ) لا کلام
 (سرزنش) بھی فارسی پھر کی کی ہے
 اور (شعلے) کی (زبان) فارسی
 جو کہ بے چین اور بے آرام ہے
 (زرف) اور گہرے کو کہتے ہیں (عمیق)

(تار) تانا، (پود) بانا، یاد رکھ
 (یوسہ) چھٹی، چاہنلے (خواستن)
 خوش رہو، ہنسنے کو (خندیدن) کہو
 ہے (دہر) (سیدن) بھی ڈرنا، کیوں ڈرو؟
 ہے گزرنے کی (گوشستن) فارسی
 وہ (سرو) دن ہے، جسے گانا کہیں
 (زیتن) کو جان من، جیتا کہو
 دوڑنے کی فارسی ہے (تاختن)
 (دوختن) سینا، (دیرین) پھاڑنا
 (کاشتق) یونا ہے اور (کشتن) بھی ہے
 ہے ٹپکنے کی (چکیدن) فارسی
 گوونا (جستن)، (دیرین) کاٹنا
 دیکھنا (دیرن)، (دیرین) بھاگنا
 (آمدن) آنا، بنانا (ساختن)
 (سوختن) جلتا، چمکنا (تافتن)
 باندھنا (بستن)، (کشادن) کھولنا
 تولنے کو اور (سجیدن) کہو

(آزمودن) آزمانا یاد رکھ
 کم ہے (اندک)، اور گھٹانا (کاستن)
 گمہ ڈرو، ڈلنے کو (ترسیدن) کہو
 اور (جنگیدن) ہے لڑنا، کیوں لڑو؟
 اور پھرنے کی ہے (گشتن) فارسی
 ہے وہ (آوردن) جسے لانا کہیں
 اور (نوشیدن) کو تم پیتا کہو
 کھیلنے کی فارسی ہے (باختن)
 (کاشتق) یونا ہے (رفتن) جھاڑنا
 کاتنے کی فارسی (دشتن) بھی ہے
 اور (سننے) کی (دشنیدن) فارسی
 اور (سیدن) کی ہندی چاٹنا
 جان لو، (بیدار) بون (جاگنا)
 ڈالنے کی فارسی (انداختن)
 ڈھونڈنا (جستن) ہے، پانا (یافتن)
 (داشتن) رکھنا ہے، (سختن) تولنا
 پھر خفا ہونے کو (رنجیدن) کہو

فارسی سونے کی (خفقتن) جانیے
کھینچنے کی ہے (کشیدن) فارسی
اونگھنا پو پھو، (غنودن) جان لو
ہے قلم کا فارسی میں (خانہ) نام
کس کو کہتے ہیں غزل؟ ارشاد ہو
صبح سے دیکھیں گے رستا یا رکاز غزل
وہ چڑاے باغ میں میوہ جسے
پل ہی پر سے پھیر لائے ہم کو لوگ
شہر میں پھرتیوں کے میلے کی ہے بھڑ
لال ڈنگی پر کرے گا جا کے کیا؟
گرنہ ڈر جاؤ، تو دکھلاؤں تمہیں
واہ بے! لڑکے، پڑھی اچھی غزل
لو سونو کل کا سبق، آجاؤ تم
چھلنی کو (غربال، پرویزن) کہو
(چہ) کے معنی کیا، (چگویم) کیا کہوں
(باز خواہم رفت) میں پھر جاؤں گا
فارسی (کیوں) کی (چرا) ہے یاد رکھ

منہ سے کچھ کہنے کو (گفتن) جلیے
اور اُگنے کی (دَمیدن) فارسی
مانجھنا چاہو، (دردودن) جان لو
ہے غزل کا فارسی میں (چامہ) نام
ہاں، غزل پڑھیے، سبق گریا دہو
جمعے کے دن وعدہ ہے دیدار کا
پھاند جانا، یاد ہو، دیوار کا
ورنہ، تمہا اپنا ارادہ پار کا
آج عالم اور ہے بازار کا
پل پہ چل، ہے آج دن اوار کا
کاٹ، اپنی کاٹھ کی تلوار کا
شوق، ابھی سے ہے تجھے، اشعار کا
پوزی (افسار) اور دُچی (پاردم)
چھید کو تم (رخنہ) اور (روزن) کہو
(من شوم خاموش) میں چپ ہو رہوں
(نان خواہم خورد) روٹی کھاؤں گا
اور گھٹالا (درا) ہے یاد رکھ

دشت)، (صحرا) اور جنگل ایک ہے
جس کو (ناداں) کہیے وہ انجان ہے
جس کو کہتے ہیں جمائی، (فازہ) ہے
(بارہ) کہتے ہیں کڑے کو ہم سے پوچھ
جس طرح کہنے کی (زیور) فارسی
بھڑکی، بھائی، فارسی (دُنبور) ہے
فارسی (دائیسہ)، ہندی آرسی
ہینگ (انگوڑہ) ہے اور (دَریز) رنگ
(زوجہ) جو (دیزنہ) بہنوئی کی جان
لوہے کو کہتے ہیں (آہن) اور (حدید)
ہے (لوا) آواز، ساماں اور ادا
(میر، لہسن، ترب) مولی، (دترہ) ساگ
روٹی کی پونی کا ہے (پاغندہ) نام
دگیتی) اور (گہماں) ہے دنیا، یاد رکھ
(کوہ) کو ہندی میں کہتے ہیں پہاڑ
تکیہ (بالش) اور پچھونا، بستر
بستر ابلیس سپاہی اور فقیر

پھر (سہ شنبہ) اور منگل ایک ہے
فارسی بینگن کی (باد بخان) ہے
ہو ہے انگرائی، وہی (خمیازہ) ہے
پاڑ ہے (تالار) اک عالم سے پوچھ
اس طرح ہنسی کی (پرگم) فارسی
وسپنا (دُنبور) ہے اور (دُنبور) ہے
اور ہے کنگھے کی، (شانہ) فارسی
(ساز) باجا، اور ہے آواز (بانگ)
(دشتم) غصے اور بد خوئی کو جان
ہوئی ہو چیز، اسے کہیے (جدید)
(نرخ) قیمت اور (بہما) یہ سب ہیں مول
کھا (بخور)، برخیز اٹھ، (بکرین) بھاگ
(دوک) تیکے کو کہیں گے لا کلام
اور ہے (دلاف) دھینا، یاد رکھ
فارسی (گلخن) ہے اور ہندی ہے بھاڑ
اصل (بستر) ہے، سمجھ لو تم ذرا
ورنہ (بستر) کہتے ہیں بڑا دپیر

○ ... ۱۸۵۶ء

دیر، بوڑھا اور دبڑا ہے جوان
جان کو البتہ کہتے ہیں (رواں)
اینٹ کے گارے کا نام (آئندہ) ہے
ہے نصیحت، بھی وہی، جو پند ہے
دیند کو دائرز بھی کہتے ہیں، ہاں
دارقن ہے پر دمرز بھی کہتے ہیں ہاں
کیا ہے (دارقن) اور (دمرز) تم سمجھے (زین)
دعق (گردن)، اور پیشانی (جبیں)
داس (چچی)، داسیا، مشہور ہے
اور (فوق)، چھالیا مشہور ہے
داسلی (نئے)، اور (جلاجل) بھانجھ ہے
پھر (سترؤن) اور (عقیمہ) بانجھ ہے
دکھل، سرمہ، اور (سلائی) (میل) ہے
جس کو جھولی کہیے وہ (زمنیل) ہے
پایات در نامے نے آج اختتام
اک غزل تم اور پڑھ لو، والسلام!
شعر کے پڑھنے میں کچھ حاصل نہیں غزل مانتا، لیکن ہمارا دل، نہیں
علم سے ہی قدر ہے انسان کی
ہے وہی انسان، جو جاہل نہیں
کیا کہیں کھائی ہے حافظ جی کی مار؟
آج ہنستے آپ جو کھل کھل نہیں
کس طرح پڑھتے ہو رک رک کر، سبق؟
ایسے پڑھنے کا تو میں قائل نہیں
جس نے فتاد نامہ سارا پڑھ لیا
اُس کو آمد نامہ کچھ مشکل نہیں

معنی ۱۸۵۷ء تا ۱۸۶۲ء

متفرق

تیسرا مطبوعہ ایڈیشن ۱۸۶۱ء

چوتھا مطبوعہ ایڈیشن ۱۸۶۲ء

(پانچویں مطبوعہ ایڈیشن ۱۸۶۳ء) کے تمام
اشعار چوتھے مطبوعہ ایڈیشن تک شامل دیوان
ہو کر شائع ہو چکے تھے

○ ... ۱۸۵۶ء

دہر! بوڑھا اور دبنا ہے جواں جان کو البتہ کہتے ہیں (رواں)
 اینٹ کے گائے کا نام (اژندا) ہے ہے نصیحت (بھی وہی، جو پند ہے
 دیند کو داندزن بھی کہتے ہیں، ہاں دارن ہے پر دمن بھی کہتے ہیں ہاں
 کیا ہے دارن، اور دمن تم مجھے (زین)
 داس، چچی، داسیا، مشہور ہے اور دوقل، چھالیا مشہور ہے
 بانسلی (نئے) اور دجلاجل (جھانچہ ہے پھر (ستر و ن) اور دغیمہ (بانچہ ہے
 دکل، سرمہ، اور سلائی (دیل) ہے جس کو جھولی کہیے وہ (زنیل) ہے
 پایا ت در نامے نے آج اختتام اک غزل تم اور پڑھ لو، والسلام!
 شعر کے پڑھنے میں کچھ حاصل نہیں غزل مانتا، لیکن ہمارا دل، نہیں
 علم سے ہی قدر ہے انسان کی ہے وہی انسان، جو جاہل نہیں
 کیا کہیں کھائی ہے حافظ جی کی مار؟ آج ہنستے آپ جو کھل کھل نہیں
 کس طرح پڑھتے ہو رک رک کر سبق؟ ایسے پڑھنے کا تو میں قائل نہیں

جس نے فاتر نامہ سارا پڑھ لیا
 اس کو آمد نامہ کچھ مشکل نہیں

مئی ۱۸۵۷ء تا ۱۸۶۲ء

متفرق

تیسرا مطبوعہ ایڈیشن ۱۸۶۱ء

چوتھا مطبوعہ ایڈیشن ۱۸۶۲ء

(پانچویں مطبوعہ ایڈیشن (۱۸۶۳ء) کے تمام
 اشعار چوتھے مطبوعہ ایڈیشن تک شامل دیوان
 ہو کر شائع ہو چکے تھے)

قطعہ

بس کہ فتنالِ مایرید ہے آج ہر سَلَحْشُورِ انگلتاں کا
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے زہرہ، ہوتا ہے آبِ انساں کا
چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے گھر، بنا ہے نمونہ زنداں کا
شہرِ دہلی کا ذرہ ذرہ خاک تشنہ خون ہے، ہر مسلمان کا
کوئی واں سے نہ اُسکے یاں تک آدمی، واں نہ جاسکے، یاں کا
میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا؟ وہی رونا تن و دل و جاں کا
گاہ جل کر کیا کیسے شکوہ سوزشِ داغ ہاے پنہاں کا
گاہ رو کر کہا کیسے باہم ناجزا دیدہ ہاے گریاں کا
اس طرح کے وصال سے یارب!
کیا مٹے دل سے داغِ ہجراں کا؟

قطعہ

○ ... بعد از ۱۸۵۷ء
مسلمانوں کے میلوں کا ہواقل تجھے ہے جوگ لایا اور دی
نشاں باقی نہیں ہے سلطنت کا مگر ہاں، نام کو اورنگ زیبی

لے "یہ قطعہ اردوے معلیٰ ۱۲۱۰ھ میں غلامی کے نام کے ایک خط کے ساتھ بغیر کسی حوالے کے چھپا ہے۔ مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے متعلق ہے۔" تفصیل کے لیے دیکھیے غالب کے بعض غیر متداول اشعار کا زمانہ منکر ص ۶۷

غزل

آپ نے مستفی الصبر کہا ہے تو سہی یہ بھی، یا حضرت ایوب! کلا ہے تو سہی
رج، طاقت سے سوا ہوتا نہ بیٹوں کیونکر؟ ذہن میں، خوبی تسلیم و رضا ہے تو سہی
ہے غنیمت کہ بامید گذر جائے گی عمر نہ ملے داو، مگر روزِ جزا ہے تو سہی
دوست گر کوئی نہیں ہے جو کمرے چاؤ گری نہ سہی، ایک تمنا ہے دوا ہے تو سہی
غیر سے دیکھیے کیا خوب بنا ہی اُس نے نہ سہی ہم سے، پراسِ بت میں وفا ہے تو سہی
نقل کرتا ہوں اسے نامہ اعمال میں یس کچھ نہ کچھ روزِ ازل تم نے لکھا ہے تو سہی
کبھی آجائے گی، کیوں کرتے ہو جلدی غالب؟
شہرہ تیزی شمشیرِ قضا ہے تو سہی

○ ... قبل از ۱۸۵۸ء
سہرا

ہم نشین تارے ہیں، اور چاند شہاب الدین خاں
بزمِ شادی ہے فلک، گاہ کشاں ہے سہرا
ان کو لڑیاں نہ کہو، بحر کی موجیں سمجھو
ہے تو کشتی میں، ولے بحرِ رواں ہے سہرا

قصیدہ

کلافِ کشور و لشکر پناہِ شہر و سپاہ
جنابِ عالی ایکنِ برونِ والا جاہ
بلندِ رتبہ وہ حاکم، وہ سرفراز امیر
کہ باجِ تاج سے لیتا ہے جس کا طرفِ کلاہ
وہ محضِ رحمتِ رافت کہ بہر اہل جہاں
نیابتِ دمِ عیسیٰ کرے ہے جس کی نگاہ
وہ عینِ عدل کہ ہشت سے جس کی پرکش کی
بنے ہے شعلہ آتش انیس پڑے گاہ
زمین سے سودہ گوہر اٹھے، بجائے غبار
جہاں ہو، تو سنِ شمت اُس کے جولانِ گاہ
وہ مہرباں ہو تو انجم کہیں: "الہی ہشکرا"
وہ شملیں ہو، تو گردوں کہے: "خدا کی پناہ"
یاس کے عدل سے افساد کو ہے آمیزش
ق کہ درخت و کوہ کے اطراف میں، بہر سہراہ
ہنر بر پنچے سے لیتا ہے کام شانے کا
کبھی جو ہوتی ہے الجھی ہوئی، دمِ روباہ
نہ آفتاب، ولے آفتاب کا ہم چشم
نہ بادشاہ، ولے مرتبے میں ہمسر شاہ
خدا نے اُس کو دیا ایک خوب رو فرزند
ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوے ماہ
نہے استارہ روشن، کہ بولے دیکھے
شعاعِ مہر درخشاں ہو، اُس کا تارِ نگاہ

لے "یہ قصیدہ میرزا صاحب نے منشی شیونرائن کی طرف سے مسٹر ایکن برون کے یہاں بیٹا پیدا ہونے کی مبارک باد پر لکھا تھا۔ چنانچہ منشی کی کو خط میں لکھتے ہیں:
"کل آب کا خط آیا۔ رات بھر میں نے شکر شعریں خون جگر کھانا۔ ۲۱ شکر کا قصیدہ
کہہ کر تحضارِ حکم بجا لایا۔ میرے دوست، خصوصاً میرزا تقی خان نے اس میں فخر و تادیع
کو نہیں جانتا۔ اس قصیدے میں ایک روشنی خاص سے سنہ ۱۸۵۸ء کا اظہار
کردا ہے۔ خدا کرے، تمھارے پسند آوے۔ تم خود قدر دان سنو ہو۔ اور میں
استاد اس فن کے تمھارے یار ہیں۔ میری محنت کی داد مل جائے گی وادوے ملے
ص ۳۵۰" نسخہ عرشی ص ۳۷۹

خدا سے ہے یہ توقع کہ ہمہ طفلی میں
بنے گا شرق سے تا غرب اس کا بازی گاہ
جوان ہو کے کرے گا، یہ وہ جہانِ بانی
کہ تابع اس کے ہوں روز و شب سپید سیاہ
کہے گی خلق اسے: "داورِ سپہر شکوہ"
لکھیں گے لوگ اسے: "خبر و ستارہ سپاہ"
عطا کرے گا خداوند کار ساز اسے
ردانِ روشن و خوش و دل آگاہ
طے گی اس کو وہ عقلِ ہفتہ دان کہ اسے
پڑے نہ قطعِ نصوصت میں احتیاجِ گواہ
یہ ترک تازے برہم کرے گا کشورِ روس
یہ لے گا، بادِ شہریت سے بھین تختِ کلاہ
سینِ عیسوی اٹھارہ سوار اٹھاؤں
یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سے شام و بگا
یہ جتنے سینگرے ہیں سب ہزار ہو جاویں
دراز اس کی ہو عمر اس قدر سخن کوتاہ
امید دارِ عنایاتِ شیونار این
کہ آپ کا ہے ملکِ خوار اور دولت خواہ

یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عز و جہاں کے ساتھ

تمھیں اور اس کو سلامت رکھے سدا، اللہ!

۱۸۵۸ء تا دسمبر ۱۸۶۵ء غزل

بہت سی غم گیتی، شراب کم کیا ہے ۹ م غلام ساقی کوڑیوں مجھ کو غم کیا ہے ۹

لے خط بنام میرزا حاتم علی مہر۔ محرمہ اوائل جولائی ۱۸۵۸ء میں صرف مطلع اور مقطع درج ہے۔
مطلع ثانی بھی یقیناً ۱۸۶۲ء سے پہلے کہہ لیا گیا ہو گا جیسا کہ یہ تینوں شعریں میں شامل
ہو سکے۔ مگر بقیہ جارِ شعروہ ہیں جو غالب نے اپنے خط بنام علانی محرمہ
اولا دسمبر ۱۸۶۵ء میں علانی کی فرمائش پر تازہ کہہ کر بھیجے تھے۔ اس طرح یہ
غزل کا عہدِ ۱۸۵۵ء سے ۱۸۶۵ء تک قرار پاتا ہے

○ ... ۱۸۵۸ء تا دسمبر ۱۸۶۵ء

تھاری طرز و روشا جانتے ہیں ہم کیا ہے ؟
 نہ شرو و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا
 وہ داد و دید گرا نما یہ شرط ہے ہمد
 کئے تو شب کمین کاٹے تو سانپ کھلاوے
 لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود
 سخن میں حاتمہ غالب کی آتش افشانی م یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اس میں کیا ہے ؟

○ ... قبل از ۱۸۶۰ء مرثیہ

اے نفسِ بادِ سحر شعلہ فشان ہو اے وجہِ خونِ چشمِ لالک سے رواں ہو
 اے زمرہِ رقم لب عیسیٰ پہ فغاں ہو اے ماتیہ ان شرِ مظلوم کہاں ہو
 بگڑا ہے بہت بات بنائے نہیں بنتی
 اب گھر کو بغیر آگ لگا ئے نہیں بنتی
 تابِ سخن و طاقتِ غوغا نہیں ہم کو ماتم میں شرِ دی کے ہیں سودا نہیں ہم کو

لے سرور ریاض ص ۲۳ تا ۲۴۔ از ریاض الدین امجد سندیلوی ریاض تخلص۔ یہ بند خود غالب نے اپنے دستِ خاص سے لکھ کر ۲۴ جولائی ۱۸۶۰ء کو امجد سندیلوی کو دیے تھے۔ تاہم کلام یقیناً بعد کا کہا جاتا ہے۔ اگر حاتی کا قول تسلیم کریں اسے کہ یہ مرثیہ محمد العصر سید محمدی فرمایا پس ہر گزنا شروع کیا تھا تو یقیناً مرثیہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے پہلے کافی کر کردہ ہوگا۔ کیونکہ ہنگامے کے بعد تو بقول صاحبِ بزمِ غالب خود محمد العصر کو بھی لکھنو چھوڑنا پڑا تھا۔ چنانچہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ء کے خط میں غالب نے مرزا حاتم علی بیگ بہر سے ان کی خیریت دریافت کی ہے اس کے بعد بھی عربیے تک حالات ایسی فرمایاں کہ لیے سازگار کہاں رہے ہونگے

○ ... قبل از ۱۸۶۰ء

گھر چھونکے میں اپنے، محبا با نہیں ہم کو گر چرخ بھی جل جائے تو پروا نہیں ہم کو
 یہ نرگہ نہ پایہ جو مدت سے پیا ہے
 کیا خیمہ شیر سے بے تے میں سوا ہے ؟
 کچھ اور ہی عالم ہے، دل و چشم و زبان کا کچھ اور ہی نقشہ نظر آتا ہے، جہاں کا
 کیسا فلک ؟ اور مہرِ جہان تاب کہاں کا ہوگا دلِ بیتاب کسی سوختہ جاں کا
 اب صاعقہ و مہر میں کچھ فرق نہیں ہے
 گرتا نہیں، اس رُوسے ہو، برق نہیں ہے

○ ... ۱۸۶۰ء قطعہ

جب کہ سید غلام بابا نے مسندِ عیش پر جگہ پائی
 ایسی رونق ہوئی برات کی رات کہ کو اکب ہوئے تماشا ئی
 قطعہ

ہزار شکر کہ سید غلام بابا نے فرازِ مسندِ عیش و طرب جگہ پائی
 زمیں پہ ایسا تماشا ہوا برات کی رات کہ آسماں پہ کو اکب بنے تماشا ئی

لے خط بنام سیاح۔ ۳۱ جولائی ۱۸۶۰ء (یہ وہی خط ہے جس میں غالب نے کہا ہے کہ اچھیں فی تاریخ گوئی و تمنا سے لگاؤ نہیں۔ اور کہ ان کی دو تیرہ گویوں میں "مادہ اوروں کا ہے اور اشعار ان کے ہیں۔ پھر کہتے ہیں "وہ دوست جو مادہ دھونڈھ دیتے تھے وہ جنت کو سدھارے"

۱۸۶۰ء خط بنام سیاح۔ ۳۱ جولائی ۱۸۶۰ء

قطعه

اس کتاب طرب نصابت جب آب و تاب انطباع کی پائی
فسر تاریخ سال میں مجھ کو ایک صورت نئی نظر آئی
ہند سے پہلے سات سات دو دیسے ناگاہ مجھ کو دکھائی
اور پھر ہندسہ تھا بارہ کا با ہزاراں ہزار زیبائی
سالِ ہجری تو ہو گیا معلوم بے شمول عبارت آرائی
مگر اب ذوقِ بذلہ سخی کو ہے جداگانہ کار فرمائی
سات اور سات ہوتے ہیں چودہ یہ اُمید سعادت افزائی
غرض اس سے ہیں چارہ معصوم جس سے ہے چشمِ جاں کو بینائی
اور بارہ امام ہیں، بارہ جس سے ایمان کو ہے توانائی

اُن کو، غالب، یہ سال اچھا ہے

جو اُمّت کے ہیں تو لائی

قطعه

... ۶۱۸۹۲

سلیم خاں کو وہ ہے لوزِ چشمِ واصلِ خانِ بیکیم حاذق و دان ہے، وہ لطیف کلام
تمام دہر میں اُس کے مطب کا چرچا ہے کسی کو یاد بھی لقمان کا نہیں ہے نام

۱۔ تذکرہ سراپا سخن طبع اول از حسن علی حسن کھنوی ص ۳۹۳۔ ۱۲۷۷ھ (۶۱۸۹۶/۶۱)

۲۔ تشریفِ حکمت از بیکیم محمد سلیم خاں دہلوی مطبوعہ مارچ ۱۸۹۹ء ص ۱۸۸

اے فضائلِ علم و ہنر کی افزائش ہوئی ہے، مبدعِ عالم سے اس قدر انعام
کہ بحثِ علم میں اطفالِ آبجی اُس کے ہزار بار فسلطوں کو دے چکے الزام
عجیب نسخہ نادر دکھا ہے ایک اُس نے کہ جس میں حکمتِ طب ہی کے مسئلے ہیں تمام
ہنیں کتاب ہے اک منبعِ نکاتِ بدیع ہنیں کتاب ہے اک معدنِ جواہرِ کام
کل اُس کتاب کے سالِ تمام میں جو مجھے کمالِ فکر میں دیکھا، نرو نے، بے آرام
کہا یہ جلد کہ تو اس میں سوچتا کیا ہے؟ ”دکھا ہے نسخہء تحفہ“ یہی ہے سالِ تمام

۵۱۲۶۹ھ (۶۱۸۹۲ء)

غزل

... ۶۱۸۹۲ء (ج)

کیونکر اُس بت سے رکھو جان عزیز؟ م کیا نہیں ہے مجھے ایساں عزیز
دل سے نکلا، پہ نہ نکلا دل سے م ہے ترے تیر کا پیکانِ عزیز
تاب لائے ہی بنے گی، غالب م واقعِ سخت ہے اور جانِ عزیز

۱۔ یہ غزل دب میں نہیں ہے اس لیے اسے ج کے حوالے سے ۱۸۹۲ء ہی کا قرار دے دیا ہے

رباعیات

رقعے کا جواب کیوں نہ بھیجا تم نے؟ ثاقب، حرکت یہ کی ہے بیجا تم نے
حاجی کھوکھو کو دے کے بے وجہ جواب غالب کا پکا دیا کیلجا تم نے

لے روشنی دیدہ شہاب الدین خاں کٹا ہے، بتائی کس طرح سے مضافا؟
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک؟ سنتے ہو تراویح میں کتنا قرآن؟

۲۷۱ قرشی مرحوم فرماتے ہیں،

”یہ دو لڑیں رباعیاں گویا دو منظوم خط ہیں جو مرزا صاحب نے نواب شہاب الدین خاں
بہادر ثاقب کو لکھے تھے۔ مولوی ہمیش پریشاد مرتب خطوط غالب کی رائے میں ۱۸۹۲ء
کے بعد کی معلوم ہوتی ہیں۔ میری رائے میں یہ تقریبی رقعے ہیں جو شہاب الدین احمد خاں ثاقب
کے عنقوان شہاب ہی میں لکھے گئے ہوں گے۔ وہ نہ صرف اس وقت غیر شادی شدہ ہوں گے
بلکہ ۱۴-۱۵ سے زیادہ عمر کے نہ ہوں گے۔ بہر حال منشی ہمیش پریشاد کے نتیجے میں ان
رباعیوں کو ۱۸۹۲ء میں رکھ لیا گیا ہے مگر یہ سال قطعی قیاسی ہے

۱۸۹۳ء

۳

۱۸۹۷ء

متفرقات

قصیدہ

گنتی ہیں سال کے رشتے میں بیس بار گرہ
گرہ کی ہے سہی گنتی کہ تابروز شمار
یقین جان برس کاٹھ کا جوتا گا ہے
گرہ سے اور گرہ کی امیب کیوں نہ بڑھے؟
دکھا کے رشتہ کسی جوتشی سے پوچھا تھا
کہا کہ "چرخ پہ ہم نے گنتی ہیں نو گرہیں
خود آسماں ہے مہاراجہ پر صدقے
وہ راؤ راجہ بہادر کہ حکم سے جن کے
انھیں کی سالگرہ کے لیے ہے سال بسال
انھیں کی سالگرہ کے لیے بنا تا ہے
ہوایں بوند کو، ابر تگرگ بار گرہ

۱۔ یہ قصیدہ مہاراجہ شیروان سنگھ والی اور کی شان میں لکھا گیا ہے۔ مصرعِ اول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ان کی ۲۰ ویں سالگرہ کا جشن منایا جا رہا تھا۔ وہ راجہ بنے سنگھ کے (۱۸۵۶ء میں) پرنے پر ۱۳ برس کی عمر میں اگست ۱۸۵۷ء میں مسند نشین ہوئے تھے مگر ناخبرہ کاری کی بنا پر انھیں نومبر ۱۸۵۸ء میں اختیارات سے بے دخل کر دیا گیا اور پانچ سال بعد اوسمبر ۱۸۶۳ء کو دوبارہ اختیار کیا گیا (بحوالہ وقائع راجستان ص ۴۷/۴۸) راجا شیروان سنگھ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں مگر "بیس بار گرہ" سے ظاہر ہے کہ اختیارات عمر کے بیس سال پورے کرنے پر بحال کیے گئے ہونگے۔ اس طرح ولادت کے ماہ و سال دسمبر ۱۸۴۳ء ٹھہرتے ہیں۔ ہونکتا ہے کہ تاریخ بھی

۳۱ اپریل یعنی ۱۸ دسمبر ۱۸۴۳ء

قصیدہ پہلے پہل رسالہ آردو اکتوبر ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا تھا

انھیں کی سالگرہ کی یہ شادمانی ہے
انھیں کی سالگرہ کے لیے ہے یہ توقیر
سن اے ندیم، برس کاٹھ کے یہ تاکے نے
پئے دعائے بقائے جناب فیض تاب
ہزار دانے کی تسبیح چاہتا ہے بنے
عطا کیا ہے خدا نے وہ جاذبہ اس کو
کشادہ رخ نہ پھرے کیوں کہ اس نے میں
متاعِ عیش کا ہے، قافلہ چلا آتا
خدا نے دی ہے وہ غالب کو دست کا پھن
کہاں مجال سخن؟ سانس لے نہیں سکتا
گرہ کا نام لیا، پر نہ کر سکا کچھ بات
کھلے یہ کانٹھ، تو البتہ دم نکل جاوے
ادھر نہ ہوگی، تو جبہ حضور کی جب تک
دعا یہ ہے کہ خالفت کے دل میں از رہ لغنی
پڑی ہے یہ جو بہت سخت نابکار گرہ

دل اس کا پھوڑ کے مکھلے، یہ شکل پھوڑے کے

خدا کرے کہ کرے اس طرح ابھار گرہ

کہ ہو گئے ہیں، گہرا مے شاہوار گرہ
کہ بن گئے ہیں، شرماے شاخسار گرہ
تجھے بتاؤں کیوں کی ہے اختیار گرہ؟
لکے گی، اس میں، ثوابت کی استوار گرہ
بلا مبالغہ، درکار ہے ہزار گرہ
کہ چھوڑتا ہی نہیں، رشتہ زینہار گرہ
بچی نہ، از پئے بند نقاب یار گرہ
کہ جادہ رشتہ ہے، اور ہے شتر قطار گرہ
کڑوڑوں ڈھونڈھ کے لانا یہ خاکسار گرہ
پڑی ہے، غم کی، مرے دل میں پڑج وار گرہ
زبان تک لکے، ہوئی اور استوار گرہ
بڑی طرح سے ہوئی ہے گلے کا ہار گرہ
کبھی کسی سے کھلے گی نہ، زینہار گرہ
پڑی ہے یہ جو بہت سخت نابکار گرہ

منشی

اے جہاں آفریںِ خداے کریم صانعِ ہفت چرخ و ہفت اقلیم
نامِ مکتوٰۃ جن کا ہے مشہور یہ ہمیشہ بہ صد نشاط و سرور
عمر و دولت سے شادمان ہیں اور غالب پہ مہربان ہیں

شعر

ان دلفریبیوں سے نہ کیوں اُس پر پیار لے؟
روٹھا جو بے گناہ، توبے عذر من گیا

رباعی

اے منشی خیرہ سر، سخن ساز نہ ہو عصافِ بے تو، مقابلِ باز نہ ہو
آواز تری نکلے اور آواز کے ساتھ لاشی وہ لگے کہ جس میں آواز نہ ہو

یہ منشی میرزا غالب کے مرتبہ اُس بے نام اردو کتابچے "اب میں نے اس کا عکس مع مقدمہ
"انتخابِ رفعات و اشعارِ غالب" کے نام سے چھپوا دیا ہے۔ اس کے دیباچے کے آخر میں
ملتی ہے، جو شاید انھوں نے ہندوستان میں مقیم انگریزوں کو اردو سیکھانے کے
لیے اپنے منتخبِ رفعات اور اشعار پر مشتمل ترتیب دیا تھا۔ میرزا صاحب نے اسے
مکتوٰۃ صاحب "فنانشل کمشنر بہادر قلم و پنجاب" کی نذر کیا ہے۔
"مسٹر ڈائل مکتوٰۃ نے سرراٹ منٹگری کے ۱۸۶۵ء کو مستعفی ہونے کے
بعد پنجاب کی لفٹیننٹ گورنری کا عہدہ سنبھالا تھا۔ ظاہر ہے کہ فنانشل کمشنر وہ اس
سے پہلے ہی ہو سکتے تھے۔ لہذا اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ ۱۸۶۴ء کی مرتبہ تسلیم
کرنا چاہیے۔" (انتخابِ رفعات و اشعارِ غالب، دس)

خطبہ نام بے خبر مورخ، مارچ ۱۸۶۴ء

لغاتِ غیبی مطبوعہ ۱۸۶۴ء ص ۱۵

قصیدہ

مرحبا! سالِ فرخی آئیں عیدِ شوال و ماہِ فرور دیں
شبِ دروز، افتخارِ لیل و نہار مدد و سال، اشرفِ شہور و سنیں
گرچہ ہے بعدِ عید کے نوروز لیک، بیش از سہ ہفتہ بعد نہیں
سو، اس آئیں دن میں ہولی کی مجلسیں، جا بجا، ہوئیں رنگیں
شہر میں، گو بہ کو، عبیر و گلال باغ میں سو بہ سو، گل و نسریں
شہر، گویا، نمونہٴ گلزار باغ، گویا، نگارخانہٴ چیں
تین تیوار اور ایسے خوب جمع ہرگز ہوئے نہ ہونگے کہیں
پھر ہوئی ہے اسی مہینے میں منفعت، محفلِ نشاطِ قرین
محفلِ غسلِ صحتِ نواب رونقِ افزائے مستحکمیں
بزمِ گہ میں، امیرِ شاہِ نشاں رزمِ گہ میں، حریتِ شیرکیں
پیشِ گاہِ حضور، شوکت و جاہ خیر خواہِ جنابِ دولت و دیں
جن کی مسند کا، آسماں، گوشہ جن کی خاتم کا، آفتابِ رنگیں

خطبہ نام منشی سیل چند "مورخہ ۱۹ جنوری ۱۸۶۵ء سے پتا چلتا ہے کہ یہ قصیدہ ۲۵ دسمبر
۱۸۶۴ء اور ۸ جنوری ۱۸۶۵ء کے درمیان لکھا گیا تھا۔ یہ نواب یوسف علی خاں بہادر
ناظم کے جشنِ صحت کے موقع پر کہا گیا تھا

○ ... ۲۵ دسمبر ۱۸۹۲ء تا ۸ جنوری ۱۸۹۵ء

جن کی دیوارِ قصر کے نیچے آسماں، ہے گداے سایہ نشین
 دہریں اس طرح کی ہنم سرور نہ ہوئی ہو، کبھی بروے زین
 انجم پرخ، گوہر آگین فرش نوزے، ماہ ساغرِ سیمیں
 راجہ اندر کا جو اکھاڑا ہے ہے وہ بالائے سطحِ پرخ بریں
 وہ نظر گاہِ اہل دہم و خیال یہ، ضیا بخش چشمِ اہل یقین
 واں کہاں یہ عطا و بذل و کرم کہ جہاں گدیہ گر کا نام نہیں
 یاں زمین پر نظر جہاں تک جائے ڈالہ آسا، نیچھے ہیں، دُرِ شیں
 نغمہ مطربانِ زہرہ نوا جلوۂ لولیانِ ماہ جبین
 اُس اکھاڑے میں جو کہ ہے منظوں یاں، وہ دیکھا پنچم صورت میں
 سرورِ مہر فر ہوا جو سوار ق بکمالِ تجل و تزیں
 سب نے جانا کہ ہے پری تو سن اور بالِ پری ہے، دامن زین
 نقشِ ستمِ سمند سے، یکسر بن گیا، دشتِ دامنِ گلچیں
 فوج کی گردِ راہِ مشک نشاں رہروں کے مشام، عطر آگین
 بس کہ بخشی ہے فوج کو عزت فوج کا ہر پیادہ، ہے فزین
 مویکِ خاص، یوں زین پر تھا جس طرح ہے سپہر پروں
 چھوڑ دیتا تھا گور کو، بہرام ق ران پر داغِ تازہ دے کے، وین
 اور داغِ آپ کی غلامی کا خاص بہرام کا ہے زیبِ سُرین
 بندہ پرورشِ طرازی سے مدعا، عرضِ فنِ شعر نہیں

○ ... ۲۵ دسمبر ۱۸۹۲ء تا ۸ جنوری ۱۸۹۵ء

آپ کی مدح اور میرا مُنہ گر کہوں بھی، تو کس کو آئے یقین
 اور پھر اب، کہ ضعفِ پیری سے ہو گیا ہوں نزار و زار و تزیں
 پیری و نیستی، خدا کی پناہ! دستِ خالی و خاطر غمگین
 صرف، اظہار ہے، ارادت کا ہے قلم کی، جو سجدہ ریز، جبین
 مدح گستر نہیں، دعا گو ہے غالبِ عاجزِ نیاز آگین

ہے دعا بھی یہی کہ دنیا میں

تم رہو زندہ جادواں، آئیں!

... قبل از ۱۸۹۵ء شعر

خوشی جینے کی کیا، مرنے کا غم کیا

ہماری زندگی کیا، اور ہم کیا

... ۱۸۹۵ء قطعہ

مقامِ شکر ہے اے ساکنِ خطِ خاک رہا ہے زور سے ابرستارہ بار برس
 کہاں ہے ساقیِ مہوش؟ کہاں ہے ابرِ طیر "بیار" لائے گلزار گول، بہار برس
 خدا نے تجھ کو عطا کی ہے گوہر افشانی درِ حضور پر اے ایر، بار بار برس
 ہر ایک قطرے کے ساتھ آئے جو ملک و قہ کے "امیرِ کلبِ علی خاں جبین ہزار برس"

لے تفصیل کے لیے دیکھئے غالب کے بعض غیر متداول اشعار کا زمانہ منسکوس ۹۵

لے یہ قطعہ خطِ بنام نوابِ کلبِ علی خاں، مورخہ ۱۸ اگست ۱۸۹۵ء کے ساتھ بھیجا گیا تھا

○ ... ۱۸۶۵ء

فقط ہزار برس پر کچھ انحصار نہیں کئی ہزار برس بلکہ بے شمار برس
جناب قبلہ حاجات اس بلا کش نے بڑے عذاب سے کاٹے ہیں پانچ چار برس
شفا ہو آپ کو، غالب کو بند غم سے نجات
خدا کرے کہ یہ ایسا ہوساز کار برس

○ ... ۱۸۶۵ء غزلیات

لطف نظر راہِ قاتل، دم بسمل آئے جان جائے، تو بلا سے پہ کہیں دل آئے
اُن کو کیا علم کہ کشتی پہ مری کیا گزری؟ دوست جو ساتھ مرتے تالاب ساحل آئے
وہ نہیں ہم کہ چلے جائیں حرم کو اے شیخ ساتھ حجاج کے اکثر کئی منزل آئے
آئیں جس بزم میں وہ لوگ پکار اٹھتے ہیں نو، وہ بزم زن ہنگامہ محفل آئے
دیدہ خوبار ہے مدت سے، ولے آج اندیم دل کے ٹکڑے بھی کئی، خون کے شامل آئے
سامنا خورو پری نے نہ کیا ہے نہ کریں عکس تیرا ہی، مگر تیرے مقابل آئے
موت بس ان کی ہے جو مر کے وہیں فن ہوئے زیست اُن کی ہے جو اُس کو چپے سے کھائل آئے
بن گیا سبجہ وہ زُنا، خدا خیر کرے وہ جو نازک ہے کمر اُس پہ بہت دل آئے

اب ہے دلی کی طرف کوچ ہمارا غالب
آج ہم حضرت نواب سے بھی مل آئے

لے ”یہ غزل میرزا صاحب نے لے کر دوسرے سفر رام پور میں ۲۸ دسمبر ۱۸۶۵ء کو یہاں سے
رخصت ہوئے تھے۔ یہ غزل بھی تھی۔ اس زمانے میں کتب علی خاں بہادر رام پور کے نواب
تھے۔ (تذکرہ قریب طبع دوم ص ۳۳۳)

○ ... ۱۸۶۵ء

میں ہوں مشتاقِ جفا، ججہ پہ جفا اور سہی تم ہو بیدار سے خوش، اس سے سوا اور سہی
غیر کی مرگ کا غم کس لیے اے غیرت ماہ؟ ہیں ہوس پیشہ بہت، وہ نہ ہوا اور سہی
تم ہو بہت، پھر نہیں پندارِ خدائی کیوں؟ تم خداوند ہی کہلاؤ، خدا اور سہی
حسن میں حور سے بڑھ کر نہیں ہونے کے کبھی آپ کا شیوہ داندار واد اور سہی
تیرے کو چپے کا ہے مائل، دل مضطرب میرا کعبہ ایک اور سہی، قبلہ نما اور سہی
کوئی دنیا میں مگر باغ نہیں ہے واعظ؟ خلد بھی باغ ہے، خیر آب و ہوا اور سہی
کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملا لیں یا رب؟ سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی
مجھ کو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں نہ رکھ اور سہی، آب بقا اور سہی
مجھ سے، غالب، یہ علانی نے غزل کھوائی
ایک بیدار گریز فرا اور سہی

قطع

○ ... ۱۸۶۵ء تا ۱۸۶۷ء

خوشی ہے یہ، آنے کی برسات کے پتیں بادۂ ناب اور آم کھائیں
سر آغاز موسم میں، اندھے ہیں ہم کہ دلی کو چھوڑیں، لوہار کو جائیں

لے خط نام نواب امین الدین احمد خاں مورخہ ۲۴ جولائی ۱۸۶۵ء
یہ قطعہ نواب علانی کی بیانی سے لیا گیا ہے۔ ”بیانی کے اندراجات میں ترتیب تاریخی کا لحاظ
نہیں ہے، چنانچہ ان سے پہلے ۲۷ جنوری ۱۸۶۷ء کا اور ان کے بعد ۵ اپریل ۱۸۶۵ء کا اندراج
ملتا ہے۔ اس لیے انہیں تقریباً اسی زمانے کا مان لیا ہے۔“

سوانا ج کے، جو ہے مقلوب جاں نہ واں آم پائیں، نہ انکور پائیں
ہوا حکم بادریچوں کو کہ ہاں ابھی جا کے پوچھو کہ کل کیا پکائیں؟
وہ کھٹے، کہاں پائیں اُملی کے پھول وہ کڑوے کر لیے کہاں سے منگائیں؟

فقط گوشت، سو بھڑکا لیشے دار
کہو، اُس کو کیا کھا کے ہم، خطا اٹھائیں؟

غزلیات

... ۱۸۹۴ء

در پیر امیر کلب علی خاں کے ہوں مقیم ق شاید گدائی ہر دہن میں
بوڑھا ہوا ہوں، قابلِ خدمت نہیں، اسد خیرات خوارِ محض ہوں تو کر نہیں ہوں میں

... ۱۸۹۴ء

مسجد کے زیر سایہ، اک گھر بنا لیا ہے
یہ بندہ کمینہ ہمسایہ خدا ہے

۱۔ میرزا صاحب نے اس زمین میں اپنی (دوسروں پرانی) غزل کا قطع حذف کر کے
اور آخر میں یہ دو شعر برصاف کر: لڑا ب کلب علی خاں بہادر والی راجپوت کی خدمت
میں ۹ جون ۱۸۹۴ء کو بھیجی تھی۔
۲۔ یہ شعر میرزا صاحب نے اپنے مکان واقع محلہ ملی بازار کے متعلق کہا تھا۔ مولانا حالی کے بیان
مطابق یہ حکم محمود خاں مرحوم کے دورانِ خانہ کے متعلق مسجد کے عقب میں تھا، اور اسی میں اُن کا انتقال
ہوا تھا (دیکھو کار: ۸)۔ مولانا امیر کی رائے ہے کہ اس میں میرزا صاحب جنوری ۱۸۹۴ء کے بعد منتقل ہوئے
تھے۔ ملاحظہ ہو غالب: ۸۵، طبع سوم، ۱۔ نسخہ عرشی اشاعت دوم ص ۲۳۶۔

قطعہ

گر گزائیں کی ہے جتنی رقیّت وہ یک قلم عاشق ہے اپنے حاکم عادل کے نام کی
سو یہ، نظرفروز قلم دان نذر ہے مسٹر کوآن صاحب عالی مقام کی

ہندوستان کی بھی عجب سرزمین ہے جس میں وفا و مہر و محبت کا ہے دُور
جیسا کہ آفتاب نکلتا ہے شرق سے اخص کا ہوا ہے اسی ملک سے ظہور
ہے اصلِ تخمِ ہند سے، اور اس زمین سے پھیلا ہے سب جہان میں یہ بیوہ دُور دُور

غزلیات

شبِ وصال میں مونس گیا ہے بنِ تکیہ ہوا ہے موجبِ آرامِ جانِ و تن، تکیہ
خراجِ بادِ شہرِ چیں سے کیوں نہ مانگوں آج؟ کہ بن گیا ہے، خمِ جعد پر شکن تکیہ
بنا ہے تختِ گلِ ہاے یاسمین، بستر ہوا ہے دستہٴ نسرتن و نسرتن تکیہ
فروغِ شبنم سے روشن ہے، خواجہ گاہ تمام جو رختِ خواب ہے پرویں تو ہے پرک تکیہ

۱۔ مسٹر بی۔ ایل، کوآن اسٹینٹ کشتہ گز کا لڑا۔ فروری ۱۸۹۴ء میں دلی سوسائٹی کے ممبر بن گئے
گئے تفصیل کے لیے دیکھیے نحمدہ جلد اول ص ۸۰، ۸۱۔ قطعہ کوآن صاحب کی راجپوت کے
موقع پر لکھا گیا تھا۔
۲۔ راجہ دلی سوسائٹی، شمارہ تیسرا۔ احوالِ غالب، ص ۱۷۲ تا ۱۷۳
۳۔ پہلے پہل کلکتہ آجین مطبوعہ مطبع اکبری دلی، ۱۳۸۴ھ (۱۸۹۷ء) میں چھپی تھی۔ خزانہ پنجاب یونیورسٹی
لاہور: بعد میں لڑا ب احمد سعید خاں طالب شاگرد غالب نے اپنے کاغذات سے فراہم کر کے
۴۔ جون ۱۹۱۳ء کے روزنامہ ہمدرد دلی میں چھپوائی۔

مزا لے، کہو، کیا خاک ساتھ سونے کا؟
 اگرچہ تھا یہ ارادہ، مگر خدا کا شکر!
 ہوا ہے، کاٹ کے چادر کو، ناگماں غائب
 بضرِ تیشہ وہ اس واسطے ہلاک ہوا
 یہ رات بھر کا ہے ہنگامہ صبح ہونے تک
 اگرچہ پھینک دیا تم نے دور سے لیکن
 غش آگیا جو، پس از قتل میرے قاتل کو
 جو بعدِ قتل مرادشت میں مزار بنا
 شبِ فراق میں یہ حال ہے اذیت کا
 روارکھو نہ رکھو، تھا جو لفظ "تکیہ کلام"
 اب اس کو کہتے ہیں اہل سخن "تکیہ"
 ہم اور تم، فلک پیر جس کو کہتے ہیں
 فقیرِ غالب مسکین کا ہے کہن تکیہ

مکن نہیں کہ بھول بھی آئید ہوں
 میں دشتِ غم میں آہوے قیاد دیدہ ہوں
 ہوں دردمند، جبر ہو یا اختیار ہو
 گہ نالہ کشیدہ، گہ اشک چکیدہ ہوں

لے خط بنام نواب عثمانی مورخہ ۳ مارچ ۱۸۶۷ء

جاں لب پہ آئی، تو بھی نہ شیریں ہوا دہن
 نے سبجہ سے علاقہ، نہ ساغر سے واسطہ
 ہوں خاکسار پر نہ کسی سے ہے مجھ کو لاگ
 جو چاہیے نہیں وہ، مری قدر و منزلت
 ہرگز کسی کے دل میں نہیں ہے، مری جگہ
 اہلِ دُرع کے حلقے میں ہر چند ہوں ذلیل
 پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح، اسد
 ڈرتا ہوں آئے سے کہ مردم گزیدہ ہوں

قصیدہ

کہ تلبے پرخ، روز بصد گونہ احترام
 حق گوے حق پرست اندیشِ حق شناس
 بجم رتبہ میگوڑیہا در کہ وقتِ رزم
 جس بزم میں کہ ہوا تھیں آہنگِ میکشی
 فرمانرواے کشورِ پنجاب کو، سلام
 نوابِ مستطابِ امیرِ شہِ احتشام
 ترکِ فلک ہاتھ سے وہ پھینک لیں حُسام
 والِ آسمان شیشہ بنے، آفتاب جام

لے یہ قصیدہ سب سے پہلے ۱۷ جون ۱۹۱۴ء کے اہلال میں مولانا ابوالکلام آزاد نے شائع کیا تھا۔ مولانا نے اسے نواب سعید الدین احمد خاں طالب کے نسخہ دیوانِ غالب سے حاصل کیا تھا۔
 علامہ سر ڈانلڈ میکلوڈ ۱۷ جنوری ۱۸۶۵ء کو منٹگری کے مستعفی ہونے پر پنجاب کے لفٹیننٹ گورنر بنے تھے

چاہا تھا میں نے، تم کو میرا چارہ کہوں ق دل نے کہا کہ "یہ بھی ہے تیرا خیال خام"

دورات میں تمام ہے ہنگامہ ماہ کا حضرت کا عز و وجاہ ہے کا علی الدوام

سچ ہے تم آفتاب ہو جس کے فروغ سے دریاے نور ہے، فلک ابھینے خام

میری سنو کہ آج تم اس سرزمین پر حق کے تفضلات سے، ہو مرتع اناام

اخبار لو دھیان میں میری نظر پڑی تحریر ایک، جس سے ہوا بندہ تلخ کام

ٹکڑے ہوا ہے، دیکھ کے تحریر کو، جگر کاتب کی استیں ہے، مگر تیغ کا نیام

وہ فرد جس میں نام ہے میرا غلط لکھا جب یاد آگئی ہے، کلیجہ لیا ہے ہتھام

سب صورتیں بدل گئیں، ناگاہ، یک قلم لمبر رہا، نہ نذر، نہ خلعت کا انتظام

سُتر برس کی عمر میں یہ داغ جاگداز جس نے، جلا کے، رکھ مجھے کر دیا تمام

تھی جنوری پہینے کی تاریخ، تیر ہویں استاد ہو گئے لب دریا پہ جب خیام

اُس بزم پر فروغ میں، اس تیرہ نعت کو لمبر لاشیب میں، از روئے اہتمام

سمجھا لے گرا لب، ہوا پاش پاش، دل دربار میں جو، مجھ پہ چسلی، جشمکِ عوام

۱۔ اس شعر سے ظاہر ہے کہ مرزا نے جب یہ شعر کہا تو وہ ستر برس کے ہرچکے تھے۔ لہذا اس کلام کو ۱۸۶۷ء کا کہا جاتا ہے۔

۲۔ لب دریا دجنا کنائے ۱۳ جنوری کو ریل دیل پر، جاری ہونے کے جشن کے لیے خیمہ لگ گئے۔ بقول مولانا عرشی پل پر سے ریل پہلی بار یکم جنوری ۱۸۶۷ء کو کوڑی تھی۔

۳۔ ہو سکتا ہے کہ باقاعدہ جشن افتتاح ۱۳ جنوری کو منایا گیا ہو۔ چونکہ قصیدے میں غالب کو مناسب مقام و مرتبہ نہ ملنے کی شکایت ہے اس لیے ظاہر ہے کہ قصیدہ ۱۸۶۷ء کے بعد ہی لکھا گیا ہوگا۔

عزت پہ اہل نام کی، سستی کی ہے، بنا عزت جہاں گئی، لڑنے، ہستی وہی، نہ نام

تھا ایک گونہ ناز خواہنے کمال پر اُس ناز کا، فلک نے لیا مجھ سے انتقام

آیا تھا، وقت ریل کے کھلنے کا بھی قریب تھا بارگاہِ خاص میں خلقت کا ازدحام

اس کشمکش میں آپ کا مداح درد مند آقاے نامور سے نہ کچھ کر سکا کلام

جو واں نہ کہہ سکا، وہ لکھا ہے حضور کو دیں آپ میری داد، کہ ہوں فائز المرام

ملک و سپہ نہ ہو، تو نہ ہو، کچھ مرز نہیں سلطانِ بڑ و بھر کے در کا ہوں میں غلام

و کٹوریا کا، دم میں جو، مدح خوان ہو شاہانِ عصر چاہیے، لیں عزت اُس سے نام

خود ہے تدارک اس کا، گورنٹ کو ضرور بے وجہ کیوں دلیل ہو، غالب ہے جس کا نام

امر جدید کا، تو نہیں ہے مجھے، سوال باسے قدیم قاعدے کا، چاہیے، قیام

ہے بندے کو اعادہ عزت کی آرزو چاہیں اگر حضور تو مشکل نہیں یہ کام

دستور فق شعری ہی ہے قدیم سے یعنی، دعا پہ مدح کا، کرتے ہیں اختتام

ہے یہ دع کہ زیر نگین آپ کے ہے اقلیم ہند و سند سے تا ملکِ روم و شام!

۱۔ لب دریا دجنا کنائے ۱۳ جنوری کو ریل دیل پر سے، جاری ہونے کے جشن کے لیے خیمہ لگ گئے۔ بقول مولانا عرشی پل پر سے ریل پہلی بار یکم جنوری ۱۸۶۷ء کو کوڑی تھی۔

۲۔ ہو سکتا ہے کہ باقاعدہ جشن افتتاح ۱۳ جنوری کو منایا گیا ہو۔ چونکہ قصیدے میں غالب کو مناسب مقام و مرتبہ نہ ملنے کی شکایت ہے اس لیے ظاہر ہے کہ قصیدہ ۱۸۶۷ء کے بعد ہی لکھا گیا ہوگا۔

○... بعد از ۳ جولائی ۱۸۶۷ء

دعاے صحت کا طلب گار ہوتا۔ بوڑھا ہوں، تو دعاے مغفرت کا خواہاں ہوں۔ دم واپسین
برسرِ راہ ہے۔ عزیزِ ذاب اللہ ہی اللہ ہے۔

اس خط سے ثابت ہے کہ اگر اس شعر کو مرزا کی بدیمہ کوئی پر محمول سمجھ لیا جائے اور
فرق کر لیا جائے کہ جواب لکھتے وقت یہ شعر بھی تسلیم سے نکل گیا ہوگا، تو بھی شاید یہ آخر
اگست ۱۸۶۷ء کے بعد کا منکر کردہ نہ ہوگا۔ واللہ اعلم



فهرستین

- خود را در دست چتر پری سے شب بد خو تھا ۱۴۱ درو اسم حق سے دیدار صنم حاصل ہوا ۱۵۴
- دوین کے مکس جوں ریشہ زیر زمیں پایا ۱۴۲ قطرے بسکے حیرت سے نفس پرور ہوا ۱۵۴
- نواکت ہے فسونِ دعوی طاقست کشن ہا ۱۴۲ وحشی بن مہیا نے ہم ہم خوروش کو کیا کیا ۱۵۵
- بسانِ جوہر آئینہ، از ویرانی دل ہا ۱۴۳ گرنہ اندر شبِ فرقت بیاں ہو جائے گا ۱۵۵
- بہ شکلِ انتظارِ مہوشاں در خلوتِ شب ہا ۱۴۳ تنگ ظرفوں کا رتبہ جہد سے برتر نہیں ہوتا ۱۵۴
- یوں شرم ہے با وصفِ شوخی اہتمام اُس کا ۱۴۴ لب خشک و تشنگی مُردگان کا ۱۵۷
- یاد دہنے کے نفس سلسلہ یارب تھا ۱۴۴ ہے تنگ زو اماندہ شُرن، حوصلہ پا ۱۵۷
- شب کے دل زنجی عرضِ دو جہاں تیر آیا ۱۴۵ وہ ملک ہے کہ بر لوسن چالاک جڑھا ۱۵۸
- سیراں سحرے تماشا ہے طلبِ رول کا ۱۴۶ شب کے ذوقِ گفتگو سے تیری دل بیتا تھا ۱۵۸
- طاؤسِ دریا کا ہے ہرزہ آہ کا ۱۴۶ نالِ دل میں شبِ اندازِ اثر نایاب تھا ۱۵۹
- یک ذوقِ زمیں نہیں بے کارِ باغ کا ۱۴۷ شب کے وہ مجلسِ فروزِ خلوتِ ناموس تھا ۱۶۰
- نہ بھولا اضطرابِ مہتمماریِ انتظار اپنا ۱۴۷ شبِ اخترِ قدحِ عیش نے حمل باندھا ۱۶۱
- بسکے خوش گریہ سے زیرو زبردیرانہ تھا ۱۴۸ عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا ۱۶۱
- راتِ دل گرم خیالِ جلوۂ جانا تھا ۱۴۹ خلوتِ ابلہ پائیں ہے، بولاں میرا ۱۶۲
- پئے نذرِ گرم، تحفہ ہے شرمِ نارسائی کا ۱۴۹ یہ مہر نامہ جو بوسہ گلِ پیام رہا ۱۶۳
- دہو، حسنِ تماشا دوستِ رسولیے وفا کا ۱۵۰ خطِ جو رخ پر جانشینِ ہالہ مہ ہو گیا ۱۶۴
- کسے اگر حیرتِ نظارِ طوقانِ نکتہ کوئی کا ۱۵۰ بس کہ عاجزِ نارسائی سے کبوتر مہ ہو گیا ۱۶۴
- زبس خونِ کشتہ رشکے فاتھا، وہمِ بسمل کا ۱۵۱ یک کامِ بخود ہی سے لٹیں بہارِ صحرا ۱۶۵
- فروغِ بچینی ہے فرشِ بزمِ عیش گستر کا ۱۵۲ دل بیتاب کہ سینے میں دم چند رہا ۱۶۵
- کیا، کس شوخ نے نازِ سرکشِ شستن کا؟ ۱۵۲ جگر سے لڑنے ہوئے موکی ہے، سناں پیدا ۱۶۶
- عیادتِ زبس ٹوٹا ہے دلِ یارانِ غمگس کا ۱۵۳ دل مرا سوزِ نہاں ہے مجا جا جل گیا ۱۶۶
- بہارِ رنگِ گل ہے سامانِ شکواری کا ۱۵۳ نہاں کیفیتِ عین ہے سامانِ حجاب اُس کا ۱۶۷

فہرست اشعار بمحاظ سالِ فکر

- ۱۸۱۲ء
مثنوی
ایک ن ہل تنگ کاغذی ۱۳۲
- ۱۸۱۳ء
غزلیات
نیازِ عشق، خرمین سوزِ اسبابِ سوس بہتر ۱۳۳
یاد آیا جو وہ کہنا کہ، نہیں، واہ غلط ۱۳۳
آئے ہیں پاہ ہائے جگر و میانِ اشک ۱۳۳
آستوہ کہوں کہ آہ سوارِ سوا کہوں؟ ۱۳۴
مجلسِ شعلہِ عذراں میں جو آجاتا ہوں ۱۳۴
دیکھتا ہوں اُسے تھی جس کی تمنا مجھ کو ۱۳۴
شمسِ صافِ یارِ جو زہرِ اب دادہ ہو ۱۳۴
- ۱۸۱۶ء
غزلیات
نقشِ فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا ۱۴۰
جنوں گرمِ انتظار و نالِ بیتابی کند آیا ۱۴۰
شمارِ سحرِ غروبِ بشتِ گل پسند آیا ۱۴۱

- نہیں ہے ناز بردار غرور نشہ صہبا ۱۹۷
 گزنیاری میں فرمان خط نقد ہے پیدا ۱۹۸
 سحر کہ باغ میں وہ حیرت گلزار ہو پیدا ۱۹۸
 بس کہ ہے مینا نہ دیران جوں بیابان خراب ۱۹۹
 ہے بہار میں خزان حاصل خیال غریب ۲۰۰
 آہ خط سے ہول ہے سوجو بازار دوست ۲۰۰
 جاتا ہوں بدھ صرب کی اٹھے ہے ادھر انگشت ۲۰۱
 دود شمع کشتہ گل بزم سامانی عبث ۲۰۲
 ناز لطف عشق باوصف توانائی، عجب ۲۰۳
 گلشن میں نہ نسبت رنگ کر ہے آج ۲۰۴
 جنبش ہر رنگ ہے گل کے لیے اختلاف ۲۰۴
 بیدل ناز و دشت حجب دریدہ کھینچ ۲۰۵
 قطع سفر سستی و آرام فانی سیج ۲۰۶
 دعویٰ عشق تباں ہے گستاخ گل و صبح ۲۰۶
 بسکہ وہ پاکوبیاں دب پرودہ دشت ہیں یاد ۲۰۷
 تو پست فطرت اور خیال بسا بلند ۲۰۷
 حسرت و تنگہ و پائے تحمل تاجند؟ ۲۰۸
 بکام دل کریں کس طرح گمراہ فریاد؟ ۲۰۸
 شیشہ آتشیں، رخ پر نور ۲۰۹
 بسکہ مائل ہے وہ رشک بہت بانی پینے پر ۲۱۰
 دندان کا خیال، چشم تر، کر ۲۱۰
 بینش بے سعی ضبط جنوں نوبہار تر ۲۱۱
 نسوین کی لہ ہے لذت میداد و دشمن پر ۱۸۱
 مقلد حیرت آئینہ ہے سامان رنگ آخر ۱۸۲
 دیباہ و دل ہے ہوشی میں دریاں کا فریب خمر ۱۸۳
 حسن خود آرا کو ہے شوق تخیل ہنوز ۱۸۳
 چاک گریباں کو ہے ربط تامل ہنوز ۱۸۴
 بے گانہ و قلب سے ہوا ہے جن ہنوز ۱۸۴
 میں ہوں سراب کی پیش آموختن ہنوز ۱۸۵
 دلغ اطفال ہے دیوانہ بکھسار ہنوز ۱۸۵
 نہ بندھا تھا بعد م نقش دل مور ہنوز ۱۸۶
 کو بیابان تمت و کجا جولان عجز؟ ۱۸۷
 حاصل دل بستگی ہے عمر کو تہ اور بس ۱۸۷
 دشت الفت میں ہے خاک کشتگان مجوس ہیں ۱۸۸
 کرتا ہے بیادیت رنگیں دل یا یوس ۱۸۸
 ہوئی ہے بسکہ صرف مٹی تکیں بہار آتش ۱۸۹
 باقیم سخن ہے جلوہ گرد سواد آتش ۱۹۰
 جاہ رہ خور کو وقت شام ہے مار شعاع ۱۹۱
 رخ نگار سے ہے سوز جاودانی شمع ۱۹۱
 عشاق، اشک چشم سے دھوویں ہزار داغ ۱۹۲
 بلبکوں کو دیر سے کرتا ہے مرغ بار بارغ ۱۹۲
 نام بھی لکھتے ہوا تو خط عبا ر حیف! ۱۹۳
 عیسیٰ ہر باں ہے شمار بیک طرف ۱۹۳
 گرچہ کو یقین اجابت دعا نہ مانگ ۱۹۴

- بدر ہے آئینہ طاق بلال ۱۹۵
 ہوں بوخت انتظار آوارہ دشت خیال ۱۹۵
 ہر عضو غم سے ہے شکن آسانکستہ دل ۱۹۶
 بہر عرض حال شبنم سے رقم ایک ادھگل ۱۹۷
 گرچہ ہے یکینہ طاق آسانکستہ دل ۱۹۸
 اثر گمندی فریاد نار سامع ۱۹۸
 ازاں جا کہ حسرت کش یا رہیں ہم ۱۹۹
 یاں اشک جدا گرم ہے اور آہ جدا گرم ۱۹۹
 بسکہ ہیں بدست لبتی شکن مینا نہ ہم ۲۰۰
 جس دم کہ جاہ دار ہوتا نفس تمام ۲۰۱
 خوش و خوشے کہ عرض جنون فنا کروں ۲۰۲
 جہاں تیر نقش قدم دیکھتے ہیں ۲۰۲
 مت مروتیک دیدہ میں تھوٹو نگاہیں ۲۰۳
 جس جا کہ لے سیل بلادر میاں نہیں ۲۰۴
 مرگ شیریں ہوئی تھی کو مکن کی فکر میں ۲۰۵
 ہے ترخم آفرین آرایش میدا، یاں ۲۰۵
 اے تو اسما تماشا، ہر کیف جلتا ہوں میں ۲۰۶
 فتادگی میں قدم استوار رکھتے ہیں ۲۰۷
 حق بہ بندہ یوں درندہ رکھتے ہیں ۲۰۷
 بغفلت عطر گل ہم آگہی محو رطلے ہیں ۲۰۸
 سر رشک آشفہ سر تھا قطرہ شرکال سے جانیں ۲۰۸
 فنون کی دوتوں حریف و ذوق کشتن ہیں ۲۰۹
 نوں دھو گھر ہفتہ برز دی رمیدہ ہوں ۲۱۰
 سواد عشق سے دم سر دکشیدہ ہوں ۲۱۰
 ہوئی ہوئی بفرم کو شش بجائے تیریں ۲۱۱
 بے داعی، میلہ تجھے ترک تنہائی نہیں ۲۱۲
 ظاہر سر پہ آفت دگاں گیرا نہیں ۲۱۲
 ضبط سے مطلب بجز وارستگی، دیگر نہیں ۲۱۳
 ضامن جاہ و زباندن خط جام ہے نشان ۲۱۴
 نہیں ہے سب قطرے کو شکل گوہر افسرین ۲۱۴
 دیکھتے مت چشم سے سونے ضبط افسر دگاں ۲۱۵
 سازش ملج تباں میں ہے نہاں جنگیدن ۲۱۵
 صاف ہے از بسکہ عکس گل ہے گلزار جن ۲۱۶
 منقاسے کھتا ہوں، ہم چاک نفس کو ۲۱۶
 اگر وہ آفت نظارہ جلوہ گستر ہو ۲۱۷
 بے درد، سر پہ سجدہ الفت فروز ہو ۲۱۸
 حسد دل اگر افسر ہے گرم تماشا ہو ۲۱۸
 مبادا، بے تکلف فصل کا برگ و لوگم ہو ۲۱۹
 خشکی نے تے تلف کی میکہ سے کی آبرو ۲۲۰
 اشک چکیدہ، رنگ پریدہ ۲۲۱
 خوشا! طوطی و کج آشیمانہ ۲۲۱
 رقتا سے شیرازہ اجڑائے قدم باندھ ۲۲۲
 خلق ہے صفحہ عبرت سے سبق ناخواندہ ۲۲۲
 بسکہ نے پینے ہیں اربابِ فنا پرشیدہ ۲۲۳

- ۲۲۳ از ہر تار و تار دل و دل ہے آئینہ
۲۲۴ خوش دل ہے مجھ جسے حسرت فطرت بیدل نہ پوچھ
۲۲۴ جرن دل سرفراز در و بدل خفتگان نہ پوچھ
۲۲۵ ضبط ہے ہوں مروت اسبند اقامت گیر ہے
۲۲۶ کسے ہے رہنما اس خضر راہ عشق جلا دی
۲۲۶ یہ سرنوشت میں میری ہے اشک افشانی
۲۲۷ ہے آرمیدگی میں فکوحش بجائے
۲۲۸ ہر رنگ سوز پرودہ یک سان ہے مجھے
۲۲۹ کہوں کیا اگر محوش میکیش میں شندریاں کی
۲۲۹ جنوں اتھت کش تسکین ہنوا کر شادمانی کی
۲۳۰ نکو ہوش ہے سزا فریادی بیدار و دوبر کی
۲۳۱ آنکھوں میں انقطاع ہے جاں پر شتاب ہے
۲۳۲ بے خود ز بسکہ خاطر بیتاب ہو گئی
۲۳۲ ہجوم غم سے پاں تک سرنگوئی مجھ کو حاصل ہے
۲۳۳ جنوں رسوائی و استغی، زنجیر بہتر ہے
۲۳۳ شرہ پہلوئے چشم اے جلوہ ادراک باقی ہے
۲۳۴ خوشیوں میں "تماشا ادا" نکلتی ہے
۲۳۵ ز بسکہ عشق تماشا، جنوں علامت ہے
۲۳۵ تزجیں کھتی ہے شرم قطرہ سامانی مجھے
۲۳۶ ہم زبان آیا نظر فکر سخن میں تو مجھے
۲۳۷ یاد ہے شادی میں بھی ہنگامہ یار مجھے
۲۳۷ کاوش و زود و جا پویشہ افوں ہے مجھے
- ۲۳۸ دیکھ تری خوں گرم دل تیر پیش ام ہے
۲۳۸ بسک سولے خیال زلف حشت ناک ہے
۲۳۹ چشم خواباں خاشی میں بھی نو پار ہے
۲۴۰ بسک حیرت سے ز پا افتادہ زہنار ہے
۲۴۱ کوکے ہوں بار خاطر گر صبر ہو جائے
۲۴۱ کوشش ہمہ بیتاب ترقی و ترقی ہے
۲۴۲ کاشانہ استی کہ بر انداختی ہے
۲۴۲ حکم بنیابی نہیں اور آرمیدن من ہے
۲۴۳ چار سونے عشق میں صاحب کانی مفت ہے
۲۴۳ بیانی یاد و دوست ہم رنگ تسلی ہے
۲۴۴ گلشن کو تری محبت از بسکہ خوش آئی ہے
۲۴۵ دریوزہ سامان با اے بے مرد سامانی
۲۴۵ نظر بقیص گدایان کمال بے ادبی ہے
۲۴۶ دلا جت ہے تمنائے خاطر افروزی
۲۴۶ خبر نگہ کو نگہ چشم کو عدو جانے
۲۴۷ اگر گل حسن الفت کی ہم جو شیدنی جانے
۲۴۸ گلستان بے تکلف پیش پا افتادہ مضمون ہے
۲۴۹ صبح سے معلوم آتا نظہ و رشام ہے
۲۴۹ دیکھتا ہوں حشت شوق خروش امادہ ہے
۲۵۰ اے خیال و دل نادر ہے سے آشنائی تری
۲۵۰ چشم گریان بسمل شوق بہار وید ہے
۲۵۱ دل سرا و وقف سولے لگا ہوتی ہے

- ۲۵۱ نظر پرستی و بیکاری خود آرائی
۲۵۲ گدائے طاقت تقریر ہے زبان تجھ سے
۲۵۲ شکل طاووس گر خمار بنایا ہے مجھے
۲۵۳ بارغ تجھ بن گل نرسے ڈراتا ہے مجھے
۲۵۴ قتل عشاق نہ غفلت کش تدریر آئے
۲۵۵ تشنہ خون تماشا جو وہ پانی مانگے
۲۵۶ خواب جمعیت محل ہے پریشانی مجھ سے
۲۵۸ خدمت آئینہ صبر رنگ خود آرائی ہے
۲۵۸ کار کاہ بستی میں لالہ داغ سامان ہے
۲۵۹ گرہ ز شری شوق بہر بیابان زدہ ہے
۲۵۹ خواب غفلت یکیں گاہ نظر نہاں ہے
۲۶۰ دایان دل بہ وہم تماشا نہ کھینچے
۲۶۱ تماچہ ناز مسجد و بیت خانہ کھینچے
۲۶۱ آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے
۲۶۲ منت کشی میں حوصلہ بے اختیار ہے
۲۶۳ مستی بذوق غفلت ساتی ہلاک ہے
۲۶۳ حسن بے پروا خریدار متاع جلوہ ہے
۲۶۴ خود روشی ہائے ہستی بس کہ جلے خندہ ہے
۲۶۴ شوقی مہربان حوالاں آبیار نغمہ ہے
۲۶۵ نشہ ہے بے چین دو دو چراغ کشتہ ہے
۲۶۶ پیش سے میری وقف کشتہ کش ہر تار بستر ہے
۲۶۷ خطر ہے رشتہ الفت رک گر دن نہ ہو جائے
- ۲۵۱ نوائے خفتہ الفت اگر بیتاب ہو جائے
۲۵۲ دل بیمار از خود رفتہ تصویر نہ ہالی ہے
۲۵۲ شبنم بہ گل لالہ نہ خالی ادا ہے
۲۵۳ زلف سیہ افنی نظر بد قلمی ہے
۲۵۴ اس قامت رعنا کی جہاں جلوہ گری ہے
۲۵۵ تماچہ نفس غفلت ہستی سے برائے
۲۵۶ نگاہ اس چشم کی افروں کسے ہے نا توانائی
۲۵۷ غم و عشرت قد و مویں دل تسلیم آئیں ہے
۲۵۸ محو آرمیدگی، سامان بیتابی کرے
۲۵۹ اے خوشا وقتے کہ ساقی یک شتان کرے
۲۶۰ چاک کی خواہش اگر دشت بے عربانی کرے
۲۶۱ بقیص ظاہری رنگ کمال طبع نہاں ہے
۲۶۱ تمام اجزلے عالم صبر و دم چشم گریاں ہے
۲۶۲ ہجوم نالہ حیرت عاجز و عرض یکل فغان ہے
۲۶۳ تنافلی مشرعی سے نامتای بسک پیدا ہے
۲۶۴ اثر سوز و محبت کا، قیامت بے حجاب ہے
۲۶۵ بہر بریم ہے سستی شرم تکلیف بے حجاب ہے
۲۶۶ بہر پروردن مہر و لطف گستر سایہ ہے
۲۶۷ وہ نہا کہ لب گل سے سایہ گل کے تلے
۲۶۸ جوہر آئینہ سان شکر گل بدل آسودہ ہے
۲۶۹ بہار لغزیت آباد عشق، ماتم ہے
۲۷۰ عذار یاد نظر بند چشم گریاں ہے

- ۲۸۲ شفیق، بے عیوب عاشق کو آہ رنگیں ہے
۲۸۳ روتا ہوں بسکہ درہوسِ ارمیدگی
۲۸۳ عاشق، نقابِ جلوۂ جانانہ چاہیے
۲۸۴ یوں بے ضبط لاشک پھروں گردِ یار کے
۲۸۵ بے فکر حیرتِ رم، آئینہ پروازِ لذت ہے
۲۸۵ بدست آوردنِ دل کو ہر دریائے شایہ
۲۸۴ نہ چھوڑو محفلِ عشرت میں جائے میکشِ خالی
۲۸۴ ہر واجبِ حسن کم خطِ برقرارِ سادہ آتا ہے
۲۸۷ نگاہِ نازتے جوعِ حق تکلیفِ شرارت کی
۲۸۷ خدایا، دل کہاں تک نہ بعدِ رنج و تعب کاٹے
۲۸۸ تماشا ہے جہاں مفتِ نظر ہے
۲۸۸ بسکہ زیرِ خاک با آبِ طراوتِ راہ ہے
۲۸۹ بسکہ چشمِ از انظارِ خوش خطاں بے نوبہ ہے
۲۹۰ سوزِ نگاہ کی خاک میں یزیدش نقشِ داغ ہے
- ۱۸۱۶ء
رباعیات
۲۹۰ ہر چند کہ دوستی میں کامل ہوتا
۲۹۰ بعد از امامِ بزمِ عیدِ اطفال
۲۹۱ شبِ زلفِ رخِ عرقِ فشان کا غم تھا
۲۹۱ دل تھا کہ جو جانِ دردِ تہیہ سہی
۲۹۱ سلمان ہزارِ جستجو، یعنی، دل!
۲۹۱ اے کاش! بتاں کا خیرِ سیدِ شکاف
- ۲۹۱ اے کثرتِ فہم بے شمار اندیشہ
۲۹۲ بے گریہ کمالِ تجنیبی ہے مجھے
۲۹۲ گرجو ہر امتیاز ہوتا ہم میں
۲۹۲ بے خلقِ حسد قاش لڑنے کے لیے
۲۹۲ گلشنِ شہرِ ہتمام بستر ہے آج
• بعد از ۱۸۱۶ء (حاشیہ رخ)
- غزل
۲۹۴ غمِ ناشکفہ کو دورِ رکت دکھا کہ یوں
۲۹۴ وہ فراقِ اور وہ وصال کہاں؟
وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں
۲۹۵ وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو
۲۹۴ سمجھا دے یہ وضع چھوڑے
۲۹۷ کیا تنگ ہم ستمِ روزگار کا چہاں ہے
۲۹۷ دردِ میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے
۲۹۸ عشقِ مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی
۲۹۹ چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے
۳۰۰ پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے
۳۰۱ مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے سوئے
۳۰۲ بے اقدار یوں شیکِ سب میں ہم سوئے
۳۰۳ جسِ غم کی ہو سکتی ہو تدبیرِ رنوی
۳۰۴ رونے سے اور عشق میں بے باک ہو گئے

- ۳۲۶ کس کا خیال آئینہ انتظار تھا
۳۲۷ بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا
۳۲۸ پھر مجھے دیدہ تریا دیا
۳۲۹ تو دوست کی کا بھی ہنسنے نہ ہوا تھا
۳۲۹ نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ
۳۳۰ حسنِ غمرے کی کشاکش چھٹا میرے بعد
۳۳۱ بلا سے ہیں جو یہ پیشِ نظر دردِ دیوار
۳۳۱ لڑتا ہے مردِ دلِ رحمت مہر درخشاں پر
۳۳۲ حریفِ مطلبِ شکل نہیں، فنونِ نیاز
۳۳۲ نہ کلِ غمہ ہوں نہ پردہ ساز
۳۳۳ زخمِ پرچہ لکھیں کہاں طفلانِ پیروانک
۳۳۴ آہ کو چاہیے اک عمرِ اتر موندنے تک
۳۳۴ رہتے ہیں افسردگی سے سخت بیدار، ہم
۳۳۵ پاؤں میں جب وہ خابانہ ہتھے ہیں
۳۳۵ تیرے ٹوسن کو صبا باندھتے ہیں
۳۳۶ طاؤسِ نرط، داغ کے گردِ رنگ نکالوں
۳۳۶ کیا ضعف میں امید کو دلِ تنگ نکالوں
۳۳۷ بقدرِ لفظِ معنی، فکرتِ احرامِ گریباں ہیں
۳۳۷ ہم سے کھل جاوے وقت کے برقی، ایک دن
۳۳۸ رنگِ طرب ہے صورتِ عہد و فاگر و
۳۳۸ شکوہ و شکر کو شمرِ بیم و امید کا سمجھ
۳۳۹ کلفتِ ربطِ این آن غفلتِ مدعا سمجھ
- ۱۸۲۱ء
غزلیات
۳۱۸ عالمِ جہاں بے عرضِ بساطِ وجود تھا
۳۱۹ تنگیِ رفیق رہ تھی، عدمِ یادِ وجود تھا
کہتے ہوئے نہ دیں گے ہم دلِ اگر پڑ پایا
۳۲۰ عشق سے طبیعت نے زیست کا نر پایا
کارخانے سے جوں کے بھی میں عریاں نکلا
۳۲۰ دہر میں نقشِ وفادہ جہرِ تسلی نہ ہوا
۳۲۱ جب بے تقریبِ سفر یا رہے محلِ باندھا
۳۲۲ شوقِ ہر رنگِ رقیبِ مر و سماں نکلا
۳۲۲ نہ ہو گا، یک بیاباں ماندگی سے ذوقِ کمیر
۳۲۳ ضعفِ جنوں کو وقتِ تپشِ در بھی دور تھا
۳۲۴ خود پرستی سے ہے باہر گرنا آشنا
۳۲۴ شبِ خمارِ شوقِ ساقی راسخِ انداز تھا
۳۲۴ وہ مری چینِ چین سے غمِ نہاں سمجھا
۳۲۴ گلے سے شوقِ کو دل میں بھی تنگی جا کا

۱۸۲۱ء

رباعیات

- ۳۴۰ دل ہی نہیں کہ منت دریاں اٹھائیے
۳۴۰ ہے بزمِ بیاں میں سخی آرزوہ لبوں سے
۳۴۱ غمِ دنیا سے گریباں بھی فرصت سر اٹھانے کی
۳۴۲ بساطِ عجز میں تھا ایک لکڑی کا قطرہ توں وہ بھی
۳۴۳ گمشدگی میں عالم ہستی سے پاس ہے
۳۴۳ گریختاری سے فائدہ اٹھانے کا حال ہے
۳۴۴ زقار عمر قطع رہ اضطراب ہے
۳۴۴ جس جاشیم شاہ کش زلف یا رہے
۳۴۵ حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرابی
۳۴۶ تغافل و دست ہوں میرا دماغ عجز علی ہے
۳۴۶ ہر قدم دھڑکی منزل ہے نمایاں مجھ سے
۳۴۷ وحشت کہاں کہ بے خودی انشا کے کوئی؟
۳۴۷ جب تک ہاں زخم نہ پیرا کرے کوئی
۳۴۸ جو قدر داغ دل کی کرے شعلہ پاسانی
۳۴۸ آ، کہ مری جان کو قرار نہیں ہے
۳۴۹ نہ ہوئی گھر سے مرنے سے تسلی، نہ سہی
۳۴۹ پھونکتا ہے نالہ شرب مور اسرافیل کی
۳۵۰ کیا ہے ترکِ دنیا کا طہی سے
۳۵۰ ربط تمیز اعیانِ دروئے صدا ہے
۳۵۱ گریاس سر نہ کھینچے، تنگی عجب فصا ہے
۳۵۱ ذوقِ خودداری خرابِ حشرِ خیر ہے

غزلیات

- ۳۵۲ دھکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبوت تھا
۳۵۲ عزم نہیں ہے تو ہی لڑا ہاے راز کا
۳۵۲ دوستِ اغویاری میں میری سہمی فرما دی گئی؟
۳۵۵ عشرتِ قطرہ ہے دریا میں نہا ہو جانا
۳۵۶ پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب
۳۵۷ رہا کہ کوئی تاقیامت سلامت
۳۵۷ کب فقیروں کو رسائی بتِ خوار کے پاس
۳۵۸ ہے کس قدر ہلاکِ فریبِ وفا کے گل
۳۵۸ اپنا احوالِ دل زار کہوں یا نہ کہوں؟
۳۵۹ مانعِ دشتِ نوردی کوئی تدبیر نہیں
۳۶۰ دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پر شک آج ہے
۳۶۱ وہ بات چاہتے ہو کہ عورات چاہیے
۳۶۲ گرم فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے
۳۶۲ کبھی کی بھی اس کی میں گرا آج ہے مجھ سے
۳۶۳ وہ، کہ خواب میں تسکینِ اضطراب دے

۱۸۲۴ء

غزلیات

- ۳۴۴ عشق، تاثیر سے نوبِ نہیں
۳۴۴ دیوانگی سے دوش پر تار بھی نہیں
۳۴۵ مرنے جہان کے اپنی نظر میں خاک نہیں
۳۴۵ عجب نشا ط سے جلا کے چلے ہیں ہم، آگے
۳۴۶ فریاد کی کوئی کے نہیں ہے
۳۴۷ دیکھ کر وہ گرم دامنِ فشاں مجھے
• بعد از ۱۸۲۴ء

(حاشیہ ق)

- ۳۴۹ ستائش کرے زار اس قدر جس باغِ فلول کا
۳۴۹ ہوسن کو ہے نشاط کار کیا کیا!
۳۵۰ آبرو کی خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں
۳۵۱ ذکر میرا، بدی بھی اُسے منظور نہیں
۳۵۱ نالہ جو حسنِ طلب اے ستم اچھا نہیں
۳۵۲ مددِ اہنگ میں بوسِ قدم ہے ہم کو
۳۵۲ ظلمت کہ میں میرے شیخ کا جوش ہے
۳۵۴ کب وہ سنتا ہے کہانی میری
۳۵۵ سا دگر پر اس کی مرنے کی حشر دل میں ہے
• ۱۸۲۸/۲۹

قطعہ

- ۳۵۷ دیکھنے میں ہیں گریہ و زاریوں کو بدلتے نہیں دیتے

۱۸۲۸/۲۹ء

قطعہ

- ۳۴۸ زینے تپانے اُسے جس قدر اچھا کہیے
• ۱۸۳۳ء (قب)

قطعہ

- ۳۴۹ اک تیرے سینے میں مارا کہ ہاے ہاے!
• ۱۸۳۳ء (قب)

غزلیات

- ۳۴۹ من گھٹیں کھولتے ہی کھولتے، آنکھیں غالب
یار لائے مری بالیں پر اُسے کس وقت!
• ۱۸۳۳ء (قب)
۳۴۹ لڑہم مریضِ عشق کے بیمار دار میں
۳۵۰ اچھا اکبر نہ ہو، تو مریسی کا کیا علاج
• ۱۸۳۳ء (قب)
۳۵۰ کیوں جل گیا نہ تابِ رخ یار دیکھ کر؟
۳۵۱ رکھ لی مرے خزانے مری بجھی کی شرم
۳۵۱ میں گیا وقت نہیں بس کہ بھر بھی نہ سکوں
۳۵۱ یہ ہم جو بھروسہ دیوارِ دور کو دیکھتے ہیں
۳۵۱ یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہ ہو
۳۵۱ یہی اب ایسی جاگ رہا کہ جہاں کوئی نہ ہو
۳۵۲ وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیرِ سوئے
۳۵۲ کندھا بھی کہاوں کو بدلتے نہیں دیتے

۳۸۲ • دل سے تری نگاہ، جگر تک اتر گئی

۳۸۲ • جس بزم میں تو ناز سے گفتا رہیں آگے

۱۸۳۳ • (دوب) •

رباعیات

۳۸۸ • بھیجی ہے جو، مجھ کو شاہِ حجام نے دال

بعد از ۱۸۳۸ ع

(حاشیہ قبا)

۱۸۴۱ ع (م)

۳۸۸ • ہیں شہ میں صفاتِ ذوالجلالی باہم

۱۸۴۵ ع

غزلیات

۳۸۸ • نوید امین آ، بیدار دوست جاں کے لیے

۱۸۴۷ ع (دا)

قطعہ

۳۸۹ • مجھے جو بھی ہے بسین کی روغنی روٹی

۱۸۴۷ ع

غزلیات

۳۹۰ • جس دن سے کہ ہم غمزدہ و خیر بیاہیں

۱۸۴۷ ع (دا)

۳۹۰ • کی دفا ہم سے تو غیر اس کو چاہتے ہیں

۳۹۱ • ہم پر جھانے ترکِ دفا کا گماں نہیں

۳۹۱ • ملتی ہے غم سے یا سب سے ناراں ہتھاب میں

۳۹۱ • کل کے لیے کر گز نہ خیرتِ شراب میں

رباعیات

۳۸۳ • آتش بازی ہے جیسے شعلِ اطفال

۳۸۴ • دلِ سوختِ نثر نہ ہو گیا ہے، گویا

۳۸۵ • دُکھ جی کے پسند ہو گیا ہے، غالت

۱۸۴۵ ع

غزلیات

۳۸۶ • اور تو رکھنے کو ہم دم میں کیا رکھتے تھے

۱۸۳۸ ع (دوبا)

۳۸۶ • دھوتا ہوں جب میں پیئے کو اس سیم تک پاؤں

بعد از ۱۸۳۸ ع

(حاشیہ قبا)

قطعہ

۳۸۷ • کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموشی کہتے تھے

بعد از ۱۸۳۸ ع

(حاشیہ قبا)

غزلیات

۳۸۷ • سن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے

۳۸۷ • ہم رشک اپنے بھی گوارا نہیں کرتے

۳۸۸ • لاغر تھا ہوں کہ گز تو بزم میں جاوے مجھے

۴۰۶ • ذکر اس پری و ش کا، اور پھر بیاں اپنا

۱۸۴۹ ع •

قطعہ

۳۹۵ • اے جہاندارِ کرم شیوہ بے شربہ عدیل

بعد از ۱۸۴۷ ع

غزلیات

۳۹۶ • گزین نے کی تھی تو نہ سائی کو کیا ہوا تھا؟

۳۹۶ • گھ ہمارا جو نہ روتے بھی تو، ویران ہوتا

۳۹۷ • ہوئی تاثیر تو کچھ باعثِ تاثیر بھی تھا

۳۹۷ • یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ فصالِ یار ہوتا

۳۹۸ • نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا، تو خدا ہوتا

۳۹۸ • گھ جب بنایا تھے دربر کے بغیر

۳۹۹ • تم جانو، تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو

۳۹۹ • تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوقِ نظر طے

۴۰۰ • کوئی دن گز نہ زندگانی اور ہے

۴۰۰ • کوئی امیدِ برہنہیں آتی

۴۰۱ • دلِ نادان مجھے ہوا کیا ہے

۴۰۲ • حسنِ گرہ بہ ہنگامِ کمال اچھا ہے

۴۰۳ • فشکے کے نام سے بے ہر خفا ہوتا ہے

۴۰۴ • ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے؟

۴۰۵ • ابنِ مریم ہوا کرے کوئی

اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے

چل نکلتے، جوئے پیے ہوتے

۴۰۶ •

۱۸۴۹ ع •

قطعہ

۴۰۷ • مرثدہ! اے رسمِ روانِ راہِ سخن

۱۸۴۹ ع (آخری)

غزلیات

۴۰۹ • بیابان ہوں دل کو رفتوں کے پٹیوں جگر کوئیں

۴۱۰ • دائم پڑا ہوا ترے ذکرِ برہنہیں ہوں میں

۱۸۵۰ ع •

رباعیات

۴۱۱ • جن لوگوں کو ہے مجھ سے عداوت گہری

۴۱۱ • اصحاب کو جو کہ نامِ سزا کہتے ہیں

۴۱۱ • یارانِ رسول، یعنی اصحابِ کبار

۴۱۱ • یارانِ نبی میں تھی لڑائی کس میں؟

۴۱۱ • یارانِ نبی سے رکھ تولد، بالندا

۱۸۵۱ ع

غزلیات

۴۱۲ • منظور تھی شکلِ تجلی کو نور کی

۴۱۳ • کہتے تو بہت سب کہ بتِ غالبہ جھوٹے

۱۸۵۲ ع •

قصیدہ

۴۱۳ • ہاں مدِ نو سنین ہم اس کا نام

• ۱۸۵۲ء (قج)

قصیدہ

صبح دم، دروازہ خاور کھلا ۴۱۷

• ۱۸۵۲ء

سہرا

خوش ہوائے تخت کہ ہے آج تے سرسہرا ۴۲۰

• ۱۸۵۲ء

قطعہ

اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے ۴۲۲

• ۱۸۵۲ء

سہرا

پر خیمک دھوم ہے کس دھوم سے آیا سہرا ۴۲۳

• ۱۸۵۲ء (قج)

غزلیات

بزم شام نشاہ میں اشعار کا دفتر کھلا ۴۲۳

۴۲۴ ہے بیکہر کہ ان کے اشارے میں نشان اور

۴۲۵ لازم تھا کہ بچھو راست کوئی دن اور

۴۲۵ یاں ابڑی یہ شرم کہ بھرا کر کیا کریں

۴۲۶ سب کہاں کچھ لالہ گل میں نمایاں ہوئیں

۴۲۷ حضور شاہ میں اہل سخن کی آرایش ہے

۴۲۸ غم کھانے میں بوا، دل ناکام بہت ہے

۴۲۹ نکمچیں، غم دل اس کو سنائے نہ بنے

• ۱۸۵۲ء

رباعیات

۴۳۰ حق شرکی بقائے خلق کو شاہ کمرے

۴۳۰ اس رشتے میں لاکھ تار ہوں بلکہ سوا

• ۱۸۵۳ء

قطعہ (دردِ شاہ)

۴۳۲ ہے غیب ہر دم تجھے صد گونہ بشارت

• ۱۸۵۳ء

مخمس

۴۳۳ گھستے گھستے، پانویں زنجیر آدھی رہ گئی

• ۱۸۵۳ء

غزلیات

۴۳۷ دل ہی تو ہے نہ سنگِ فشت، درد سے بھر جائے کیوں

۴۳۸ گئی وہ بات کہ ہو گفتگو، تو کیونکر ہو

۴۳۹ نفس میں ہوں گر لہجہ بھی جانیں میرے شیوں کو

۴۴۰ دیلے دل اگر اس کو بشر ہے، کیا کہیے؟

۴۴۱ ہوں جو حال تو کہتے ہو، "مدعا کہیے"

۴۴۲ باز کچھ اطفال ہے دنیا مرے آگے

۴۴۳ ہزاروں خوشیوں میں ایسی کہ ہر خواہش پیم نکلے

۴۴۵ غیر میں محفل میں یسے جام کے

• ۱۸۵۴ء

سلام

۴۴۵ سلام اُسے کہ اگر بادشاہیں اُس کو

• ۱۸۵۳/۵۴ء

غزلیات

۴۴۷ دروشت کشِ روانہ ہوا

• ۱۸۵۴ء

۴۴۸ درخیز و غضب جب کوئی ہم ساتھ ہوا

۴۴۸ جور سے باز آئے، پر باز آئیں کیا؟

۴۴۹ کئی کئی کے دل کوئی لڑائی نہ کیوں ہوا

• ۱۸۵۴ء

قطعات

۴۵۰ کہ جس کے دیکھ سے سیکل ہوا ہے جی مخطوط

۴۵۱ ہوا بزمِ طرب میں رقصِ ناہید

۴۵۱ اُس شخص کو ضرور ہے روزہ رکھا کسے

• ۱۸۵۴ء

رباعیات

۴۵۱ سامانِ خور و خواب کہاں سے لاؤں؟

• دسمبر ۱۸۵۴ء تا اپریل ۱۸۵۷ء

مطلع

۴۵۱ ملے دو ترنوں کو قدرتِ حق سے ہیں طالب

۴۵۱ نظام الدین کو شہر و سراج الدین کو غالب

• ۱۸۵۵ء

قطعہ

۴۵۲ اے جہاں دارِ آفتاب آثار

• ۱۸۵۵ء (قدر)

قطعہ

۴۵۲ تجھ سے جو اتنی ارادت، تو کس بات ہے

• ۱۸۵۵ء

۴۵۲ ہے چار شبہ آخر ماہِ صفر، چلو

• ۱۸۵۵ء

۴۵۵ سہل تھا سہل دلے یہ سخت لاپری

• ۱۸۵۵ء

۴۵۵ جہاں میں ہو کوئی متعظ فر کا طالب ہے

• ۱۸۵۵ء (قدر)

۴۵۶ دربار دار لوگ ہم آشنا نہیں

• ۱۸۵۵ء (قدر)

۴۵۶ مشغول - در صفتِ انہ

۴۵۶ ہاں، دلِ درومندِ زمرہ ساز

• ۱۸۵۵ء (قدر)

غزلیات

۴۵۸ نہیں کہ کچھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں

۴۵۹ آبرہی دے کے ہم نے پچایا ہے کشت کو

۴۵۹ پھر اس انداز سے بہار آئی

- روزِ دی ہوئی ہے کوکہ شہرِ یار کی ۴۰ • ۱۸۵۸ء
- قصیدہ ۱۸۵۵ء (قد)
- رباعیات ۴۰ • ۱۸۵۵ء
- اس سیم کے بچوں کو کوئی کیا جانے ۴۰ • ۱۸۵۵ء
- کتے ہیں کہ اب وہ موسمِ آزار نہیں ۴۰ • ۱۸۵۵ء
- ہم گھر پہنے سلام کرنے والے ۴۰ • ۱۸۵۴ء
- ت اور نامہ ۴۰ • ۱۸۵۴ء
- رقاع اور اللہ اور دینوں خدا ۴۰ • ۱۸۵۴ء
- قطعہ ۴۵ • ۱۸۵۴ء
- بس کہ فعالِ نایب ہے آج ۴۰ • ۱۸۵۴ء
- بعد از ۱۸۵۴ء
- قطعہ ۴۰ • ۱۸۵۴ء
- مسلمانوں کے سیلوں کا ہوا قتل ۴۰ • ۱۸۵۴ء
- بعد از ۱۸۵۴ء
- غزل ۴۱ • ۱۸۵۴ء
- یہی یا حضرتِ الیوبؑ گلا ہے توہی ۴۱ • ۱۸۵۴ء
- قبل از ۱۸۵۸ء
- بزمِ شادی ہے فلک کاہ کشاں ہے بہرا ۴۱ • ۱۸۵۸ء

- ۱۸۴۲ء • رباعیات ۴۸ • ۱۸۴۲ء
- رقعے کا جواب کیوں نہ بھیجا تم نے ۴۸ • ۱۸۴۲ء
- اے روشنی دیدہ شہاب الدین خاں ۴۸ • ۱۸۴۲ء
- ۱۸۴۳ء • قصیدہ ۴۸ • ۱۸۴۳ء
- گنجی ہیں سال کے رشتے میں بیس بار گرو ۴۸ • ۱۸۴۳ء
- ۱۸۴۳ء • مثنوی ۴۸ • ۱۸۴۳ء
- اے جہاں آفریں خداے کریم ۴۸ • ۱۸۴۳ء
- ۱۸۴۳ء • شعر ۴۸ • ۱۸۴۳ء
- ان دلہنوں سے کیوں اُس پر پیار اے؟ ۴۸ • ۱۸۴۳ء
- روٹا جو بے گناہِ توبے عذر بن گیا ۴۸ • ۱۸۴۳ء
- ۱۸۴۳ء • رباعی ۴۸ • ۱۸۴۳ء
- اے منشیِ خیر و سرِ سخن ساز نہ ہو ۴۸ • ۱۸۴۳ء
- ۲۵ دسمبر ۱۸۴۳ء تا ۸ جنوری ۱۸۴۵ء
- ۱۸۴۴ء • قصیدہ ۴۸ • ۱۸۴۴ء
- مرحبا! سالِ فرخنی آئیں ۴۸ • ۱۸۴۴ء
- ۱۸۴۵ء • شعر ۴۸ • ۱۸۴۵ء
- غوشی جینے کی کیا، مرنے کا غم کیا ۴۸ • ۱۸۴۵ء
- ہماری زندگی کیا، اور ہم کیا ۴۸ • ۱۸۴۵ء
- ۱۸۴۵ء • قطعہ ۴۸ • ۱۸۴۵ء
- رہا ہے زور سے ابرستارہ بار برس ۴۸ • ۱۸۴۵ء
- ۱۸۴۵ء • غزلیات ۴۸ • ۱۸۴۵ء
- لطفِ نظارۂ قاتلِ دمِ بسمل اے ۴۸ • ۱۸۴۵ء
- میں ہوں مشتاقِ جفا، مجھ پہ جفا اور ہی ۴۸ • ۱۸۴۵ء
- ۱۸۴۵ء تا ۱۸۴۷ء • قطعہ ۴۸ • ۱۸۴۵ء
- پہیں بادۂ ناب اور ام کھائیں ۴۸ • ۱۸۴۵ء
- ۱۸۴۴ء • غزلیات ۴۸ • ۱۸۴۴ء
- شایستگیِ گدائی ہر در نہیں ہوں میں ۴۸ • ۱۸۴۴ء
- مسیح کے زیرِ سایہ اک گھر بنا لیا ہے ۴۸ • ۱۸۴۴ء
- ۱۸۴۴ء • قطعہ ۴۸ • ۱۸۴۴ء
- عاشق ہے اپنے حاکمِ عادل کے نام کی ۴۸ • ۱۸۴۴ء
- ہندوستان کی بھی عجب سببِ زمین ہے ۴۸ • ۱۸۴۴ء

۱۸۶۷ء

غزلیات

شب وصال میں مونس کیا ہے بن تکیہ ۲۸۹

ممکن نہیں کہ بھول کے کبھی آئیدہ ہوں ۲۹۰

۱۸۶۷ء

قصیدہ

کرتا ہے چرخ، روز بصد گونہ احترام ۲۹۱

اکتوبر نمبر ۱۸۶۷ء

قطعہ

حیدر آباد کن رشک گلستانِ ارم ۲۹۲

بعد از ۱۳ جولائی ۱۸۶۷ء

شعر

دم واپس بر سرِ راہ ہے

عزیزو! اب اللہ ہی اللہ ہے ۲۹۵

فہرست اشعار بلحاظ حروفِ تہجی

(تانیہ و ردیف)

الف

۱۴۵	تاشیر آیا	۱۴۰	تصویر کا
۱۴۶	آواروں کا	۱۴۰	دو دل پسند آیا
۱۴۶	جاوہ گاہ کا	۱۴۱	مدد دل پسند آیا
۱۴۷	داغ کا	۱۴۱	بازو تھا
۱۴۷	غبار اپنا	۱۴۲	نگاہِ شرمگین پایا
۱۴۸	دیوانہ تھا	۱۴۲	چشمِ جستن با
۱۴۹	خرمین پروانہ تھا	۱۴۳	ساحل با
۱۴۹	پارسی کا	۱۴۳	کوکب با
۱۵۰	پارسی کا	۱۴۴	نام اس کا
۱۵۰	طوطی کا	۱۴۴	شب تھا
۱۵۱	قاتل کا		
۱۵۲	ساغر کا		

- شکستن کا ۱۵۲
 بالیں کا ۱۵۳
 بہاری کا ۱۵۳
 منزل ہوا ۱۵۴
 گومر ہوا ۱۵۴
 دام کیا ۱۵۵
 وہاں ہو جائے گا ۱۵۵
 ساغر نہیں ہوتا ۱۵۶
 آزر دکان کا ۱۵۷
 آبلہ پا ۱۵۷
 فتراک چڑھا ۱۵۸
 فسوں خواب تھا ۱۵۸
 بیتاب تھا ۱۵۹
 فالوس تھا ۱۶۰
 منزل باندھا ۱۶۱
 دل نہیں رہا ۱۶۱
 بیاباں میرا ۱۶۲
 نام رہا ۱۶۳
 جوالہ ہو گیا ۱۶۴
 پر ہو گیا ۱۶۴
 فشار صحر ۱۶۵
 غم چند رہا ۱۶۵
- زبان پیدا ۱۶۶
 جل گیا ۱۶۶
 نقاب اس کا ۱۶۷
 بادہ درینا ۱۶۷
 زنجیر ہے پیدا ۱۶۸
 دیوار ہو پیدا ۱۶۸
 زبان ویکٹل ہونا (ربائی) ۲۹۰
 طرز عالم تھا () ۲۹۱
 مجھے تاپڑو تھا ۳۱۸
 چشم حسود تھا ۳۱۹
 ہم نے مدعا پایا ۳۱۹
 دروے دوا پایا ۳۲۰
 گریباں نکلا ۳۲۰
 شرمندہ معنی نہ ہوا ۳۲۱
 اک دل باندھا ۳۲۱
 غریباں نکلا ۳۲۲
 نقش قدم میرا ۳۲۲
 بیاباں ضرور تھا ۳۲۳
 آئینہ تیرا آشنا ۳۲۴
 خانہ خمیازہ تھا ۳۲۴
 عنواں سمجھا ۳۲۵
 اضطراب دریا کا ۳۲۶

- بے قرار تھا ۳۲۶
 انساں ہونا ۳۲۷
 تشنہ فریاد آیا ۳۲۸
 مجھ پر نہ ہوا تھا ۳۲۹
 طلب گار مر تھا ۳۵۴
 پردہ ہے ساز کا ۳۵۴
 ناخن نہ بڑھ جاوینگے کیا؟ ۳۵۴
 دوا ہو جانا ۳۵۵
 طاق نسیاں کا ۳۶۹
 جینے کا سزا کیا؟ ۳۶۹
 منہ ہو گیا ہے گویا (ربائی) ۳۸۴
 کیا ہوا تھا؟ ۳۹۶
 بیاباں ہوتا ۳۹۶
 عنان گیر بھی تھا ۳۹۷
 انتظار ہوتا ۳۹۷
 کیا ہوتا ۳۹۸
 باز داں اپنا ۴۰۶
 منظر کھلا (قصیدہ) ۴۱۷
 سر پر سہرا (سہرا) ۴۲۰
 گایا سہرا () ۴۲۳
 گنجینہ گومر کھلا ۴۲۳
 شہا ہوں بلکہ سوا! (ربائی) ۴۳۰
- برائے ہوا ۴۴۷
 پیدا نہ ہوا ۴۴۸
 دکھلائیں کیا؟ ۴۴۸
 رہنا (قادر نامہ) ۴۶۰
 انگلستان کا (قطعہ) ۴۷۰
 کاہ کشاں ہے سہرا (سہرا) ۴۷۱
 بے غدر من گیا ۴۸۲
 اور ہم کیا ۴۸۵
- ب**
- داغ شراب ۱۶۹
 بالِ عدلیب ۱۷۰
 کشا ہوج شراب ۳۵۶
 بند ہو گیا ہے غالب (ربائی) ۳۸۴
 سراج الدین کو غالب ۴۵۱
- ت**
- افگندہ دوست ۱۳۲
 رخصت دوست ۱۷۰
 مگر انگشت ۱۷۱
 حضرت سلامت ۳۵۶
 پر کس وقت! ۳۷۹

صد گونہ بشارت - (قطعہ) — ۴۳۲

ش

سنبلستانی عبت — ۱۴۲

مینائی عبت — ۱۴۳

ج

در ہے آج — ۱۴۴

کرتی ہے علاج — ۱۴۴

شعلہ پرور ہے آج (رباعی) — ۲۹۲

نغمہ پرور ہے آج د — ۳۵۲

میساجا کا کیا علاج — ۳۸۰

بج

آرمیدہ کھینچ — ۱۴۵

لفزش با پیچ — ۱۴۶

انتظارِ ساغر کھینچ — ۳۲۹

ح

گریباں گلِ صبح — ۱۴۶

و

ہر یک گردِ باد — ۱۴۷

غصا، بلند — ۱۴۷

بے مل تا چند؟ — ۱۴۸

زباں فریاد؟ — ۱۴۸

اہلِ جفا، میرے بعد — ۳۳۰

قصِ ناہید — (قطعہ) — ۴۵۱

مشکو کی ناند — (د) — ۴۵۲

ل

خارِ خوش بہتر — ۱۳۳

روغنِ مور — ۱۴۹

آفتاب آئینے پر — ۱۸۰

گھر گھر — ۱۸۰

نگہ آبیار تر — ۱۸۱

خزمین پر — ۱۸۱

رنگِ آخر — ۱۸۲

طیبِ آخر — ۱۸۲

سُودا کے بہار (قصیدہ) — ۳۴۴

درو دیوار — ۳۳۰

خاریاں پر — ۳۳۱

طاقت دیدار دیکھ کر — ۳۸۰

گھر کہے بغیر؟ — ۳۹۸

اُن میں ہیں چار (رباعی) — ۴۱۱

دیوار کے پاس — ۳۵۷

ستارہ بار برس — (قطعہ) — ۴۸۵

ش

چنار آتش — ۱۸۹

مداو، آتش — ۱۹۰

ط

راہِ غلط — ۱۳۳

ظ

ہوا ہے جی محفوظ (قطعہ) — ۴۵۰

ع

آغوشِ وداع — ۱۹۱

زندگانیِ شمع — ۱۹۱

غ

بہارِ داغ — ۱۹۲

دیوارِ باغ — ۱۹۲

ف

ہزارِ حیف — ۱۹۳

گماں اور — ۴۲۴

تنہا کوئی دن اور — ۴۲۵

آفتابِ آثار — (قطعہ) — ۴۵۲

محبت کا ہے وفور (د) — ۴۸۹

ز

گلِ ہنوز — ۱۸۳

حوصلہ گلِ ہنوز — ۱۸۴

کوہکن! ہنوز — ۱۸۴

دوختن ہنوز — ۱۸۵

طالبِ کار ہنوز — ۱۸۵

مذکور ہنوز — ۱۸۶

دندانِ عجز — ۱۸۷

”عمرِ خضر دراز!“ — ۳۳۲

شکست کی آواز — ۳۳۲

درِ خزینهِ راز؟ (مثنوی) — ۴۵۶

مجھے ایمانِ عزیز — ۴۷۷

س

تارِ نفس — ۱۸۷

افسوسِ ولس — ۱۸۸

کفِ افسوس — ۱۸۸

- المخیزیک طرف ۱۹۳ —
گزر جاتا صاف (رباعی) ۲۹۱ —
ک
کاروان اشک ۱۳۳ —
ہوتا نمک ۳۳۳ —
سر ہوتے تک ۳۳۲ —
ذوالفقار ایک (قطعہ) ۳۷۷ —
گ
دل بے مدقاند مانگ ۱۹۴ —
ل
پیدا ہے کمال ۱۹۵ —
چشم غزال ۱۹۵ —
سراپا کستہ دل ۱۹۶ —
مادر زادو گل ۱۹۷ —
بالبدین صدر رنگ دل ۱۹۸ —
سافر شحال (رباعی) ۲۹۰ —
خون آرزو یعنی دل (رباعی) ۲۹۱ —
سختوارن کامل (رباعی) ۳۵۲ —
خندہ ہائے گل ۳۵۸ —

- اسی طور کا حال (رباعی) ۳۸۳ —
شہنشاہ پہ دال (رباعی) ۳۸۸ —
یے شبہ و غیل (قطعہ) ۳۹۵ —
م
مدعا معلوم ۱۹۸ —
دیدار میں ہم ۱۹۹ —
آب و ہوا گرم ۱۹۹ —
خط پیمانہ ہم ۲۰۰ —
رہ و عمر بس تمام ۲۰۱ —
آتش خانہ ہم ۳۳۲ —
بیکسی کی شرم ۳۸۱ —
جلالی و جمالی باہم (رباعی) ۳۸۸ —
کر رہا ہے سلام (قصیدہ) ۴۱۳ —
لطیف کلام (قطعہ) ۴۷۶ —
ہفت اقلیم (مثنوی) ۴۸۲ —
سلام (قصیدہ) ۴۹۱ —
رشد گلستانِ ارم (قطعہ) ۴۹۴ —
ن
تاب نہیں ۱۰۵ —
کیا کہوں ۱۳۲ —

- صبا جاتا ہوں ۱۳۶ —
قب کمروں ۲۰۲ —
خیابان ارم دیکھتے ہیں ۲۰۲ —
آہیں ۲۰۳ —
خانماں بہنیں ۲۰۴ —
کفن کی فکریں ۲۰۵ —
صیادیاں ۲۰۵ —
یکطرف جلتا ہوں میں ۲۰۶ —
یار رکھتے ہیں ۲۰۶ —
اوقات رکھتے ہیں ۲۰۷ —
ناسور ستے ہیں ۲۰۸ —
آستانے میں ۲۰۸ —
دشمن میں ۲۰۹ —
پریدہ ہوں ۲۱۰ —
دمیدہ ہوں ۲۱۰ —
زنجیریں ۲۱۱ —
رسوائی نہیں ۲۱۲ —
نقشِ پانہیں ۲۱۲ —
ترہنیں ۲۱۳ —
مدہوشاں ۲۱۴ —
کار آوروں ۲۱۴ —
افشردگان ۲۱۵ —
فہمیدن ۲۱۸ —
خارجین ۲۱۶ —
عالم میں (رباعی) ۲۹۲ —
بتا کہ یوں ۲۹۴ —
ماہ و سال کہاں ۲۹۴ —
خود ہیں (قصیدہ) ۳۱۲ —
جدا باندھتے ہیں ۳۳۵ —
نامہ نیرنگ نکالوں ۳۳۶ —
رنگ نکالوں ۳۳۶ —
نمایاں ہیں ۳۳۷ —
عذر سستی ایک دن ۳۳۸ —
کہوں یا نہ کہوں ۳۵۸ —
زنجیر نہیں ۳۵۹ —
شجر بید نہیں ۳۶۴ —
تار بھی نہیں ۳۶۴ —
جگر میں خاک نہیں ۳۶۵ —
دامن میں نہیں ۳۷۰ —
دور نہیں ۳۷۱ —
شکوہ بیدار نہیں ۳۷۱ —
پھر آج بھی نہ سکوں ۳۸۱ —
نامہ بر کو دیکھتے ہیں ۳۸۱ —
طمانگوں کے سوا ہیں ۳۹۰ —

- بُرا کہتے ہیں ۳۹۰
 مُراد امتحان نہیں ۳۹۱
 عذاب میں ۳۹۱
 باب میں ۳۹۲
 دست گاہ سخن - (قطعہ) ۴۰۷
 نوحہ گر کو میں ۴۰۹
 پتھر نہیں ہوں میں ۴۱۰
 کیا کہتے ہیں - (رباعی) ۴۱۱
 نمازِ خمس میں - (دہ) ۴۱۱
 تکرار کیا کریں ۴۲۵
 پنہاں ہو گئیں ۴۲۶
 ستائے کیوں ۴۳۷
 کہاں سے لاؤں - (قطعہ) ۴۵۱
 بہم آشنا نہیں - (قطعہ) ۴۵۶
 روزِ جزا یاد نہیں ۴۵۸
 اسے غار نہیں - (قطعہ) ۴۶۰
 رمضان - (رباعی) ۴۷۸
 ماہِ فروردیں - (قصیدہ) ۴۸۳
 آم کھائیں - (قطعہ) ۴۸۷
 در نہیں ہوں میں ۴۸۸
 دیدہ ہوں ۴۹۰
 —————

و

- زلیخا مجھ کو ۱۳۶
 سادہ ہو ۱۳۶
 نفس کو ۲۱۶
 اختر ہو ۲۱۷
 وضو نہ ہو ۲۱۸
 نظارہ سے واسو ۲۱۸
 صبا گم ہو ۲۱۹
 دستِ سحر ۲۲۰
 عداوت ہی کیوں نہ ہو ۲۹۵
 جابجا گرو ۳۳۸
 قدم ہے ہم کو ۳۷۲
 تاثیر سے نہ ہو ۳۸۱
 ہم زبان کوئی نہ ہو ۳۸۱
 لگن کے پانو ۳۸۶
 گناہ ہو ۳۹۹
 گفتگو تو کیونکر ہو ۴۳۸
 گلشن کو ۴۳۹
 سوا کہیں اس کو (سلام) ۴۴۵
 زیاں کیوں ہو ۴۴۹
 کشت کو ۴۵۹

- رواں ہو - (مرثیہ) ۴۷۳
 مقابلِ باز نہ ہو - (رباعی) ۴۸۲
 ۵
 از خود ریدہ ۲۲۱
 آئینہ خانہ ۲۲۱
 عدم باندہ ۲۲۲
 گردانہ ۲۲۲
 وزویدہ ۲۲۳
 مقابل ہے آئینہ ۲۲۳
 بے ساحل نہ پوچھ ۲۲۴
 بیابان نہ پوچھ ۲۲۴
 شرمسار اندیشہ - (رباعی) ۲۹۱
 بلا سمجھ ۳۲۹
 خواب یا سمجھ ۳۲۹
 یکتا بالکندہ - (رباعی) ۴۱۱
 برون والا جاہ - (قصیدہ) ۴۷۲
 سوہنہ ارگرو - (دہ) ۴۸۰
 جان و تن اتیکہ ۴۸۹
 ۵
 سر رشته آزادگی (دشوی) ۱۳۲
 شمشیرِ فولادی ۲۲۶
- ہر ایک چینِ پیشانی ۲۲۶
 فروزاں کی ۲۲۹
 لذت زندگانی کی ۲۲۹
 صبحِ محشر کی ۲۳۰
 خواب ہو گئی ۲۳۲
 عربانی ۲۴۵
 گلو سوزی ۲۴۶
 ہوئی خامی تری ۲۵۰
 حیرتِ نماشانی ۲۵۱
 مشرکانِ تماشانی ۲۷۱
 چکیدگی ۲۸۳
 جہاں خالی ۲۸۶
 اشارت کی ۲۸۷
 دیدہ سہی - (رباعی) ۲۹۱
 شہرت ہی سہی ۲۹۸
 قسمت میں عدو کی ۳۰۳
 اصفہانی - (قصیدہ) ۳۱۶
 یاد آنے کی ۳۴۱
 سرنگوں، وہ بھی ۳۴۲
 اسامی ۳۴۵
 غنا کرے کوئی ۳۴۷
 واکرے کوئی ۳۴۷

- ۳۴۸ ————— بے زبانی
 ۳۴۹ ————— توبہ بھی نہ سہی
 ۳۴۹ ————— قیامت ڈھیل کی
 ۳۴۴ ————— زبانی میری
 ۳۸۲ ————— کرکھی
 ۳۸۹ ————— روغنی روٹی (قطعہ)
 ۴۰۰ ————— نظر نہیں آتی
 ۴۰۵ ————— دوا کرے کوئی
 ۴۱۱ ————— افضی اور دہری (رباعی)
 ۴۱۲ ————— ظہور کی
 ۴۳۳ ————— دیگر آدھی روگئی (مخمس)
 ۴۵۹ ————— تماشائی
 ۴۶۰ ————— رگزار کی
 ۴۷۰ ————— دیتی (قطعہ)
 ۴۷۱ ————— گلا ہے توسی
 ۴۷۵ ————— پائی (قطعہ)
 ۴۷۵ ————— پائی (د)
 ۴۷۶ ————— پائی (د)
 ۴۸۷ ————— سوا اور سی
 ۴۸۹ ————— نام کی (قطعہ)
- ۱۰۳ ————— بیاباں سے (قطعہ)
 ۱۳۶ ————— چین زعفران مجھے
 ۱۳۷ ————— سیلاب ہے
 ۱۳۷ ————— سحر چلے
 ۱۳۷ ————— جی جانے ہے
 ۱۳۸ ————— آشتیاں پھر جائے
 ۱۳۸ ————— سر بازار آتا ہے
 ۱۳۸ ————— قیامت ہے
 ۲۲۵ ————— پنچیر ہے
 ۲۲۷ ————— دندان نما مجھے
 ۲۲۸ ————— ناز ہے مجھے
 ۲۳۱ ————— رکاب ہے
 ۲۳۲ ————— مشکل ہے
 ۲۳۳ ————— تدبیر ہر تر ہے
 ۲۳۳ ————— خاشاک باقی ہے
 ۲۳۴ ————— سر سر سا نکلتی ہے
 ۲۳۵ ————— ندامت ہے
 ۲۳۵ ————— چین پیشانی مجھے
 ۲۳۶ ————— آئینہ زانو مجھے
 ۲۴۷ ————— زیر لب مجھے

- ۲۳۷ ————— نعل وازوں ہے مجھے
 ۲۳۸ ————— وام ہے
 ۲۳۸ ————— چاک ہے
 ۲۳۹ ————— آواز ہے
 ۲۴۰ ————— بیمار ہے
 ۲۴۱ ————— کیا ہو جائیے
 ۲۴۱ ————— مزہ برہم زونی ہے
 ۲۴۲ ————— وہاں ساختنی ہے
 ۲۴۳ ————— رمیدن منع ہے
 ۲۴۳ ————— آتش زبانی مفت ہے
 ۲۴۴ ————— عمل کش لیلیٰ ہے
 ۲۴۴ ————— آغوش کشاں ہے
 ۲۴۵ ————— دعویٰ چن نشی ہے
 ۲۴۷ ————— اور نہ تو جانے
 ۲۴۷ ————— دامن چیدنی جانے
 ۲۴۸ ————— آئینہ موزوں ہے
 ۲۴۹ ————— آئینہ انجام ہے
 ۲۴۹ ————— سر شک سر بھر ادا ہے
 ۲۵۰ ————— افشانی امید ہے
 ۲۵۱ ————— سخت ناوک خیر ہے
 ۲۵۲ ————— پیرائے بیاں تجھ سے
 ۲۵۲ ————— سبزے میں چھپایا ہے مجھے
- ۲۵۳ ————— آنکھ دکھاتا ہے مجھے
 ۲۵۴ ————— نیم شمشیر آوے
 ۲۵۵ ————— رخصت انداز روان مانگے
 ۳۴۶ ————— بیاباں مجھ سے
 ۲۵۷ ————— شوخی مژگاں مجھ سے
 ۲۵۷ ————— یک کف افسوس تماشائی ہے
 ۲۵۸ ————— خون گرم دہقان ہے
 ۲۵۹ ————— چشمک طوفاں زدہ ہے
 ۲۵۹ ————— بہ تاراج پہناں ہے
 ۲۶۰ ————— خجالت بیجا نہ کھینچے
 ۲۶۱ ————— دل بخلوت جانا نہ کھینچے
 ۲۶۱ ————— تجھ سا کہیں جسے
 ۲۶۲ ————— مزار ہے
 ۲۶۳ ————— خوابناک ہے
 ۲۶۳ ————— اختراع جلوہ ہے
 ۲۶۴ ————— دل میں صدائے خند ہے
 ۲۶۴ ————— بہارِ نغمہ ہے
 ۲۶۵ ————— چراغ کشتہ ہے
 ۲۶۶ ————— بارِ بستر ہے
 ۲۶۷ ————— دشمن نہ ہو جاوے
 ۲۶۷ ————— مصراہ ہو جاوے
 ۲۶۸ ————— شیرِ قالی ہے

۲۸۵	آہو ہے	۲۴۸	چاہا ہے
۲۸۵	ماہی ہے	۲۴۹	زشتہ درختی ہے
۲۸۶	بادہ آتا ہے	۲۵۰	کبک دوری ہے
۲۸۷	شب کاٹے	۲۵۰	خبر آوے!
۲۸۸	رہ گز رہے	۲۵۲	بریز آئیں ہے
۲۸۸	چاہ ہے	۲۵۳	خواری کرے
۲۸۹	کور ہے	۲۵۳	مینا کرے
۲۹۰	چراغ ہے	۲۵۴	گریبان کرے
۲۹۲	نشینی ہے مجھے (رباعی)	۲۵۵	زندہاں ہے
۲۹۲	لڑنے کے لیے - دو -	۲۵۵	طوفاں ہے
۲۹۴	توڑے	۲۵۶	بدنہاں ہے
۲۹۷	آسمان ہے	۲۵۷	مینا ہے
۲۹۷	غفلت شعاری ہاے ہاے!	۲۵۷	پیدا ہے
۲۹۹	کیا چاہیے	۲۵۸	تقاضا ہے
۳۰۰	کاری ہے	۲۵۹	دست دایہ ہے
۳۰۱	چراغوں کیے ہوئے	۲۵۹	سُنبُل کے تلے
۳۰۲	کم ہوئے	۲۸۰	آلودہ ہے
۳۰۴	پاک ہو گئے	۲۸۱	ہلالِ مہِ محرم ہے
۳۲۰	جُنباں اٹھائیے	۲۸۱	شبنمستان ہے
۳۲۰	طلبوں سے	۲۸۲	نگاریں ہے
۳۲۳	آس ہے	۲۸۳	پردانہ چاہیے
۳۲۳	محال ہے	۲۸۴	دار کے

۳۲۴	آفتاب ہے	۳۲۴	میری بھی خالی ہے
۳۲۶	انتظار نہیں ہے	۳۲۸	حاصلی سے
۳۵۰	آشنا ہے	۳۵۰	صد ہوا ہے
۳۵۱	تشان کوزِ بخیر ہے	۳۵۱	دیکھا جائے ہے
۳۶۰	قبلاً حاجات چاہیے	۳۶۱	برزلیانی نے مجھے
۳۶۲	گر آجائے ہے مجھ سے	۳۶۲	خواب تو دے
۳۶۳	قدم آگے	۳۶۵	نئے نہیں ہے
۳۶۶	میری عریانی مجھے	۳۶۷	خوش ہے
۳۷۳	قاتل میں ہے	۳۷۵	اچھا کہیے (قطعہ)
۳۷۸	مارا کہ ہاے! ہاے! (قطعہ)	۳۷۹	تعمیر سو ہے
۳۸۲	بدلتے نہیں دیتے	۳۸۲	دیوار میں آوے
۳۸۳	رسا رکھتے تھے	۳۸۴	رہتے تھے (قطعہ)
۳۸۷	ہمارا نہیں کرتے	۳۸۷	تتنا نہیں کرتے
۳۸۸	کوئی تہلکے مجھے	۳۸۸	آسماں کے لیے
۳۸۸	مگر ملے	۳۹۹	ٹھکان اور ہے
۴۰۰	دوا کیا ہے	۴۰۱	نرسید جمال اچھا ہے
۴۰۲	گلا ہوتا ہے	۴۰۳	گفتگو کیا ہے
۴۰۴	ہوا کیے	۴۰۴	پے ہوئے
۴۰۴	وفا آئے	۴۱۳	طبیعت نہیں مجھے (قطعہ)
۴۲۲	آزماؤش ہے	۴۲۷	گلفام بہت ہے
۴۲۸	سنائے نہ بینے	۴۲۹	دور کرے (رباعی)
۴۳۰	نامہ بر ہے کیا کہیے	۴۴۰	نویا کہیے

- ۲۲۲ — تماشا مرے آگے
 ۲۲۳ — دم نکلے
 ۲۲۵ — پیغام کے
 ۲۵۱ — رکھا کرے۔ (قطعہ)
 ۲۶۰ — کام کرنے والے (")
 ۲۵۲ — کس بات سے ہے (")
 ۲۵۵ — بن ہوئے۔ (")
- طالب ہے (قطعہ) — ۲۵۵
 شہر والا بنے (رباعی) — ۲۶۰
 بے جا تم نے۔ (رباعی) — ۲۶۸
 دل آئے — ۲۸۶
 ہمسایہ خدا ہے — ۲۸۸
 غم کیا ہے — ۲۹۰
 اللہ ہی اللہ ہے — ۲۹۵

اشعار

اشخاص	اشخاص
۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴	آباد : ۵۷
۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹	آشوب رائے بہادر سٹریٹ لال :
۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵	۱۲۴، ۷۴
۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰	آدم : ۳۵۲، ۳۸۹، ۴۴۴، ۴۹۴
۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵	آصف : ۴۳۲
۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰	آزاد مولانا ابوالکلام : ۴۹۱
۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵	
۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰	
۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵	اسد : ۲۵، ۴۱، ۴۳، ۴۴، ۴۵
۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰	۴۹، ۸۷، ۸۸، ۹۴، ۹۸، ۱۰۲
۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵	۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸
۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰	۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳
۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵	۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸
۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰	۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳
۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵	۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸
۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰	۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵
۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵	۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰
۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰	۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵
۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵	۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰
۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰	۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵
۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵	۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰

الف

اشخاص

نوٹ :- اشخاص، کتب و رسائل، مقامات وغیرہ سے متعلق ذیل کے اشاریوں (۱) کو صرف ضروری نشاندہی تک محدود رکھا گیا ہے۔
 رب، کی ترتیب بلحاظ حروف التہجی بیشتر پہلے ہی حروف تک محدود ہے۔
 (ج) میں کسی ہندسے کے نیچے لکیر سے یہ مراد ہے کہ اس صفحہ پر وہ نام ایک سے زیادہ مرتبہ آیا ہے۔

اشخاص	اشخاص
آزاد مفتی محمد صدر الدین : ۱۹، ۱۲۵	آزاد محمد حسین : ۱۷، ۲۰، ۳۸۸
آرام منشی شیونرائس : ۳۳، ۳۴	۳۹، ۴۵
۵۹، ۹۹، ۶۴	
آتش : ۵۷، ۱۱۳	

اشخاص	اشخاص
۱۳۸، ۱۳۷	۴۵۷، ۴۵۴، ۴۳۲
ذوق شیخ محمد ابراہیم: ۱۱۹، ۱۱۷، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳	خاتم: ۱۰۱
۳۸۸، ۴۴۳	خواجہ غلام حسین خاں: ۱۰۱
ذوالفقار: ۳۷۷، ۳۰۸	خواجہ حاجی: ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱
ل	خسرو: ۳۸۷، ۳۷۷، ۲۵۱، ۲۳۱
رضا کمال داس گپتا: ۱۰۹، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱	۴۱۴، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴
۵۰، ۱۲، ۱۱	۴۵۴، ۴۵۵
رشید حسن خاں: ۱۱	خلیل: ۳۹۵
راشدن - م: ۳۸	خضر سلطان: ۴۰۲
رومی (مولانا عیسیٰ روم): ۳۹، ۳۸	خالق اکبر: ۴۰۲
راشد حیدر آبادی عبدالرزاق: ۵۶	و
۶۱، ۵۸، ۵۷	دیپتی: ۴۰۰، ۴۰۷
رشی قاضی غیاث حسین: ۶۴، ۶۲، ۶۱	دُلڈل: ۳۱۶، ۳۱۴، ۳۰۹
راجہ رام موہن رائے: ۱۱۰	درد و ۵: ۳۷۷
رنجیت سنگھ مہاراجہ: ۱۱۲	دارغ: ۳۸۸، ۴۴۳
رحیم میرٹھی مرزا رحیم بیگ: ۱۲۲	دارا: ۴۱۸
رضوان: ۳۹۷، ۳۲۸	داراب: ۴۰۴
رسول: ۴۱، ۳۱، ۳۰، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱	و
رستم: ۴۱۴	ذکاء و خب چند: ۱۳۱، ۱۰۴، ۵۰، ۴۹
رہام: ۴۱۴	

اشخاص	اشخاص
سید احمد دہلوی : ۴۷، ۴۳م	ریاض سندیلوی ریاض الدین احمد : ۴۷م
سکندر جہاں بیگم : ۴۸	رابٹ مننگری (سسر) : ۴۸، ۴۹
سرور چوہدری عبد الغفور : ۴۳، ۴۵	
سید عبداللطیف (ڈاکٹر) : ۸۰	
سید محمد خان بہادر : ۸۲، ۸۶	زادہ سہارنپوری : ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷
سید ابو محمد (خان بہادر) : ۸۲	زلیخا : ۴۲، ۴۳، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱
سید محمد خاں : ۵۸	
سید احمد خاں : ۸۵	زیب النساء عرف بیگم شمر : ۷۱
سید عبد الغفور : ۸۷	زائدہ : ۳۱
سراج الدین احمد (مولوی) : ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱	زہرہ : ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶
سراج الدین بہادر شاہ ظفر : ۱۱۲	
سید سعادت علی : ۱۲۱	
سید محمد خٹک علی ججری : ۱۲۲	
سنت پر شاوشی : ۱۲۴	
سلطان جی : ۱۲۷	
سکندر : ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰	
۴۳، ۴۴، ۴۵	
ساقی کوثر : ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴	
سلیمان : ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹	
۴۳، ۴۴، ۴۵	
سم : ۱۱۴	
	سادتری کالی واس گیتا : ۳
	سید رغیبین (ڈاکٹر) : ۲۱
	سید محمد لکھنوی (مولوی) (سلطان العلماء)
	مجتہد العصر : ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹
	سرور اعظم الدولہ میر محمد خاں : ۱، ۲، ۳، ۴
	۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳
	سید حسن بگلاری (دیجر) : ۵۳، ۵۴
	سید عنایت حسین : ۵۵
	سیاح میاں داد : ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱

اشخاص	اشخاص
سجڑہ: ۴۲۰	شوق قدوائی منشی احمد علی: ۸۱، ۸۶
سید غلام بابا: ۴۷۵	شاہ عالم ثانی جلال الدین شاہ: ۱۰۳
سیل چند منشی: ۴۸۳	شاہ نصیر: ۱۱۲
سعدی (شیخ): ۴۹۵	شاگر حبیب الرزاق: ۱۳۸
ش	شیرین: ۲۵۵، ۳۰۵، ۳۲۲، ۴۰۲
شمس الرحمن فاروقی: ۱۱	۴۵۷
شیک - نظام: ۱۱	شبیر: ۴۵۵، ۳۱۶
شیرانی: ۳۰، ۲۵، ۱۹، ۱۸، ۱۳	شاہ: ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵
۴۷، ۴۸	شاہ جہانگیر جہاں: ۴۳۲
شیفتہ نواب مصطفیٰ خاں: ۲۳، ۲۴، ۲۸	شہای میرزا نور الدین: ۴۳۲
۳۹۰، ۱۱۰، ۱۲۶، ۳۹۰	شاہ سلیمان جاہ: ۴۰۰
شوکت: ۲۵	شیخ محمد اکرام: ۴۱۲، ۴۳۳
شیداجہد الحمید خواجہ: ۵۳، ۵۴، ۵۵	شیووان سنگھ بہار اوراجہ: ۴۸۰
شمرو دیگم: ۷۱	شیخ سعدی: ۴۹۵
شمس الدین احمد خاں مرزا (نواب):	ص
۱۲۸، ۱۱۰، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶	صدیقی افتخار رام: ۱۱
شادان حسین علی خاں: ۲، ۱۱، ۱۲	صدور مرزا پوری: ۳۴، ۳۵، ۳۶
شفیق نواب الزار الدولہ بہادر: ۷۳	۳۷، ۳۸، ۳۹
شاہ سید عالم: ۷۵	۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵
شاہ عالم: ۷۵	۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰

اشخاص	اشخاص
ظفر باب خاں: ۷۷	صاحب عالم ماریوی شاہ سید عالم: ۷۷
ظہوری: ۳۵۹، ۳۷۱، ۳۸۰	صہبائی امام بخش: ۱۱۸
ع	صفا: ۲۵۹
عرشی مولانا امتیاز علی خاں: ۱۰، ۱۳	ض
۱۲، ۲۴، ۳۰، ۳۱، ۳۸، ۴۰	ضیاء الدین خاں (مولوی): ۱۲۳
۵۱، ۵۲، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱	ط
۶۲، ۶۵، ۷۴، ۷۵، ۸۴، ۸۵	طپاں مرزا احمد بیگ خاں: ۴۷، ۴۸
۹۲، ۹۳، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴	طالب خواجہ طالب حسین: ۴۹، ۵۰
۱۲۹، ۱۳۸، ۱۳۹	طیش: ۷۷
۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷	طالب نواب سعید الدین احمد خاں: ۸۹
۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷	ط
۱۸۸، ۱۹۲، ۱۹۳	ظفر بہادر شاہ: ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۳۵
عالی حبیب الدین: ۱۱	۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰
عارف مرزا زین العابدین خاں: ۲۱	۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵
۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷	۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰
۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹	۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵
عبد القادر رام پوری (مولوی): ۲۲	۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰
۲۳، ۲۴	۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵
عکائی نواب علاء الدین احمد خاں: ۲۵	۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰
۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶	۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵

اشخاص	اشخاص
علاقائی نواب علاء الدین احمد خاں : ۴۷۴،	عبد الکرم : ۱۲۲
۴۸۷، ۴۹۰، ۴۹۵	قدش حکم آغا جان : ۱۲۴
عرشی زادہ (اکبر علی خاں) : ۳۰، ۱۰۹	عیسیٰ : ۱۵۲، ۲۵۲، ۲۷۲، ۳۱۲
علی : ۴۴، ۲۵، ۹۵، ۱۰۵، ۱۱۴	۳۲۱، ۳۷۲، ۴۷۴
۱۳۴، ۲۴۴، ۲۵۰، ۲۸۲	عاصی گھنشیام لال : ۳۹۰
۳۱۱، ۳۱۴، ۳۱۷، ۳۲۰، ۳۲۳	عرفی : ۴۰۸
۴۴۴	علی بہادر (نواب) : ۴۱۰
عشق بیٹھی غلام محمد الدین : ۵۰	غ
عطا کا کوئی عطاء الرحمن (پروفیسر) : ۵۰	غالب : ۵، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳
عماد الملک بگراہی (نواب) : ۵۴، ۵۵	۱۴، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱
عاصی جینی لال : ۵۵	۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶
عرشی سید احمد حسن : ۵۵	۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳
عبدالرزاق حیدر آبادی (مولوی) : ۵۴،	۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹
۴۱، ۵۸، ۵۷	۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵
عزیز اللہ خاں رام پوری : ۵۹	۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹
عبدالباقر دیوبادی (مولوی) : ۴۰	۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴
علی تقی الدین : ۴۱	۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸
عزیز : ۹۴	۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳
عالمگیر ثانی : ۱۰۰	۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸
عبداللہ بیگ خاں : ۱۰۱، ۱۰۲	۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴
عزت النساء بیگم : ۱۰۱	۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸

اشخاص	اشخاص
۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸	۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶
۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳	۸۸، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۵
۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۸	۹۴، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱
۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳	۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷
۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹	۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳
۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴	۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹
۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹	۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵
۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴	۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱
۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹	۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳
۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴	۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸
۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹	۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳
۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴	۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸
۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹	۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳
۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴	۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸
۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹	۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳
۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴	۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸
۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹	۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳
۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴	۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸
۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳	۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳
۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸	۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸
۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲	۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳

اشخاص	اشخاص
مومنین، مومنین خاں : ۳۸۸، ۱۱۵	مومنین، مومنین خاں : ۳۸۸، ۱۱۵
محمد سالم (مولوی) : ۱۱۵	محمد سالم (مولوی) : ۱۱۵
مسرور غلام حسین خاں : ۱۱۶	مسرور غلام حسین خاں : ۱۱۶
مرزا فتح و غلام نحر الدین : ۵۸، ۱۱۷	مرزا فتح و غلام نحر الدین : ۵۸، ۱۱۷
مصطفی امدا علی : ۱۲۶	مصطفی امدا علی : ۱۲۶
محبوب الہی : ۱۲۷	محبوب الہی : ۱۲۷
مظفر زمانی بیگم عورت بنگا بیگم : ۱۲۸، ۱۲۷	مظفر زمانی بیگم عورت بنگا بیگم : ۱۲۸، ۱۲۷
محمد سلطان بیگم عورت جندو بیگم : ۱۲۸	محمد سلطان بیگم عورت جندو بیگم : ۱۲۸
مرزا بیون بیگ : ۱۲۸	مرزا بیون بیگ : ۱۲۸
مجنوں : ۱۲۲، ۱۴۳، ۱۴۵، ۲۰۵، ۲۳۱	مجنوں : ۱۲۲، ۱۴۳، ۱۴۵، ۲۰۵، ۲۳۱
۲۳۶، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۸	۲۳۶، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۸
۲۴۹، ۲۵۳، ۲۴۵، ۲۴۷، ۲۴۷	۲۴۹، ۲۵۳، ۲۴۵، ۲۴۷، ۲۴۷
۳۰۵، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۵	۳۰۵، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۵
۳۲۸، ۳۳۱، ۳۳۳، ۳۳۴	۳۲۸، ۳۳۱، ۳۳۳، ۳۳۴
۳۳۷، ۳۵۱، ۳۵۰، ۳۳۳	۳۳۷، ۳۵۱، ۳۵۰، ۳۳۳
موسی : ۱۶۱	موسی : ۱۶۱
مائی : ۳۰، ۲۵۵، ۲۵۹، ۳۰۹	مائی : ۳۰، ۲۵۵، ۲۵۹، ۳۰۹
مصطفی : ۲۸۹	مصطفی : ۲۸۹
مسیحا : ۳۰۵، ۳۱۳، ۳۲۸، ۳۸۰	مسیحا : ۳۰۵، ۳۱۳، ۳۲۸، ۳۸۰
۳۴۲	۳۴۲
میٹھ : ۳۱۰، ۳۴۶	میٹھ : ۳۱۰، ۳۴۶

ن

نظای بدایونی : ۱۲، ۵۴، ۵۹، ۷۰، ۷۱، ۸۱
 ناٹخ : ۱۸، ۵۷، ۱۱۲، ۳۵۹
 تیر و خوشاں نواب محمد ضیاء الدین احمد خاں :
 ۳۲، ۸۱، ۸۴، ۸۸، ۹۰، ۹۲، ۹۵، ۹۶، ۹۸، ۱۱۱، ۱۲۸
 ۲۲۵
 ن. م. راشد : ۳۸
 نسیم اقتدار علی (ڈاکٹر) : ۵۰

اشخاص	اشخاص
نزل کشور : ۱۲۵، ۵۵	نزل کشور : ۱۲۵، ۵۵
نور الحسن ہاشمی (ڈاکٹر) : ۵۵	نور الحسن ہاشمی (ڈاکٹر) : ۵۵
ناظر عالم : ۵۸، ۵۷	ناظر عالم : ۵۸، ۵۷
نظم طباطبائی سید علی حیدر : ۴۲، ۵۷	نظم طباطبائی سید علی حیدر : ۴۲، ۵۷
ناظم نواب یوسف علی خاں بہادر : ۴۴	ناظم نواب یوسف علی خاں بہادر : ۴۴
۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۷۱	۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۷۱
۴۸۳	۴۸۳
نبی : ۷۳، ۷۵، ۷۴، ۳۱۰، ۳۱۱	نبی : ۷۳، ۷۵، ۷۴، ۳۱۰، ۳۱۱
۳۱۱، ۳۱۱، ۳۱۱، ۳۱۱، ۳۱۱	۳۱۱، ۳۱۱، ۳۱۱، ۳۱۱، ۳۱۱
نصرت الملک بہادر : ۵۴، ۹۷	نصرت الملک بہادر : ۵۴، ۹۷
نواب اسد اللہ خاں : ۹۸	نواب اسد اللہ خاں : ۹۸
نجف خاں ذوالفقار الدولہ : ۱۰۰	نجف خاں ذوالفقار الدولہ : ۱۰۰
۱۰۱، ۲۸۹، ۳۰۸، ۳۷۳	۱۰۱، ۲۸۹، ۳۰۸، ۳۷۳
نصر اللہ بیگ خاں : ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳	نصر اللہ بیگ خاں : ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳
نظیر اکبر آبادی : ۱۱۰	نظیر اکبر آبادی : ۱۱۰
نصیر (شاہ) : ۱۱۲	نصیر (شاہ) : ۱۱۲
نجم الدولہ ویر الملک اسد اللہ خاں	نجم الدولہ ویر الملک اسد اللہ خاں
نہادر نظام جنگ (مہر) : ۱۱۵	نہادر نظام جنگ (مہر) : ۱۱۵
نظام الدین : ۱۲۵، ۴۵۱	نظام الدین : ۱۲۵، ۴۵۱
نسیم رام پوری اصغر علی خاں : ۳۸۸	نسیم رام پوری اصغر علی خاں : ۳۸۸
نثار احمد فاروقی (ڈاکٹر) : ۴۰۶	نثار احمد فاروقی (ڈاکٹر) : ۴۰۶

و

وجیہ الدین خاں : ۶۹
 ولیم فریزر : ۱۱۰
 واجد علی شاہ : ۱۱۷
 ویران حافظ : ۱۱۹
 وحشت : ۳۹۰
 واصل خاں : ۴۷۶
 وکٹوریہ : ۴۹۳

۵

طرسن (دیجر) : ۴۰۶

ی

یوسف ہندی : ۱۸، ۱۷
 یوسف : ۴۹، ۱۳۸، ۱۴۳، ۳۷۷
 ۳۳۱، ۳۴۹، ۳۹۷، ۴۲۶
 ۴۲۷، ۴۹۱
 یوسف علی بیگ خاں (مرزا) : ۲۱
 ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۰۹، ۱۰۹

اشخاص	شہر - ممالک
یوسف علی بیگ خاں (مرزا) : ۱۱۸، ۳۹۷، ۱۲۱، ۱۲۰	اودھ : ۴۴۵
یوسف خاں : ۱۱۱	ب
یاسد اللہ الغالب (مہر) : ۴۴۵، ۱۱۴	بمبئی : ۱۸۰، ۱۲، ۲، ۱
یعقوب : ۳۴۹، ۳۳۱، ۳۰۷، ۲۲، ۳۰	بھوپال : ۱۰، ۱۳، ۲۳، ۳۰، ۵۵
۴۲۶	۵۶
یتیم : ۴۴۶	بدالیوں : ۳، ۱۳، ۳۰، ۶۱، ۷۱، ۷۷، ۸۰
شہر - ممالک	بھرت پور : ۱۰۷
الف	بریلی : ۱۲۳
اجمیر : ۲۳	باندہ : ۴۱۰
آگرہ : ۲۸، ۳۳، ۳۷، ۴۳	پ
۹۹، ۵۹، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳	پنجاب : ۱۷، ۴۸، ۴۹، ۶۱
۱۱۸، ۱۲۱، ۴۰	پاکستان : ۳۸، ۴۶
اورنگ آباد : ۳۹، ۳۴	پٹنہ : ۴۴، ۵۰
اکبر آباد : ۳۹، ۳۸، ۱۴	پاٹوڑی : ۶۴
الور : ۴۴، ۱۰۲، ۱۰۷، ۸۰	پانی پت : ۱۱۶
الہ آباد : ۱۰۰	ط
انگلستان : ۱۱۰، ۷۰	ٹونک : ۶۱
آرہ : ۱۲۴، ۱۲۵	

شہر - ممالک	شہر - ممالک
۱۰۵، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۷	ج
۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶	جبل پور : ۲۳
۱۷۹، ۲۷۳، ۲۹۷، ۲۹۸	جموں : ۳۶
۴۸۶	جے پور : ۱۰۱
دہلی : ۲۲، ۲۳، ۳۴، ۳۵، ۳۷	جزیرہ آندھیا : ۱۲۰
۵۰، ۵۵، ۷۴، ۷۷، ۸۴	ج
۸۹، ۹۱، ۹۷، ۹۸، ۱۰۰	چین : ۱۳
۱۰۱، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۳	ح
۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸	حیدر آباد : ۱۸، ۵۴، ۵۷، ۷۰
۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۶	۹۱، ۸۰، ۱۱۲، ۱۵۴
۱۲۷، ۲۵۶، ۲۹۸، ۳۵۵	حصار : ۱۱۶
۳۸۸، ۴۰۷، ۴۱۱، ۴۱۲	خ
۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶	خٹن : ۱۷۷
۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰	د
۴۸۹	دلی : ۲۱، ۲۳، ۲۷، ۳۳
دیسند : ۱۴، ۳۰	۳۴، ۳۸، ۴۷، ۸۰، ۱۰۳
دکن : ۶۱	
راجستھان : ۱۷، ۲۳	

شهر-ممالک	شهر-ممالک
رام پور: ۱۲، ۱۳، ۲۳، ۲۴، ۳۰، ۵۵، ۸۰، ۸۴، ۸۵، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۵، ۳۹۵، ۴۲۳، ۴۲۵، ۴۸۴، ۴۹۳، ۴۸۸ راج گڑھ: ۱۰۲ روسیل کھنڈ: ۱۲۳ روم: ۴۱۴، ۴۹۳ روس: ۴۷۳ س سمرقند: ۱۰۰، ۴۱ سندھ: ۴۹۳ ش شاهجهان آباد: ۱۰۱ شملة: ۱۰۸ شام: ۴۹۳ ع عسراق: ۳۴	علی گڑھ: ۸۴ ف فیروز پور جھرکا: ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۱، فیروز پور: ۱۰۷ فرخ آباد: ۱۰۷ ک کانپور: ۱۲، ۲۷، ۳۰، ۳۱، ۹۸، ۱۰۷، ۱۲۰ کینیا (مشرقی افریقہ): ۱۸ کراچی: ۱۲، ۲۳، ۳۰، ۳۸، ۴۱، کشیر: ۳۴، ۳۵۹ کلکتہ: ۴۸، ۴۹، ۶۴، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۲۳، ۱۲۴، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۴۷ کیمبرج: ۵۵، ۵۳ گ گرھ نکتیشتر: ۵۹

شهر-ممالک	شهر-ممالک
مرزا پور: ۴۹۵ ن ناگیور: ۲۳ د ہندوستان: ۱۸، ۴۱، ۴۲، ۱۰۰، ۱۰۹، ۲۲۵، ۲۹۷، ۴۸۲، ۴۸۹، ہند: ۱۲۸، ۲۰۳، ۲۵۹، ۴۸۹، ۴۹۳، ۴۹۴ ہاتھرس: ۳۰ کتب آ آب حیات: ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۳۹۰، ۴۹۵ آہنگ غالب: ۲۰ آثار الصنادید: ۸۱، ۸۲ آثار غالب: ۴۱۲	گورگانواں: ۴۸۹ ل لاہور: ۱۳، ۱۴، ۳۰، ۳۲، ۴۱، ۴۸۹، ۱۰۰ لکھنؤ: ۲۱، ۳۰، ۳۸، ۵۴، ۶۰، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۵، ۳۷۳، ۴۷۳ لہارو: ۱۰۲، ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۲۵، ۱۲۷، ۴۸۷، ۴۹۵ لودھیانہ: ۴۹۲ م مراد آباد: ۲۳ مکہ: ۳۵، ۴۱ مدینہ: ۳۵ میرٹھ: ۵۹، ۱۱۸، ۱۲۵ مہولی: ۶۶ مرشد آباد: ۱۰۸ مصر: ۴۲۴، ۴۲۷

کتاب	کتاب
۱	انتخابِ غالب (۱۸۳۶ء) : ۱۴، ۳۱، ۱۲۱، ۱۲۳، ۳۸۵، ۳۸۳
انوارِ سہیلی : ۱۷	
ارمغانِ غالب : ۳۴۳، ۶۹	
اسماءِ اردو :	
انتخابِ نغائے اشعارِ غالب : ۱۲۴، ۲۸۲	
رجبیل : ۲۴۶	
احوالِ غالب : ۲۸۹	
اردوئے معلیٰ : ۷۳، ۷۶، ۱۱۲، ۱۲۶، ۱۴۰، ۱۴۱	
۲	بوستان : ۱۷
باغِ مہر : ۶۳	
بیاضِ عثمانی : ۶۸	
برہانِ قاطع : ۷۲	
بنہرِ غالب : ۴۴	
۳	بیچِ آہنگ : ۲۵، ۲۸، ۷۷، ۱۱۴، ۱۱۵
تذکرہ کاظمی رام پور : ۲۳، ۲۴	
تذکرہ عیارِ الشعراء : ۲۹، ۳۰، ۳۸، ۳۹	
اور	
تذکرہ خوب چند و گما : ۱۰۴، ۱۳۱	
۱۳۸، ۱۳۷	
تذکرہ عمدہ منتخبہ یام : ۵، ۲۹، ۱۱۱	
تذکرہ سروریا : ۳۳، ۴۴، ۴۷	
تذکرہ شعراء : ۲۸، ۴۹، ۵۰	
۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵	
۱۳۸، ۱۳۷، ۱۳۶	
تذکرہ شمعِ انجمن : ۳۸	
تذکرہ طبقاتِ سخن (غیر مطبوعہ) : ۵۰، ۵۱	
تذکرہ ہندی : ۵۰	
تذکرہ گلزارِ سخن : ۵۵	
تذکرہ ماہ و سال : ۷۱	
تذکرہ گلشنِ بے خار : ۸۲، ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۸۶	
تذکرہ سرِ پائ سخن : ۳۸۶، ۳۸۷	

کتاب	کتاب
د	تذکرہ گلستانِ سخن : ۴۴
دیوانِ غالب کامل (نسخہ رضا) : ۱	تلامذہ غالب : ۲۰
۴، ۹، ۱۰، ۱۱، ۲۸، ۳۱	تلاشِ غالب : ۸۵، ۴۰۶
۴۰، ۵۱، ۱۲۹، ۱۷۷	تیغِ تیز : ۱۲۳، ۱۲۴
دیوانِ غالب (طبع اول) : ۴، ۱۴، ۲۴	تلامذہ غالب : ۲۰۲
۲۷، ۳۰، ۳۲، ۷۷، ۷۹	تکشیفِ حکمت : ۴۷
۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۶	۳
۸۸، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵	حیمہ غالب : ۲۱
۳۸۸، ۳۸۵	جائزہ خطوطِ اردو : ۴۱
دیوانِ غالب (دوسرا مطبوعہ ایڈیشن) :	جلوہ خضر : ۷۴
۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵	جلوہ دارغ : ۳۳
۸۷، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵	۴
۳۹۵	حسنِ خیال : ۳۲، ۳۹، ۴۰
دیوانِ غالب (تیسرا مطبوعہ ایڈیشن) :	۵
۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷	خ
۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲	خجی نہ جاوید : ۷۷، ۷۸، ۷۹
دیوانِ غالب (چوتھا مطبوعہ ایڈیشن) :	خطوطِ غالب : ۷۸
۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵	
۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰	
۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴	

کتاب	کتاب
ک	خطوط بیگم تاباں : ۶۹
کلیات اقبال : ۵۶، ۶۱	مکاتیب الغالب : ۷۴
کلام آتش، ناسخ و آباد : ۵۷	مہر نیم روز : ۱۱۷، ۱۲۵، ۱۳۷، ۱۵۲
کلیات غالب (فارسی) : ۹۶، ۱۱۳	میخانہ آرزو سر انجام (دیوان غالب سی) : ۱۱
۱۱۵، ۱۲۱، ۱۲۵	مفتی صد الدین آرزو : ۱۹
گ	حرق قاطع بر بیان : ۱۲۱
گل رعنا : ۱۳، ۳۰، ۸۰، ۱۰۸، ۱۰۹	موبد بر بیان : ۱۲۳، ۱۲۴
۳۶۷، ۳۶۸، ۳۷۷	مرتب ادب : ۲۹۵
گستاں : ۱۷	ن
گفتار غالب : ۹۳	نسخہ رضا : ۱، ۴، ۹، ۱۰، ۱۱، ۲۸
گلدستہ انجن : ۲۸۹	۱۳، ۲۰، ۵۱، ۵۲، ۵۹، ۶۰
ل	نسخہ بھوپال بخط غالب : ۱، ۱۳
لطائف غیبی : ۷۴، ۱۲۱، ۲۸۲	۲۹، ۳۱، ۳۳، ۴۷، ۴۸
لال قلعہ کی ایک جھلک : ۲۳	۲۹۳، ۱۳۹، ۲۹
م	نسخہ بھوپال (حمید) : ۱۳، ۱۹، ۲۲
مثنوی مولوی معنوی : ۳۹	۲۵، ۳۰، ۳۱، ۳۳
مکتوبات امیر مینائی : ۶۶	۵۴، ۵۶، ۲۹۳، ۳۵۳
	نسخہ عرشی : ۱، ۱۳، ۱۴، ۲۵، ۳۰
	۳۱، ۵۱، ۵۸، ۷۸، ۸۲
	۹۳، ۳۷۷، ۳۷۹، ۳۸۲، ۳۸۳

کتاب	کتاب
نسخہ طالب (دیوان غالب) : ۲۹۱	نسخہ عرشی : ۳۹۵، ۴۲۹، ۴۳۲، ۴۴۵
ن م - راشد - ایک مطالعہ : ۳۸	۴۴۷، ۴۸۶، ۴۸۸
نامہ غالب : ۱۲۲	نسخہ شیرانی : ۱۳، ۱۸، ۱۹، ۲۵، ۳۰
نادرست غالب : ۱۳، ۴۴۱، ۴۴۸	۴۳، ۴۷، ۴۵۸ (۶۱۸۲۶)
۴۵۱، ۴۶۰	۳۵۳، ۳۶۷، ۳۶۸
نکات غالب و رقعات غالب : ۱۲۴	نسخہ رام پور (اول یا قدیم) : ۱۴، ۳۰
و	۴۹، ۳۷۷ (۶۱۸۳۳)
وقائع راجستان : ۳۸۰	نسخہ رام پور (ثانی یا جدید) : ۱۴، ۳۰
ہ	۲۵۴، ۳۳۱ (۶۱۸۵۵)
ہنگامہ دل آشوب : ۱۲۴، ۱۲۵	نسخہ بدایوں : ۱۴، ۳۰، ۳۱، ۷۹، ۸۲
ی	۲۸۵ (۶۱۸۳۸)
یاوکار غالب : ۱۷، ۲۰، ۲۲، ۲۴، ۳۳، ۳۴	نسخہ دینہ : ۱۴، ۳۰، ۳۸۵
۳۹، ۴۵۱، ۴۵۹، ۴۸۸، ۴۹۵	۴۸۵ (۶۱۸۴۵)
یوسف ہندی قید فرنگ میں : ۱۷، ۱۸	نسخہ کریم الدین (نسخہ کراچی) : ۱۴
رسالے	۳۸۸، ۳۸۵، ۳۰ (۶۱۸۴۵)
الف	نسخہ لاہور : ۱۴، ۳۰، ۳۹۴
اردو (سہائی) : ۳۹، ۳۴، ۴۰، ۸۰	۴۸۲ (۶۱۸۵۲)
	نسخہ مملوک قوی عجائب گھر : ۱۴
	نسخہ لندن : ۵۰
	نسخہ مطبع احمدی : ۵۴
	نسخہ نظامی بدایوںی : ۷۹

رسالے	رسالے
المنظر: ۵۶	المنظر: ۵۶
ادیب: ۵۷	ادیب: ۵۷
ایوان اردو: ۵۰	ایوان اردو: ۵۰
ادوئے معلیٰ، غالب نمبر دوم: ۵۵، ۵۴	ادوئے معلیٰ، غالب نمبر دوم: ۵۵، ۵۴
آج کل: ۶۹	آج کل: ۶۹
رسالہ دہلی یونیورسٹی: ۴۸۹	رسالہ دہلی یونیورسٹی: ۴۸۹
رسالہ تحفہ: ۵۶، ۶۱، ۶۲	رسالہ تحفہ: ۵۶، ۶۱، ۶۲
سبکس: ۶۰	سبکس: ۶۰
طوفان: ۶۳	طوفان: ۶۳
معیار: ۴۴، ۵۰	معیار: ۴۴، ۵۰
ماہِ نو: ۵۷، ۶۹، ۷۱	ماہِ نو: ۵۷، ۶۹، ۷۱
نخن: ۵۳	نخن: ۵۳
ن	ن
نقوش: ۳۰، ۱۳	نقوش: ۳۰، ۱۳
نیرنگ: ۵۹	نیرنگ: ۵۹
ہمد: ۶۰	ہمد: ۶۰
اخبار	اخبار
الف	الف
اسد الاخبار، اگر: ۷۷	اسد الاخبار، اگر: ۷۷
الہلال: ۶۱	الہلال: ۶۱
اخبار لودھیانہ: ۶۲	اخبار لودھیانہ: ۶۲
ج	ج
جام جہاں نما (اخبار): ۱۱، ۲۰	جام جہاں نما (اخبار): ۱۱، ۲۰
د	د
دہلی اردو اخبار: ۱۱۳، ۲۵۶، ۲۵۷	دہلی اردو اخبار: ۱۱۳، ۲۵۶، ۲۵۷
۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶	۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶

اخبار	کتب خانے، لائبریریاں، ادارے
۴۳۸، ۴۳۷، ۴۳۶	پنجاب یونیورسٹی: ۴۸۹
۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸	ج
سید الاخبار: ۲۷، ۷۸، ۷۹، ۱۱۳	جٹوں اور کشمیر اکیڈمی: ۳۶
۴۱۱	جامعہ ملیہ اسلامیہ: ۸۴
ص	د
صادق الاخبار: ۱۱۹	دفتر ہند لندن: ۵۰
ہمدی زبان: ۶۳	دلی کالج: ۱۱۲
ہمدرد (روزنامہ): ۴۸۹	دلی سوسائٹی: ۴۸۹
کتب خانے، لائبریریاں، ادارے	ر
الف	رضا لائبریری، رام پور: ۵۵، ۲۹۵، ۴۴۴
اینگلو عربک اسکول: ۳۳	ص
اردو بورڈ لاہور: ۴۱	صولت پبلک لائبریری: ۸۴، ۸۵
آزاد لائبریری: ۸۴	ق
	قومی عجائب گھر: ۴۱

کتابخانے - لائبریریاں - ادارے	مضامین
ک	غ
کتابخانہ کیتا رضا (غالب کلکشن) : ۱۱، ۹۹، ۸۵، ۷۵، ۵۷، ۳۰، ۱۸	غالب کے بعض غیر مطبوعہ اشعار اور لطیفے : ۷۱ غالب کے غیر مترادف اشعار کا زمانہ فکر : ۳۸، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳
۳۹۵، ۱۲۲، ۱۱۷، ۱۰۵	ک
کتابخانہ خدائش : ۵۲	کتابخانہ خدائش اور غالب : ۵۲
کتابخانہ ظفر یاب خاں : ۵۷	ل
ل	لٹری سوسائٹی روہیل کھنڈ : ۱۲۳
م	م
حکایت نک : ۵۹	قصیدہ حمیدی بہتیم بہار مغفرت : ۳۲، ۳۳
حکایت تسلیم : ۱۲۲	م
مضامین	مثنوی شاعر مہر : ۷۴ مثنوی شان نبوت ولایت : ۱۱۵ مثنوی امیر گوہر بار : ۱۲۱
ت	ت
نبرکات غالب : ۷۴	ح
ح	حادثہ امیری اور غالب (ایک غزل کا زمانہ تصنیف) : ۴۰، ۴۱، ۴۲

مطبع، پریس، پبلشرز	مطبع، پریس، پبلشرز
م	الف
مطبع نظامی : ۱۴، ۲۷، ۲۸، ۳۰، ۳۲، ۵۴، ۷۹، ۸۰، ۹۸، ۱۲۰	ادارہ فروغ اردو : ۲۱ اکمل المطابع : ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳ ۱۲۴، ۱۲۵
مطبع سید الاخبار : ۲۷، ۸۳، مطبع دار السلام : ۲۷، ۹۱، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۶	ج
مطبع احمدی : ۲۷، ۵۴، ۹۵، ۹۷، ۱۱۸، ۱۲۱	جواں اور کشمیر کیڈمی : ۳۶
مطبع مفید خلائی : ۲۸، ۵۹، ۹۹، ۱۱۸، ۱۲۱	س
مطبع فیض محمدی : ۳۰ مصری لال پریس : ۳۰ مطبع نول کشور : ۳۸، ۵۶، ۸۱، ۱۲۰، ۱۲۱	ساکار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ : ۱، ۲
مطبع سلطانی : ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۲۱	ف
مطبع محمدی : ۱۲۲، ۱۲۳ مطبع لٹری سوسائٹی : ۱۲۳ مطبع مظہر العجاوب : ۱۲۳	فخر المطابع : ۱۱۷ گ
	گیلانی الیکٹرک پریس بک ڈپو : ۳۳ ل
	لیتھو گرافک پریس : ۸۶

مطبع پریس - پبلشرز	مقام، جگہ وغیرہ (متفرقات)
مطبع مصطفائی : ۱۲۳	بہمن : ۴۴۰
مطبع فیض احمدی : ۱۲۳	ج
مطبع سراجی : ۱۲۴	جولہ بھون : ۲
مطبع منشی سنت پرشاد : ۱۲۵، ۱۲۴	جیل خانہ : ۲۱، ۲۰
مطبع مجتبیائی : ۱۲۵	جام باغ محلہ : ۶۱
مطبع نبوی : ۱۲۶	جمن : ۴۹۲
مطبع اکبری : ۴۸۹	ج
ن	چیت بازار : ۱۰۸
نئی کشور پریس : ۱۲۱، ۱۲۰، ۸۱، ۵۵	ح
نظامی پریس بڈالوں : ۸۰، ۷۹	حویلی مرزا علی سوداگر : ۱۰۸
مقام، جگہ وغیرہ (متفرقات)	حجراں سود : ۳۷۸
الف	د
Alblon (بحری جہاز) : ۱۱۰	دُلڈل : ۳۱۴، ۳۱۴
البیون	دورخ : ۳۱۶
ب	دجلہ : ۴۴۸، ۴۴۰
بیت الحرام : ۴۶۱، ۳۶	راج دیبار : ۱۱۲
بستی نظام الدین : ۱۲۵	
بیستون : ۲۵۱	

مطبع پریس - پبلشرز	مقام، جگہ وغیرہ (متفرقات)
مطبع مصطفائی : ۱۲۳	ش
مطبع فیض احمدی : ۱۲۳	شمس بازار : ۱۰۸
مطبع سراجی : ۱۲۴	ط
مطبع منشی سنت پرشاد : ۱۲۵، ۱۲۴	طور : ۳۱۰، ۳۰۷، ۲۸۹، ۲۰۸، ۱۸۶
مطبع مجتبیائی : ۱۲۵	ق
مطبع نبوی : ۱۲۶	قلعہ آگرہ : ۱۰۲
مطبع اکبری : ۴۸۹	قاسم جانیوں کی ہڑواڑ : ۱۲۷
ن	قلزم : ۳۹۵
نئی کشور پریس : ۱۲۱، ۱۲۰، ۸۱، ۵۵	ک
نظامی پریس بڈالوں : ۸۰، ۷۹	کعبہ : ۳۴۳، ۳۳۵، ۳۱۴، ۳۱۳، ۹۴
مقام، جگہ وغیرہ (متفرقات)	۳۸۶، ۳۹۶، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۱
الف	۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲
Alblon (بحری جہاز) : ۱۱۰	کوثر : ۳۱۴، ۳۱۳، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹
البیون	کلیسا : ۴۴۳
ب	کریلا : ۴۴۴
بیت الحرام : ۴۶۱، ۳۶	کنناں : ۴۲۷
بستی نظام الدین : ۱۲۵	
بیستون : ۲۵۱	

گ

گرو مالاب : ۱۰۸

ل

لال قلعہ : ۲۲، ۲۳، ۱۱۴، ۱۱۷، ۱۱۷

۴۲۳، ۴۲۰، ۴۲۰

م

محلہ حوض قاضی : ۹۱

مکتب مولوی محمد اعظم آگرہ : ۱۰۴

محلہ بی ماران : ۴۲۸

ن

نیومرین لائنز : ۲

نوروز : ۲۳۲

نیل : ۳۲۹، ۳۹۵

ہ

ہڈہڈ : ۲۷۱